

شاہین

حصہ اول

نسیم حجازی

محبت مجھے ان جوانوں سے ہے
ستاروں پر جو ڈالتے ہیں کمند

ترتیب

04	باغی	۱-
18	سرحدی عقاب	۲-
40	ملت فروش	۳-
56	ان کامیز بان	۴-
90	ربیعہ کا نظر اب	۵-
109	ربیعہ کے خواب کی تعبیر	۶-
141	قوم اور اس کا سپاہی	۷-
160	نئے عزم	۸-
185	باپ اور بیٹا	۹-
213	تاریخنگبوت	۱۰-
239	مجاہد اور عذار	۱۱-
259	سیاہ پوش	۱۲-



ہسپانیہ، تو خون مسلمان کا امیں ہے
مانند حرم پاک ہے تو میری نظر میں
پوشیدہ تری خاک میں سجدوں کے نشان ہیں
خاموش اذائیں ہیں تری باد سحر میں
اقبال

باغی

(۱)

پچاس سوار پیار کے دامن سے اُتر کر گھنے جنگل سے گزرتے ہوئے ایک ندی کے ٹوٹے ہوئے پل کے سامنے رکے۔ ندی کے پار جنگل اور بھی گناہکا۔ اس وادی میں جنگل درختوں کے ساتھ ساتھ انگور کی بلیں، ہیب، انارا اور مختلف اقسام کے پھل دار درخت اس بات کی گواہی دیتے تھے کہ جنگل کبھی ایک باغ نہ تھا۔ پل کے پار ٹوٹی پھوٹی سڑک کے دونوں کناروں پر تناؤ درختوں کی شاخیں آپس میں مل کر ایک چھت کا کام دیتی تھیں۔ سر بزرگ گھاس اور بلیں جو کناروں سے آگے بڑھ کر سڑکے پتھروں کو اپنی آنکھوں میں لے رہی تھیں، اس بات کا ثبوت تھیں کہ انہیں مسلنے والے پاؤں شاذونا درہی اس سڑک کا رُخ کرتے ہیں۔

ندی کا پانی زیادہ گہرانہ تھا اور سڑک کو چھوڑ کر یہ سوار چند قدم نیچے یا اوپر جا کر اُسے آسانی سے عبور کر سکتے تھے لیکن کسی خیال کے تحت آگے جانے والے دو سواروں نے پل کے قریب پہنچتے ہی پیچھے مڑ کر دیکھا اور اور پیچھے آنے والی جماعت کو رکنے کا ارشاد کیا۔ یہ تمام سوار جنگ کے بہترین سازو سامان سے آراستہ تھے۔ سب سے آگے سواروں میں ایک کی قبا اور عمامہ سفید تھا اور آنکھوں کے سوا اس کا تمام چہرہ نقاب میں چھپا ہوا تھا۔ اس کا ساتھی اس رسالے کے باقی سواروں کی طرح زرہ اور خود پہنے ہوئے تھا۔ تاہم اس کا خوب صورت مشکلی گھوڑا، جواہرات سے مزین توار کا دستہ اور اس کی زرہ اور خود کی چمک اس میں ایک امتیازی شان پیدا کرتے تھے۔

یہ دونوں سوار جو بظاہر اس دستے کے راہنماء معلوم ہوتے تھے کچھ دیر پل کے

قریب گھوڑے روک کر ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے۔

بالآخر سفید پوش نے کہا، ”مجھے بار بار خیال آتا ہے کہ اگر اُس نے انکار کر دیا تو،“؟ مشکلی گھوڑے کے سوار نے جواب دیا۔ ”تو پھر ہمارے لئے اس کے سوا کوئی راستہ نہیں کہ ہم اُسے باغی سمجھیں اور اس سے باغیوں کا ساسلوک کریں۔“

”دنیں اُس نے اپنی آزادی ہمارے دشمنوں سے چھینی ہے۔ اگر وہ صرف اس سرحد کی حفاظت کا ذمہ لے تو بھی ہم اُس کی آزادی کا احترام کریں گے۔“

”اور اگر اس نے ہماری یہ پیش کش بھی ٹھکرای تو؟“

”تو بھی میں اُس سے تعریض نہیں کر دوں گا۔ ہاں مجھے یہ افسوس ضرور ہوگا کہ میں غرناطہ کی فوج میں ایک ناقابل تغیر عنصر کا اضافہ نہ کر سکا۔“

مشکلی گھوڑے کا سوار کچھ کہنا چاہتا تھا کہ پیل کے پارسٹرک پر ایک ہر نمودار ہوا۔ اُس نے ترکش سے تیر نکالا۔ لیکن ابھی آمان اٹھانی تھی کہ درختوں میں سے ایک تیر سن سنا تا ہوا آیا اور پیل کے پاس ایک درخت کے ساتھ لٹکے ہوئے لکڑی کے تنخے میں پیوست ہو گیا۔

ہر چھلانگ لگا کر جنگل میں غائب ہو گیا۔ تمام سوار اس غیر متوقع تیر سے بد حواس ہو کر ادھر ادھر دیکھنے لگے۔ مشکلی گھوڑے کے سوار نے لکڑی کے تنخے کی طرف دیکھا تو اُسے تیر کے علاوہ اُس پر چند دھنڈ لے سے حروف دکھانی دے۔

اُس نے اپنے سفید پوش ساتھی سے کہا۔ ”شاید اس پر کچھ لکھا ہو اے۔“

دونوں گھوڑوں سے اُتر کر درخت کے ساتھ لٹکے ہوئے تنخے کے قریب پہنچے۔ اس پر یہ عبارت لکھی ہوئی تھی:

”اس ندی کے پار سرحدی عقاب کی مملکت ہے۔“

یہ چراگاہیں مجاہدوں کے گھوڑوں کے لئے وقف ہیں۔

اس جنگل کے پہلوں اور شکار کے جانوروں پر صرف ان لوگوں کا حق ہے جو اندلس کی سر زمین کو کو پنج غیر سے چھپڑانے کا عہد کر چکے ہیں۔

غناطہ سے صرف وہ لوگ اس زمین میں داخل ہو سکتے ہیں جو مجاہدین کی جماعت میں شامل ہونا چاہتے ہوں۔

وہ لوگ جو دشمنان اسلام کی غالی پر قانع ہیں یا وہ لوگ جنہوں نے عیمانیوں کا با جگوار رہنا قبول کر لیا ہے اس زمین پر پاؤں رکھنے کی جرأت نہ کریں۔
ہمارے پاس تلوار کا جواب تلوار ہے۔

یہ عبارت پڑھنے کے بعد سفید پوش سوار نے اپنے زرہ پوش ساتھی کی طرف دیکھا اور کہا۔ ”وہ قسطہ کی طرح غناطہ کے لوگوں کو بھی شک و شبہ کی نظر سے دیکھنے میں حق بجانب ہے لیکن میں ہر قیمت پر اس سے مانا جاہتا ہوں۔“

زرہ پوش نے جواب دیا۔ ”وہ یہاں سے کوئی آٹھ میل دور ایک پرانے قلعے میں رہتا ہے۔ لیکن اُسے اپنی نیک نیتی کا یقین دلانے بغیر ہم وہاں تک نہیں پہنچ سکتے۔ یہ گھنا جنگل تیر اندازوں سے پٹا پڑا ہے۔ میں سفید جھنڈا دکھاتا ہوں۔ شاید اس کا کوئی آدمی نکل آئے اور ہمیں نامہ و پیام کا موقع مل جائے۔“

سفید پوش نے اثبات میں سر ہلا کیا۔ زرہ پوش نے اپنے دستے کے ایک سوار کو آواز دی اور سفید جھنڈا ہمراہ اپل کے قریب آکھڑا اوہا۔

زرہ پوش نے بلند آواز میں کہا۔ ”کوئی ہے، ہم سرحدی عقاب کے نام دوستی کا پیغام لے کر آئے ہیں۔“

ایک لمحہ سکوت کے بعد دوسرے کنارے ایک گھنے درخت کی ٹہنیوں میں جنبش

پیدا ہوئی اور ایک نوجوان نیچے اُتر کرندی کے کنارے کی طرف بڑھا اور بولا۔ ”
ہمارے پاس دوستی کا جواب دوستی ہے لیکن سرحدی عقاب کوشاید یہ اعتراض ہو کہ
دوستی کے پیغام کے لئے آپ کو اتنے مسلح سواروں کی ضرورت کیوں پیش آئی؟“
زرہ پوش نے جواب دیا۔ ”مجھے یقین ہے کہ بدربن مغیرہ کے جانباز غرناطہ کے
پچاس مسلح سپاہیوں سے مرعوب نہیں ہو سکتے۔ تاہم اس سے پوچھا جائے اگر اسے
اعتراض ہو تو ہم ان سپاہیوں کو واپس بھیج دیتے ہیں، ورنہ ہم اپنے ہتھیار آپ کے
سپرد کر دیتے ہیں اور تیسری صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ ہماری ساتھی ندی کے اس
پار کھڑے رہیں اور تم ہم دونوں کو اپنے امیر کے پاس لے چلو۔“

نوجوان نے جواب دیا۔ ”اگر آپ سرحدی عقاب کا نام جانتے ہیں تو آپ
شاید ان کی عادات سے بھی واقف ہوں۔ انہیں آپ سے ملاقات کی بجائے اس
بات سے زیادہ دلچسپی ہوگی کہ آپ کے یہ سپاہی جس فوج کا ہراول ہیں اس کی صحیح
تعداد کیا ہے۔“

زرہ پوش نے اپنا خود اٹار کر ایک سپاہی کو دیتے ہوئے کہا۔ ”اگر تمہارے دل
میں غرناطہ کی فوج کے ایک سپہ سالار کے لئے کوئی عزت نہیں تو کم از کم غرناطہ کے
شہاہی گھرانے کا احترام ضرور ہوگا۔“

(۲)

نوجوان پریشانی کی حالت میں پیچھے مڑ کر درختوں کی طرف دیکھنے لگا۔ ایک
لمحہ کے سکوت کے بعد درختوں کے عقب میں گھوڑے کی ٹاپ سنائی دی اور آن کی
آن میں ایک سوار جس کے جسم پر چمکتی ہوئی زرہ اور سر پر خود کی بجائے سفید عمامہ تھا
ندی کے کنارے آ کر روکا۔ وہ اٹھا رہ بیس برس کا خوش وضع نوجوان تھا اور اس کے

چہرے سے غیر معمولی شجاعت متر شیخ تھی۔ اُس نے ایک لمحہ کے لئے ندی کے دوسرے کنارے کھڑے ہونے والے سپاہیوں کا جائزہ لیا اور کہا۔ ”بدر بن مغیرہ سے ملاقات کے لئے آپ کو غرناطہ کے شاہی گھرانی کے کسی فرد کی سفارش کی خصوصت نہیں، وہ ایک مخلص سیاہی سے مل کر زیادہ خوش ہو گا۔“

زرہ پوش نے جواب دیا۔ ”ایک سپاہی کے خلوص کی کسوٹی صرف میدان جنگ ہے اور اگر قدرت نے مجھے اور تمہارے امیر کو ایک محاذ پر جمع ہونے کا موقع دیا تو میرے سینے کے زخموں سے اُبلا تباہ ہوا خون میرے خلوص کی شہادت دے سکے گا۔ جاؤ اپنے امیر سے کہو کہ اگر اسے موئی کے خلوص پر شبہ ہے تو آج ہی قسطلہ کے کسی شہر پر چڑھائی کر کے دیکھ لے۔ میں اور میرے یہ پچاس سپاہی تلواروں کی چھاؤں اور تیروں کی بارش میں اس کا ساتھ دیں گے؟“

دوسرا کنارے سے نوجوان نے ذرا غور سے اپنے مخاطب کی طرف دیکھا اور کچھ کہے بغیر چند قدم نیچے جا کر گھوڑے کونڈی میں ڈال دیا۔ وہ زرہ پوش کے قریب پہنچ کر گھوڑے سے اُترنا اور اپنا ہاتھ آگے بڑھا کر کہنے لگا۔ ”اگر موی ہیں تو میں کوئی دوسرا سوال کئے بغیر آپ کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھاتا ہوں“۔

بدر بن مغیرہ نے اس کافر پر اکرتے ہوئے کہا۔ ”تو آپ حیران ہیں کہ ہم ایک دوسرے کے پہلی ہی زگاہ میں کیوں نہ پہچان سکے۔“

موکی نے کہا۔ ”میں یہی کہنا چاہتا تھا۔ میرا خیال تھا کہ آپ بڑی عمر کے ہوں گے لیکن میں خوش ہوں عقاب کھلانے کے لئے یہی عمر موزوں ہوتی ہے۔ اب اگر

آپ اندرس کے شاہی گھرانے سے اپنی گزشتہ رنجشیں بھول جائیں تو میں آپ سے ایک ایسی شخصیت کا تعارف کرانا چاہتا ہوں جسے میں اندرس کے ترکش کا آخری تیر سمجھنا ہوں۔“

”اگر اندرس کے ترکش کے آخری تیر سے آپ کی مراد ابو عبد اللہ الرشیل ہے تو میں ان سے ماننا اپنی خوشی بختنی کجھوں گا۔ غرناطہ سے جو مجاہدین میری جماعت میں شامل ہوئے ہیں، انہوں نے میرے سامنے غرناطہ کی صرف چند شخصیتوں کی تعریف کی ہے اور ان میں سے فوج کے وہ سالار زمہنیں دیکھنے کی میرے دل میں خواہش پیدا ہوئی تھی موسیٰ اور ازان بغیری ہیں اور شاہی گھرانے کا ایک فرداںشل ہے۔“

موسیٰ نے جواب دے ا۔ ”الزیغیری کو ہم اپنے ساتھ نہ لاسکے لیکن آپ کی نگاہیں اگر ایک بلکے سے نتاب کے پار جاسکتی ہوں تو ازانشل آپ کے سامنے موجود ہے۔“

بدر بن مغیرہ نے موسیٰ کے سفید پوش ساتھی کے طرف دیکھا تو اُس نے مصافحہ کے لئے اپنا دایاں ہاتھ اُس کی طرف بڑھاتے ہوئے باً میں ہاتھ سے اپنا نتاب اٹا رہا۔ ازانشل کی عمر پچاس سال کے لگ بھگ معلوم ہوتی تھی۔ اُس نے گہری دلچسپی سے بدر بن مغیرہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ”اندرس کے ترکش کے آخری تیر آپ جیسے نواجوں ہیں۔“

بدر بن مغیرہ نے کہا۔ ”آپ کی حوصلہ افزائی کو شکریہ لیکن بد قسمتی سے اندرس میں تیروں کو پر کھنے والے ہاتھ رباب کے تاروں سے کھیل رہے ہیں۔“

ازانشل نے جواب دیا۔ ”میں ان ہاتھوں سے رباب چھین لوں گا اور اگر رباب نہ چھین سکتا تو ان ہاتھوں کو کاٹ ڈالوں گا۔ اندرس کے ناکارہ ہاتھ اگر رباب کے

تاروں سے کھیل رہے ہیں تو وہ اس لئے کہ ان کے پاس تیر نہیں۔ میں ان کے لئے تیر جمع کر رہا ہوں۔ میں تمہیں غرناطہ کی فوج میں شامل ہونے دعوت دینے آیا ہوں،

بدر بن مغیرہ نے جواب دیا۔ ”یہ دعوت مجھے پہلے بھی دی جا چکی ہے لیکن میں اور میرے ساتھی غرناطہ میں ایوان شاہی کی نمائش کا سامان بننے کی بجائے اس جنگل میں رہنا زیادہ پسند کرتے ہیں۔ یہاں ہمارے پاس سنگ مرمر کے محاذات اور اطلس کی قبائیں نہ سہی لیکن ہمیں یہ اطمینان ضرور ہے کہ ہم اہل غرناطہ کی طرح نصرانی بادشاہ کے باجگدار نہیں۔ یہ مجاہد جوانی زندگی کی تمام دلچسپیاں چھوڑ کر اس جنگل میں آبے سے ہیں غرناطہ میں جا کر دوسری خامی قبول کرنے پر رضامند ہوں گے۔ مجھے ڈر ہے کہ غرناطہ کی آب وہاں میں ان مجاہدوں کی خاراشنگاف تلواریں جنہوں نے بارہانصرانیوں کے دانت کھٹے کئے ہیں اپنی ہمنی صفت کھو چکی ہیں گی۔ غرناطہ کی بھٹی میں ان کا لوہا پکھل کر باب کے تاروں میں تبدیل ہو جائے گا۔ عقاب صرف اس وقت تک عقاب ہے جب تک وہ چنانوں میں بسیرا کرتا اور کھلی فضاوں میں اڑتا ہے۔

معاف کیجئیے ہم شاہی دربار کے آداب سے واقف نہیں۔ ہم صرف سپاہی ہیں اور ہماری جدوجہد کا ایک مقصود ہے۔ جس دن غرناطہ کا سلطان یہ اعلان کرے گا کہ میں اسلام کا پرچم دوبارہ قرطبه اور اشبيلی یہ پر نصب کرنے کا عہد کرتا ہوں، میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اس وقت آپ کو ہمیں دعوت بھیجنے کی ضرورت پیش نہ آئے گی، ہم بن بلائے آپ کے پاس چلے آئیں گے اور اندرس کی وہ خاک جہاں غرناطہ کے باشندے اپنا پسینہ بہانے کے لئے تیار ہوں گے۔ ہمارے خون سے لا الہ زار ہوگی۔ خدا کی قسم اگر میرے متعلق کوئی یہ سمجھتا ہے کہ میں انسانوں کے ایک گروہ کا امیر بننے

کے لئے یہ ڈھونگ رچایا ہے تو وہ غلطی پر ہے۔ میں ایک سپاہی ہوں اور غرناطہ کے اس سپہ سالار کا منتظر ہوں جو طارق کی نگاہ اور عبدالرحمٰن کا دل رکھتا ہو۔ یہ وادی اس کے لئے ایک مستقر کا کام دے گی اور جب تک وہ نہیں آتا میں اس کی حفاظت کرتا رہوں گا۔ اگر وہ سپہ سالار آپ میں سے کوئی ہے تو یہ مورچا اُس کے لئے حاضر ہے، ورنہ آپ جائیں اور مجھے انتظار کرنے دیجیے۔ مجھ سے پہاڑ میرے والد اور ان س پہاڑ ان کے والد اس سپہ سالار کی آمد شوق میں اس مورچے کی حفاظت کرتے رہے۔ میں بھی اپنا فرض پورا کرتا رہوں گا۔“

بدرین مغیرہ یہ کہہ کر خاموش اور ازفل محبت، شفقت اور عقیدت کے جذبات سے مغلوب ہو کر دیر تک اُس کی طرف دیکھتا رہا۔ بالآخر اُس نے کہا۔ ”مغیرہ کے بیٹے سے مجھے یہی توقع تھی۔ نواجوں! مبارک ہیں وہ چراگاہیں جہاں تمہارے گھوڑے چرتے ہیں۔ مبارک ہیں وہ درخت جن کی چھاؤں میں تم سوتے ہو۔ بیشک غرناطہ کے محل اس قابل نہیں کہ وہ ایک شاہین کا مسکن بن سکیں۔ لیکن میں تمہیں محات میں رہنے کی دعوت دینے کے لئے نہیں آیا، میں تمہیں ایک خوشخبری دینے آیا ہوں۔ ہم قسطلہ کے ساتھ آخری دم تک اڑنے کا فیصلہ کر چکے ہیں۔ ابو الحسن آج بھی اعلان جہاد کرنے کے لئے تیار ہے لیکن میں نے اس سے چار ماہ کی مهلت لی ہے اور ان چار ماہ میں ہمیں بہت کرنا ہے اور میں تمہیں یہ بتانے کی ضرورت نہیں سمجھتا کہ تمہیں کیا کرنا چاہیے۔“

بدر کی خوبصورت آنکھیں مترت سے چمک اٹھیں۔ اُس نے ازفل کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر ہونتوں سے لگالیا اور بولا۔ ”اگر نصرانیوں کے خلاف بغاوت کا جنڈا اٹھانے کے لئے قدرت نے یہ ہاتھ منتخب کیا ہے تو میں اس بوسہ دیتا

ہوں۔“

الزفل نے ہاتھ پھیا کر بدر کو گلے لگایا۔ الزفل سے علیحدہ ہو کر بدر موکی کی طرف متوجہ ہوا۔ ”میں آپ کا اور آپ کے ساتھیوں کا خیر مقدم کرتا ہوں۔“

موکی آگے بڑھ کر اس سے بغللیر ہوا تو الزفل نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ”

موکی! یہ عقاب تمہارے قبضے میں بڑی مشکل سے آیا ہے اسے چھوڑ نہ دینا۔“

موکی نے بدر کی پیشانی پر بوسہ دیتے ہوئے کہا۔ ”آپ پریشان نہ ہوں میں آپ کو اپنے قبضے میں رکھنے کی بجائے آپ کے ساتھ اڑنے کی کوشش کروں گا۔“

”میں آپ کو جانتا ہوں۔“ بدر نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ ”غرتا طک آنکھ کے تارے کو کون نہیں جانتا۔“

موکی نے کہا۔ ”میں ایک بات کہے بغیر نہیں رہ سکتا۔“

”کہیں؟“

”مجھے یہ خیال تھا کہ حالات نے آپ کو بے حد محتاط بنادیا تھا لیکن آج جو کچھ آپ نے کیا ہے وہ آپ کی روایات کے خلاف ہے۔ اس وقت آپ اکیلے ہمارے پاس چلے آئے آپ کو یہ خیال کیسے آیا کہ ہماری نیت بُری نہیں۔“

بدر نے ہستے ہوئے جواب دیا۔ ”پچاس آدمیوں کی نیت اگر بُری بھی ہو تو بھی اس جگہ اپنے لئے نہیں کوئی بڑا خطرہ نہیں سمجھتا۔“

”اور آپ کو کیسے یقین آیا کہ ہمارے پیچھے کوئی فونج نہیں۔“

بدر بن مغیرہ نے جواب دیا۔ ”جب آپ یہاں سے بیس کوں کے فاصلے پر تھے تو مجھے آپ کی آمد کی اطاعت مل چکی تھی اور مجھے یہ بھی معلوم ہو چکا تھا کہ آپ کے پیچھے کوئی اور فونج نہیں اور جب آپ پیماڑ سے نیچے اُتر رہے تھے تو میں ایک درخت

پر بیٹھا آپ کی باتیں سن رہا تھا اور اس کے باوجود میں کافی محتاط ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ اس وقت آپ کے پچاس آدمی میرے ساتھیوں کے زخمی میں ہیں۔

موکی نے حیران ہو کر چاروں طرف درختوں پر نگاہ دوڑائی۔ بدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ”جسے ہدف دیکھ سکے ہم اُسے تیرے نہیں کہتے۔ میں آپ کی تشویش دور کئے دیتا ہوں۔“ یہ کہ کراس نے ترکش سے ایک تیر نکال کر مان پر چڑھایا اور پل کے قریب درخت کے ساتھ لٹکے ہوئے تنخٹے کا نشانہ کرتے ہوئے بلند آواز میں کہا۔ ”ہمارے معزز مہمان یہ جاننا چاہتے ہیں کہ اس وقت یہاں کتنے عقاب موجود ہیں۔ تنخٹہ تمہارا ہدف ہے۔ ہوشیار،“ جو نہیں بدر بن مغیرہ کی مان سے ایک تیر نکل کر تنخٹے میں پیوسٹ ہوا مختلف اطراف سے تیروں کی بوچھاڑ آئی اور تمام تنخٹہ تیروں سے بھر گیا۔ درختوں کے کٹے ہوئے پتے ہوا میں اُڑ رہے تھے۔

موکی نے حیران ہو کر کہا ”تو ہمارے پیچھے بھی درختوں پر تمہارے آدمی ہیں؟“ ”ہاں اور آپ کے آگے بھی تنخٹے کے دوسری طرف آپ اس سے زیادہ تیر پائیں گے۔“

ازنل نے کہا ”موکی! اس نوجوان سے ہمیں بہت کچھ سیکھنا ہے۔ میں چند دن کے لئے فوف کے چند سالا ریہاں بھیج دوں گا۔ میں اس کے سامنے بہت سی تجاویز پیش کرنا چاہتا ہوں اور ہمارا ارادہ ہے کہ ہم آج ہی واپس چلے جائیں۔“

بدر بن مغیرہ نے کہا ”مجھے معاف کیجئے میں نے آپ کو اتنی دیر یہاں ٹھہرائے رکھا آپ میرے ساتھ آئینے ہم اطمینان سے بیٹھ کر باتیں کریں گے۔“

ازنل نے جواب دیا۔ ”لیکن آپ کی قیام گاہ یہاں سے کافی دور ہے۔ اور وہاں جا کر شاید میں آج ہی واپس نہ جاسکوں۔“

”میں آپ کو زیادہ دُور نہیں لے جاؤں گا۔ آئینے اس جنگل کے پھل اور شکار آپ کے لئے اور اس کے گھاس آپ کے گھوڑوں کے لئے حاضر ہے۔“

”ہم آپ کی دعوت قبول کرتے ہیں۔“ یہ کہہ کر ازشل گھوڑے پر سوار ہو گیا۔

بدر کی رہنا منی میں سواروں کے دستے نے ندی عبور کی۔ دوسرے کنارے پہنچ کر بدر نے بلند آواز میں اپنے ساتھیوں کو حاضر ہونے کا حکم دیا اور آن کی آن میں قریباً دو سو تیر اندازندی کے آس پاس دونوں کناروں کے درختوں سے نیچے کوڈ کراس کے گرد جمع ہو گئے۔

ایک سر پٹ سوار جنگل میں پہنچتی ہوئی سڑک پر نمودار ہوا۔ بدر کے تیر اندازوں اور ازشل کے سپاہیوں کے قریب پہنچ کر اس نے گھوڑا روکا اور ند بذلبی سا ہو کر ان کی طرف دیکھنے لگا۔

اموی کا پورا نام موسیٰ بن ابی غسان ہے۔

اس کے عمر بائیس سال کے لگ بھگ معلوم ہوتی تھی۔ اس کی شکل و شابہت اور رنگ خاص عربی نسل یا برابری مسلمانوں کی بجائے مخلوط نسل کے ہسپانوی باشندوں سے ملتا تھا۔ اس کے چہرے سے سپاہنا نہ جبروت سے زیادہ غم اور ذہانت متربع تھی۔ بدر کی طرح اس کے سر پر بھی سفید عمامہ تھا لیکن زرہ کے اوپر وہ سرخ رنگ کی قباقہ ہوئے تھا۔ اس کے گھوڑے کی زین کے ساتھ چہڑے کے دو تھیلے بند ہوئے تھے۔

بدر نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ بشیر! تم آگئے، یہ تاجدار اندرس کے بھائی ازشل ہیں اور یہ موسیٰ ہیں۔ یہ ہمارے لئے ایک خوب خبری لائے ہیں۔ عنقریب قسطہ کے خلاف اعلان جنگ ہونے والا ہے۔“

بیشیر نے گھوڑے سے کوڈ کران دونوں سے مصافیہ کیا تو بدر نے کہا۔ ”یہ بیشیرین

حسن ہیں۔ آپ نے ان کا نام سننا ہوگا۔ اندلس میں ان سے بہتر جراح شاید اور کوئی نہ ہو۔ انہوں نے قرطبه میں اپنا عالی شان محل چھوڑ کر میرے ساتھ اس جنگل میں رہنا پسند کیا۔“

بدر نے اپنے ساتھیوں کی طرف اشارہ کیا اور وہ یکے بعد دیگرے جنگل میں غائب ہو گئے۔

(۳)

تحوڑی دیر بعد بدر اور بشیر جنگل میں اپنے مہمانوں کی راہنمائی کرتے ہوئے ایک چشمے کے کنارے پہنچے جہاں درختوں کے سامنے سر بزرگ گھاس پر ایک وسیع دستر خوان بچھا ہوا۔ بدر کے پچاس سانچھ آدمی یہاں بھی موجود تھے۔ انہوں نے مہمانوں کے گھوڑے ایک طرف باندھ کر ان کے آگے گھاس ڈال دی۔

الزفل اور اس کے سپاہی جب دستر خوان پر بیٹھتے تو تقریباً ہر ایک یہ سوچ رہا تھا کہ میزبان نے اپنے غیر متوقع مہمانوں کے لیے کیا انتظام کیا ہوگا۔ بدر نے تالی بجائی تو درختوں کے ایک جھنڈ سے چند آدمی طشت اٹھائے نمودار ہوئے اور تحوڑی دیر میں دستر خوان پر پرندوں اور جنگلی جانوروں کے بھنے ہوئے گوشت اور مختلف اقسام کے بچلوں کے ڈھیر لگ گئے۔

مہمانوں نے حیران ہو کر ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ بالآخر الزفل نے کہا، ”آپ نے بہت تکلف سے کام لیا۔ میں حیران ہوں کہ آپ نے آن کہ آن میں یہ سارا انتظام کیسے کیا؟“

بدر نے جواب دیا۔ ”میں نے آپ سے عرض کیا تھا کہ جب آپ یہاں سے بیس کوس کے فاصلے پر تھے تو مجھے آپ کی آمد کی اطاعت عمل چکی تھی۔ مجھے یہ بھی معلوم

ہو چکا تھا کہ آپ راستے میں ناشتہ کرنے کے لیے کہیں نہیں رکے اور جب میرے خبر رسانوں نے یہ بھی بتا دیا کہ آپ اپنے ساتھ سامانِ رسید بھی نہیں لائے تو میں کھانے کا انتظام کرنے کے سوا اور کیا سوچ سنتا تھا۔“

کھانا کھانے کے بعد لوگوں نے ازفل کی امامت میں ظہر کی نماز پڑھی۔ اس کے بعد بدر، ازفل، موئی اور بشریاتی لوگوں سے علیحدہ ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئے۔ موئی نے اندرس کا نقشہ کھول کر سامنے رکھ دیا اور دیر تک آنے والی جنگ کے متعلق مختلف تجاویز پر بحث ہوتی رہی۔ ازفل نے بدر کی مختلف تجاویز سے اتفاق کرتے ہوئے کہا جملے سے چند دن قبل آپ کو غرناطہ بالایا جائے گا۔ سرست میں چاہتا ہوں کہ سرحد کے چند اور علاقوں کی حفاظت کر سکیں گے۔ اس سرحد کی حفاظت سے مطمئن ہو کر ہم اپنی بیشتر قوت دوسرے محاذیر منتقل کر سکیں گے۔ میں ابوالحسن سے آپ کو اس سرحد کو گورنر مقرر کرنے کی اجازت لے آیا تھا لیکن مجھے خدشہ ہے کہ ہمارے اس اقدام سے فرڈنینڈ فوراً چوکتا ہو جائے گا اور ہمیں تیاری ک ا موقع دینے سے پہلے ہم پر حملہ کر دے گا۔ اس لئے میں یہ بہتر سمجھتا ہوں کہ نام کے لئے سرحد کو گورنر کوئی اور ہو مگر کام کے لئے آپ ہوں۔ چار ماہ تک عیسائیوں سے کوئی چھیٹر چھاڑ ہمارے مقابلے کے خلاف ہوگی۔ اس دوران میں ہم ان کے حالات سے باخبر رہنا چاہتے ہیں آپ قرطبه، شبدیا یہ اور دوسرے شہروں کے حریت پسندوں کو اپنے پاس بیٹھیں۔ میں ان کے لئے غرناطہ اور باقی اندرس کے مسلمان متحدہ ہو جائیں تو ہم اس ملک کو ہمیشہ کے لئے عیسائیوں کی غالی سے آزاد کر سکتے ہیں۔“

بدر نے مغموم لمحے میں جواب دیا۔ ”کاش یہ بات کوئی آج سے پچاس، سو یا

دو سو برس پہلے سوچتا۔ دو سو برس پہلے غرناط میں صرف قرطبه، طایطلہ اور شبیلیہ سے
تین لاکھ مہاجرین جہاد کے ارادے سے غرناطہ میں پناہ گزین ہونے تھے لیکن وہاں
حسد و عناد کی آگ میں ان کی تلواریں پکھل کر رہ گئیں۔ صرف اس وادی میں پچاس
برس پہلے سائٹھ ہزار مجہد تھے۔ آج میرے پاس صرف پانچ ہزار سپاہی ہیں۔ لیکن
اگر غرناطہ کا فیصلہ کر چکا ہے تو ان کی تعداد تین گناہ ہو سکتی ہے۔ ابھی تک بہت
سے فالتوں گھوڑے اس جنگل میں چرتے ہیں۔ اگر مجھے تھیاروں کی ضرورت پڑی
تو آپ کو اطلاع دوں گا۔“

سرحد کے علاقے بدر بن مغیرہ کی نگرانی میں دینے کے متعلق بہت سی تفصیلات
ٹھکرنے کے بعد ازشل نے اپنے ساتھیوں کو گوچ کی تیاری کا حکم دیا۔

سرحدی عقاب

(۱)

مسلمانوں کی اندرس پر قابض ہوئے قریباً آٹھ صدیاں گزر چکی تھیں۔ ان آٹھ صدیوں کی تاریخ ایک عظیم قوم کے عروج اور زوال کی داستان ہے جس کا پہلا کا باب عرب فاتحین اور اموی خانان کے جلیل القدر حکمرانوں نے اپنے خون کی روشنائی سے لکھا تھا۔ اب یہ عظیم قوم جس کی سطوت بیکرہ روم کی سرکش کی لہروں پر سکوت طاری کر دیا کرتی تھی۔ بے کسی کے آنسوؤں سے اپنی تاریخ کا آخری باب لکھ رہی تھیں۔ تہذیب و تمدن کا وہ درخت جسے طارق بن زیاد اور موسیٰ بن نصیر جیسے جانبازوں اور عبدالرحمن کے جانشینوں نے پروان چڑھایا۔ تھا باذخزاں کے تندو سرکش جھونکوں کا سامنا کر رہا تھا۔

مسلمان ایک آندھی کی طرح اس ملک میں داخل ہوئے۔ جب مزاحمت کی تمام دیواریں ٹوٹ گئیں۔ اور اپسین کے باشندوں نے شاہسوارانِ عرب کے آگے ہتھیار ڈال دئے تو یہ آندھی رحمت کی لھٹا سے بدل گئی اور اندرس کی بخرازیں باغ عدن میں تبدیل ہو گئی۔ وہ ملک جہاں انسانیت جہالت کے چنگل میں دم توڑ رہی تھی، یورپ کا مشعل بردار بن گیا۔ جب یورپ پر وحشت اور بربرتی کی تاریک لھٹائیں مسلط تھیں، اندرس کے ہر گھر میں علم وہنر کی قندیلیں روشن تھیں۔ جب یورپ کے اکثر باشندے جانوروں کی کھالوں سے اپنے جسم ڈھانپتے اور جنگلوں اور غاروں میں رہتے تھے۔ اندرس کے باشندے پارچہ بانی اور فن تعمیر کو اونچ مال تک پہنچا چکے تھے جب یورپ میں کتابوں اور کتابیں پڑھنے والوں کی تعداد انگلیوں پر گئی جا سکتی تھی۔ اندرس میں کسی ایسے آدمی کو تلاش کرنا ممکن نہ تھا جس کے گھر میں کتب

اموی امارت کا زمانہ انلس کی تاریخ کا سنہری زمانہ تھا۔ آج بھی ایک سیاح جب اس کے جاہ و جلال اور شان و شوکت کا تھوڑا کرتا ہے جو قرطبه، اشبيلیہ اور طایپلہ کے کھنڈروں میں دفن ہے تو وہ حیران ہو کر یہ پوچھتا ہے کہ کیا یہی وہ ملک ہے جس کی خوشحالی دیکھ کر شارلمین کے سنیر دنگ رہ جاتے تھے؟ کیا موجودہ اپنے عربوں کا وہی انلس ہے جس کی زمین سونا اُگلتی تھی، جہاں غربت و انناس کا نام و نشان تک نہ تھا جس کی تجارت روں، ایران اور چین تک پھیلی ہوئی تھی۔ جس کی یونیورسٹیاں دنیا بھر میں مشہور تھیں جس کے علماء کے سامنے ارسٹ اور اندا طوں کے جانشین گھٹنے ملکتے تھے۔

انلس کے سورخین کی روییں جو شاید ہر شام ان ویرانوں کا طواف کرتی ہیں نہایت مغموم انداز میں ہمیں ان سوالات کو جواب دیتی ہیں۔ ”ہاں یہ اپنے عربوں کا وہی انلس ہے، جس کی سلطنت کی داستان قصہ پاریہ بن چکی ہے۔ یہ جبل الطارق وہی ہے جہاں طارق بن زیاد کے چہاز لنگر انداز ہوئے تھے، یہ قرطبه وہی شہر ہے جہاں عبدالرحمٰن ثالث کے دربار کی شان و شوکت دیکھ کر دنیا کے بڑے بڑے شہنشاہوں کے سنیر دم بخود رہ جاتے تھے۔ یہ انلس وہی ہے لیکن وہ عظیم قوم جس نے اپنے خون اور پسینے سے اس کی خاک کو زندگی اور رعنائی عطا کی تھی مٹ چکی ہے۔ ان کھنڈروں کے نیچے ان جلیل القدر معماروں کی لاشیں دفن ہیں جہنوں نے اس ملک کو باقی یورپ کے لئے روشنی کا مینار بنادیا تھا۔“

تاریخ عالم مختلف اقوام کے مال و زوال کی داستانیں بیان کرتی ہے لیکن انلس کے عرب فاتحین کے مال و زوال کی داستان سب سے زیادہ دل چسپ اور

سب سے زیادہ سبق آموز ہے۔ اگر وہ سورج، وہ چاند اور وہ تارے جنہوں نے
تخلیقِ آدم سے لے کر آج تک اپنی نہ جھکنے والی آنکھوں سے ترقی یا تنزل کے
راستوں پر چلنے والے ہزاروں قافلے دیکھے ہیں، اپنے پہلو میں دل رکھتے ہوں تو
وہاں یقیناً اندرس کے عرب حکمرانوں کے عروج و زوال کی داستان نقش ہوگی۔

(۲)

اندرس میں مسلمانوں کی فتوحات کے ابتدائی ڈور کے بعد شمالی سرحد کے ساتھ
ساتھ عیسائیوں کی چھوٹی چھوٹی سلطنتیں قائم ہو گئی تھیں۔ طاقتور حکمرانوں کے زمانے
میں یہ سلطنتیں اندرس کی اسلامی سلطنت کی با جگزار بن جاتیں اور کمزور حکمرانوں یا
مسلمانوں کے باہمی انتشار کے زمانے میں یہ اپنی خود مختاری کا اعلان کر کے سرحدی
علاقوں پر گلوٹ مار شروع کر دیتیں اندرس میں اموی خاندان کا عہد حکومت
مسلمانوں کی شان و شوکت کا زمانہ تھا اور اموی سلطنتیں شمال کے چھوٹے چھوٹے
عیسائی امراء کی ریشہ دوائیوں کے باوجود ان سے فیاضانہ بر تاؤ کرتے رہے۔

پانچویں صدی ہجری میں اموی خاندان کے زوال کے بعد اندرس کے
مسلمان لا مرکزیت اور انتشار کی آخری حد تک پہنچ چکے تھے۔ اندرس کی عظیم سلطنت
قریباً بیس چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تقسیم ہو گئی۔ اس انتشار سے الفانسو ششم نے
فائدہ اٹھایا اور شمال کی عیسائی حکومتوں (پھوریا، لیون اور قسطلہ) کو ملا کر ایک سلطنت
بنائی۔

اندرس کے مطلق العنوان مسلمان امراء جب اپنے کسی ہمسایہ سے مغلوب
ہوتے تو الفانسو کو مدد کے لئے پکارتے۔ وہ ایک حکمران کو دوسرا کے مقابلہ
میں کھڑا کر کے اپنی مدد کی قیمت وصول کرتا۔ یہاں تک کہ اپنیں کے قریباً تمام

حکمران اس کے باجگوار ہو گئے اور اس کی فوج نے ملک کے طول و عرض میں چوکیاں قائم کر کے لوٹ مارا اور قتل و غارت کا بازار گرم کر دیا۔

اس مصیبت کے وقت مرآش اور الجیریا کا حکمران یوسف بن تاشفین مسلمانوں کی مدد کے لئے پہنچا۔ اس نے انہیں عیسائیوں کی چیرہ دستیوں سے نجات دلانی۔ لیکن کوتاہ اندلش مسلمانوں کو کوشش کے باوجود ایک مرکز پر جمع نہ کر سکا۔ جب مسلمانوں میں مصالحت کی کوئی تدبیر کا رگرنہ ہوئی تو اس نے اندرس پر قبضہ کر کے اُسے اپنی افریقی سلطنت کا ایک حصہ بنا دیا۔

افریقہ کے مرطین کی یہ سلطنت جس کی بنیاد یوسف بن تاشفین نے رکھی تھی دریتک قائم نہ رہ سکی۔ اندرس کے امراء اس میں کمزوری کے آثار دیکھتے ہی اس کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے اور اندرس میں جتنے بڑے بڑے شہر تھے اتنی ہی سلطنتیں قائم ہو گئیں۔ اس نازک مرحلہ پر عبد المؤمن نے مسلمانوں کے اقتدار کے گرتے ہوئے محل کو سہارا دیا اور اندرس کے چھوٹے چھوٹے خود سر حکمرانوں کو مغلوب کر کے موحدین کی سلطنت کی بنیاد رکھی۔

موحدین نے شمال کے عیسائی حملہ آوروں کو پے در پے شکستیں دیں۔ لیکن بدمتی سے وہ افریقہ میں بیٹھ کر حکومت کرتے تھے۔ اس نے اندرس پر ان کا قبضہ آہستہ آہستہ کمزور ہوتا گیا اور اندرس کے امراء کے سازشیں بڑھتی گئیں۔

۱۲۱۲ء میں عیسائیوں نے موحد بن کی رہی سہی افواج کو لاس نواس میں شکست دی اور اس کے بعد مسلمانوں کے کئی شہر ایک ایک کر کے ان کے قبضے میں چلے گئے۔

۱۲۶۵ء سے ۱۲۷۸ء تک مسلمان آپس میں جھگڑتے رہے اور اس دوران میں قسطله کے عیسائی بادشاہ فرڈینیڈ ثالث اور ازاغوان کے حکمران نے متعدد ہو کر

قرطبه، بلبنیہ، اشہدیاً یہ اور مرسیہ کو فتح کر لیا۔ مسلمانوں کے لئے قرطبه اور راشدیاً یہ کا عیسائیوں کے قبضے میں چلا جانا، بغداد اور بکارا کے تاتاریوں کے قبضہ میں چلے جانے سے کم نہ تھا۔

اندلس میں اب ان کا آخری حصار غرناطہ کی سلطنت تھی۔ یہ سلطنت کوہ سیر انوید اور ساحل کے قریب المريہ سے لے کر جبل الطارق تک پہنچی ہوتی تھی۔ غرناطہ میں قریباً اڑھائی سو برس اور مسلمانوں کی حکومت رہی۔ مفتوجہ علاقوں کے بہت سے لوگ اُسے اپنے دفاع کا آخری مورچہ سمجھ کر غرناطہ میں آگئے اور انہوں نے اپنی خدمات غرناطہ کے حکمرانوں کو پیش کیں لیکن مسلمان امراء کی وہ تواریخ بڑی سے بڑی طاقت کو خاطر میں نہ لایا کرتی تھی اب نیام میں آچکی تھی۔

قریباً ڈیڑھ صدی تک غرناطہ کی سلطنت خود غرض امراء کی باہمی کشی کم ش اور اس کے سرحدی علاقے عیسائیوں کی لوٹ مار اور قتل و غارت کا نشانہ بننے رہے۔ بعض موقعوں پر غرناطہ کے حکمرانوں نے عیسائیوں کو شکستیں بھی دیں لیکن غرناطہ کسی ایسی اولواعزم شخصیت کی راہنمائی سے محروم رہا جو عیسائیوں کی طرف سے پیش آنے والے خطرات کا پورا پورا سد باب کرتی۔

اگر کسی امیر کو عیسائیوں پر کوئی فتح حاصل ہوتی تو عوام کا جوش و خروش کچھ عرصہ کے لئے اس کا ساتھ دیتا لیکن بعد میں پھر یہ سلطنت حسرہ رقابت کا اکھاڑا بن جاتی۔

تاہم اس زمانے میں علوم و فنون کی ترقی کے لحاظ سے نہ صرف یورپ بلکہ دُنیا کا کوئی شہر غرناطہ کا ہم پلہ نہ تھا۔ اس کے معمار ساری دنیا میں مشہور تھے۔ اس کی یونیورسٹی میں دور راز ممالک کے طلباء تعلیم پاتے ہیں، غرناطہ کے جراح اور طبیب

دنیا میں اپنا نامی نہ رکھتے تھے۔

جب کوئی قوم اپنے لئے آزادی، عزت اور فلاح کا راستہ منتخب کرتی ہے تو علم اس کے لئے ایک تازیانے کا کام دیتا ہے لیکن جب وہ اس راستے سے ہٹ جاتی ہے تو یہی علم وہ فن اس کے لئے نہ آور دوائی بن جاتا ہے اور اُسے اپنے عمل کی کوتاہی پر ضمیر کی ملامت نویں صدی بھری اور پندرہویں صدی عیسوی کے وسطِ آخر میں غرناطہ کی اسلامی سلطنت کے تزل کے آثار نہایت تیزی کے ساتھ ظاہر ہو رہے تھے فرڈی نینڈ پنجم اور ازادی کی شادی کے ذریعے دو عیسائی سلطنتوں اراغون اور اسٹالہ کا اتحاد اور مسلمانوں میں آپس کی پھوٹ اندرس میں مسلمانوں کے ٹھکانے ہوئے چراغ کے لئے ہوا کا آخری جھونکا ثابت ہوتی۔

بدرن مغیرہ کو قسلطہ کے امراء اور عوام سرحدی عقاب کے نام سے یاد کرتے تھے۔ قسلطہ کی حملہ آور افواج کے خلاف وہ اپنی غیر متوقع کامیابیوں کی بدولت غرناطہ میں بھی اسی نام سے مشہور ہو گیا تھا۔ یہ سانحہ میل لمبا، چالیس میل چوڑا پیار اور جنگل ایک مدت سے ان آزاد لوگوں کا مسکن تھا جا غرناطہ کے متعلق غیر جانبدار اور پڑوس کی عیسائی سلطنتوں سے برس پیکار چلے آتے تھے۔ بدرا سے پہلے اس کا باپ مغیرہ اس علاقے کا امیر تھا اور اس نے عیسائیوں کے بہت سے علاقوں پھیل کر اپنی مملکت میں شامل کرنے تھے۔ غرناطہ کے حکمران قسلطہ کو خراج دنیا بند کر دے تو یہ علاقہ اس کا ہے اور میں اس کی فوج کے ایک معمولی سپاہی کی حیثیت سے نصرانیوں کے خلاف جنگ میں شریک ہونا اپنے لئے باعثِ خشم گھومن گا۔ ورنہ میں غرناطہ کی وساطت سے قسلطہ کے عیسائی بادشاہ کو بھی شامل کر لے۔ اس نے اس نے مغیرہ کو کہا بھیجا کہ جب تک تمہاری سرگرمیاں صرف نصرانیوں کے خلاف ہیں

تمہاری راہ میں کوئی رکاوٹ پیدا نہیں کروں گا۔

قسطله کے باجگزار عیسائی امراء بامہی رقباتوں کے باعث مغیرہ کے خلاف کوئی متحد محاذ نہ بن سکے اور راسے تیاری کا موقع ملتا رہا۔ عیسائی امراء کے حکوم مسلمانوں میں سے بعض لوگ اس کے پیغام پر لبیک کہتے ہوئے اُس کے ساتھ آئے لیکن اس نے ابھی تک کوئی چھ بزرار مجاہد فراہم کئے تھے کہ نصرانی اندرس میں ایک بڑا انقلاب آیا۔

فرڈی نینڈ پنجم اور ازا بیلا کی شادی کے باعث شمال کیدو طاقتوں عیسائی سلطنتوں قسطله اور راغون کا اتحاد اسلامی اندرس کے لئے ایک خطرہ عظیم بن گیا۔ فرڈی نینڈ کے اقتدار کے سامنے چھوٹے چھوٹے عیسائی حکمرانوں کی حیثیت معمولی سرداروں کی سی رہ گئی۔ وہ غرب ناطک کی باجگدار سلطنت کے مقابلہ میں مغیرہ کے چھوٹے سے آزاد علاقے کو اپنے لئے زیادہ خطرناک سمجھتا تھا۔ اُسے یہ بھی احساس تھا کہ اُسے یہ علاقہ فتح کرنے کے لئے اپنی فوج کا بہت بڑا حصہ قربان کرنا پڑے گا۔

مغیرہ نے آنے والے خطرات کا اندازہ کرتے ہوئے اندرس کے طول و عرض میں مجاہدین کی جماعتیں تیار کرنے کی مہم شروع کر دی۔ اس نے آزاد علاقے کی حفاظت اپنے ایک نائب کے سپرد کی اور ایک معمولی تاجر کے بھیں میں اندرس کے بڑے بڑے شہروں کا دورہ کیا۔ قرطبه، اشبيلیہ اور دوسرے شہروں کے ان مسلمانوں نے جن کی روح غالی کی زنجیروں میں پھر پھڑا رہی تھی اس کے ہاتھ پر جہاد کی بیعت کی اور اُسے یقین دلایا کہ وقت آنے پر وہ اپنے اپنے شہر میں بغاوت کا جھنڈا بلند کر دیں گے۔ تاہم مغیرہ نے یہ محسوس کیا کہ ایک طویل عرصہ غالی کے بعد نصرانی اندرس میں بہت کم ایسے مسلمان رہ گئے ہیں جو اسلام کے لئے زندہ رہنا اور اسلام

کے لئے مرا چاہتے ہیں۔ مسلمانوں کو ان کے اسلاف کے دین سے بیگانہ کرنے کے لئے جو حریبے عیسائی حکمران استعمال کر چکے تھے وہ کافی حد تک کامیاب تھے اور اب فرڈی نینڈ کے عہد حکومت میں انہیں مرتد بنانے کے طریقوں پر زیادہ شدت کے ساتھ عمل ہوا تھا۔ مسلمانوں کی درس گاہوں میں عربی زبان ممنوع قرار دے دی گئی تھی، انہیں عربی لباس پہننے کی ممانعت تھی۔ انہیں مجبور کیا جاتا تھا کہ وہ اپنے بچوں کو عیسائی درس گاہوں میں جیجیں۔ تھوڑی بہت مرانات صرف ان لوگوں کے لئے تھیں جو عیسائی مذہب قبول کر چکے تھے۔ لیکن جو مسلمان رہنا چاہتے تھے ان کے لئے حکم تھا کہ وہ خاص قسم کا انشان لگائیں۔ بازاروں میں انہیں ذلیل کیا جاتا تھا۔ ان حالات میں کمزور لوگوں کی ایسی جماعت پیدا ہو گئی تھی جو بظاہر عیسائی مذہب قبول کر چکے تھے لیکن اپنے گھروں میں چھپ چھپ کر نمازیں پڑھتے تھے۔ اندلس کے رہے سے مسلمانوں کے لئے سب سے بڑا خطرہ وہاں کی ایک قومی تحریک تھی منافقین کی ایک جماعت نے اندلسی اور غیر اندلسی کا جھگڑا اکھڑا کر دیا تھا۔ یہ لوگ ہسپانوی نسل کے مسلمانوں کو عربی انسسل مسلمانوں کے خلاف متعدد کر رہے تھے اور نصرانی حکومت نے ان سرگرمیوں کو اپنے لئے مفید سمجھ کر ان کی حوصلہ افزائی شروع کر دی تھی۔ یہ لوگ مساجد اور چوراہوں میں عرب اور بربری مسلمانوں کے خلاف زہر اگلتے رہتے تھے۔ ان حالات میں پیشتر عرب اور بربری مراکش چلے گئے تھے اور کچھ غرناطہ میں آباد ہو گئے تھے۔

مغیرہ جب ان شہروں کا دور کرنے کے بعد واپس آیا تو وہ پر امید نہ تھا۔ تمیں شہروں میں قریباً چار ہزار مسلمانوں نے اُس کے ہاتھ پر جہاد کی بیعت کی۔ تاہم وہ مایوس نہ ہوا اور واپس نے عہد کیا کہ وہ اندلس کے ہر شہر میں جہاد کا پیغام پہنچاے گا۔

اُسے یہ بھی احساس تھا کہ جب تک غرناطہ سے کوئی زندہ دل حکمران بغاوت کا جھنڈا بلند نہیں کرتا، اندرس کے مسلمانوں کی نشأۃ ثانیہ کا خواب اُدھورا رہے گا۔ اُس کی زندگی کی سب سے بڑی، خواہش، یہ تھی کہ غرناطہ کا حکمران عیسائیوں کے خلاف اعلان جہاد کرے اور وہ سرفروشوں کی جماعت کے ساتھ اس کی فوج میں شامل ہو جائے لیکن غرناطہ کا تخت جود غرض دعویداروں کی رزم گاہ بنارہا۔ ان حالات کے باوجود مغیرہ نے ہمت ناہاری۔ وہ ہر سال بھیس بدلت کر اندرس کے شہروں میں جاتا اور لوگوں کو جہاد کے لئے تیار کرتا۔ اپنی قیام گاہ میں واپس آ کر بھی وہ اپنا زیادہ وقت اندرس کے شہروں کی خفیہ جماعتوں کے نام خطوط لکھنے میں گزارتا۔

ایک دن مغیرہ جنگل کے پرانے قلعے کے ایک کمرے میں بیٹھا ہوا تھا۔ ایک سپاہی نے آ کر اطلاع دی کہ چند سپاہی سرحد سے ایک اجنبی کو گرفتار کر کے لائے ہیں۔ وہ یہ کہتا ہے کہ میں طلیطلہ سے ایک ضروری پیغام لے کر آیا ہوں۔ مغیرہ کو اپنی سرگرمیوں کے سلسلہ میں ابھی تک طلیطلہ جانے کا موقع نہیں ملا تھا۔ اس کے اشارہ پر اجنبی کو پیش کیا گیا۔ بدر کی عمر اس وقت چودہ برس تھی اور وہ اپنے باپ کے قریب بیٹھا تھا۔ اجنبی نے کمرے میں داخل ہو کر ادھر ادھر دیکھا اور کہا۔ ”میں آپ کے ساتھ تھا میں چند باتیں کرنا چاہتا ہوں۔“

مغیرہ نے سپاہی کو باہر جانے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ”ہاں کہو۔“

اجنبی نے جواب طلب نگاہوں سے بدر کی طرف دیکھا تو مغیرہ نے کہا ”اس کے متعلق تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ یہ میرا بیٹا ہے۔“

اجنبی نے اپنی جیب سے ایک خط نگال کر مغیرہ کو پیش کرتے ہوئے کہا۔ ”

اسے پڑھ لیجئے۔“ طویل مراسلہ پڑھنے کے بعد مغیرہ سوچ میں پڑ گیا۔ اُس کے

کانوں میں مرا سلے کے یہ آخری الفاظ گونج رہے تھے۔ طایبۃله میں دس ہزار سرفروش آپ کے منتظر ہیں۔ میں جیران ہوں کہ آپ نے اس شہر کو اب تک کیوں نظر انداز رکھا ہے۔ طایبۃله کے مسلمان اندرس کے باقی تمام شہروں کے مسلمانوں سے زیادہ مظلوم ہیں اور ان میں ہزاروں ایسے ہیں جو ظلم کے بوجھ تسلی سک سک کر حباب دینے کی بجائے آپ کے جھنڈے تسلی بہادری کی موت کو ترجیح دیں گے۔“
مغیرہ نے اپنی کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔ ”جاوان سے کہو کہ میں آؤں گا۔ بہت جلد آؤں گا۔“

اس کے بعد مغیرہ نے چند پاہیوں کا بلا کر حکم دیا کہ وہ اپنی کو حفاظت کے ساتھ سرحد کے پار پہنچادیں۔

(۳)

رات کے تیسرا پھر مغیرہ اپنے بستر سے اٹھ کر ایک راہب کا بھیں بدل رہا تھا۔ ایک سپاہی نے کمرے میں آکر اطلاع دی کہ آپ کا گھوڑا اتیا رہے۔
مغیرہ نے کہا۔ ”میں ابھی آتا ہوں۔“

سپاہی کمرے سے نکل گیا۔ مغیرہ شمع کی روشنی میں اپنے بیٹے کے بستر کے قریب کھڑا ہو کر کچھ دریا سے کے معصوم چہرے کی طرف دیکھتا رہا۔ بالآخر اس نے جھک کر اس کی پیشائی کو سہ دیا۔ بدرنے اچانک ایک جھر جھری لی اور ایک ہلکی سی چیخ کے بعد آنکھوں کھول دیں۔ ”میں کہاں؟“ اس نے سہی ہوتی آواز میں سوال کیا اور پھر ”آبا جان،“ کہہ کر مغیرہ کے ساتھ لپٹ گیا۔

”آبا جان! آبا جان! میں آپ کو تنہا نہیں جانے دوں گا۔ میں آپ کے ساتھ چلوں گا۔“

”بیٹا کیا ہوا؟“ مغیرہ نے اُسے اپنے سینے کے ساتھ پہنچتے ہوئے پوچھا۔

”ابا جان! میں نے بہت بُرا خواب دیکھا ہے۔ کئی بھیڑیے میرا اور آپ کا تعاقب کر رہے تھے۔ آپ پیچھے رہ گئے۔ انہوں نے آپ کو پکڑ لیا۔ میں آپ کی مدد کے لئے لوٹنا چاہتا تھا لیکن آپ یہ کہہ رہے تھے۔ ”بدر! تم بھاگ جاؤ۔ تم بھاگ جاؤ۔“ ”ابا جان! اگر آپ جانا چاہتے ہیں تو میں آپ کے ساتھ چلوں گا۔“

”دنہیں بیٹا!“ مغیرہ نے معموم لمحے میں جواب دیا۔

~ بدر نے کہا۔ ”ابا جان! آپ نے پچھلے سال وعدہ کیا تھا کہ جب آپ غرناطہ جائیں گے تو مجھے اپنے ساتھ لے جائیں گے۔“ ”لیکن بیٹا! میں غرناطہ نہیں جا رہا، طایطلہ جا رہا ہوں اور وہاں تمہیں تمہارے ساتھ کئی خطرات پیش آسکتے ہیں۔“

”ابا جان! میں بزدل نہیں ہوں۔“

”بیٹا! اگر میدان جنگ میں جانا ہوتا تو میں یقیناً تمہیں اپنے ساتھ لے جاتا۔“

لیکن طایطلہ میں میرا تنہا جانا ہی مناسب ہے۔“

”لیکن مجھے یقین ہے کہ آپ وہاں تنہا نہیں جائیں گے۔“

”وہ کیسے؟“

”میرا خواب۔ ابا جان آپ خود کہا کرتے ہیں کہ میرے خواب جھوٹے نہیں ہوتے۔“

مغیرہ نے کچھ سوچ کر کہا۔ ”تم اپنے خواب کی تعبیر کیوں نہیں کرتے کہ اگر تم میرے ساتھ گئے تو ہمیں بھیڑیوں سے پالا پڑے گا۔“

~ بدر نے کچھ سوچ کر کہا۔ ”ابا جان! آپ کب واپس آئیں گے؟“

مغیرہ نے جواب دیا۔ ”میں اگلے مہینے کا چاند نکلنے سے پہلے آجائیں گا۔ لیکن اگر مجھے کسی وجہ سے دیر ہو جائے تو میرے پیچھے نہ بھاگنا۔ میری غیر حاضری میں تم اس جنگل کے نگہبان ہو گے۔ میں اپنے ساتھ یہ اطمینان لے کر جا رہا ہوں کہ تم اپنے فرائض میں کوتا ہی نہیں کرو گے۔

اگر تم نے میرا پیچھا کیا تو میں یہ سمجھوں گا کہ تم نے میری حکم عدوی کی ہے۔“

(۵)

ایک مہینہ گزر گیا مغیرہ واپس نہ آیا۔ چونکہ ایسے سفروں میں بعض اوقات اس کا ہفتواں کا پروگرام مہینوں میں تبدیل ہو جایا کرتا تھا۔ اس نے اس کے ساتھیوں کو تشویش نہ ہوتی۔ لیکن بدر کی پریشانی میں آئے دن اضافہ ہوتا گیا۔ اس نے مجلس شوریٰ کے سامنے طایپلہ پہلے ہمارے لئے اس شخص کے متعلق جانا ضروری ہے جس کی دعوت پڑو ہاں گئے ہیں کو طلیطہ آنے کی دعوت دی گئی تھی لیکن اس میں مراسلہ نگارتے اپنا نام چھپانے کی بہت سی وجوہات پیش کرنے کے بعد یہ لکھا تھا۔ ”اگر آپ اپنے حافظہ پر زور دیں تو آپ سمجھ جائیں گے کہ میں کون ہوں۔ آپ سے میری ملاقات اشبیلیہ کے قریب ایک سرائے میں ہوتی تھی۔ افسوس کہ گھوڑے پر سوار ہونے سے پہلے آپ نے مجھ پر اپنا نام ظاہرنہ کیا اور مجھے با تیک کرنے کا موقع نہ ملا اور نہ شاید ثابت کر سئتا کہ ہمارے مقاصد مختلف نہیں۔ پیشتر اس کے کہ میں آپ سے کوئی بات کر سئتا۔ آپ نے گھوڑے کا ایڑ لگادی۔ میں نے آپ کا پیچھا اس لئے نہ کیا کہ آپ کے دل میں میرے متعلق شکوہ پیدا نہ ہو جائیں۔ اگر آپ طایپلہ آئیں تو مجھے تلاش کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ شہر کے مشرقی دروازے سے باہ رائیک سرائے ہے۔ سرائے کا مالک ایک پستہ قد آدمی ہے جس کے نچلے جبڑے کے دو

دانٹ ٹوٹے ہوئے ہیں۔ آپ اس سے یہ کہیں کہ آپ اپنے ایک گمنام دوست سے مانا چاہتے ہیں۔ وہ آپ کو میرے پاس پہنچا دے گا۔ پیشتر اس کے کہ آپ مجھ سے ملیں آپ کسی مقام پر اپنا نام یا مقصد ظاہرنہ کریں۔

یہ خط تسلی بخش بھی تھی اور تشویش انگیز بھی۔ تاہم بدر کے ساتھیوں نے ایک ہوشیار جاسوس کو طالیطلہ بھیج دیا۔ لیکن اس کی واپسی سے قبل قرطبه کی خفیہ جماعت کا ایک ایچی آیا اور اس نے یہ المناک خبر سنائی کہ مغیرہ کو طالیطلہ کے ایک چورا ہے میں پھانسی دے دی گئی ہے اور قرطبه کی خفیہ جماعت کو اس حادثہ کی خبر طالیطہ سے آنے والے چند تاجریوں کی زبانی معلوم ہوتی ہے۔

چند دن کے بعد بدر کے جاسوس نے بھی واپس آکر اس خبر کی تصدیق کی۔ بدر اور اس کے ساتھیوں کے استفسار پر اس نے بتایا کہ وہ اس شخص کا پتہ نہیں لگاسکا جس نے مغیرہ کو طلبہ آنے کی دعوت دی تھی۔ جاسوس نے انہیں بتایا کہ میں نے رات کے وقت سرائے کے مالک کے سینے پر خجرا رکھ کر اُسے بھیجتا نے پر مجبور کیا تو اس نے بتایا کہ وہ شہر کے کوتوال کی طرف سے اس کام پر مامور تھا۔ جاسوس کی باتوں سے بدر اور اس کے ساتھی اس نتیجے پر پہنچ کر وہ غدار جس نے مغیرہ کو طالیطلہ آنے کی دعوت دی تھی، شہر کے کوتوال یا گورنر کا آلہ کا رتھا اور سرائے کے مالک کو جنگل کا شیر پکڑنے کے لئے بھینٹ کے طور پر استعمال کیا تھا۔

آہستہ آہستہ مغیرہ کے قتل کی خبر تمام اندرس میں مشہور ہو گئی۔ دُور دراز کے شہروں کی خفیہ جماعتوں پر اس خبر سے ایک مایوسی چھاؤنی۔ غرناطہ کے عوام نے بھی یہ محسوس کیا کہ ان کا ایک مضبوط بازو ثبوت گیا ہے۔ تاہم جنگل کے مجاہدین کو مغیرہ کے کمسن لیکن ہونہا رہیئے اہل ثابت کر دکھایا۔

ایک دن سرحد کے عیسائی گورنر نے ان پر اچاک حملہ کر دیا۔ بدر پیچھے بٹتا ہوا انہیں پیاری علاقے کی ان (دشوار گزار گھائیوں میں لے آیا جہاں اس کے ایک ایک تیر انداز دشمن کے سوسوپا ہیوں پر بھاری تھا۔ عیسائی پیاروں میں آدمی سے زیادہ فوج ضائع کرنے کے بعد جنگل کی طرف ہٹنے لگے۔ جنگل میں بدر کے تیر انداز پیاروں کی نسبت کہیں زیادہ خطرناک ثابت ہوئے اور نصرانیوں نے جلد ہی یہ محسوس کیا کہ وہ آگ سے نکل کر آتش فشاں پیار کے دہانے پر پہنچ گئے۔ گھنے درختوں میں چھپے ہوئے ساپا ہیوں کے تیروں کے سامنے ان کی کوئی پیش نہ گئی۔ اور رود چھہ ہزار کی فوج میں سے صرف پندرہ سو ساپا ہیوں کے ساتھ پسپا ہوئے۔ نصرانی سپہ سالار تیروں کی بوچھاڑ میں اپنی بچی کچھی جمعیت کے ساتھ فرار اختیار کر رہا تھا کہ ایک درخت پر سے بدر کے کسی ساپا ہی نے اس کے گھوڑے پر چھلانگ لگادی اور دونوں اڑھکتے ہوئے زمین پر آرہے۔

نصرانیوں نے اپنے سپہ سالار کو ایک بار گرتا دیکھ کر دوبارہ پیچھے مڑ کر دیکھنے کی جرأت نہ کی۔ وہ بدواس ہو کر متشر صورت میں ادھر ادھر بھاگ نکلے لیکن اپنی سرحد کے قریب پہنچ کر انہیں ایک اور تباہی کا سامنا کرنا پڑا۔

بدر کے سواروں نے ان کے تمام راستوں کی ناکہ بندی کر کھٹھی۔ ان کے پیچھے تیروں کی بارش اور سامنے چمکتے ہوئے نیزوں کی دیوار تھی۔ صرف باعث میں طرف ایک ڈھلوان تھی جس پر انہیں بظاہر کوئی رکاوٹ نظر نہ آئی۔ جو لوگ تیروں اور نیزوں سے بچ نکلے انہوں نے اپنے گھوڑے اس طرف موڑ دئے۔ لیکن کوئی آدھ میل بھاگنے کے بعد ان کے سامنے ایک گہری کھٹھی۔ چاروں طرف سے مايوں ہو کر ان میں سے کوئی دوسو آدمی گھوڑوں سے کو دکر کھٹ میں اتر پڑے اور دوسروں نے اپنی

تماروں پھینک دیں۔

بدر بن مغیرہ نے چند ساہیوں کو کھڈ میں اُتر نے والوں کا تعاقب کرنے کا حکم دیا اور ایک دستہ اسیروں کی گنگرانی پر متعین کر دیا۔

(۶)

یہ معز کہ آفتاب کیلی شعاع کے ساتھ شروع ہوا تھا۔ اور سہ پہر کے قریب بدر کے دو ہزار ساہی عیسائی فوج کے زخمیوں اور قیدیوں کے لباس پہن کر اور انہی کے گھوڑوں پر سوار ہو کر ایک بڑی مہم کے لئے تیار ہو چکے تھے۔ غروب آفتاب سے کچھ دیر قبل سرحد پر فرڑی نینڈ کی مملکت کے ایک اہم شہر کے باشندے اپنے فاتح جرنیل کے استقبال کی تیاریاں کر رہے تھے۔ جب شفیق کی سرخی پر شام کی سیاہی غالب آرہی تھی۔ دروازے کے برج سے ایک ساہی نے بلند آواز میں کہا۔ ”وہ آگئے! کاؤنٹ سینٹ یا گوزنہ باد۔“

”کاؤنٹ سینٹ یا گوزنہ باد!“ چاروں طرف سے صدائیں بلند ہوئیں۔ گر جوں گھنٹیاں بجنے لگیں۔ عورتیں اور مرد ہزاروں کی تعداد میں شہر کے دروازے سے باہر جمع ہو گئے۔ شہر کا بیش ان کے درمیان پھولوں کے ہار لئے کھڑا تھا۔ جوں جوں گھوڑوں کے ٹالپوں کے آواز قریب آرہی تھی خوشی کے نعرے بلند کرنے والوں کو جوش و خروش بڑھ رہا تھا۔

اچانک گرد کے بادلوں میں سے ایک سوار جس کے سفید قباہوا میں لہر ارہی تھی، نمودار ہوا۔ اُس نے شہر کے دروازے کے قریب پہنچ کر گھوڑا اور روکا اور پیچھے دیکھنے لگا۔ آن کی آن میں دو ہزار سو اور دروازے پر جمع ہو گئے۔ اہل شہر پر گھوڑی دیر کے لئے سکتہ طاری ہو گیا۔ وہ انہائی پریشانی کی حالت میں سست کر ادھر ادھر ہٹ

گئے۔ سفید پوش سوار نے نعرہ بگیر بلند کیا اور فضا میں ”اللہ اکبر“ کی صدائیں گوئنچنے لگیں۔ شہر کے بیشپ نے کانوں پر اعتبار نہ کرتے ہوئے سفید پوش سوار کے پرچم کو غور دے دیکھا۔ اس پر صلیب کی بجائے ہلال کا نشان تھا۔ اس کے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے پھولوں کا ہار گر پڑا۔

سنہ والے اللہ اکبر کے نعرے سن رہے تھے۔ دیکھنے والے حملہ آوروں کے راہنماء کے ہاتھ میں ہلامی پرچم لہراتا ہوا دیکھ رہے تھے لیکن بیشتر اس کے کہ وہ اپنی آنکھوں اور اپنے کانوں پر اعتبار کر کے حرکت میں آتے، بدربن مغیرہ کے دو ہزار جانب اکٹھے دروازے سے شہر میں داخل ہو چکے تھے۔ کچھ دیر جب سینٹ کاؤنٹ یا گو کے چند پاہی جو جان بچا کر جنگل سے نکلنے میں کامیاب ہو گئے تھے شہر کے قریب پہنچ تو انہیں بھاگتے ہوئے شہریوں کی زبانی معلوم ہوا کہ شہر پر مسلمانوں کا قبضہ ہو چکا ہے۔

آدھی رات سے قبل بدربن مغیرہ مال نیمت میں سونے چاندی کے علاوہ سامان رسداً اور مویشیوں کی خاصی تعداد حاصل کر کے شہر سے نکل چکا تھا۔

نیمت کا مال پانچ سو سواروں کے سپرد کر کے اُس نے آس پاس کے چھوٹے چھوڑے شہروں اور بستیوں کا رُخ کیا۔

اگلی صبح جب اس کے تھکے ہوئے سپاہی جنگل میں اپنی قیام گاہ کی طرف واپس ہوئے تو اُن کے آگے آگے مویشیوں کے ریوڑ اور مال نیمت سے لدے ہوئے گدھے اور خچر تھے ان لوگوں کی قید میں گزارنی پڑے گی جن کے متعلق ان کے چھ بزار جان باز مریم مقدس کے بُت سے پہاڑاپس نہیں آئیں گے۔

اُسے اپنے دشمن سے شدید مزاحمت کی توقع تھی لیکن مغیرہ کی موت کے بعد

اے یہ امید نہ تھی کہ وہ اس درجہ ہوشیاری کے ساتھ اس غیر متوقع حملہ کا مقابلہ کریں گے۔ اس نے دوران جنگ میں ایک سفید پوش سوار بجلی کے ساتھ جنگل کے ایک دوسرے سے دوسرے تک گھوڑا بھگاتے اور اپنی فوج کے پیادہ سپاہیوں اور سواروں ہدایات دیکھتے دیکھا۔ تو اپنے دل میں کہا کہ ان کا نیارا ہنما مغیرہ سے کم خطرناک نہیں۔

اس نے ساری رات انتہائی بے چینی کی حالت میں کروٹیں بدلتے گزرائی۔ وہ کھانا جو بدر کے آدمیوں نے اُسے پیش کیا تھا ابھی تک ویسے ہی پڑا ہوا تھا۔ پہرے دار اس کے منصب کا لحاظ کرتے ہوئے اُس کے ساتھ ادب و احترام سے پیش آئے اور جب کوئی اُس کی دلجموتی کے لئے زبان سے کوئی فقرہ نکالتا تو وہ بے اختیار یہ پوچھ بیٹھتا۔ ”عقاب کون تھا، اب وہ کہاں ہے، میں اسے دیکھنا چاہتا ہوں۔“ مریم مقدس کی قسم (وہ انسان نہیں۔) ”کبھی کبھی وہ غصہ کی حالت میں چلا اٹھتا۔“

اب میں واپس جا کر کیا منہ دکھاؤں گا۔ تم مجھے قتل کیوں نہیں کر دیتے؟“

چونکہ قید ہوتے وقت اس نے اپنی عزت کی قسم کھا کر بھاگنے کی کوشش نہ کرنے کا وعدہ کیا تھا اس لئے بدر کے سپاہیوں نے اُسے عام قیدیوں کی طرح بیڑیاں نہ پہنچائیں، نہ اُسے غیر مسلح کیا گیا۔ تاہم جب اس نے اپنا خبر نکال کر اپنے میں مارنے کی کوشش کی تو ایک سپاہی نے اُس کے ہاتھ پکڑ لئے اور اُس کی چیخ پکار پر چند سپاہیوں نے اُسے زبردستی غیر مسلح کر دیا۔ بدر کے نائب نے اس کی حفاظت کے لئے دو پہرے دار مقرر کرتے ہوئے کہا۔

جب تک ہمارا اپس نہیں آتا ان کی جان کی حفاظت ہمارا فرض ہے۔“

انگلے دن دو پہرے کچھ دیر قبل بدر کی واپسی پر جنگل کی خاموش قضا اللہ اکبر

کے نعروں سے گونج اٹھی۔

کاؤنٹ سینٹ یا گوساری رات بے آرائی سے کاٹنے کے بعد اپنے خیمے سے باہر نکل کر ایک درخت کی ٹھنڈی چھاؤں میں سربراہ گھاس پر لیٹ کر گہری نیند سورہا تھا لوگوں کے نعرے سن کروہ آنکھیں ملتا ہوا اٹھا، بدترین مغیرہ زرد کے اوپر سفید قبایلنے اور آنکھوں کے سوا پنا چہرہ ویاہ نقاب میں چھپائے اس کے سامنے کھڑا تھا۔ اس کی سفید قبایپر جگہ جگہ خون کے نشان تھے۔ سینٹ یا گوئے اپنے نقاب پوش حریف کو چند بار سر سے لے کر پاؤں تک دیکھنے کے بعد کہا۔ ”کاش! میرے ہاتھ تمہارے چہرے کے نقاب تک پہنچ سکتے اور میں یہ دیکھ ساتا کہ مجھے اپنی زندگی میں بدترین شکست دینے والا کون ہے؟“

بدرنے جواب دیا۔ ”ایک سپاہی کو فتح اور شکست سے بے نیاز ہونا چاہیئے۔“ یہ کہہ کر وہ اپنے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہوا ”مجھے تم سے ان سے بہتر سلوک کی توقع تھی۔ میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ ان کی قسم کا احترام کیوں نہیں کیا گیا، اور ان کے ہتھیار کیوں چھیننے گئے ہیں؟“

بدرنے کہا۔ ”ان کا گھوڑا اور ان کے ہتھیار انہیں واپس دے دو۔ باقی سپاہیوں کی زنجیریں کھول دو اور ان سب کی آنکھوں پر پٹیاں باندھ کر سرحد کے پار پہنچا دو۔“

سینٹ یا گوئے پر بیٹان سا ہو کر سوال کیا۔ ”کیا آپ کے سپاہیوں سے ہم یہ توقع رکھیں کہ ہمیں سرحد کے پار پہنچا کر ہم پر پیچھے سے تیروں کی بارش نہیں کی جائے گی؟“

بدرنے قدرے ترش لجھے میں جواب دیا۔ ”نہیں صرف آپ لوگوں کو شیوہ

ہے۔"

بدر کے نائب نے آگے بڑھ کر آہستہ سے کہا۔ "لیکن میں انہیں فدیہ لئے بغیر چھوڑنے کی وجہ میں سمجھ سکتا۔"

"تمہارے خیال میں فدیہ کیا ہو سکتی ہے۔"

"کم از کم پچاس ہزار۔"

"ہم اس سے سو گناہ زیادہ وصول کر چکے ہیں۔ جاؤ انہیں سرحد کے پار پہنچا دو جب چند برس بعد ان کے خالی خزانے دوبارہ ہو جائیں گے۔ ہم انہیں دوبارہ یہاں تشریف لانے کی دعوت دیں گے۔ اب مجھے اور میرے ساتھیوں کو آرام کی ضرورت ہے۔"

بدر یہ کہہ کر قلعے کی طرف چل دیا

(۷)

اس فتح کے بعد بدر بن مغیرہ کو سینٹ یا گوکا دیا ہوا نام "سرحدی عقاب" آہستہ آہستہ زبان زدہ نام ہونے لگا۔ اس نام کے ساتھ شجاعت کے سینکڑوں افسانے منسوب ہونے لگے نظر انی تو ہم پرست یہ کہتے تھے کہ سرحدی عقاب کوئی مافق الفضرت انسان ہے جسے بیک وقت باغیوں کے جنگل اور اس کے کئی کوں دُور نصرانیوں کی بستیوں اور شہروں میں اڑتے دیکھا گیا تھا۔ فرڑی پنڈ کی مملکت سے اُس کی شہرت کی داستانیں غرناطہ تک جا پہنچیں۔ علماء نے اُسے اسلام کا غازی کہا۔ شعراء نے عالمی نسب شہزادیوں کے ساتھ اس کے عشق و محبت کے فرضی افسانے قلم بند کئے۔ ادیبوں نے اپنی کتابوں میں اس کی صورت اور سیرت کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی۔

دور دراز کے چروں اے اور کسان بھی جب دن بھر کی محنت کے بعد اپنے گھروں کو واپس ہوتے تو وہ ایسے باتیں مشہور کر کے کہ انہوں نے سرحدی عقاب کو نلاں وقت نلاں جگہ دیکھا ہے خوش عقیدہ لوگوں کی توجہ کا مرکز بن جاتے ۔

سینٹ یا گو، فرڈی نینڈ کے چند منظور نظر بہادروں میں سے ایک تھا اور اُس کی عبر تناک شکست کے بعد اُس کے دل میں جنگل کے نئے اور پڑا سرار دشمن کے خلاف فوری اقدام کی خواہش پیدا نہ ہوئی۔ فرڈی نینڈ نے سرحد کے پار کوئی نئی فوج بھیجنے سے پہلے اپنے سرحدی مورچوں کو مستحکم کرنے کی ضرورت محسوس کی۔ دو سال کی تیاری کے بعد فرڈی نینڈ نے فتح کی توقع سے زیادہ اپنی قوت کے مظاہرے اور لوگوں سے سرحدی عقاب کے متعلق احساس مرعوبیت ڈور کرنے کے لئے چند نہمیں روانہ کیں لیکن ان حملوں کا انجام سینٹ یا گو کے حملے سے مختلف نہ تھا۔

فرڈی نینڈ سمجھ چکا تھا کہ سرحدی عقاب اپنے نشیمن میں بہت خطرناک ہے لیکن اس کے پاس اتنی جمعیت نہیں کہ وہ جنگل سے باہر نکل کر اس سلطنت کے کسی علاقے پر قبضہ کر سکے۔ اس لئے اس نے اپنی توجہ غرناطہ کی اس آخری اسلامی سلطنت کو ختم کرنے پر مند ول کر دی جس کے عوام نہ صرف اس کے باجگدار ہو کر رہنے کے خلاف تھے بلکہ اپنی کھوئی ہوئی عظمت دوبارہ حاصل کرنے کے لئے ہاتھ پاؤں مار رہے تھے۔

بدر بن مغیرہ ان حالات سے فائدہ اٹھا کر اپنی طاقت کو منظم کرتا رہا۔ مختلف شہروں کی خفیہ جماعتوں کے لوگوں کو جب آہستہ آہستہ یہ پتہ چلا کہ سرحدی عقاب مغیرہ کے نو عمر بیٹی کے سوا اور کوئی نہیں تو ان میں سے بعض شوق جہاد میں اپنا گھریار چھوڑ کر اُس کے ساتھ آتے۔ قرطبه کے مہاجرین میں سے بیشترین حسن جس نے

بہت چھوٹی عمر میں فن جراحت اور طب میں اپنے خاندان کی پرانی شہرت کو چار چاند لگادئے تھے اس لئے بہت بڑا معاون ثابت ہوا۔

قرطبه اور اشبلیہ کے حاکم اُس کے زیر علاج رہ چکے تھے۔ قسطلہ کا ولی عہد ایک مرتبہ گھوڑے سے گر کر بُری طرح زخمی ہوا تو فرڈی نینڈ نے اُسے قسطلہ بلا بھیجا۔ ولی عہد کے شفایاں ہونے پر فرڈی نینڈ اور ملکہ ازا بیلانے اُسے شاہی طبیب کا عہدہ قبول کرنے کی دعوت دی لیکن اُس نے یہ پیش کش ٹھکرادی اور واپس قرطبه چلا آیا۔ دو سال بعد جب اس بدر بن مغیرہ کا خط ملا تو اُس نے اپنے شاندار محل میں رہنے پر ایک مجاہد کے ساتھ جنگل کی زندگی کو ترجیح دی۔

(۸)

الزغل کے ساتھ ملاقات کے دو ماہ بعد غرناطہ کی سرحد کے چند علاقوں جو سرحدی عتاب کے پیارے اور جنگل کے ساتھ متصل تھے غرناطہ کے حکمران ابو الحسن نے ایک خفیہ حکم نامے کی رو سے بدر بن مغیرہ کی تحویل میں دے دئے۔ لگان کی وصولی شعبہ عدل اور دوسرے خانگی معاملات کے ساتھ بدر بن مغیرہ نے کوئی تعلق نہ رکھا۔ تمام ملکے اُس نے سرحد کے ناظم کے پاس رہنے دئے اور سرحد کی چوکیوں کا انظام اور نئے دفاعی سورچوں کی تعمیر کا کام اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

فوج کے چند قابل اعتماد افسروں کے سوا کسی اور کو یہ علم نہ تھا کہ ان کا سالار اعظم وہی نوجون ہے جسے باقی اندرس کے لوگوں کی طرح غرناطہ کے مسلمان بھی ”سرحدی عقاب“ یا ”شاہین“ کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ ایک دن سرحد کے ناظم نے سرحدی سپاہیوں کے سامنے اعلان کیا کہ اس کی درخواست پر سرحدی عقاب نے انہیں چند دن اپنے جنگل میں جن کی تربیت دینے کا وعدہ کیا ہے۔ میں

تمہیں دو دوسو کی ٹولیوں میں یکے بعد دیگرے وہاں سمجھوں گا۔ مجھے امید ہے تمہارے لئے اس کی تربیت بہت کار آمد ہوگی۔

سپاہیوں کو جنگ کے نئے طریقے سیکھنے سے زیادہ جنگل کے شاہین کو دیکھنے کی خوشی تھی۔ جنگل میں بدر بن مغیرہ کا نائب منصور بن احمد سرحدی عقاب کے بھیں میں ان کا استقبال کرتا اور انہیں چند دن جنگل اور پیاری کی جنگ کے نئے طریقے سمجھانے کے بعد واپس بھیج دیتا۔

غرناطہ کی سرحد کی مورچہ بندیوں کے متعلق فرڑی نینڈ نے اپنے خدشات کا اظہار کیا تو ابو الحسن نے اُسے کہا بھیجا کہ یہ تمام انتظامات سرحدی عقاب کے حملے سے بچنے کے لئے کئے جا رہے ہیں۔ ابو الحسن کے (اس جواب کے علاوہ) فرڑی نینڈ کے اطمینان کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ اس سرحد سے اس کی مملکت کے شہروں کی طرف جانے والی شاہراہوں پر آمد و رفت کی معمولی پابندیوں میں کوئی نیا اضافہ نہیں ہوا تھا۔ قرطبه، قسطله اور دوسرے شہروں کے تاجر حسب سابق فرڑی نینڈ کے حکام کا پروانہ راہداری دکھانے پر اس سرحد کو عبور کر کے غرناطہ کے شہروں میں جاسکتے تھے۔

ِملکت فروش

(۱)

رات کے وقت قسطلہ کے شاہی محل کے ایک کمرے میں ملکہ ازا بیلا اور شاہ فرڈی نینڈ زر زگار کر سیوں پر ایک دوسرے کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔ دونوں کے چہروں پر گہرے تفکر کے آثار تھے۔

ملکہ نے اپنے چہرے پر مسکراہٹ لانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ ”آپ اتنے پریشان کیوں ہیں۔ میرے خیال میں غرناطہ کا خراج اتنی بڑی رقم نہیں جس کے لئے آپ اس قدر فکر مند ہوں۔“

بادشاہ نے جواب دیا۔ ”ملکہ! میں خراج کے لئے پریشان نہیں۔ جتنی رقم مجھے ابوالحسن بطور خراج ادا کرتا تھا اس سے گئی گنا زیادہ مجھے سرحدی چوکیوں پر خراج کرنا پڑتی ہے لیکن میں محسوس کرتا ہوں کہ ابوالحسن کا خراج دینے سے انکار اس بات کا ثبوت ہے کہ اُسے اپنی قوت پر بھور سہے ہے۔ یہ ہماری بد قسمتی ہے کہ آج غرناطہ کے تحنت کا دوسرا دعویدار نہیں۔ اب تک ہماری کامیابیوں کی ضمان ہماری تلوار سے زیادہ مسلمانوں کی آپس کی بھوٹ تھی۔“

ملکہ نے کہا۔ ”اگر غرناطہ کے مسلمان متفق ہو گئے ہوں تو بھی مجھے یہ امید نہیں کہ وہ ہمارے خلاف سر اٹھائیں گے۔ انہیں قرطبه، طاییطلہ اور شبیلیہ کے باغیوں کا انجام بھولانا نہیں ہوگا۔“

بادشاہ نے کہا۔ ”ملکہ تم اس زمانے کی باتیں کر رہی ہو جب ہسپانوی، بربری اور عربی انقل مسلمان آپس میں بر سر پیکار تھے۔ ہمارے اساف نے اپنی قوت سے زیادہ ان کے انتشار سے فائدہ اٹھایا تھا اور اپسین کے تین حصوں پر تقاضہ ہو گئے

تھے۔ ورنہ میں یہ ماننے کے لئے تیار نہیں کہ اگر ہماری طرح وہ بھی ایک ہو جاتے تو ہم ان کے مقابلے میں فتح حاصل کر سکتے تھے۔“
ملکہ نے جواب دیا۔“ یہ مریم مقدس کی نظر عنایت تھی کہ وہ آپس میں بٹ گئے
”

”کاش مریم مقدس کی نظر عنایت سے قرطبه اور طالیطلہ کی طرح غرناطہ کے مسلمان بھی آپس میں بڑے رہیں، ورنہ میں جانتا ہوں کہ ان کا اتحاد بڑے سے بڑے دشمن کو گھٹنے لیکنے پر مجبور کر دیا کرتا ہے۔ یہ منتشر ہوں تو ہوا کے معمولی جھونکوں کے سامنے ریت کے انبار ثابت ہوتے ہیں اور اگر متعدد ہو جائیں تو بڑے سے بڑے طوفانوں کے لئے ایک ناقابل تغیر چنان ثابت ہوتے ہیں۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ غرناطہ کے چند علماء انہیں اسلام کے نام پر ابھارنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اگر یہ صحیح ہے تو میں ابو الحسن کے ان الفاظ کو ایک کھوکھلی دھمکی نہیں سمجھتا کہ اب ہمارے دارالضرب میں خراج کے لئے سونے اور چاندی کے سکوں کی بجائے فولاد کی تلواریں بنتی ہیں۔ ملکہ صحیح یہ ہے کہ مجھے اپنی فوج کی بجائے اس بات پر بھروسہ تھا کہ میں اہل غرناطہ کی خانہ جنگی سے فائدہ اٹھاؤں گا۔“

”لیکن اگر غرناطہ میں خانہ جنگی امکانات نہ ہوں تو بھی ہمیں اپنی فوجی قوت کے استعمال سے پس و پیش نہیں کرنا چاہئے۔ میں دشمن کو تیاری کا موقع دینے کی قاتل نہیں۔“

”میں بھی یہی سوچ رہا ہوں لیکن کاؤنٹ سینٹ یا گوکی حماقت سے ہمارے سپاہیوں کی شہرت کو جو دھتبہ لگا تھا ہم اُسے آج تک نہیں دھو سکے۔“
ملکہ نے کہا۔ ”کیا سرحدی عقاب کو ایک خود مختار حکمران تسلیم کر کے ہم اس

کے ساتھ غرناطہ کے خلاف کوئی معاهدہ نہیں کر سکتے۔“

”نہیں بلکہ مجھے ڈر ہے کہ اگر ابوالحسن نے ہمارے خلاف بغاوت کا اعلان کیا تو وہ بلا تامل اس کا ساتھ دے گا۔“

ایک فوجی افسر کمرے میں داخل ہوا اور جھک کر سلام کرنے کے بعد بولا۔ ”ابوداؤد حاضر ہونے کی اجازت چاہتے ہیں۔“

فرڈی نینڈ نے بڑھ ہو کر کہا۔ ”ہم نے حکم دیا تھا کہ اُسے فوراً ہمارے سامنے پیش کیا جائے۔“

فوجی افسر الفاظ سے زیادہ آواز سے مرعوب ہو کر جلدی سے سلام کرنے کے بعد باہر نکل گیا۔

ملکہ نے کہا۔ ”کیا آپ کو یہ بھروسہ ہے کہ ابوداود غرناطہ جا کر بھی ہمارا وفاد رہے گا؟“ بادشاہ نے جواب دیا۔ ”مغیرہ کو پکڑو انے کے بعد وہ ہمیشہ کے لئے ہمارا اعتماد حاصل کر چکا ہے۔“

”لیکن غرناطہ کے ایوان شاہی تک اس کی رسائی شاید اس قدر آسان نہ ہو۔“

(۲)

ابوداؤد کمرے میں داخل ہوا اس کی عمر پنٹا لیس کے لگ بھگ معلوم ہوتی تھی۔ شکل و صورت سے اور رنگ سے وہ عربی اور ہسپانوی نسل سے مخلوط معلوم ہوتا تھا۔ اس کی داڑھی آڑھی سے زیادہ سفید ہو چکی تھی۔ لیکن اس کے چہرے پر نوجوانوں کی سی تازگی تھی۔ وہ سیاہ تباہ اور سفید عمامہ پہنے ہوئے تھا۔

ابوداؤد نے آگے بڑھ کر پہلے بادشاہ اور پھر ملکہ کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور دو تین قدم پیچھے ہٹ کر ادب سے کھڑا ہو گیا۔ بادشاہ نے خالی کرسی کی طرف اشارہ کرتے

ہوئے کہا کہ ”بیٹھ جاؤ۔“

ابوداؤد نے سمجھکتے ہوئے کہا۔ ”غام کو حکم عدو لی کی جرأت نہیں لیکن یہ ضرور عرض کروں گا کہ اپنے بادشاہ اور ملکہ کے سامنے کھڑا ہونا بھی میرے لیے بہت بڑی عزت ہے۔“

فرڈی نینڈ نے مسکراتے ہوئے کہا ”بادشاہ اور ملکہ تمہیں بیٹھنے کا حکم دیتے ہیں،“

”غام کو سرتالی کی مجال نہیں۔“ یہ کہہ کر ابوداؤد کسی پر بیٹھ گیا۔

فرڈی نینڈ نے کہا۔ ”ابوداؤد، ہم یہ سمجھتے ہیں کہ قدرت کے اشارات تم پر ہمارے مقدس راہبوں سے پہلے ظاہر ہوتے ہیں۔ ہم تمہاری ذہانت کا ایک اور امتحان لینا چاہتے ہیں۔ بتاؤ وہ مشکل جو آج ہمیں درپیش ہے، کیا ہے؟“

ابوداؤد نے جوب دیا۔ ”اگر یہ غام اپنے آقا کے سامنے اپنی معمولی عقل و دانش کا مظاہرہ کرے تو یہ بھی ایک گستاخی ہوگی۔ بہر حال حضور کے حکم کی تعییں کرتا ہوں۔ شاید شہنشاہ والا تبار کی یہ خواہش ہے کہ ان کا ادنیٰ غام غرناطہ جائے۔“

فرڈی نینڈ نے کہا۔ ”اگر تم ایک راہب کا لباس پہن کر ہمیں یہ جواب دیتے تو ہم اے تمہاری روحاںیت کا کرشمہ سمجھتے لیکن ہم جانتے ہیں کہ تم اپنی عقل سے زیادہ کسی چیز کے قائل نہیں۔ بتاؤ تم نے یہ اندازہ کیسے لگایا کہ تمہیں ہم غرناطہ بھیجننا چاہتے ہیں۔“

”غام کو یہ معلوم ہو چکا تھا کہ ابو الحسن نے خراج دینے سے ائمہ کر دیا ہے۔

اس کے بعد غام کو یہ معلوم ہوا کہ شہنشاہ والا تبار نے امراء کا یہ اجلاس برخاست ہونے کے تھوڑی دیر بعد حضور کا اپنچا میرے پاس پہنچا۔ میرے لیے یہ سمجھنا مشکل

نہ تھا کہ ایسے حالات میں مجھ سے کیا تو قع کی جاسکتی ہے۔ میں جانتا ہوں کہ اگر ابوالحسن کے خلاف مجھے آپ کس مورچے پر بھیجننا چاہتے ہیں تو وہ صرف غرناطہ ہو سنتا ہے۔“

”تو تم نے یہ بھی سوچ لیا ہو گا کہ اس مورچے پر تمہیں کیا کرنا ہے؟“

”ہاں میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ غرناطہ میں انتشار برپا کرنے کے لئے تخت کا دوسرا دعویدار پیدا کرنا ضروری ہے اور حضور کا غلام غرناطہ جا کر ہی یہ فیصلہ کر سنتا ہے کہ وہ دوسرا دعویدار کون ہو سنتا ہے۔“

”انفل کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟“

انفل کے متعلق میری یہ رائے ہے کہ وہ ہر حال میں اپنے بھائی کا ساتھ دے گا۔

لیکن ---۔۔۔

”لیکن کیا؟“

میں وثوق کے ساتھ نہیں کہ سنتا۔ بعض اطاعت سے پتہ چلتا ہے کہ ابوالحسن کے اک بیٹے سے کام لیا جا سنتا ہے۔ میں سنا ہے کہ ابو عبد اللہ کو یہ خدشہ ہے کہ اس کا باپ اُس کے سوتیلے بھائی کو ولی عہد بنائے گا۔ میں یہ بھی سنا ہے کہ ابوالحسن اپنی نصرانی بیوی کو زیادہ چاہتا ہے۔“

فرڈنینڈ نے مترت سے اچھلتے ہوئے کہا۔ ”تو پھر تم کس بات کا انتظار کر رہے ہو۔ اگر عبد اللہ کو خدشہ ہے تو ہم اُس کا خدشہ یقین میں تبدیل کر سکتے۔ ہو تو کل ہی روانہ ہو جاؤ۔“ جب تک کہ میں آپ کی افواج کے لئے شہر کے تمام دروازے نہیں کھول دیتا۔ وہاں مجھ پر معمولی شبہ میرے ارادوں کو خاک میں ملا دے

گا۔ اس لئے میں یہ چاہتا ہوں کہ اپنے آپ کو ایک پناہ گزیں ثابت کر کے سرحد عبور کروں۔ غرناطہ پہنچ کر مجھ سے زیادہ میری بیوی اور میری اٹر کیاں آپ کی حکومت کے مظالم کی داستانیں بیان کریں، تاکہ ہم پر کوئی شک نہ کرے۔ بیوی کو میں اس لئے بھی لے جانا چاہتا ہوں کہ اُس کی وساطت سے ابو الحسن کے حرم تک میری رسائی آسان ہو جائے گی۔“

فرڈی نینڈ نے کہا۔ ”ابوداؤدم یقین رکھو کہ تمہاری خدمات فراموش نہیں کی جائیں گی۔ ہم وعدہ کرتے ہیں کہ تم غرناطہ میں ہمارے پہلے گورنر ہو گے اور جب تک اندرس کا تخت ہمارے خاندان کے قبضہ میں رہے گا غرناطہ گورنری تمہارے خاندان کے قبضہ میں رہے گی۔ اگر چاہو تو میں تحریر دینے کے لئے تیار ہوں۔“

”خادم کے لئے حضور کی زبان تحریر سے کم نہیں۔“

”بہت اچھا تم علی الصباح مجھ سے ملو۔ غرناطہ کی مہم کے لئے تمہاری تمام ضروریات شاہی خزانے سے مہیا کی جائیں گی۔“

(۳)

بارش زوروں پر تھی۔ چار گھوڑوں کی ایک مکھی کچھڑ سے لٹ پت فرڈینڈ کی مملکت کے ایک سرحدی قلعے کے دروازے سے پر آ کر رکی۔ قلعے کے محافظ جو دروازے پر انتظار کر رہے تھے بھاگتے ہوئے باہر نکلے اور اور بگھی کے گرد جمع ہو گئے

ایک نوجوان نے جوان کا افسر معلوم ہوتا تھا آگے بڑھ کر بگھی کا دروازہ کھولا اور اندر جھانکنے کے بعد ادب سے سلام کرتے ہوئے کہا۔ ”مجھے آپ کے متعلق گورنر کی ہدایات جھانکنے کے بعد ادب سے سلام کرتے ہوئے۔ کہا۔ ”مجھے آپ کے

متعلق گورنر کی ہدایات موصول ہو چکی ہیں۔ آپ کے لئے تازہ دم گھوڑے تیار ہیں لیکن بارش کے اس طوفان میں بکھری کا سفر شاید آپ کے لئے تازہ دم گھوڑے تیار ہیں لیکن بارش کے اس طوفان میں بکھری کا سفر شاید آپ کے لئے تکلیف دہ ہو۔ اس لئے اگر آپ مناسب سمجھیں تو کم از کم بارش بند ہونے اور پیاری ندی نالوں کا پانی اُترنے تک یہاں قیام فرمائیں۔ آپ کا کھانا تیار ہے۔“

ابوداؤد نے باہر جھاٹکتے ہوئے جواب دیا۔ ”میرے سفر کے لئے یہ موسم بہترین ہے، ہم یہاں سے کھانا کھاتے ہی چل پڑیں گے۔ میں تمہیں اپنے سفر کے سلسلہ میں چند ہدایات بھی دینا چاہتا ہوں۔“

”ہم دل و جان سے آپ کے ہر حکم کی تعییل کریں گے۔ آئیں۔“

ابوداؤد کے ساتھ اس کی بیوی اور دو نوجوان اڑکیاں بکھری سے اُتریں۔ ایک اڑکی جس کا نام آتنجلا تھا۔ دوسری اڑکی سے عمر میں دو تین برس چھوٹی معلوم ہوتی تھی۔ اس کا گول چہرہ، نیلی آنکھیں اور سنہرے بال بالکل اپنی ماں کی طرح تھے۔ اس کے خدوخال میں بھی اس کی ماں کے گزرے ہوئے شباب کا عکس نظر آتا تھا۔

دوسری اڑکی کا نام ربیعہ تھا۔ وہ آتنجلا کی سوتیلی بہن تھی۔

ربیعہ کی سیاہ اور چمک دار آنکھیں اپنی سوتیلی ماں اور بہن دونوں سے مختلف تھیں۔ وہ قد میں بھی ان دونوں سے قدرے لمبی تھی۔ اس کے چہرے کی سفیدی میں ہلکی سی سُرخی دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ مصور فطرت نے دُودھ اور شہد گھوول کر اس میں تھوڑا سا گلامی رنگ ملا دیا ہے۔ چہرے کے خدوخال میں سنجیدگی اور شوہنی کے امتزاج نے اُسے نسوانی حسن اور وقار کی ایک بہترین تصویر بنادیا تھا۔

ربیعہ اور آتنجلا کی شکلوں میں ایک معمولی مشابہت تھی۔۔۔ ایسی مشابہت جسے

محسوس کیا جائےتا ہے لیکن بیان نہیں کیا جائےتا ہے۔ دونوں لڑکیاں حسین تھیں۔ انجلا کا حسن اگر الٰہ عصر اکا قہقہہ تھا تو ربیعہ کی سنجیدگی میں ایک نیم واکلی کی مسکراہٹ تھی۔

فوجی افسر کی راہنمائی میں یہ لوگ قلعے کے ایک کمرے میں داخل ہونے اور کھانے کی میز کے گرد کرسیوں پر بیٹھنے۔

نوکروں نے پر تکلف کھانے چاندی کے برتنوں میں لا کر میز پر رکھ دئے۔ ابو داؤد کا اشارہ پا کر فوجی بھی ان کے ساتھ ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ کھانے کے دوران میں ابو داؤد نے اُس سے سوال کیا۔ ”یہاں سے غرناطہ کی پہلی چوکی کتنی دور ہوگی؟“

افسر نے جواب دیا ”کوئی آٹھ کوں۔ لیکن کوئی تین کوں چلنے کے بعد آپ ان کی حدود میں داخل ہو جائیں گے۔ میرا خیال ہے کہ اگر میں ان کی چوکی کے افسر کو لکھوں تو وہ سرحد سے آگے آپ کی حفاظت کا انتظام کر دیں گے۔ لیکن گورنر نے مجھے ہدایت کی ہے کہ میں انہیں پکھننے بتاؤ۔“

ابو داؤد نے جواب دیا۔ ”گورنر نے میری ہدایت پر عمل کیا ہے۔ میں ان کی حدود میں باڈشاہ سلامت کے سنیر کی حیثیت سے نہیں بلکہ ایک مسلمان پناہ گزین کی حیثیت سے داخل ہونا چاہتا ہوں۔“

”میرے خیال میں اگر آپ انہیں یہ دھوکہ چاہتے ہیں تو یہ بگھی اور یہ سڑک چھوڑ کر پیدل یا گھوڑوں پر کوئی دوسرا راستہ اختیار کرنا چاہیے ورنہ انہیں یہ غلط فہمی نہیں ہوگی اور اس سڑک پر آپ کی بگھی ہماری نگاہوں سے بچ کر نکل آتی ہے۔“

میرا خیال ہے کہ غرناطہ اور قسطلہ کے تاجران راستوں پر بلا روک ٹوک سفر کرتے ہیں تاہم میں نے جو تجویر سوچی ہے وہ کافی حد تک کامیاب رہے گی۔ تم

اپنے بیس سواروں کو تیاری کا حکم دواور انہیں یہ ہدایت کرو کہ وہ ہماری بگھمی کے پیچھے پیچھے چلتے رہیں اور جب ہم غرناطہ کی سرحد کے قریب پہنچ کر بگھمی کی رفتار تیز کر دیں تو وہ یہ ظاہر کریں کہ وہ ہمارا تعاقب کر رہے ہیں۔ جب غرناطہ کی چوکی کے سپاہی یہ دیکھیں گے کہ عیسائی ہمارا تعاقب کر رہے ہیں۔

تو وہ یقیناً مداخلت کریں گے۔ ہمیں ان کی پناہ مل جائے گی اور تمہارے سپاہی ان کے ساتھ معمولی مذبحیڑ کے بعد لوٹ آئیں گے۔

”تجویز تو بہت اچھی ہے لیکن مجھے ڈر ہے کہ راستہ بہت خراب ہے اور اس ڈور میں آپ کی بگھمی کو کوئی حادثہ پیش نہ آجائے۔“

ابوداؤ نے جواب دیا۔ ”ایسے معاملات میں معمولی حادثات کا خیال نہیں کیا جاتا اگر کوچوان زخمی ہو جائے یا گھوڑے کو ایک آدھ تیر لگ جائے تو یہ بھی معمولی بات ہو گئی۔“

”بہت اچھا میں خود اس کام میں سپاہیوں کا ساتھ دوں گا۔“
فوجی افسر کے حکم پر ایک نوکر قلعے کے ایک سپاہی کو بلانا یا۔ افسر نے سپاہی سے کہا تم بیس سواروں کو تیار ہونے کا حکم دو، ہم ایک ہم پر جاری ہے ہیں۔“

اس کے بعد وہ ابوداؤ کی طرف متوجہ ہوا اور بالآخر آپ نے سرحدی عقاب کے متعلق کچھ سنائے؟“

ان الفاظ پر ابوداؤ کی بیوی اور اُس کی اڑکیاں چونکہ افسر کی طرف دیکھنے لگیں ابوداؤ نے اطمینان سے جواب دیا۔ ”ہاں میں نے اس کے متعلق بہت کچھ سنائے لیکن میرے خیال میں اس کا علاقہ یہاں سے کافی دور ہے۔۔۔“

”اُس کا علاقہ تو کافی دور ہے لیکن اُسے کے ساتھی تین بار ہمارے گھوڑے

چھین کر لے گئے ہیں۔“

”کب؟“ انجلانے سوال کیا۔

”گذشتہ سال۔ اس سال اس نے ہماری طرف توجہ نہیں کی لیکن پچھلے سال
اُس نے ایک ہفتہ کے لئے۔ اس قلعے پر بھی قبضہ کر لیا تھا۔“

انجلانے سوال کیا۔ ”تو تم نے اُسے ضرور دیکھا ہو گا۔ وہ کیسا ہے؟“

”اُس نے ہمارے سامنے چہرے سے نقاب نہیں اٹا رہ لیکن اُس کی آواز
سے معلوم ہوتا تھا کہ اُس کی عمر زیادہ نہیں۔“

میریا نے سوال کیا۔ ”تو پرہ قلعے سے تم نے اُسے کیسے نکالا؟“

”وہ خود چلا گیا تھا۔ اُسے فقط ہمارے فالتو غلے اور گھوڑوں کی ضرورت تھی۔“

انجلانے کہا۔ ”میں نے سننا ہے کہ وہ بہت ظالم ہے۔“

افسر نے جواب دیا۔ ”اُس کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ ظالم نہیں۔ وہ
نہ ہتوں اور سیکسوں پر ہاتھ نہیں اٹھایا۔ گرے ہونے دشمن پروار نہیں کرتا۔ اس میں
شک نہیں کہ وہ ہماری سلطنت کا بدترین دشمن ہے لیکن وہ ایک شریف دشمن ہے۔“

ابوداؤد نے کہا۔ ”میں تمہاری حق گوئی کی داد دیتا ہوں۔ تمہاری طرح کا وُنٹ
سینٹ یا گو بھی اس کی شرافت کا مداح ہے۔“

انجلانے کہا۔ ”آبا جان! اگر ہمیں راستے میں وہ مل جائے تو مجھے یقین ہے کہ
وہ ہمیں آگے پہنچانے کے لئے اپنے بہترین گھوڑے مہیا کرے گا۔“

ربیعہ نے سوال کیا ”یہ نام اُسے کاونٹ سینٹ یا گونے دیا تھا اور اس کی وجہ
ہے کہ تندی، تیزی اور ہوشیاری میں وہ عقاب سے کم نہیں۔“

ابوداؤد نے سوال کیا۔ ”کیا یہ درست ہے کہ وہ مغیرہ کا بٹیا ہے؟“

”اُس کے متعلق لوگوں کی مختلف رائیں ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ مغیرہ کا بیٹا ہے،“

بعض کا یہ خیال ہے کہ کوئی مرآشی ہے۔“

ابوداؤد نے کہا ”ہمیں بہت جلد معلوم ہو جائے گا کہ وہ کون ہے؟“

فوجی افسر نے سوال کیا۔ ”کیا بادشاہ سامنے اس پر چڑھائی کرنے کا ارادہ کر چکے ہیں۔“ ابوداؤد نے جواب دیا۔ ”اس کی قوت اتنی بڑی نہیں کہ بادشاہ سامنے بذات خود اس پر چڑھائی کا ارادہ کریں۔ اس کے لئے فقط ایک ہوشیار آدمی کی ضرورت ہے جو اس کے طریق جنگ سے واقف ہو۔“

(۲)

بارش اسی طرح زوروں پر تھی۔ کوئی اڑھائی کوس معمولی رفتار سے چلنے کے بعد ابوداؤد نے کوچوان کو بگھی تیز کرنے کا حکم دیا۔ پیچھے آنے والے سواروں نے اپنے افسر کا اشارہ پا کر اپنے گھوڑے روک لئے جب بگھی کوئی ایک میل ڈور نکل گئی تو انہوں نے گھوڑوں کو سر پٹ چھوڑ دیا۔

داری کے نشیب میں سڑک کے بعض حصے پانی میں غائب ہو رہے تھے اس لئے کوچوان ابوداؤد کے اصرار کے باوجود کسی حد تک احتیاط سے کام لے رہا تھا۔ جب بگھی اور تعاقب کرنے والوں میں فاصلہ بہت کم رہ جاتا تو سوار بگھی کو آگے نکل جائے کاموں کے لئے اپنی رفتار کم کر دیتے۔

سیااب کے باعث سڑک کی جگہ سے ٹوٹ چکی تھی۔ راستے کے پتھروں اور گردھوں میں احتجاج کر رہی تھیں۔ خود ابوداؤد کا سر بار بار اپنی بیوی اور اڑکیوں سے ٹکرا چکا تھا لیکن وہ اینجلا کی چیزوں اور اپنی بیوی کے واویلے سے قطعاً بے پروا نظر آتا

تھا۔ ایک دفعہ بگھسی پانی میں ڈوبی ہوئی سڑک کے کسی پتھر سے نکرا اُچھلی اور چھپتی چلاتی میریا کا سرچھت سے جاٹکرایا۔ وہ چلانی ”بگھسی کو روکنے کا حکم دو ورنہ میں دروازہ کھول کر چھلانگ لگا دوں گی۔ تم وحشی ہو۔ تم آج میری بچی کی جان لے کر رہو گے۔ میں جانتی ہوں تمہاری نیت ٹھیک نہیں۔ تم غرناطہ پہنچنے سے پہلے ہم سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہتے ہو۔ خدا کے لئے بگھسی کو روکو۔“

ایک اور زبردست جھٹکے کے ساتھ ربیعہ اور انجلاء کے سر آپس میں ٹکرائے۔

انجلاء نے دہائی مچائی تو ابو داؤد نے کہا: اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تم اپنی ماں کی طرح اتنی کم حوصلگی کا ثبوت دو گی تو میں تمہیں اپنے ساتھ نہ لاتا۔ ربیعہ کی طرف دیکھو اس کے منہ سے شکایت کا ایک لفظ بھی نہ لکا۔

ابوداؤد کا یہ کہنا تھا کہ میریا اور انجلاء ربیعہ پر برس پڑیں۔

میریا نے کہا۔ ”ربیعہ کو اپنے ہم مذہب اور ہم قوم لوگوں کے پاس جانے کی خوشی ہے۔“

انجلاء چلانی۔ ”ربیعہ کو یہ بھی یقین ہے کہ حادثہ پیش آنے پر آپ سب سے پہلے اس کی طرف متوجہ ہوں گے۔

ربیعہ نے ان کے ملعن و تشنیع سے بے پرواٹی ظاہر کرتے ہوئے کہا۔ ”ابا جان! انجلاء اور انہی جان کو کیوں پریشان کرتے ہیں۔ آپ بگھسی کو روکنے کا حکم دیں۔“

ابوداؤد نے کہا ”میریا! ذرا ہمت سے کام لو۔ ہم غرناطہ کی حدود میں داخل ہو چکے ہیں۔ ان کے آدمی ہمیں اس حالت میں دیکھتے ہی مداخلت کے لئے آئیں گے۔ گھر میں جب میں نے یہ تجویز تمہارے سامنے بیان کی تھی تم خوشی سے اُچھل

پڑی تھیں۔ اب اتنی سی تکلیف سے گھبرا گئیں۔ انسان کو دنیا میں عزت اور اقتدار کے لئے بڑے بڑے خطرناک مراحل سے گزرنا پڑتا ہے۔“

میریا نے چلا کر کہا۔ ”عجیبِ حمق ہوتم، بھلا اس طوفان میں کون تمہاری راہ دیکھ رہا ہوگا۔ وہ بڑے مزے سے اپنی اپنی قیام گاہ میں بیٹھے ہوں گے۔“

ابوداؤد نے کہا۔ ”پھر بھی یہ ضروری ہے کہ کم از کم ان کی چوکی تک ہم اسی طرح جائیں۔ اس کے بغیر ہم انہیں یہ یقین نہیں دلا سکتے کہ ہم مغروف ہیں اور بادشاہ کے سپاہی ہمارا تعاقب کر رہے ہیں۔“

بگھی اب ایک پیاری کی باندی کی طرف نسبتاً ہموار شرک پر جاری تھی۔ اس لئے میریا اور انجلا کی زبانیں اگر چہ بھی چل رہی تھیں لیکن ان کو جوش و خروش کم ہو رہا تھا۔

کوچوان چلایا۔ ”میں نے ایک سوار دیکھا ہے۔“

”بلس اب کام بن گیا اور ابھی اپنے ساتھیوں کو خبردار کرے گا۔“

یہ کہتے ہوئے ابوداؤد نے بگھی کی کھڑکی سے سرنگاں کر پیچھے کی طرف جہان کا اور پیچھے آنے والے سواروں کو ہاتھ کا اشارہ دیا۔ ساتھ ہی اس نے کوچوان کو بگھی زیادہ تیز کرنے کی ہدایت کی۔

تحوڑی دیر بعد جب بگھی پیاری سے نیچے اتر رہی تھی۔ کوچوان باند آواز میں چلاتا ہے ”وادی کے نشیب میں پانی زیادہ معلوم ہوتا ہے۔ شرک کا کوئی نشان تک نظر نہیں آتا۔ بگھی کو اندھا دھندا آگے لے جانا خطرناک ہوگا۔“

ابوداؤد نے کہا۔ ”احتیاط ضرور کرو لیکن بگھی کو روکنے میں تمہیں دُگنا انعام دیا جائے گا۔“

میریا اور انجلانے پھر انسان سر پر اٹھالیا۔ ابو داؤد نے انہیں تسلی دیتے ہوئے کہا۔

”کوچوان بے قوف نہیں۔ وہ نشیب میں پہنچ کر خود بخود فتاکم کر دے گا۔“
ابو داؤد نے دوبارہ پیچھے کی کھڑکی سے سر نکال کر تعاقب میں آنے والے سواروں کو اشارہ کیا اور انہوں نے گھوڑوں کی رفتار کم کر دی۔

وادی کا نشیب ایک اچھی خاصی ندی معلوم ہوتا تھا لیکن کوچوان نے زیادہ انعام کی خاطرا پنے سینے پر نشان صلیب بناتے ہوئے گھوڑے پانی میں ڈال دئے لیکن چند گز آگے جانے کے بعد بگھی سڑک سے اُتر گئی اور اگلے دو گھوڑے کسی پتھر سے ٹھوکر کھانے کے بعد گر پڑے۔ بگھی کے اچانک رُکنے سے اگلے سرے پر بیٹھا ہوا کوچوان اچھل کر گھوڑے کی پیٹھ پر گرا اور وہاں سے اٹر کھنے ہوئے پانی میں آرہا۔ ایک ثانیہ کے بعد چاروں گھوڑے پتھر بے تھاشا بھاگ رہے تھے۔ پانی زیادہ گہرا نہ تھا۔ گھوڑے کسی اور حادثہ کے بغیر نشیب سے گزر کر سڑک پر پہنچ گئے۔

ایک اور ٹیلہ عبور کرنے کے بگھی ایک وسیع میدان میں داخل ہوئی۔ ابو داؤد کو اندر بیٹھے ہوئے یہ خبر نہ تھی کہ بگھی اپنے کوچوان سے محروم ہو چکی ہے۔ تاہم جب گھوڑوں نے سڑک تو اُس نے کوچوان کو آوازیں دیں۔ کوئی جواب نہ پا کر اس نے بگھی کا دروازہ کھولا۔

اور باہر جھانکنے لگا۔ کوچوان غائب تھا۔ سامنے کچھ فاصلے پر گنجاند رخت تھے اور بگھی کے راستے میں ایسے پتھر تھے جن کے ساتھ ملکرا ان سب کی ہلاکت کا باعث ہو سنا تھا۔

پیچھے آنے والے سوار اتنی دور تھے کہ ان گھوڑوں کو گھیر کر روکنا مشکل تھا

اچانک سامنے جنگل سے تیس چالیس سواروں کا دستہ نمودار ہوا اور ان کے برق رفتار گھوڑے آن کی آن میں بکھی کے قریب پہنچ گئے۔ سب سے آگے مشکی گھوڑے پر پر ایک نقاب پوش تھا جس کی سفید قبا ہوا میں لہر ارہی تھی۔ نقاب پوش کے اشارے پر باقی تمام سوار نیزے بلند کر کے اللہ اکبر کے نعرے لگاتھیوئے بکھی کے پیچھے آنے والے سواروں کی طرف متوجہ ہوئے اور انہوں نے بکھی کی طرف چند تیر چلانے کے بعد گھوڑوں کی بائیکیں موڑ لیں۔

نقاب پوش نے بکھی کو کوچوان کے بغیر دیکھ کر اپنے گھوڑے بکھی کے تعاقب میں چھوڑ دیا۔

اور اگلے گھوڑوں میں سے ایک کے قریب پہنچ کر اپنا گھوڑا اس کے ساتھ ملانے کے بعد اس پر چھلاناگ لگادی۔ ابھی وہ منجھلنے نہ پایا تھا کہ بکھی کا ایک پہیہ پتھر کے ساتھ ٹکرائی اور بکھی ایک طرف کو الٹ گئی۔ گھوڑوں کی بائیکیں پاؤں میں آکر ٹوٹ چکی تھیں لیکن منہ میں لگا میں موجود تھیں۔ نقاب پوش نے ہاتھ بڑھ کر پہلے ایک اور پھر دوسرا گھوڑے کی لگام پکڑ لی اور انہیں اپنی پوری قوت سے روکنے کی کوشش کی۔ گھستی اڑھکتی اور پتھروں کے ساتھ ٹکراتی ہوئی بکھی رک گئی۔

تمھوڑی دیر بعد جب اس نقاب پوش کے ساتھی بکھی کا تعاقب کرنے والوں کو مار بھگانے اور ایک پریشان حال کو گرفتار کرنے کے بعد واپس آئے تو اس نے ٹوٹی ہوئی بکھی کے پاس کراہنے والے مسافروں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ”مجھے افسوس ہے کہ میں انہیں زخمی ہونے سے نہ بچا سکتا۔ تاہم مجھے امید ہے کہ ان کی جانیں ضرور نجح جائیں گی بکھی کے اندر ان کا ایک صندوق بھی پڑا ہے اُسے اٹھالو۔

ابوداؤ دنیم بے ہوشی کی حالت میں آنکھیں کو لئے کے بعد اٹھ کر پیٹھ گیا اور اپنی خون آلود پیشانی پر ہاتھ پھیرنے کے بعد نقاب پوش اور اس کے ساتھیوں کی طرف دیکھتے ہوئے نجیف آواز میں ”شکریہ“ کہنے کے بعد اپنی بیوی اور اڑکیوں کی طرف متوجہ ہوا۔

”میریا! ربیعہ!!!“ اس نے یک بعد دیگر تینوں کو جھنچوڑتے ہوئے کہا۔ میریا نے کراہتے ہوئے آنکھیں کھولیں۔ اور دشت و سر آسمگی کی حالت میں پھر بند کر لیں۔ ایک لمحہ کے بعد اس نے پھر آنکھیں کھولیں اور ”انجلا“، کہتی ہوئی اپنی بیٹی کو جھنچوڑ نے لگی انجلا کے نچلے ہونٹ اور کنٹی سے خون بہہ رہا تھا۔ وہ چند بار کراہنے کے بعد اپنی ماں کی طرف دیکھنے لگی۔

اُن کا میزبان

(۱)

ربیعہ ہوش میں آکر آنکھیں کھولیں تو شمع کی روشنی میں اس نے دیکھا کہ وہ ایک کشادہ کمرے میں لیٹی ہوتی ہے۔ اس کے بستر کے قریب ایک کرسی پر ابو داؤد اور دوسری کرسی پر ایک اجنبی نوجوان بیٹھا ہوا ہے۔ بیٹی کو ہوش میں دیکھ کر ابو داؤد آگے جھکا اور اس کی پیشانی پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولا۔

ربیعہ! میری بیٹی!!

ربیعہ نے سہنی ہوئی آواز میں پوچھا۔ ”میں کہاں ہوں؟“
ابوداؤد نے جواب دیا۔ ”بیٹی! ہم ایک نہایت محفوظ مقام پر پہنچ چکے ہیں اور ایک ایسے شخص کے مہمان ہیں جس کی پناہ میں ہمیں کوئی خطرہ نہیں اور یہ تمہارے طبیب ہیں۔“

کمرے کے دوسرے حصے میں ایک بستر پر میریا لیٹی ہوتی تھی۔ دوسرے پر انجلہ تکیے سے نیک لگائے بیٹھی تھی۔ ربیعہ نے اُن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اپنے باپ سے پوچھا۔
”وہ کیسی ہیں؟“

ابوداؤد نے جواب دیا۔ ”وہ نیک ہیں۔“
ایک اور نوجوان کمرے میں داخل ہوا۔ ربیعہ کی نگاہیں تھوڑی دیر کے لئے اس پر مرکوز ہو کر رہ گئیں۔ ابو داؤد کھڑا ہو گیا۔

”آپ بیٹھئے!“ نوجوان نے آگے بڑھ کر بے تکلفی سے ابو داؤد کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ ”میں یہ دیکھنے آیا تھا کہ آپ کی بیٹی کی طبیعت کیسی ہے؟“

ابوداؤد نے جواب دیا۔ ”اس نے ابھی انکھیں کھولی ہیں۔ ہمیں افسوس ہے کہ ہم نے آپ کو بہت تنکیف دی ہے۔“

نوجوان نے جواب دیا۔ ”کاش آپ جیسے مہمان کو ٹھہرانے کے لئے ہمارے پاس اس سے زیادہ موزوں جگہ ہوتی۔“

انجلا اپنے بستر سے اٹھی اور چپکے سے آکر ربیہ کے سر ہانے بیٹھئی۔ ”ربیعہ! تمہاری طبیعت کیسی ہے؟“ اس نے پیار سے اس کے ماتھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے پوچھا۔

”میں اچھی ہوں، سر اور ٹانگ میں درد ہے۔ امی جان کیسی ہیں؟“

”وہ ٹھیک ہیں۔“

پہاں نوجوان جو ان زخمیوں کے لئے طبیب کے فرائض انجام دے رہا تھا۔ بولا میرا خیال ہے کہ ابھی ان کا با تینیں کرنا ٹھیک نہیں۔ میں انہیں نیند کی دو اپلا دیتا ہوں، ان کے لئے مکمل آرام بہت ضروری ہے۔“

دوسرا نے نوجوان نے عربی زبان میں سوال کیا۔ ”ان کو زیادہ چوٹ تو نہیں آتی؟“

طبیب نے جواب دیا۔ ”میں صبح تک صحیح رائے دے سکوں گا۔ بہر حال تشویش کی کوئی بات نہیں۔“

ابوداؤد نے سوال کیا۔ ”آپ کے خیال میں یہ کب تک تندrst ہو جائے گی؟“

انہیں بہت جلد آرام آجائے گا اور میرے خیال میں آپ کو بھی آرام کرنا چاہتے۔“

اگلے دن جب ربیعہ ایک لمبی کے بعد بیدار ہوئی تو آنجلہ کمرے کی کھڑکی کے سامنے کھڑی باہر جھانک رہی تھی۔ میری ابستر پر تکینے سے میک لگائے بیٹھی تھی۔

”آنجلہ! آنجلہ!!“ ربیعہ نے اُسے آہستہ سے آواز دی۔

آنجلہ نے چونک کراس کی طرف دیکھا اور اُس کے قریب آبیٹھی۔

ربیعہ نے کہا۔ ”آنجلہ رات کے وقت یہاں تم نے دو اجنبی دیکھے تھے؟“

آنجلہ نے جواب دیا۔ ”میں ابھی کھڑکی کے سامنے کھڑی انہیں دیکھ رہی تھی۔

”مجھے شک ہو رہا تھا کہ میں شاید کوئی خواب دیکھا ہے۔“

آنجلہ نے کہا۔ ”اگر تمہیں یہ علم ہو کہ اس وقت کہاں ہیں تو تم یہ کہو کہ ہم جائے میں بھی ایک خواب دیکھ رہی ہیں۔“

ربیعہ نے کہا۔ ”میں شاید۔۔۔ بگھی سے گر کر بے ہوش ہو گئی تھی۔ لیکن یہ حادثہ دوپہر کے تھوڑی دیر بعد پیش آیا تھا۔ اس کے بعد جب مجھے ہوش آیا تو شاید رات کا وقت تھا۔ کمرے میں شمع جل رہی تھی۔ میرے خیال میں ہم غرناطہ کی فوجی چوکی میں ہیں۔“

”نہیں، ہم اس سڑک سے کئی کوس دور پہنچ چکے ہیں۔ تمہیں بے ہوشی کی حالت میں ہمارے ساتھ یہاں لاایا گیا تھا۔ ربیعہ تم ہمیشہ یہی کہا کرتی ہو کہ میرے دل میں تمہارے لئے کوئی ہمدردی نہیں۔ لیکن مریم مقدس کی قسم! میں سارا راستہ تمہارے لئے روئی رہی، ہم یہاں آدمی رات کے وقت پہنچے ہوں گے۔ جو شخص تمہارا علاج کر رہا ہے اس کے متعلق اب اجان کا خیال ہے کہ وہ ہسپانیہ کا بہترین جراح ہے۔“

”لیکن اس وقت ہم ہیں کہاں؟“

”ربیعہ! تم سن کر یقین نہیں کرو گی، ہم اس وقت عتاب کی وادی میں ہیں۔“

”عقاب کی وادی میں؟ نہیں تم مذاق کرتی ہو۔“ ربیعہ نے اٹھ کر بیٹھنے کی کوشش کی لیکن اپنے دُکھتے ہوئے سر دونوں ہاتھوں میں پکڑ کر لیٹ گئی۔ آنجلا!

آنجلا!! سچ بتاؤ مجھے پریشان نہ کرو۔“

”سچ تو کہہ رہی ہوں۔“

”ولیکن یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی۔“

”ربیعہ! تم یہ بھی نہیں مانو گی کہ تم سرحدی عقاب کو دیکھ چکی ہو۔ اور صرف دیکھ ہی نہیں چکی بلکہ۔ مجھے ڈر ہے کہ تم اڑ پڑو گی۔ لیکن مریم کی قسم میں جھوٹ نہیں کہتی۔ تمہیں چند ساعت اس کے قریب رہنے کا شرف بھی حاصل ہو چکا ہے۔“

”کیا مطلب“ ربیعہ نے بدحواس ہو کر سوال کیا۔

”میرے مطلب ہے کہ تم اپنی زندگی کے چند قیمتی لمحات اس کے ساتھ گزار چکی ہو۔“

”آتی! آتی!! آنجلا کو منع کیجیے۔“

میریا نے ہنسنے ہوئے کہا۔ ”آنجلا درست کہتی ہے لیکن اس میں گھبرا نے کی کیا بات ہے۔ تم بے ہوش تھیں۔“

ربیعہ عاجز سی ہو کر آنجلا کی طرف دیکھنے لگی۔ آنجلا نے اپنی بخشی ضبط کرتے ہوئے کہا۔ ”ربیعہ! گھبرا نے کی کوئی بات نہیں۔ وہ تمہیں گھوڑے پر اپنے ساتھ بٹھا کر یہاں لاایا تھا۔ اگر تمہاری جگہ میں بے ہوش ہوتی تو میرے ساتھ بھی یہی ہوتا۔ میرا خیال تھا کہ عقاب کوئی پر لے درجے کا حصہ آدمی ہو گا لیکن وہ تو شاید کوئی فرشتہ ہے۔ آبا جان تمہیں ہوش میں لانے سے نا امید ہو چکے تھے لیکن اس نے ایک لمحہ کے لئے تمہاری بخش پر ہاتھ رکھا اور تمہیں اٹھا کر اپنے گھوڑے پر ڈال لیا اور آبا جان

کو تسلی دیتے ہوئے کہا۔ ”میں اس اندرس کے بہترین جراح اور طبیب کے پاس لے جا رہا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ اس جان نقچ جائے گی۔ آپ میرے آدمیوں کے ساتھ چلے آئیں۔ مجھے اپنے دوست سمجھیں اور ابا جان نے کہا۔ میں یہ نہیں جانتا کہ آپ کون ہیں لیکن اگر آپ میری اڑکی کی جان بچا سکیں تو میرا سونے اور جواہر سے بھرا ہوا صندوق آپ کا ہے۔“

اُس نے کہا۔ ”آپ مجھے نیکی کی قیمت وصول کرنے والوں میں شمار نہ کریں۔ میرے آدمی آپ کے سونے اور جواہرات کی بھی حفاظت کریں گے۔“ یہ کہہ کر اُس نے گھوڑے کو ایڑ لگادی۔ ہم جب آدمی رات کو یہاں پہنچتے تو ہمیں معلوم ہوا کہ تم ہم سے بہت پہلے یہاں پہنچ چکی ہو۔“

”اچھا تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا کہ وہ سرحدی عقاب ہے۔“

”ابھی تمہارے جاگنے سے تھوڑا یہ ریپہلے ابا جان یہ بتا گئے ہیں۔“

”تو کیا وہ نقاب پوش جس نے اپنی جان خطرے میں ڈال کر ہماری بگھسی کے گھوڑے روکے تھے، سرحدی عقاب تھا۔“

ہاں اور رات کے تیرے پہر جب تمہیں ہوش آیا تو وہ تمہاری مزاج پر سی کو آیا تھا۔ اس سے پہلے بھی وہ دو تین بار تمہارے متعلق پوچھنے کے لئے آپ کا ہے۔ آج صحیح وہ آیا تھا۔ اس کے سپاہیانہ لباس سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ کسی مہم پر جا رہا ہے۔ اُس نے ابا جان سے بھی کہا تھا کہ میں شاید شام تک نہ آؤں اور تمہارا طبیب تو شاید ساری اس کرنی پر ابیٹھا رہا ہے۔ جب میں اٹھی تھی تو وہ تمہاری بغض دیکھ رہا تھا۔

ربیعہ نے پوچھا۔ ”ابا جان کہاں ہیں؟“

انجلانے پوچھا۔ ”ابا جان کہاں ہیں؟“

انجلانے جواب دیا۔ ”وہ دوسرے کمرے میں طبیب کے ساتھ کوچوان کو دیکھنے گئے ہیں۔ اس بے چارے کو کافی چوٹیں آئی ہیں۔“

(۲)

تین دن بعد ربیعہ کے سرک تکلیف قدرے کم ہو چکی تھی لیکن گھٹنے میں درد کے باعث وہ سہارے کے بغیر چلنے کے قابل نہ تھی۔ وہ شہسوار جس نے اُس کی جان بچائی تھی اور وہ طبیب جو اُس کا اعلان کر رہا تھا بر بن مغیرہ اور بشرین حسن تھے۔ ابو داؤد اس بات پر حیران تھا کہ سرحدی عقاب اُن کی مدد کے لئے اچانک وہاں کیسے پہنچ گیا۔ گزشتہ تین دن میں اس نے بر بن مغیرہ کے سامنے فرڈی نینڈ اور اس کے حکام کے مظالم کی داستانیں بیان کر کے کسی حد تک اس کا اعتماد کر لیا تھا۔ نماز جمعہ کے بعد اس نے بر بن مغیرہ کے ساتھیوں کے سامنے ایک پر جوش تقریر کی اور اندلس میں عیسائیوں کے محکوم مسلمانوں کی تباہ حالی کی اس قدر دردناک تصویر پیش کی کہ سامعین پر رفت طاری ہو گئی۔ پھر اس نے اندلس میں مسلمانوں کے ماضی کی روح پرور داستانیں سنائیں۔ بر بن مغیرہ اور اس کے ساتھیوں کی جنگ آزادی کی دل کھول کر تعریف کی اور اختتام پر یہ کہا ”ہم اپنے مستقبل کے متعلق کوئی غلط فہمی نہیں ہونی چاہیے۔ اگر ہم نے متحداً اور منظم ہو کر فرڈی نینڈ کے خلاف فیصلہ کرنے جنگ نہ اڑنے کا فیصلہ نہ کیا، ہم آہستہ آہستہ مٹا دئے جائیں گے۔ تمہارے لئے میرا یہی پیغام ہے کہ بزرگی کی زندگی سے بپادری کی موت بہتر ہے اور یہی پیغام میں اہل غرباطہ کے پاس لے کر جا رہا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ ابو الحسن ہماری مظلومیت کا حال سن کر دشمنان اسلام کے خلاف جہاد کا اعلان کرنے میں تاخیر نہیں کرے گا۔“ تقریر کے بعد جب وہ بر را اور بشیر کے ساتھ اپنی قیام گاہ کی طرف واپس آ رہا

تھا تو بدر بن مغیرہ نے کہا۔ ”مجھے یقین ہے کہ غرناطہ میں رہ کر آپ مسلمانوں میں ایک نئی روح پھونک سکیں گے۔“

ابوداؤد نے مغموم لمحے میں جواب دیا۔ ”میں اپنا فرض پورا کروں گا۔ لیکن لوگ ایک اجنبی کی باتوں پر زیادہ توجہ نہیں دیا کرتے۔“

بشير نے جھکختے ہوئے کہا۔ ”اگر آپ بُرانہ مانیں تو میں ایک سوال پوچھنے کی جرأت کروں“ ابوداؤد نے جواب دیا۔ ”اگر آپ بھی مجھ سے کچھ پوچھتے ہوئے ہچکچائیں تو یہ مجھ پر خلم گا۔“ بشير نے کہا ”آپ کو خدا نے دین کے علم کی دولت سے مالا مال کیا ہے اور آپ اتنے باعمل ہیں کہ آپ کو خدا نے دین کے علم کی دولت سے مالا مال کیا ہے اور آپ اتنے باعمل ہیں کہ آپ رات کے وقت تہجدے کے لئے بھی اٹھتے ہیں اور آپ کی زبان میں جادو ہے لیکن ایک بات پر حیران ہوں گہ۔۔۔۔۔ آپ۔۔۔۔۔“

ابوداؤد نے اس کافقرہ پورا کرتے ہوئے کہا۔ ”آپ حیران ہیں کہ ان سب باتوں کے باوجود میری اپنی بیوی اور اڑکی عیسائی مذہب پر قائم ہیں۔ یہی کہنا چاہتے تھے؟ آپ؟“

بشير نے حیران ہو کر کہا۔ ”ہاں میں یہی پوچھنا چاہتا تھا۔ مجھے یقین ہے کہ آپ کے پاس اس کی معقول وجہ ہو گی۔“

”اس کی ایک وجہ ہے کہ لیکن میں یہ نہیں کہتا کہ وہ معقول ہے۔ اس کے متعلق آپ جیسے مجاہدوں کا فتویٰ زیادہ صحیح ہو گا۔ یہ میری دوسری بیوی ہے۔ پہلی بیوی ایک مسلمان تھی اور اس کی اڑکی بھی مسلمان ہے۔ لیکن میری یہ بیوی مر سیہ کے ایک عیسائی خاندان سے ہے اور اس کے ساتھ شادی سے قبل مجھے اس بات کا علم تھا کہ

میں شادی کے بعد عیسائیوں کی سلطنت میں رہ کر اسے تبدیلی مذہب پر آمادہ نہیں کر سکتا۔ اس کے باوجود میں نے اس کے ساتھ اس لئے شادی کی کہ میں عیسائیوں کی حکومت میں ایک آزاد خیال مسلمان سمجھا جاؤں۔ میں اپنی قوم کی مظلومیت اور ذات برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ میں انہیں ایک انقلاب کے لئے آمادہ کرنا چاہتا تھا۔ میں نے عیسائی بیوی کو اپنے لئے ڈھال بنایا۔ آج تک میں نے اپنے مقاصد اس پر ظاہر نہیں ہونے دئے۔ یہاں تک کہ وہ بھی مجھے اندرس کے ان ہزاروں مسلمانوں سے مختلف خیال نہیں کرتی جو مذہب سے بہت دور جا چکے ہیں بلکہ اپنے ہم مذہبوں میں جا کر دکھتی ہے کہ میں اسلام کی نسبت عیسائیت سے زیادہ قریب ہوں۔

ان باتوں سے میں نے فائدہ اٹھایا ہے کہ میں کئی شہروں میں مسلمانوں کی انقلابی جماعتیں تیار کر چکا ہوں۔ آپ حیران ہوں گے کہ میں گزشتہ دس سال سے قسطلہ میں ہوں۔

بڑے بڑے عیسائی امراء کے گھروں تک میری رسائی ہے لیکن آج تک کسی کو یہ علم نہیں ہوا کہ میں ان کی سلطنت کے خلاف سرگرم عمل ہوں۔ آپ کو میرے طریق کار پر نکتہ چینی کرنے کا حق ہے لیکن میری نیت خدا کو معلوم ہے۔ اس عورت کے ساتھ شادی کرنے سے قبل میں یہ محسوس کرتا تھا کہ حکومت کے جاسوس ہر وقت میرے پیچھے لگے رہتے تھے لیں اس سے شادی کرنے کے بعد میری مشکلات بہت کم ہو گئی ہیں۔

اور جو کچھ میں نے گزشتہ بیس برس میں کیا ہے اس کا نتیجہ اس وقت ظاہر ہو گا۔ جب ابوالحسن یا اس کے بعد غرناطہ کا کوئی اور تاجدار عیسائیوں کے خلاف اعلان جہاد کرے گا۔ اب شاید آپ میرے وہاں سے فرار ہونے کی وجہ پوچھنا چاہیں۔

میں وہاں سے اس لئے نہیں بھار کا۔ کہ حکومت کو میری سازشوں کو علم ہو گیا ہے۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ قسطلہ کے شاہی گھرانے کا ایک نوجوان میری چھوٹی اڑکی کے ساتھ شادی کرنا چاہتا تھا۔ انہوں نے میری بیوی کو اس بات پر آمادہ کر لیا تھا اور میرے گزشتہ طرز عمل کے باعث میری بیوی کو یہ یقین تھا کہ میں ایک عیسائی نوجوان کے ساتھ اپنی اڑکی کی شادی کی مخالفت نہیں کروں گا۔ لیکن مجھے جب اس بات کا عمل ہوا تو آپ میری حالت کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ اس سے قبل میں سوچا کرتا تھا کہ میں اپنا کام پورا کرنے کے بعد غرناطہ چلا جاؤں گا اور اپنی عیسائی اڑکی اور بیوی کو مسلمان کر لوں گا۔ اب مجھے احساس ہوا کہ پانی سر سے گزر رہا ہے۔ میںے اس رشتہ کی مخالفت کی تو مجھے یہ ڈر تھا کہ اگر انہیں معلوم ہو گیا کہ میں ہجرت کر کے غرناطہ جا رہا ہوں تو میرے بیوی شاید اپنی مرضی سے میرا ساتھ نہیں دے گی اور اڑکی جو اس شادی پر رضامند نہ تھی مجھ سے زبردستی چھین لی جائے گی۔“

بیشتر نے پوچھا۔ ”تو اڑکی کی شاہی گھرانے کے نوجوان کے ساتھ شادی کرنے پر رضامند نہ تھی۔“

”دنہیں۔ اس نوجوان کی ایک آنکھ تیر لگانے سے ضائع ہو گئی تھی۔“

بدربہن مغیرہ نے سوال کیا۔ ”تو آپ یہاں تک کیسے پہنچے؟“

”میں نے تدبیر سے کام لیتے ہوئے اس شادی کی مخالفت ترک کر دی۔ میں نے اپنے ایک دوست سے خط لکھوا�ا اور اس خط کو اپنے گھر بھجوانے کے لئے اُسی کے نوکر کی خدمات حاصل کیں۔ اُس نے میری ہدایات پر عمل کرتے ہوئے رات کے وقت وہ خط ہمارے گھر پہنچا دیا۔ اس خط میں میں نے یہ لکھوا�ا تھا کہ آنجلہ کا نانا قریب المرگ ہے اور وہ اپنی بیٹی اور نواسی کو دیکھئے بغیر اس جہاں فانی سے رخصت

نہیں ہونا چاہتا۔ ایسی خبریں سننے کے بعد عورتیں عام طور پر تفصیلات میں نہیں جاتیں۔ اس خط میں چونکہ وراثت کی تقسیم کا بھی ذکر تھا، میری بیوی مریمہ کے لبے سفر کے لئے تیار ہو گئی۔ انجلا کو اس شادی سے انفرت تھی۔ تیجہ یہ ہوا کہ ہم نے علی الصباح جانے کا فیصلہ کر لیا۔ ربیعہ کو میں پہلے ہی سمجھا چکا تھا۔ چنانچہ اس نے بھی یہ کہہ دیا کہ وہ اپنی سوتیلی ماں کے باپ کی تیمارداری کے لئے ضرور جائے گی۔ لیکن ہمیں ایک اور تکلیف پیش آئی۔ رات کے وقت ہم کھانا کھانے بیٹھے تو وہ کانا آگیا۔ جب اُسے یہ معلوم ہوا کہ ہم صحیح مریمہ جانے والے ہیں تو وہ بھی ہمارے ساتھ چلنے کے لئے تیار ہو گیا۔ میں نے مخالفت کی لیکن تیریا نے اس کی طرفداری کرتے ہوئے کہا کہ اس کی بدولت ہمارا سفر بہت آسان ہو جائے گا اور میں نے مجبوراً ہتھیار ڈال دئے۔

علی الصباح جب ہم بگھسی پر سواری ہو رہے تھے۔ وہ گھوڑا بھگا تا ہوا آیا اور ہمیں یہ خبر دی کہ وہ راستے کی چوکیوں کو ہمارے سفر کے لئے گھوڑے تیار رکھنے کی ہدایت بھجوا چکا ہے۔ راستے میں اس کی وجہ سے ہمیں کوئی تکلیف نہ ہوئی لیکن جوں جوں مریمہ قریب آ رہا تھا میری پریشانی میں اضافہ ہو رہا تھا۔ اس کا گھوڑا ہر وقت ہماری بگھسی کے آگے یا پچھے رہتا تھا۔

بگھسی کو کوچوان میرا پرانا نوکر تھا اور اُسے میرے ارادے کا علم تھا۔ اس نے مجھے مشورہ دیا کہ اس شخص سے جان چیڑائے بغیر ہمارا غرناطہ پہنچانا ممکن ہے۔ چنانچہ میں ایک تلخ فیصلہ کرنے پر مجبور ہو گیا۔ ایک دوپہر جب میریا بگھسی میں اوپنگھٹے اوپنگھٹے انجلا کی گود میں سر رکھ کر سوگی تو میں نے انجلا سے کہا۔ ”سے کہا۔“ انجلا! تمہیں معلوم ہے کہ میں تمہیں کہاں لے جا رہا ہوں؟“

اُس نے جواب دیا۔ ”آپ ہمیں مر سیہے لے جا رہے ہیں اور کہاں۔“
میں نے کہا۔ ”میں تمہیں اُس شخص سے بچانا چاہتا ہوں اور اس مقصد کے لئے
میں مر سیہے کی بجائے غرناطہ جا رہا ہوں۔“

اُس نے آنکھوں میں آنسو بھرتے ہوئے کہا۔ ”آبا جان! اس کے ساتھ شادی
کرنے کی بجائے میں موت کو ترجیح دوں گی۔ میں اس سے بچنے کے لئے ہر جگہ
جانے کو تیار ہوں۔“

میں نہ کہا۔ ”یہاں سے تھوڑی دُور آگے غرناطہ کی سڑک اس سڑک سے الگ
ہوتی ہے لیکن یہ سائے کی طرح ہمارے پیچے لگا ہوا ہے۔ اگر ہم نے راستہ بدلا تو اگلی
چبوکی پر ہمیں یہ روک لے گا اس سے چھٹکارا حاصل کرنے کا صرف ایک راستہ ہے۔
“

انجلا نے کچھ سوچ کر کہا۔ ”آبا جان! وہ اس وقت ہمارے پیچے ہے۔ آپ
کے پاس مان ہے اور آپ تیر چلانا جانتے ہیں۔“
میں نے کہا۔ ”لیکن مجھے تمہاری ماں کا ڈر ہے۔“

اُس نے کہا۔ ”آمی جان سورہی ہیں۔ آپ جلدی کہیں۔
میں نے کچھی کھڑکی سے جھاٹک کر دیکھا وہ کوئی پچاس گز دور تھا اور ایک فخش
گیت گاتا آرہا تھا۔ میں نے کوچوان کو سمجھی کی رفتار کم کرنے کا حکم دیا۔ جب
ہمارے درمیان بہت سوچھوڑا فاصلہ رہ گیا تو میں نے تیرے چلا دیا اور ساتھ ہی کوچوان کو
سمجھی تیز کرنے کی ہدایت کی۔ وہ تیر کھا کر گھوڑے سے نیچے گر پڑا۔ تاہم مجھے ڈر تھا
کہ اگر وہ زندہ رہا تو فوراً سارے اندرس میں ہماری تلاش شروع ہو جائے گی۔ اس
لئے میں نے پوری رفتار سے اپنا سفر جاری رکھا۔

جب میریا کی آنکھ کھلی تو اسے ہم نے بتادیا کہ وہ آگے نکل گیا ہے اور اس کے بعد ہم نے اسے یہ معلوم نہیں ہونے دیا کہ ہم راستہ بدل چکے ہیں۔ لیکن سرحد کی آخری چوکی عبور کرتے ہی مجھے اپنے پیچھے چند سوار دکھانی دئے۔ مجھے ان کی رفتار سے شک ہوا اور میں نے کوچوان کو بگھی تیز کرنے کا حکم دیا۔ بارش کی وجہ سے سڑک بہت خراب تھی۔ بہر حال خدا کا شکر ہے کہ بگھی تیز کرنے کا حکم دیا۔ بارش کی وجہ سے سڑک بہت خراب تھی۔ بہر حال خدا کا شکر ہے کہ بگھی تیز کرنے کا حکم دیا۔ بارش کی وجہ سے سڑک بہت خراب تھی۔ بہر حال خدا کا شکر ہے کہ بگھی اس وقت ٹوٹی جب آپ ہماری مدد کے لئے پہنچ چکے تھے۔ ہمیں سرحد تک پہنچ کا موقع غالبًا اس لئے ملا کہ پہلے ہماری تلاش مریسیہ کی سڑک پر کی گئی ہو گئی اور وہاں ہمارا سراغ نہ ملنے پر انہوں نے غرناطہ کی سڑک کی طرف توجہ کی گئی یہ سب آپ کے اس سوال کا جواب ہے کہ میں نے اتنخلا اور میریا کو ابھی تک مسلمان کیوں نہیں بنایا۔ اب آپ سے ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں۔“

بدرنے کہا۔ ”اب آپ کو ہر بات پوچھنے کا حق ہے۔“

ابوداؤد نے کہا۔ ”آپ کا علاقہ ہمارے راستے سے کافی دور تھا۔ اگرچہ عقاب کی پرواز کہ حدود معین نہیں ہوتیں لیکن آپ ہماری مدد کے لئے وہاں اس طرح پہنچ جیسے پہلے سے وہاں تیار کھڑے تھے۔“

بدربن مغیرہ نے جواب دیا۔ ”بات یہ ہے کہ کچھ عرصہ سے غرناطہ کی حکومت کے ساتھ ہمارے تعلقات بڑی حد تک دوستانہ ہیں۔ انہوں نے سرحد کے کچھ علاقے کی حفاظت میرے سپرد کر لکھی ہے اور کبھی کبھی مجھے ان کی چوکیوں کا معاشرہ کرنے کے لئے جانا پڑتا ہے۔ اس دن بھی میں یہ دیکھنے کے لئے اکا تھا کہ بارش

کی وجہ سے پاہی اپنے اپنے گوشوں میں دبک کر بیٹھے ہوئے ہیں یا اپنے پہروں موجود ہیں۔ راستے میں مجھے آپ مل گئے۔ میری اصل قیام گاہ یہاں سے بہت دور ہے۔ یہ قلعہ جسے آپ نے رونق بخشی ہے ہمارے علاقے کے ایک سرے پر ہے۔“

ابوداؤ نے کہا۔ ”سرحد کی نگرانی جس شخص نے بھی آپ کو سونپی ہے میں اس کی نگاہِ انتخاب کی داد دیتا ہوں اور غرناطہ اگر اپنی تمام سرحدوں کی حفاظت کی ذمہ داری آپ کو سونپ دیتو یہ اس کی خوش قسمتی ہوگی۔“

”دنہیں۔ میں اتنی بڑی ذمہ داری سنبھالنے کے قابل نہیں۔“

ابوداؤ نے کہا۔ ”غرناطہ میں میری کسی کے ساتھ واقفیت نہیں۔ اگر آپ مجھے جانے سے پہلے دو چار مخلص آدمیوں کے نام بتادیں تو مجھے سہولت ہوگی۔“

بدر بن مغیرہ نے کہا۔ ”میں ایک ایسے آدمی کو خط لکھوں گا جس کی بدولت آپ سارے غرناطہ سے واقف ہو جائیں گے۔ لیکن میرے خیال میں آپ کو کافی دن یہاں ٹھہرنا پڑے گا۔ کیوں بیشران کی صاحبزادی کب تک چلنے پھرنے کے قابل ہو جائیں گی؟“

بیشران نے جواب دیا۔ ”ان شاء اللہ ایک ہفتے میں بالکل تدرست ہو جائیں گی۔“

(۳)

یہ قلعہ جس میں ابوداؤ، بدر بن مغیرہ کے مہمان کی حیثیت میں ٹھہرا ہوا تھا، اپنے محل و قوع کے اعتبار سے بیرونی حملے سے محفوظ نہ تھا۔ اس کی فصیل بھی اس قدر محفوظ نہ تھی کہ باہر سے کسی بڑے حملے کی روک تھام کر سکے۔ ازنشل کے ساتھ ملاقات کے بعد بدر بن مغیرہ غرناطہ کی سرحد کی چوکیوں کا معاشرہ کرنے کے لئے کبھی کبھی یہاں ٹھہرا کرتا تھا۔ یہ قلعہ غرناطہ کی حدود میں تھا اور قسطلہ اور غرناطہ نے چونکہ

ابھی تک ایک دوسرے کے خلاف اعلان جنگ نہیں کیا تھا اس لئے بدر نے کسی فوری حملے کا خطرہ محسوس نہ کرتے ہوئے اس کی حفاظت کے لئے بہت تمثیلے سے پاہی رکھے تھے تاہم قسطلہ کی سرحد کے آس پاس اُس کے جاسوس اور پیریدار ہر وقت چوکس رہتے تھے۔ ابو داؤد کی آمد کے بعد اُس نے پیریداروں کی تعداد میں کچھ اضافہ کر دیا تھا۔ عام طور پر وہ نئے انظمامات دیکھنے اور سرحدی چوکیوں کے افسروں کو ہدایات دینے کے لئے دو چار دن اس قلعہ میں ٹھہر کر جنگل میں اپنے مستقر کو لوٹ جایا کرتا تھا اور وہاں غرناطہ سے آنے والے نئے پاہیوں اور افسروں کو تربیت دیا کرتا تھا۔ لیکن ابو داؤد کی وجہ سے اسے اپنی مرضی کے خلاف یہاں رُکنا پڑتا تاہم وہ دوسرے یا تیسرا دن وہاں ضرور جاتا اور اپنے جانبازوں کو ضرور کی ہدایات دینے کے بعد واپس آ جاتا۔ اگرچہ ابو داؤد نے اپنا من گھڑت افسانہ سنانا کر کسی حد تک اس کا اعتماد حاصل کر لیا ہونے کی اجازت دینے کا روادار نہ تھا۔ یہی وجہ تھی کہ ربیعہ کو علاج کے لئے اپنے مستقر لے جانے کی بجائے اُس نے بشرین حسن کا جنگل سے اس جگہ بلا لیا تھا۔

ایک ایسے باپ کے سوا جو اس کی ماں کی موت کے ایک سال بعد ایک نصرانی لڑکی سے شادی کر چکا تھا، ربیعہ کا اس دنیا میں اور کوئی نہ تھا۔ جب اُس نے ہوش سنبھالا تو اُسے بتایا گیا کہ ماں کی وفات کے وقت اس کی عمر ایک سال سے بھی کم تھی۔ اُس نے اپنی عمر کے ابتدائی تیرہ برس کا زیادہ حصہ طیپطلہ میں اپنے ماموں کے پاس گزارا۔ عیسائیوں کے بڑھتے ہوئے مظالم نے دوسرے لوگوں کی طرح اس کے ماموں کے خدامندن کے بہت سے لوگوں کو غرناطہ ہجرت کرنے پر مجبور کر دیا۔ ربیعہ کے ماموں اسے اپنے ساتھ لے جانا چاہتا تھا۔ لیکن ابو داؤد کے سامنے اُس کی پیش

نہ گئی اور ربیعہ کو اپنے باپ کے پاس قسطلہ آنا پڑا۔ قسطلہ میں ربیعہ کے لئے اپنے باپ کے گھر کا حوال بالکل نیا تھا۔ اس کی سوتیلی ماں اور بہن عیسائی مذہب کی پابند تھیں۔ اُس کے باپ کی عزت اور عیسائی اُسے ایک آزاد خیال مسلمان کے نام سے یاد کرتے تھے۔ وہ عیسائیوں کی محفل میں قرآن پڑھتا اور نہایت عالمانہ تقریریں کرتا۔ اعلیٰ طبقہ کے عیسائی راہبوں کو یہ معلوم تھا کہ ایک مسلمان کے بھیں میں وہ فرزندان توحید کا بدترین دشمن ہے۔ اس لئے وہ دوسرے مسلمانوں کی طرح اُس کے مذہب تبدیل کرنے پر مصروف ہوئے۔

بعض دوراندیش مسلمان اس پرشک کرتے تھے لیکن عوام کی اکثریت کو وہ یقین دلا چکا تھا کہ با دشہ کے دربار اور عیسائیوں کے گرجوں میں جا کر وہ جو کچھ مسلمانوں کے لئے کر رہا ہے وہ مسجد میں بیٹھ کر نہیں کر سکتا۔ وہ مختلف شہروں میں جاتا اور حریت پسند مسلمانوں کی خفیہ تنظیمیں تیار کرتا اور ان شہروں کے ”شوریدہ“ مسلمانوں کے ساتھ اچھی طرح متعارف ہونے کے بعد وہاں کے عیسائی حکام کو باخبر کر کے غائب ہو جاتا۔ عیسائی حکام انہیں ایک ایک کر کے پکڑ لیتے اور ان پر مقدمہ چلائے بغیر انہیں موت کے گھاٹ اٹا رہ دیتے۔ ان خدمات کے صلہ میں ابو داؤد فردی نینڈ سے سنبھلی تمنگہ اور قسطلہ کے لارڈ بیشپ سے چاندی کی صلیب حاصل کر چکا تھا۔

ربیعہ عادات و خصائص میں اپنے باپ کے عین ضد تھی۔ اس کی وجہ غالباً یہ تھی کہ اس نے بچپن کے تیرہ برس اپنے ماں کے ہاں گزارے تھے۔ ماں کے گھر کی تعلیم نے اُسے اسلام سے محبت کرنا سکھایا تھا اور مسلمانوں کی موجودہ بے کسی او ر مظلومیت کے احساس نہ اُس کے دل میں قسطلہ کی عیسائی حکومت کے خلاف

انفرت کا جذبہ پیدا کر دیا تھا۔ بچپن کے احساسات پنجتہ نہیں ہوتے لیکن ربیعہ کو اپنے باپ کے گھر کا تلخ ماحول ہمیشہ ماموں کے گھر کی یاد دلاتا رہا اور اس یاد کے ساتھ بچپن کی جود پچیاں وابستہ تھیں وہ اُس کی اُداس اور غمگین زندگی کا جزو بنی رہیں۔ جب اُس کی سوتیلی بہن انجلہ کو شہر کا ایک پادری انجیل پڑھانے آتا تو اُسے وہ بزرگ صورت عالم یاد آتے جو اُسے ماموں کے گھر قرآن پڑھانے آیا کرتے تھے اور جب انجلہ کی ماں اُسے یہ سمجھاتی کہ وہ بھی اپنی سوتیلی بہن کے ساتھ انجیل پڑھا کرے تو وہ اس کی نصیحت پر عمل کرنے کی بجائے دوسرا کمرے میں قرآن لے کر بیٹھ جاتی۔

انجلہ ہر اتوار ماں کے ساتھ گرجے جاتی اور ربیعہ اپنے ایک مسلمان ہمسایہ کی بیوی کے یہاں چلی جاتی جو اس کی ماں کی نیبیلی روپ چکی تھی۔

دو سال قسطلہ میں رہنے کے بعد اُسے پتہ چلا کہ اس کا ماموں اور اس کے خاندان کے چند اور افراد غرناطہ چھوڑ کر مرآکش چلے گئے ہیں۔ اس خبر سے پہلے وہ اپنے دل کو تسلی دیا کرتی تھی کہ قدرت اُسے کبھی نہ کبھی غرناطہ جانے کا موقع دے گی اور وہ طالیطہ کے نچھڑے ہوئے عزیزوں کو دیکھ سکے گی۔ وہ خدا سے دُعا بھی کیا کرتی تھی۔ لیکن جب اُسے پتا چلا کہ وہ مرآکش جا چکے ہیں تو اُس کا دل ٹوٹ گیا اور وہ کئی دن تک چھپ چھپ کر آنسو بہاتی رہی۔

ابو داؤد اپنی تمام برائیوں کے باوجود ربیعہ سے بے حد محبت کرتا تھا۔ میریا کو اکثر یہ شکایت رہتی کہ وہ انجلہ سے زیادہ اُسے چاہتا ہے اور وہ اُس کے جواب میں یہ کہہ کر خاموش ہو جاتا کہ تمہاری موجودگی میں انجلہ کو میری محبت کی ضرورت نہیں لیکن ربیعہ کا اس دنیا میں میرے سوا کوئی نہیں۔

میریا ایک تند مزاج عورت تھی اور ربیعہ کو اپنے طرز عمل سے انفرت کرنا سکھا دیا تھا۔ انجلاء غروہ اور تنگبرانی ماں سے ورشہ میں ملا تھا لیکن اُس کے پہلو میں ایک ایسا دل تھا کہ وہ اپنی ماں کی طرح ربیعہ کی محبت کا جواب خوارت سے نہ دے سکتی تھی بلکہ بعض اوقات یہ محسوس کرتی تھی کہ اس کی ماں کی طرف سے کوئی زیادتی ہوتی ہے تو وہ ربیعہ کی طرفداری کرتی لیکن مذہب کے معاملے میں وہ اپنی ماں کی طرح متعصب تھی۔ ربیعہ اُن کے ساتھ مذہبی بحث میں اٹھنے سے پرہیز کرتی لیکن پھر بھی اس کے لئے میریا اور انجلاء کی بعض باتیں ناقابل برداشت ہوتیں اور وہ اُن کیساتھ جھگڑ نے پر مجبور ہو جاتی۔ ان جھگڑوں میں منطق سے زیادہ جذبات سے کام لیا جاتا۔ میریا اور انجلاء سے فرڈی نینڈ کی شان و شوکت اور روما کی عیسائی حکمرانوں کے جاہ و جلال سے مرعوب کرنے کی کوشش کرتیں اور اس کے جواب میں انہیں طارق، موسیٰ، عبد الرحمن اعظم، یوسف بن تاشفین کی داستانیں سناتی۔

میریا اور انجلاء یہ کہتیں کہ اُن کے نواس راہب کو بشارت ہوتی ہے کہ مسلمانوں کو اندرس سے نکالنے کے لئے خدا نے فرڈی نینڈ کو منتخب کیا ہے اور وہ جواب میں یہ کہتی کہ میں نے جواب میں ابو الحسن کو قسطلہ پر اسلام کا جھنڈا الہارتے ہوئے دیکھا ہے۔

مغیرہ کے قتل کی خبر سن کر قسطلہ کے تمام عیسائیوں کی طرح میریا اور انجلاء نے بھی خوشی منانی لیکن ربیعہ کو اس قدر صدمہ ہوا کہ اُس نے تین دن کسی سے بات نہ کی۔ اس کے بعد سرحدی عقاب کے ہاتھوں کاؤنٹ سینٹ یا گوکی شنکست کی خبر سن کر جس قدر ربیعہ خوش تھی اسی قدر اس کی سوتیلی ماں اور بہن مغموم تھیں۔

اس کے بعد ان کے گھر میں مذہب کے نام پر جو جھگڑا شروع ہوتا اس میں کسی

نہ کسی طرح سرحدی عقاب کا ذکر ضرور آ جاتا۔ میریا اور انجلاء جس قدر اُس کے نام سے چڑھتیں ربیعہ اسی قدر اس کے بہادرانہ کارناموں کو بڑھا بڑھا کر پیش کرتیں۔ رات کے وقت جب انجلاء اور میریا مریم کے مجسمے کے سامنے دوزانو ہو کر عیسائیوں کی فتح کے لئے مانگتیں تو ربیعہ الگ کمرے میں نماز کی بعد سرحدی عقاب کی فتح کے لئے دعا کرتی۔ ایک مرتبہ میریا نے ابو داؤد سے شکایت کی کہ ربیعہ ہمارے بادشاہ کے دشمن کو اچھا سمجھتی ہے تو ابو داؤد نے اُسے ڈانٹ ڈپٹ کے بعد سمجھایا۔ ”ربیعہ اگر تم یہ نہیں چانتیں کہ حکومت میں باغی قرار دے کر پھانسی پر لنکا دے تو خدا کے لئے سرحدی عقاب ایک باغی ہے اور وقت آنے پر فرڈنینڈ کی افواج اُسے کچل کر کھدیں گی۔“

ربیعہ کو پہلی بار احساس ہوا کہ اُس کا باپ اپنے علم و فضل کے باوجود ان لوگوں سے مختلف نہیں جنہوں نے اندرس کے مسلمانوں کی نشأۃ ثانیہ سے مايوں ہو کر مستقبل کی تمام توقعات اپنے عیسائی آقاوں کے ساتھ وابستہ کر دی ہیں۔

اس کے بعد وہ اپنے باپ کی سرگرمیوں کا زیادہ گہری نظر سے مطالعہ کرنے لگی آہستہ آہستہ اُسے یہ محسوس ہونے لگا کہ گھر سے اُس کے باپ کے اکثر غیر حاضر رہنے کا باعث سیرو سیاحت کا شوق نہیں بلکہ وہ در پردہ فرڈی نینڈ کے لئے اہم خدمات سرانجام دے رہا ہے۔ اُسے اپنی تہائی اور اجتنب کا احساس ہونے لگا اور عمر کے ساتھ ساتھ اس کا احساس ترقی کرتا گیا۔ مسلمانوں کے روشن مستقبل کا تصور کر کے جو لوے اس کے دل میں پیدا ہوا کرتے تھے وہ مٹتے چلے گئے۔ اُس پر ایک ذہنی جمود طاری ہونے لگا۔ زندگی اس کے لئے صبح و شام کے ایک نہ ٹوٹنے والے تسلسل کا نام رہ گئی۔

لیکن جب اُسے یہ معلوم ہوا کہ وہ ابو داؤد کیسا تھا غرناطہ جاری ہے تو اس کے دل میں سوائے ہوئے ہنگامے اچانک بیدار ہو گئے۔ اُسے ابو داؤد کے مقاصد کا صحیح علم نہ تھا۔ تاہم وہ سفر کی ہر نئی منزل پر اپنے دل کی دھڑکنوں میں ایک اضافہ محسوس کرتی۔ غرناطہ کے مختلف مناظر اس کی آنکھوں کے سامنے پھرتے۔ اس سفر کے دوران کئی بار سرحدی عقاب کا ذکر آیا۔ میریا اس سے بہت خائف تھی اور وہ ابو داؤد کے احتجاج کے باوجود ہر نئی چوکی پر پہنچ کر یہ سوال کرتی۔ ”ہمارے راستے میں سرحدی عقاب کے حملے کا تو خطرہ نہیں۔“ چوکی کے افسر اسے تسلی دینے کی کوشش کرتے۔ لیکن وہ اگلی چوکی پر پہنچ کر پھر یہ سوال دُہراتی۔ ایک دن جب وہ راستے کی ایک سرائے کے مالک سے اسی قسم کے سوالات پوچھ رہی تھی تو ابو داؤد نے سرائے کے مالک سے مخاطب ہو کر کہا۔ ”تم اُسے یہ کیوں نہیں بتاتے کہ سرحدی عقاب عورتوں پر ہاتھ نہیں اٹھاتا۔“ ربیعہ لوگوں کی زبانی اپنی سوتیلی ماں کے سوالات کا جواب دیکھی سے سنتی اور اس کا تصور اُسے غرناطہ کے خوب صورت شہر سے ان پیاروں اور جنگلوں کی طرف لے جاتا جہاں کسی پُر اسرار مجاهد نے چند برس قبل کاؤنٹ سینٹ یا گوکو عبرتناک شکست دی تھی اور اُسے اپنے باپ کے اس دعویٰ پر افسوس ہوتا کہ ان کا راستہ سرحدی عقاب کی پرواز کی زد سے دور ہے۔

(۳)

قسطلہ میں سرحدی عقاب کے متعلق جو باتیں مشہور تھیں ان سے اس نے یہ رائے قائم کی تھی کہ وہ ایک بڑی عمر کا ہبیت ناک انسان ہو گا لیکن وہ اس سے کہیں مختلف تھا۔ اس کی نگاہوں سے تھوڑے سے زیادہ محبت اور رشقت برستی تھی۔ اس کی مردانہ وجہت میں کچھ ایسی جاذبیت تھی کہ ربیعہ نے اگر اس کی شجاعت کے قصہ نہ

بھی سُنے ہوتے تو بھی وہ اُسے دیکھ متأثر ہوئے بغیر نہ رہ سکتی۔

اپنی قوم کے اولواعزם مجاهد کو ایک نظر دیکھ لیا ہی ربیعہ کے لئے زندگی کا سب سے بڑا انعام تھا لیکن جب اُسے یہ معلوم ہوا کہ وہ نقاب پوش جس نے اپنی جان خطرے میں ڈال کر اس کی بگھی روکی تھی، سرحدی عقاب کے سوا اور کوئی نہ تھا اور جب آنجلانے اُسے یہ بتایا کہ وہ اُسے بے ہوشی کی حالت میں اپنے گھوڑے پر بٹھا کر اس قلعے میں لے آیا تھا تو اُسے کائنات کے اس وسیع نظام میں پہلی بار اپنی اہمیت کا احساس ہوا۔

جب تک ربیعہ کی حالت کچھ مخدوش رہی وہ صحیح شام اس کی تیاداری کے لئے آتا رہا۔ لیکن جب وہ تندرست ہونے لگی اس نے اس کے کمرے میں آنا بہت کم کر دیا۔

بیشربن حسن اس کی مرہم پٹی کے لئے دن میں دوبارہ ضرور آتا۔ آنجلاء اس نوجوان اور خوش وضع طبیب کے پاؤں کی آہٹ کی منتظر رہتی اور بھاگ کر اس کے لئے دروازہ کھوٹی اور جب وہ ربیعہ کی طرف متوجہ ہوتا تو وہ ربیعہ کے قریب بیٹھ کر مختلف بہانوں سے اسے اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کرتی۔

وہ سوال کرتی۔ ”میری بہن کب تک سفر کے قابل ہو جائے گی؟“

وہ بے پرواہی سے جواب دیتا۔ ”بہت جلد۔“

”آبا جان کہتے ہیں آپ جس مریض کو ہاتھ لگادیں اُسے شفا ہو جاتی ہے لیکن اُس دن بگھی سے گرنے کے بعد میرے دانت ابھی تک درد کرتے ہیں۔“

”تمہیں وہم ہے۔ تمہارے دانت بالکل ٹھیک ہیں۔“

”دنہیں نہیں مجھے وہم نہیں۔ میں تکلیف کی وجہ سے گزشتہ رات سو نہیں سکی۔“

اور میریا کمرے کے دوسرے گوشے سے کہتی۔ ”آپ اچھی طرح دیکھئے رات واقعی
یہ درد سے کراہ ہی تھی۔“

”بہت اچھا میں دیکھتا ہوں۔“

بیشربن حسن ربیعہ کی مرہم پئی سے فارغ ہو کر انجلہ کی طرف متوجہ ہوتا اور
اس کے دانتوں کا معاشرہ کرنے کے بعد سوچ میں پڑ جاتا۔ پھر اس کی ماں سے
سوال کرتا۔ ”کیا اسے پہلے بھی کبھی دانتوں میں درد ہوا ہے؟“
میریا جواب دیتی دنہیں۔“

وہ پھر سوچ میں پڑ جاتا اور انجلہ دوسری طرف منہ پھیر کر اپنی ہنسی ضبط کرنے
کی کوشش کرتی۔ بیشربن حسن کہتا۔ ہو سنا تا ہے کہ دانت کی جڑ میں کوئی خرابی ہو لیکن
بظاہر اس کے کوئی آثار نہیں۔ خیر میں ایک نئی روادیتا ہوں۔ اسے مسوزھوں پر اچھی
طرح ملو۔“

وہ نئی روادے کر چلا جاتا اور انجلہ اپنی ماں کی بدگمانی سے بچنے کے لئے
دوالے کر باہر کی طرف گھلنے والے در پیچ کے سامنے کھڑی ہو جاتی اور دو اکو دانتوں
میں لگائے بغیر انگلی سے مسوزوں کی ماش کرتے ہوئے تمہو کنا شروع کر دیتی۔ بعض
وقات وہ مسوزوں کو دبا کر تمہو ک کے ساتھ ساتھ تمہوڑا ساخون بھی نکال دیتی اور اس
کی ماں یہ کہتی۔ ”بیٹی! وہ کتنا ہی اچھا طبیب کیوں نہ ہو لیکن مذہبی تعصب سے پاک
نہیں ہو سنا تا۔“

انجلہ فوراً یہ کہتی دنہیں امی جان! مجھے ان کی دوائے بہت آرام ہے۔“

جب میریا ادھر ادھر ہوتی انجلہ دل کھول کر ہنستی۔ ربیعہ اسے ملامت کرتی تو
وہ سنجیدہ ہو کر کہتی۔ ”ربیعہ میری بہن! تم براست مانو میں آئندہ ایسا نہیں کروں گی

لیکن نہ جانے اسے دیکھ کر مجھے شرارت کیوں سُوجھتی ہے۔ میں مخصوص کرتی ہوں کہ میں خود حامن بن رہی ہوں لیکن بعض حماقتیں بہت دلچسپ ہوتی ہیں۔ جب میرے دانت دیکھنے کے بعد وہ پریشان سا ہو کر سونج میں پڑ جاتا ہے تو میرا جی چاہتا ہے کہ قہقہہ مار کر بھسوں اور میرے ساتھ وہ بھی ہس پڑے۔

ربیعہ پریشان ہو کر کہتی۔ ”انجلا پٹگی نہ بنو۔ اس کی دنیا تمہاری دنیا سے بہت مختلف ہے۔ وہ ایک بہت بڑا آدمی ہے۔ تمہیں اس کی عظمت کا لاحاظہ رکھنا چاہیے۔“
انجلا ایک قہقہہ لگاتے ہوئے کہتی۔ ”ربیعہ تم خواخواہ پریشان ہو جاتی ہو۔

میری بات پر یقین کرو، یہ سرف ایک مذاق تھا۔“

ایک شام ابو داؤد کی موجودگی میں بشیر ربیعہ کی مرہم پٹ کر رہا تھا۔ میریا نے کہا۔ ”انجلا کو گز شترات پھر نیند کی تائید کی۔ بشیر نے کہا۔“ آج میں ایک نہایت مجرب دوا لایا ہوں۔ انشاء اللہ تین دن یہ دوا پینے کے بعد آپ کی بیٹی کی تکلیف جاتی رہے گی۔ یہ کہتے ہوئے بشیر نے شیشی سے دوا کا ایک گھونٹ پیاں میں ڈال کر انجلا کو دیتے ہوئے کہا۔

”اسے پی لو۔“

”پینے کی دوا؟“ اس نے حیران ہو کر سوال کیا۔

بشیر نے اپنی مسکراہٹ ضبط کرتے ہوئے جواب دیا۔ ”ہاں یہ پینے سے دانتوں کی تکلیف ضروری جاتی رہے گی۔“

انجلا نے چھکتے ہوئے پیاں منہ کو لگانی۔ لیکن دوا چکھتے ہی فوراً تھوکنے کے بعد چلا اٹھی۔ ”یہ بہت کڑوی ہے میں نہیں پیوں گی۔“

بشیر نے اٹھ کر ڈالنٹے ہوئے کہا۔ ”تمہیں پینا پڑے گی۔“

اُس نے بشیر کی غیر متوقع ڈانٹ سے مروع ہو کر کہا۔ ”لیکن مجھے تے ہو جائے گی“

بشیر نے جواب دیا۔ ”تو میں اور دوادے دوں گا۔ میرے پاس یہ دوا کافی ہے“

انجلا نے طبقیانہ انداز میں کہا۔ ”تو میں پی لوں“
ابوداؤد نے کہا۔ ”ہاں بیٹھی پی لو۔ تمہارا فائدہ ہے اس میں۔“
انجلا نے بدستور بشیر کی طرف دیکھتے ہوئے سوال کیا۔ ”کوئی نقصان تو نہیں ہو گا اس سے۔“

ابوداؤد نے براہم ہو کر کہا۔ ”بیشیرین حسن کی دوا سے نقصان؟“ انجلاء تم بالکل نا دان ہو۔“

انجلا نے ایک لمحہ کے تذبذب کے بعد ناقابل برداشت حد تک کڑوی دوا حلق میں انڈیل لی۔

بیشیر نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ”یہ شیشی میں یہیں چھوڑے جاتا ہوں۔ اگر دانتوں میں دوبارہ تکلیف ہو تو اتنید و اور پی لینا۔ دونتوں کے علاوہ یہ معدے کے لئے بھی بہت مفید ہے۔ آج تمہیں بھوک بہت لگے گی۔“

بیشیر اور ابوداؤد کے چلے جانے کے انجلاء نے اپنے ہونٹ کاٹتے ہوئے ربیعہ کی طرف دیکھا۔ اور وہ نہ س پڑی۔

تحوڑی دیر منہ ب سورنے کے بعد انجلاء خود بھی نہ س رہی تھی۔ اور میریا پریشان سی ہو کر رہی تھی۔ ”تم دونوں پا گل ہو۔“

انگلے دن میریا اپنے خاوند کے سامنے بیشیرین حسن کی تعریف کرتے ہوئے

کہہ رہی تھی ”یہ طبیب واقعی بہت قابل ہے۔“

(۵)

یہ قلعہ ایک باند ٹیلے پر واقع تھا۔ اس کی چار دیواری دو آدمیوں کے برابر اونچی تھی۔ دروازے والی دیوار کے ساتھ ساتھ دو منزلہ مکانات تھے۔ پھلی منزل میں سپاہیوں کی کوٹھریاں اور بالائی منزل پر فوجی افسروں کی رہائش کے لئے مکانات تھے۔ اس دیوار کے سامنے دوسری دیوار کے ساتھ گھوڑوں کے اصطبل تھے۔ تیسرا طرف ایک مسجد تھی اور چوتھی طرف پرانے مکانات کے کھنڈر تھے۔

بالائی منزل کے ایک سرے پر دو بہترین کروں میں ابو داؤد اور اس کے بچوں کو جگہ دی گئی۔ وہ کمرہ جس میں ابو داؤد کی بیوی اور لڑکیوں کے بستر تھے کافی کشادہ تھا۔ اور اس کی کھڑکیاں اور روشنداں باہر کی طرف کھلتے تھے۔ مکانات کی یہ منزل چونکہ فصیل سے قریباً دُنی باندی پر تھی اس لئے ان کھڑکیوں میں سے سربراہی اور اس وادی سے پرے حد نظر تک باند پیاریوں کا ایک سلسلہ دکھائی دیتا تھا۔ وادی کے درمیان ایک چھوٹی سی ندی کا چمکتا ہوا پامی نظر آتا تھا۔

اس کمرے میں آمد روفت کے دو دروازے سے ابو داؤد کے کمرے میں کھلتے تھے اور اس سے آگے ایک کشادہ برآمدہ تھا جس کا رخ صحن کی طرف تھا۔ ابو داؤد کے کمرے کے دائیں ہاتھ ایک چھوٹی سی کوٹھری میں اس کا زخمی کو چوان ٹھہرا ہوا تھا اور اس کے بائیں ہاتھ بدر بن مغیرہ اور بشرین حسن کے کمرے تھے اور ان سے آگے فوج کے عہدہ داروں کی کوٹھریاں تھیں۔

بدر بن مغیرہ کو دن کیوقت ابو داؤد کے پاس بیٹھنے کے لئے بہت کم فرصت ملتی تھی۔ وہ علی الصبار گھوڑے پر سوار ہو کر سرحدی چوکیوں کی دیکھ بھال کے لئے نکل

جاتا بعض اوقات وہ رات کے وقت بھی باہر رہتا لیکن اُس کی غیر حاضری میں بشرین حسن پوری توجہ سے ابو داؤد کی میزبانی کے فرائض انعام دیتا۔ بیشرا ایک بلند پا یہ طبیب ہونے کے علاوہ ایک اعلیٰ درجہ کا عالم بھی تھا۔ وہ تاریخ، فلسفہ اور دوسرے علوم میں ابو داؤد کے مال سے متاثر ہونے بغیر نہ رہ سکا۔ دن کے وقت اُسے بھی دورِ دوستک مریضوں کو دیکھنے کے لئے جانا پڑتا۔ لیکن شام کو وہ اپنی قیام گاہ پر پہنچ جاتا اور سونے سے پہلے ابو داؤد کے ساتھ مختلف موضوعات پر بحث کرتا رہتا۔ وہ کھانا بھی ابو داؤد کے ساتھ اس کے کمرے میں کھاتا۔

بدر بھی جب اپنے دور سے سے واپس آتا تو فرصت کے لمحات ابو داؤد کے ساتھ گزرتا۔ رات کے وقت بیشرا اور ابو داؤد دیر تک باتیں کرتے رہتے لیکن بدر کھانے کے بعد زیادہ دیر باتیں کرنے کا عادی نہ تھا۔ وہ عالم طور پر تھوڑی دیر بیٹھنے کے بعد اٹھ کر اپنے کمرے میں چلا جاتا۔ ربیعہ، انجلہ اور میریا اپنے کمرے میں کھانا کھا لیتیں۔

ربیعہ کے کان دوسرے کمرے میں ابو داؤد کے ساتھ باتیں کرنیوالوں کی طرف صرف اس وقت متوجہ ہوتے جب اسے بدر کی آواز سنائی دیتی۔ اُسے رو بصحت دیکھ کر بدر نے تیاداری کے لئے اس کے کمرے میں آنا ترک کر دیا تھا۔ تاہم جب بھی وہ ابو داؤد کے کمرے میں داخل ہوتا اس کا پہلا سوال یہ ہوتا۔ ”آپ کی بیٹی کیسی ہے؟“

ربیعہ یہ محسوس کرتی کہ اس کی ابتدائی توجہ محض رحم کے جذبات کے پیدا اور تھی۔ انجلہ ہر ماہول میں بے تکلف ہو جانے کی عادی تھی جب دوسرے کمرے میں ابو داؤد کے ساتھ صرف ماہول میں بے تکلف ہو جانے کی عادی تھی جب

دوسرا کمرے میں ابو داؤد کے ساتھ صرف بشیر ہوتا وہ اپنے باپ سے کوئی پوچھنے یا کسی اور بہانے سے دروازہ کھول کر ان کے کمرے میں چلی جاتی۔ کڑوی دوا جکھنے کے بعد اُسے دانتوں کی تکلیف سے مکمل آرام ہو چکا تھا۔ تاہم نوجوان طبیب کے ساتھ اس کی لپکپی بڑھی گئی۔

ابو داؤد کا کوچوان تند رست ہو چکا تھا۔ ایک رات جب دوسرا کمرے میں بدر اور بشیر، داؤد کے ساتھ کھانا کھار ہے تھے، ابو داؤد نے کہا۔ ”میرا کوچوان واپس اپنے وطن جانا چاہتا ہے۔ اس کے بال بچے قسطلہ میں ہیں اور میں نے اسکے ساتھ وعدہ کیا تھا کہ میں غرناطہ جاتے ہیں تمہیں واپس بھیج دوں گا۔ یہ بھی بال بچوں سمیت قسطلہ سے ہجرت کرنا چاہتا تھا لیکن میری عجلت کی وجہ سے یہ انہیں اپنے ساتھ نہ لاسکا۔ اب غرناطہ پہنچنے میں ہمیں دیر لگی جائے گی اور اس بے چارے کو اپنے بچوں کی متعلق بہت تشویش ہے۔ اس لے میرا خیال ہے کہ اسے یہیں سے رخصت کروں۔ کیا آپ اس کے سفر کا بندوبست کر دیں گے؟“

بدر جواب دیا۔ ”میرے آدمی اسے سرحد کے پار پہنچادیں گے لیکن یہ ضروری ہے کہ میری سرگرمیوں کے متعلق یہاں جا کر کوئی بات ظاہرنہ کرے۔“

ابو داؤد نے جواب دیا۔ ”کسی اور آدمی کے متعلق کوئی بات یقین کے ساتھ نہیں کہی جاسکتی لیکن اس کے متعلق میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ یہ بیس سال سے میرے پاس ہے اور میں اسے بارہا آزمما چکا ہوں۔ یہ میری زندگی کے ہر راز سے واقف ہے اور اگر یہ میرا ایک راز بھی میرے دشمنوں پر ظاہر کر دیتا تو آج آپ مجھے یہاں نہ دیکھتے۔ اب بھی میں اپنی آدمی دولت اس کے گھر چھوڑ آیا ہوں اور مجھے یقین ہے کہ بیس سال کے بعد بھی مجھے اپنی امانت واپس مل جائے گی۔ حقیقت یہ ہے کہ میں اپنی

عیسائی بیوی اور لڑکی کی نسبت اس پر زیادہ اعتماد کرتا ہوں اور میرے ساتھ اس کی عقیدت میری کسی ذاتی خوبی کی وجہ سے نہیں بلکہ یہ مجھے عیسائی حکومت کا بدترین دشمن سمجھ کر مجھ پر جان دیتا ہے جب یہ چودہ برس کا تھا اس کی پاپ کو قسطلہ کے گورنر نے بغوات کے الزام میں پھانسی پر لٹکا دیا تھا اور اس نے دو لخراش منظر اپنی آنکھوں سے دیکھتا تھا۔ آپ یہ نہیں جانتے کہ آپ کے ساتھ اسے کتنی عقیدت ہے۔ آج یہ مجھ سے یہ کہتا تھا کہ اگر خدا نے چاہا تو میں اپنے بچوں کو میرے پاس غرناطہ میں چھوڑ کر آپ کو مجاہدوں کی فوج میں شامل ہو جاؤں گا۔“

بدرن مغیرہ نے کہا۔ ”مجھے فسوس ہے کہ میں نے اس کے ساتھ کوئی دلچسپی نہیں لی بہر حال وہ جب چاہے گا اسے میرے آدمی سرحد کے پار پہنچا دیں گے۔“
”اسے اپنے بچوں کے متعلق بہت پریشانی ہے۔ میرا خیال ہے کہ اسے صحیح ہی بھیج دوں۔“

آنجلہ اور میریا دروازے سے کان لگا کر یہ باتیں سن رہی تھیں اور دونوں حیران ہو کر ایک دوسری کی طرف دیکھ رہی تھیں۔

بدرن مغیرہ اٹھ کر اپنے کمرے میں چلا گیا۔ ابو داؤد اور بشیر حسب معمول دیر تک باتیں کرتے رہے۔ میریا بیقراری کے ساتھ اپنے کمرے میں شہلنے لگی۔ اسے معلوم تھا کہ کہ قسطلہ میں کوچوان کی بیوی ہے نہ بچے ہیں۔ اسے اس بات کی پریشانی تھی کہ ابو داؤد کہیں سچ مجھ عیسائی حکومت کا دشمن ثابت نہ ہو۔

آدمی رات کے قریب ربیعہ کی آنکھ لگ گئی لیکن آنجلہ اور میریا دیر تک آپس میں کھسپھسرا کرتی رہیں۔ میریا بار بار اپنے شوہر کے یہ الفاظ دہرا رہی تھی کہ وہ اپنی عیسائی بیوی اور لڑکی کی نسبت اپنے کوچوان کو زیادہ قابل اعتماد سمجھتا ہے۔

انجلانے اُسے تسلی دینے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ ”ابا جان اتنے نادان نہیں کہ انہیں یہ بھی احساس نہ ہو کہ ہم اس کمرے میں اُن کی باتیں سن سکتی ہیں۔
مجھے یقین ہے کہ انہوں نے کسی مصلحت کی بنابر ایسا کہا ہے۔“

میریا نے کہا۔ ”بیٹی مجھے ایک مسلمان پر کوئی اعتبار نہیں۔ میں محسوس کرتی ہوں کہ میں نے اس کے ساتھ اپنا وطن چھوڑنے میں غلطی کی ہے۔ اب اگر یہ غرناطہ جا کر ہمیں زبردستی مسلمان بانے کی کوشش کرے تو ہم کیا کر سکتی ہیں۔“

”ای میں جانتی ہوں، ابا کونڈہب کے ساتھ کوئی دلچسپی نہیں۔ جب آپ ان سے ان باتوں کی وجہ پوچھیں گی تو آپ کی تسلی ہو جائے گی۔“

”اور جب تک میری تسلی نہیں ہوتی مجھے نیند نہیں آئے گی۔ لیکن یہ طبیب اٹھنے کا نام نہیں لیتا۔ ذرا دروازہ کھول کر اپنے باپ کو آواز دو۔“

”دنیں ماں ٹھہر دو! وہ ابھی اٹھ کر چلے جائیں گے۔“

جب بشیر چلا گیا تو میریا دروازہ کھول کر ہوا کے سرکش جھونکے کی طرح ساتھ والے کمرے میں داخل ہوئی اور ابو داؤد پر برس پڑی۔ ”ہاں تو میں اور میری بیٹی تمہارے کو چوان سے بھی گئی گزری ہیں۔“

”آہستہ بولو۔“ ابو داؤد نے جلدی سے اٹھ کر باہر کی طرف کا دروازہ بند کرتے ہوئے کہا۔

”مجھے معلوم تھا کہ تم میری باتیں سن کر آپ سے باہر ہو جاؤ گی لیکن خدا کی لئے تجوڑی دیر صبر کرو۔ میں ابھی تمہاری تسلی کر دوں گا۔ چلو میں تمہارے کمرے میں چلتا ہوں۔ یہاں باتیں کرنا ٹھیک نہیں۔ کوئی سن لے گا تو ہم سب کے لئے برا ہو گا۔“

”خدا کے لئے ہمیں قسطلہ بھج دو۔ معلوم نہیں کہ غرناطہ پہنچ کر تم ہمارے ساتھ کیا سلوک کرو گے۔ تم سے یہ بھی بعید نہیں کہ تم ہمیں وہاں کسی تاجر کے ہاتھ پہنچ ڈالو۔“

ابوداؤد نے جلدی سے آگے بڑھ کر اپنے ہاتھ سے اس کامنہ بند کیا اور اسے دھکلیتا ہوا اس کے کمرے میں لے آیا اور جلدی سے دروازہ بند کرنے کے بعد بولا۔ ”انجلا تم یہ در تیچ بند کرو۔ کسی نے ہماری باتیں سن لیں تو ہماری خیر نہیں،“ پھر وہ میریا سے مخاطب ہو کر بولا۔

”خدا کے لئے تجویزی دیر خاموش رہو۔ میں ابھی تمہاری تسلی کر دیتا ہوں۔“ اس ہنگامے نے ربیعہ کونیند سے بیدار کر دیا تھا اور وہ لیٹے لیٹے آنکھیں بند کئے ان کی باتیں سن رہی تھیں۔

جب انجلا نے کمرے کے در تیچ بند کر دیے تو ابوداؤد نے میریا کو دھکیل کر اس کے بستر پر بٹھاتے ہوئے کہا۔ ”بیوقوف عورت! میں تمہیں غرناطہ کی ملکہ بنانے کے خواب دیکھ رہا ہوں اور تم ہم سب کی تباہی کے اسباب پیدا کر رہی ہو۔ ٹھہر وہ! میں کوچوان کو ابھی یہاں بلا لاتا ہوں۔ اگر تمہیں مجھ پر اعتبار نہیں رہا تو شاید وہ تمہاری تسلی کر سکے۔“

میریا نے قدرے نا دم ہو کر کہا۔ ”لیکن تم ہمیں ان کے سامنے ذلیل کیوں کرتے ہو۔“

ابوداؤد نے کہا۔ ”میریا غور سے سنو! کوچوان کو میں ایک اہم مہم پر بھج رہا ہوں اور اس مہم میں کامیابی کے بعد شاید میں یہاں سے غرناطہ جانے کا ارادہ ملتا ہی کر دوں۔ فرڑی نینڈ کی نظر میں میری یہ کامیابی غرناطہ کی فتح سے کم نہیں ہو گی اور

جب وہاں جا کر میں یہ کہوں گا کہ اس مہم میں تم بھی میرے ساتھ شریک تھیں تو مجھے یقین ہے کہ ملکہ از ایلا کی نظر میں تمہارا درجہ قسلطہ کی تمام عورتوں سے بلند ہو گا۔

میریا نے ذرا اور نرم ہو کر پوچھا۔ ”یہاں آپ کس کامیابی کی توقع رکھتے ہیں؟“

ابوداؤد نے جواب دیا۔ ”تمہیں معلوم ہے کہ فرڑی نینڈ سرحدی کو ابو الحسن سے زیادہ خطرناک سمجھتا ہے۔“

”تو آپ اُسے ----؟“

”ہاں اگر قسلطہ والوں کو یہ علم ہو جائے کہ سرحدی عقاب اپنے پیاروں اور جنگلوں کی بجائے اس غیر محفوظ قلعے میں رہتا ہے تو وہ فوراً یہاں حملہ کر دیں گے اور کوچوان کو میں اسی مقصد کے لئے بھیج رہا ہوں۔ میں تمہاری تسلی کے لئے اُسے یہاں بُلا لیتا ہوں۔“

میریا نے کہا۔ ”نہیں مجھے یقین ہے کہ وقت آنے پر ہم بھی ان پر احسان کر سکیں گے۔ جب ہماری طرح یہ لوگ ہمارے رحم و کرم پر ہوں گے تو میں بھی فرڑی نینڈ سے ان کی جان بخشنی کرو اسکوں گا۔“

ربیعہ کا دل دھڑک رہا تھا لیکن اُسے آنکھیں کھول کر دیکھنے یا بولنے کی ہمت نہ ہوئی۔ ”خجلابوی۔“ آبا جان! انہوں نے ہماری جان بچائی ہے۔ وہ ہماری ساتھ انتہائی خلوص سے پیش آتے ہیں۔ اگر وہ ہمارے بدترین دشمن بھی ہوتے تو بھی وہ ہماری طرف سے نیک سلوک کے حقدار تھے اور وہ طبیب جو صبح و شام ربیعہ کو دیکھنے کے لئے آتا ہے سرحدی عقاب کا ساتھ ہونے کے باوجود ایک فرشتہ ہے۔ کیا آپ اس کے تمام احسان فراموش کر دیں گے۔“

ابوداؤ نے جواب دیا۔ ”اس کے متعلق شاید تمہیں معلوم نہیں کہ فرڑی نینڈ اپنی آدمی دولت دے کر بھی اُسے کی دوستی خریدنے کی کوشش کرے گا۔ مجھے یقین ہے کہ فرڑی نینڈ کے پاس وہ قید ہو کر جائے گا۔ اس کے ہاتھ میں طالبی بیڑیاں ہوں گی اور فرڑی نینڈ اپنے وزیر اعظم یا لارڈ بشاپ سے کہے گا کہ میرے معزز قیدی کے لئے اپنی کرسیاں خالی کرو۔ وہ ایک بار قسطلہ کے ولی عہد کو موت کے منہ سے بچا چکا ہے۔ قربطہ اور اشیلیا یہ کے گورنر اُسے اپنا محسن خیال کرتے ہیں۔ وہ ان شرپسندوں کے ساتھ رہ کر اپنا قیمتی وقت ضائع کر رہا ہے۔ اس کا صحیح مقام یہ جنگل نہیں بلکہ قسطلہ کے اشیا ہی دربار ہے اور میں اس کے احسانات کے بد لے، اس کی مرضی کے خلاف بھی اُسے ایک لمحہ کے اندر رہی اندر راؤ اکر کہیں سے کہیں لے گیا۔

لیکن ربیعہ کی حالات اس سے مختلف تھی۔ اس کے خیالات کے محل مسار ہو رہے تھے۔ وہ بذریعہ مغیرہ کو فرڑی نینڈ کے دربار میں پا بہ جوالاں دیکھ رہی تھی۔ اُس کی امید کے کنوں مر جھاڑ ہے تھے۔ اُس کے آسمان تمنا کے روشن ستارے ایک ایک کر کے گر رہے تھے۔ وہ مایوسیوں کے بو جھکے نیچے دی جاری تھی۔ اس کا دم گھٹ رہا تھا۔ وہ چلانا چاہتی تھی کاش وہ چلا سکتی۔ کاش وہ کچھ کہہ سکتی لیکن اس میں آنکھیں کھول کر دیکھنے کی تاب نہ تھی۔

ابوداؤ نے کہا۔ ”میں کو چوان کو بلاتا ہوں۔“

میریا نے جواب دیا۔ ”مجھے آپ پر اعتبار ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ میں نے آپ کو پریشان کیا۔“

”میں اُسے چند باتیں سمجھانا چاہتا ہوں۔ اور ایسی باتوں کے لئے یہ کمرہ محفوظ ہے۔“ تمہوڑی دیر بعد ابوداؤ کو چوان کو اپنے ساتھ لے آیا اور دروازہ بند کرنے کے

بعد آہستہ سے بولا۔ ربیعہ! ربیعہ!!

ربیعہ کی طرف سے کوئی جواب نہ پا کر اُس نے کہا۔ ”یہ اچھا ہے کہ ربیعہ سو رہی ہے۔ انجلاء! اس پر کوئی بات ظاہرنہ کرنا۔“ پھر تمہوری دیر چپ رہنے کے بعد وہ کوچوان کی طرف متوجہ ہوا۔ ”یاد رکھو! اگر تم فرڑی نینڈ کا نام بنا چاہتے ہو تو یہ کام ہوشیاری سے کرو۔ تمہاری ذرا سی کوتا ہی یہ سارا کام بگاؤ دے گی۔ تم سید ہے سرحد کے گورنر کے پاس جاؤ اور اس کو یہ کہو کہ میں نے محض احتیاط کی وجہ سے تمہیں کوئی تحریر نہیں دی۔ میں کوشش کروں گا کہ جمعہ کی رات سرحدی عقاب یہیں رہے۔ اگر وہ یہاں ہوا تو اس کمرے کی دونوں کھڑکیوں میں شمعیں روشن ہوں گی جسے ہمارے آدمی بہت دور سے دیکھ سکیں گے۔ اگر صرف ایک کھڑکی میں شمع روشن ہو تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ وہ یہاں نہیں ہے اور حملہ کرنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ اگر رات طوفانی ہو تو بھی ہم یہ کوشش کریں گے کہ وہ ایک یادو کھڑکیوں سے ہمارے کمرے میں روشنی دیکھ کر صورت حال کا اندازہ کر سکیں۔ اگر ہمارے کمرے کی دونوں کھڑکیاں بند ہوں تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ آگے بڑھنے میں خطرہ ہے۔ انہیں یہ بھی بتا دینا کہ اگر وہ اس روز آدھی رات سے قبل اس قلعے پر حملہ نہ کر سکتے تو ہم سب کی زندگیاں خطرے میں ہوں گی اور دیکھو سرحد عبور کرنے سے پہلے کسی پر یہ راز ظاہرنہ کرنا۔ تم نے آج تک شاید کسی کوچوان کو بادشاہ کا نام بنتے نہ دیکھا ہو لیکن اس مہم کو سرانجام دینے کے بعد تم فرڑی نینڈ کے دربار میں اپنے لیے عزت کی بڑی کرسی خالی پاؤ گے۔“

کوچوان نے کہا۔ ”میں آپ کا ادنیٰ غلام ہوں۔ اگر میرا آقا غرناطہ کا بادشاہ بن جائے تو میں فرڑی نینڈ کا نام بنتے پر اس کے دروازے کا پھر بیدار بننے کو ترجیح

ابوداؤ نے جواب دیا۔ ”مجھے تم سے یہی توقع تھی۔ اگر میرے مقدر کا ستارہ چمک اٹھا تو میرے وفاداروں میں سب سے پہلے تمہارا گھر روش ہو گا۔ تم میرے محل کے پھرے دار نہیں ہو گے۔ بلکہ میرے دربار کی زینت بنو گے۔ تم میرے تاج کا ہیرا کا بنو گے۔ اب جا کر آرام کرو علی الصباح تمہارے سفر کا بندوبست ہو جائے گا۔ نہیں یہ ضرور بتانا کہ قلعے کی حفاظت کے لیے پچاس سے زیادہ سپاہی نہیں ہوتے۔“

کوچوان کے چلنے کے بعد ابوداؤ نے پھر ایک بار تمام دروازے بند کئے اور کرسی پر بیٹھ کر دریٹک آنجلہ اور میریا سے باتیں کرتا رہا۔ یہ تینوں اپنے آپ کو غرناطہ کا باڈشاہ، ملکہ اور شہزادی تصور کر کے مستقبل کے عیش و آرام کے اسہاب وسائل پر بحث کر رہے تھے۔ لیکن ربیعہ کو ان باتوں میں کوئی دلچسپی نہ تھی۔ کوچوان کے ساتھ ابوداؤ کی گفتگو سے پریشانی کی آخری حد تک پہنچا دینے کے لیے کافی تھی۔ وہ یہ جان چکی تھی کہ سرحدی عقاب کے لیے ایک قفس تیار ہو رہا ہے۔ اس کی زندگی خطرے میں ہے۔ وہ اس قفس کو توڑنا اور اس خطرے کو روکنا چاہتی تھی۔ اپنے باپ کی بد طینتی اور خباثت کا اسے آج پہلی بار علم ہوا تھا اور اب وہ زیادہ شدت کے ساتھ یہ محسوس کرنے لگی کہ وہ اس دنیا میں بالکل تنہا ہے۔ صرف سرحد کا یہ باغی نوجوان ایک ایسا شخص تھا جسے بہت کم جانتے یا سمجھنے کے باوجود بھی وہ یہ خیال کرتی تھی کہ وہ اس سے قریب تر ہے۔

چند ساعت پہلے جب وہ سمجھتی تھی کہ سرحد کا یہ باغی دنیا کے ہر خطرے سے آزاد ہے تو اس کے متعلق سوچتے ہوئے وہ ایک خوف سامحسوس کرتی۔ ایک ایسا خوف جو ایک سیاح کسی پیار کی دلکش لیکن خطرناک باندیوں کی طرف قدم اٹھاتے

ہوئے محسوس کرتا ہے۔ بدر بن مغیرہ اس کے لیے بیک وقت ایک دل کش نخلستان ایک آتش فشاں پیماڑ اور برف کا ایک مہیب تودہ تھا۔ اس سے قربت کا تصور اس کے لیے جس قدر دل کش تھا، اسی قدر خوفناک تھا۔ لیکن اب اپنے باپ کے ناپاک ارادوں سے واقف ہونے کے بعد بدر بن مغیرہ اس کے لیے ایک ایسا درخت تھا جس کی شاخوں پر وہ اپنا آشیانہ بننا پچی تھی۔ یہ درخت حوادث کے سیااب کا سامنا کر رہا تھا۔ وہ اسے گرنے سے بچانا چاہتی تھی۔ وہ اپنے نازک ہاتھوں سے سخت زمین کھوکھراں کی جڑوں پر مٹی ڈالنا چاہتی تھی۔

ابو داؤد اپنے کمرے میں چلا گیا اور ربیعہ چند بار کروٹیں بد لئے کے بعد سو گئی۔

ربيعہ کا انصراف

(۱)

صحح ربيعہ کی آنکھ کھلی تو اس کا جسم ٹوٹ رہا تھا۔ اس کے سر میں درد تھا۔
کھڑکیوں کے راستے باہر کی روشنی یہ ظاہر کر رہی تھی کہ نماز کا وقت تنگ ہو رہا ہے۔
اس نے بستر سے اٹھ کر جلدی جلدی وضو کیا اور نماز پڑھنے کے بعد دوبارہ بستر میں
لیٹ گئی۔

بیشیر بن حسن ایک دن قبل اس کی پیشائی کھول کر یہ مشورہ دے چکا تھا کہ اب
اس کی ناگ کی رہی سہی تکلیف چلنے پھرنے سے ٹھیک ہو جائے گی۔ بہتر ہے کہ وہ
صحح و شام قلعے سے باہر تجوڑی دور گھوم آیا کرے۔ تازہ ہوا میں سیر کرنے سے اس کی
جسمانی کمزوری بہت جلد رفع ہو جائے گی۔

ابو داؤد کو چوان کو رخصت کرنے کے بعد سیدھا اس کے کمرے میں آیا اور
بولा ”ربيعہ! تم ابھی تک سورہ ہو! جاؤ! انجلہ کے ساتھ تجوڑی دور ٹھیل آؤ۔ میریا تم
بھی ان کے ساتھ جاؤ!

ابو داؤد جب ربيعہ نے کوئی جواب نہ دیا تو انجلہ نے کہا۔ ”شايد ربيعہ کی
طبیعت خراب ہے، چلنے امی! ہم گھوم آئیں۔“

میریا نے کہا۔ ”شام کو دیکھا جائے گا۔ اس وقت میرے سر میں درد ہو رہا ہے

۔

ابو داؤد نے ربيعہ سے پوچھا۔ ”کیوں ربيعہ! کیا بات ہے؟ اچھی ہونا!“
ربيعہ نے ابو داؤد کی طرف دیکھے بغیر معموم آواز میں جواب دیا ”اچھی ہوں!“

-

”دنیمیں نہیں، تمہاری آنکھیں سرخ ہیں۔“

”میرا جسم ٹوٹ رہا ہے۔“

ابوداؤد نے اس کی نبض پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ ”شاید تمہیں بخار ہے۔ میں ابھی طبیب کو لاتا ہوں۔“

ربیعہ نے کہا۔ ”دنیمیں نہیں، میں بالکل ٹھیک ہوں۔ طبیب کو لانے کی ضرورت نہیں۔ اما جان! میں چاہتی ہوں کہ ہم فوراً غرناطہ چلے جائیں۔“

”ولیکن جب تک تم اچھی طرح چل پھر نہیں سکتیں ہمیں یہاں ٹھہرنا پڑے گا۔“
ابوداؤد یہ کہہ کر کمرے سے باہر نکل گیا اور حجوری دیر بعد بشیر بن حسن کو اپنے ساتھ لے آیا۔

بشیر نے ربیعہ کی طرف دیکھتے ہوئے اس کی نبض پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ ”میرے خیال میں رات آپ سونیمیں سکیں۔“

ابوداؤد، میریا اور شبلانے چونکر ربیعہ کی طرف دیکھا اور اس نے ان کی پریشانی کی وجہ سمجھتے ہوئے کہا۔ ”میرے خیال میں میں آج رات بہت زیادہ سوئی ہوں۔ صبح جب میری آنکھ کھلی تو میرا سر چکرا رہا تھا۔“

”ممکن ہے کہ زیادہ سونے سے آپ کی طبیعت خراب ہو گئی ہو۔ بہر حال میں دوا بھیج دیتا ہوں۔ شام کے وقت آپ سیر کے لیے ضرور جائیں۔ بستر پر پڑے رہنے سے بھی جسم پر براثر پڑتا ہے۔“

ابوداؤد نے اطمینان کا سنس لیتے ہوئے کہا۔ ”میری بیوی کو بھی سر درد کی تکلیف ہے۔“

بشیر نے میریا کی نبض دیکھنے کے بعد کہا۔ ”آپ بھی اگر بہت کم نہیں سوئیں تو

ربیعہ کی طرح بہت زیادہ سوتی ہوں گی۔ آپ اگر صحیح و شام سیر کے لیے جایا کریں تو ایسی تکلیف نہیں ہوگی۔“

”مجھے تو واقعی ہی نہیں ہے میں آئی۔“

بیشیر نے کہا۔ ”میں دو ابھیج دیتا ہوں۔ جب بھی آپ کو کم خوابی کی تکلیف ہو اس میں سے ایک گولی کھالیا کریں۔“

شام تک ربیعہ کی طبیعت ٹھیک ہو چکی تھی۔ ابو داؤد کے اصرار پر وہ انجلاء اور میریا کے ساتھ سیر کے لیے چلی گئی۔ وہ ابھی تک ایک ٹانگ پر زیادہ بوجھ دے کر چلتی تھی۔ قلعے سے باہر بیشیر بن حسن کسی مريض کو دیکھ کرو اپس آ رہا تھا۔ اس نے انہیں دیکھ کر گھوڑا روکا اور کہا۔

”اگر آپ دونوں ٹانگوں پر یکساں بوجھ ڈالنے کی کوشش کریں تو پرسوں تک آپ اچھی طرح چلنے لگیں گی۔ آج زیادہ دور نہ جائیں۔“

انجلاء نے کہا۔ ”نیچے وادی میں ہمیں کوئی خطرہ تو نہیں؟“

بیشیر نے کہا۔ ”مہمانوں کو یہاں کوئی خطرہ نہیں۔“

(۲)

دو دن اور ربیعہ سخت بے چین رہی۔ وہ بدر بن مغیرہ کو آنے والے خطرات سے باخبر کرنا چاہتی تھی لیکن اسے یہ بھی احساس تھا کہ وہ یہ کام اپنے باپ کو خطرے میں ڈالے بغیر نہیں کر سکتی۔ انتہائی غور و فکر کے بعد اس کے ذہن میں ایک مددیر آئی اور اس نے بدر بن مغیرہ سے ملنے کارادہ کیا۔ بیشیر بن حسن سے پوچھنے پر اسے پتہ چلا کہ وہ جنگل میں اپنے مستقر کی طرف گیا ہوا ہے اور شاید دو دن تک واپس نہیں آئے گا۔ جمعہ میں چار دن باقی تھے اور ربیعہ ہر نماز کے بعد یہ دعا کرتی رہی کہ وہ چند دن

اور اپنے مستقر سے نہ لوٹے۔

دودن وہ انجلاء کے ساتھ صبح و شام سیر کے لیے جاتی رہی۔ پہلی صبح بشیر بن حسن جو بہت سوریے سیر کے لیے نکل جاتا تھا انہیں واپس آتے ہوئے ملا۔ انجلاء نے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔ ”دیکھئے اب تو ربیعہ کی چال میں کوئی نفس نظر نہیں آتا۔“

بشیر نے جواب دیا ”بس اب چلنے پھرنے سے ٹھیک ہو جائیں گی۔“
انجلاء نے کہا۔ ”ابا جان کہتے تھے کہ وہ ہفتہ کے روز سے یہاں روانہ ہو جائیں گے۔“

”ہاں! غرناطہ سے آپ کے سفر کے لیے نئی بکھی منگوائی ہے۔“
”آپ اس ویرانے میں پریشان نہیں ہوتے؟“ انجلاء نے ذرا جرأت سے کام لیتے ہوئے سوال کیا۔

”میں شہروں میں انسانوں کی بھیڑ کو پسند نہیں کرتا۔“
”آپ بہت سوریے سیر کو جاتے ہیں۔“
”ہاں بہت سوریے اٹھنے کا عادی ہوں۔“
بشیر بن حسن یہ کہہ کر چل دیا اور انجلاء کچھ دیر مز کراس کی طرف دیکھتی رہی۔
ربیعہ نے کہا۔ ”چلو انجلاء۔“

انجلاء نے چونک کراس کی طرف دیکھا اور قدرے نادم سی ہو کر بولی۔ ”ربیعہ کیا تمہارے خیال میں یہ ایک دل پسپ آدمی نہیں۔“

ربیعہ نے جواب دیا۔ ”اگر وہ بھی تمہارے متعلق یہی خیال کرے تو مجھ کو افسوس ہو گا انجلاء زندگی میں تمہارا راستہ اس کے راستے سے بہت مختلف ہے۔ یہ دو

متوازی لکیریں ہیں جو کسی ایک دوسرے کے ساتھ نہیں ملتیں۔“

انجلا نے اپنی پریشانی کوہنسی میں چھپا نے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ ”ربیعہ

کیا تم یہ سمجھتی ہو کہ مجھے تمہارے ہم مذہب طیب کے ساتھ محبت ہو گئی ہے؟“

”نہیں انجلا! محبت تمہارے بس کی بات نہیں۔ مجھے یہ سلی ہے کہ تم اس مقدس

جد بے سے محروم ہو لیکن کافیوں میں اٹھنے سے فائدہ نہیں۔ بعض کا نئے بہت عجیب ہوتے ہیں۔ اٹھنے والے کا دامن تار تار ہو جاتا ہے اور اسے خبر تک نہیں ہوتی۔“

”ربیعہ! ربیعہ! تمہارا خیال غلط ہے۔ میں محبت کے جذبے سے محروم نہیں۔

میں جس کسی کو اپنے دل کا مالک بناؤں گی تو اس کے لیے سب کچھ قربان کر دوں گی۔

لیکن وہ ایسا انسان نہیں ہو گا جو میرا ہم مذہب نہ ہو، جسے شہروں سے نفرت ہو۔ میں

اتھی احمد نہیں کہ برف کے تودے میں آگ کی چنگاری تلاش کروں۔ اگر میں نے

بیشتر میں کوئی دلچسپی لی ہے تو اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ وہ تمہارا معانج ہے۔ اگر تم برا

مانگی ہو تو میں اس کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھوں گی۔ میں آئندہ تمہارے ساتھ

سیر کے لیے بھی نہیں آؤں گی۔“

ربیعہ نے کہا۔ ”نہیں نہیں انجلا! میں مذاق کر رہی تھی۔“

(۳)

ربیعہ کی بے قراری میں آئے دن اضافہ ہو رہا تھا۔ جمعے میں دو دن باقی تھے۔

ربیعہ نے اٹھ کر بخوبی نماز ادا کی تو انجلا ہاتھ منہ دھو کر سیر کے لیے تیار کھڑی تھی۔

میریا ہر رات سونے سے پہلے یہ کہا کرتی تھی کہ میں بھی صبح سیر کے لیے تمہارے

ساتھ چلوں گی لیکن جب صبح اسے جگایا جاتا تو وہ دردسر یا کسی اور تکلیف کا بیانہ کر

کے پڑی رہتی۔ تاہم جانے سے پہلے وہ انجلا کو یہ ہدایت ضرور کرتی کہ بیٹی بہت

دورنہ جانا، یہ لوگ بہت خطرناک ہیں۔

آج بھی ربیعہ اور انجلانے اتمام جحت کے لیے اسے جگایا لیکن جب وہ اٹھنے کی بجائے کروٹ بدل کر پھر سورہی تو انجلانے اپنے دل میں ایک طرح کی خوشی محسوس کرتے ہوئے کہا۔ ”چلو ربیعہ آج ہم وادی عبور کر کے اس پیاری پر چڑھیں گی۔“

یہ پیاری وہی تھی جہاں بشیر عام طور پر سیر کے لیے جایا کرتا تھا۔ وادی کے گھنے درختوں میں سے گزرنے اور ندی عبور کرنے کے بعد پیاری کی چڑھائی میں ربیعہ انجلانے کی تیز رفتاری کا ساتھ نہ دے سکی۔ اس نے قریباً ایک تھانی باندی پر پہنچ کر کہا۔ ”انجلانے میں تھک گئی ہوں۔ اگر تمہیں شوق ہے تو تم اوپر تک ہواؤ۔ میں یہاں بیٹھ کر تمہارا انتظار کرتی ہوں۔“

”بہت اچھا، میں ابھی آ جاؤں گی۔“ انجلانے کہہ کر بھاگتی ہوئی پیاری پر چڑھنے لگی۔ اس نے راستے میں بشیر کو نہیں دیکھا تھا اور اسے یہ امید تھی کہ وہ اس وقت پیاری کی چوٹی پر موجود ہوگا۔ ہر قدم کے ساتھ اس کے دل کی دھڑکنوں میں اضافہ ہو رہا تھا۔

ربیعہ ایک پتھر پر بیٹھ کر دیر تک انجلانے کی طرف دیکھتی رہی۔ جب وہ اس کی نگاہوں سے او جھل ہو گئی تو وہ نیچے وادی کا دل کش منظر دیکھنے لگی۔ اچانک اسے اپنے دائیں ہاتھ کچھ فاصلے پر ایک سوار دکھانی دیا۔ گھوڑا اپنی مرضی سے آہستہ آہستہ چل رہا تھا اور سوار باند آواز سے عربی زبان کا ایک گیت گارہا تھا۔ سوار کی سفید قباد دیکھ کر ربیعہ کا دل دھڑکنے لگا اور وہ ایک لمحہ سوچنے کے بعد وادی کی طرف چل پڑی۔ اسے یہ خدشہ تھا کہ اگر سوارندی کے کنارے پہنچ گیا تو وہ اس کا راستہ نہیں روک سکے گی۔

اس نے کچھ فاصلہ معمولی رفتار سے طے کیا لیکن درختوں کے قریب پہنچ کروہ تیزی سے بھاگنے لگی اور ندی کے قریب پہنچ کر پلڈنڈی کے کنارے ایک درخت کے نیچے کھڑی ہو گئی۔ جوں جوں سوار کی آواز نزدیک سنائی دے رہی تھی اس کے دل کی دھڑکن میں اضافہ ہو رہا تھا۔

جب سوار بالکل قریب آگیا تو ربیعہ نے چاہا کہ درخت کی اوٹ سے نکل کر پلڈنڈی پر کھڑی ہو جائے لیکن اس کی ہمت نے ساتھ نہ دیا اور وہ درخت کی اوٹ سے سر زدال کر پلڈنڈی کی طرف دیکھنے لگی۔ اس کا خیال صحیح تھا۔ یہ سوار بذریں مغیرہ کے سوا کوئی دوسرا نہ تھا۔ اس کے سر پر خود کی بجائے سفید عمامہ تھا۔

باوجود اس بات کے کہ سرحدی عقاب اس کی طرف متوجہ نہ تھا، ربیعہ اسے ایک نظر سے زیادہ نہ دیکھ سکی۔ حیاء پریشانی اور احساس مرعوبیت کے باعث وہ ایک لمحہ کے لیے کوئی فیصلہ نہ کر سکی۔ لیکن جب وہ گزر گیا تو وہ کوتا ہی کے فرض کے احساس سے چونک اٹھی، اس نے اپنے دل میں کہا۔ ”شاید ایسا موقع پھر نہ ملتے۔ جمعہ میں صرف دو دن باقی ہیں۔“ ”ٹھہریئے!“ اس نے جلدی سے پلڈنڈی کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

لیکن شرم و حیا میں ڈوبی ہوئی خفیف سی آواز بذریں مغیرہ کے کانوں تک نہ پہنچ سکی، وہ چند گز آگے جا چکا تھا۔ وہ زمین جس نے ایک لمحہ پیشتر ربیعہ کے پاؤں پکڑ رکھے تھے اب اسے ندی کی طرف دھکیل رہی تھی۔ وہ ندی کی طرف بڑھی۔ ہر قدم پر اس کی رفتار تیز ہو رہی تھی میہاں تک کوہ بھاگنے لگی۔

”ٹھہریئے! ٹھہریئے!!“ رفتار کے ساتھ ربیعہ کی آواز بھی باندھو تیزی سے مژ کر دیکھا اور گھوڑے کی باگ کھینچ لی۔ ربیعہ کا چہرہ حیا سے تمتما اٹھا

اور اس کے پاؤں پھر ایک بارز میں سے پیوست ہو کر رہ گئے۔

بدر نے قدرے جیران ہو کر کہا۔ ”آپ..... اکیلی“۔

ربیعہ فوراً کوئی جواب نہ دے سکی۔ بدر اپنا نیزہ زمین پر گاڑ کر گھوڑ سے اتر اور
قدرے توقف کے بعد بولا۔ ”آپ پریشان ہیں، آپ نے مجھے آواز دی تھی۔“

ربیعہ نے جھمکتے ہوئے سراٹھا کراس کی طرف دیکھا۔ بدر کی مسکراہٹ میں
تشویش، ہمدردی اور شفقت پا کروہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی ہوئی آگے بڑھی۔ اس
نے گھٹی ہوئی آواز میں کہا۔ ”میں..... میں آپ سے کچھ کہنا چاہتی تھی۔“

”کہیے.....!“

بدر نے پہلی بار غور سے اس کی طرف دیکھا۔ وہ صحت، شباب، حسن اور
پاکیزگی کا پیکر تسمیہ اور اس کے چہرے پر حیا کی سرخ و سفید لہریں بدر بن مغیرہ کو
متاثر کئے بغیر نہ رہ سکیں۔

”آپ مجھ سے کچھ کہنا چاہتی تھیں؟“ بدر بن مغیرہ نے سوال کیا۔

ربیعہ کی آنکھیں جن میں محبت اور اطاعت کے سمندر بند تھے آہستہ آہستہ اور پر
اخیں۔ اس نے کہا۔ ”میں انجلاء کے ساتھ سیر کے لیے آئی تھی۔ وہ اس پیاری پر
چڑھ گئی ہے۔“

بدر نے کہا۔ ”آپ پریشان نہ ہوں یہاں اسے کوئی خطرہ نہیں۔“

”میں اس کے لیے پریشان نہیں ہوں۔ میں آپ سے یہ کہنا چاہتی تھی کہ آپ
کا یہ قلعہ سرحد کے بالکل قریب ہے، اگر نصرانیوں کو خبر ہو گئی کہ آپ یہاں رہتے ہیں
تو.....“

”آپ فکر نہ کریں۔ ہم اپنے مہمانوں کی حفاظت کرنا جانتے ہیں۔“

”نہیں، نہیں میرا یہ مطلب نہیں مجھے..... آپ کے متعلق تشویش ہے۔ آپ انلس کے مسلمانوں کی آخری امید ہیں،“ اگر نصرانیوں کو پتہ چل گیا کہ آپ یہاں رہتے ہیں تو مجھے ڈر ہے کہ.....“

”آپ میری فکر نہ کریں۔ میں نصرانیوں کوئی بار سبق دے چکا ہوں۔“

”تاہم مختصر سی فوج کے ساتھ آپ کا اس غیر محفوظ قلعے میں رہنا خطرے سے خالی نہیں۔ آپ کی جان بہت قیمتی ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ ہمارا نوکر واپس جا کر یہ نہ بتا دے کہ آپ جنگل کی بجائے یہاں رہتے ہیں۔“

”آپ کے والد نے تو مجھے یہ بتایا تھا کہ وہ بہت قابلِ اعتماد آدمی ہے۔“

ربیعہ نے پریشان سی ہو کر کہا۔ ”میرے والد بہت خوش اعتقاد ہیں۔ ممکن ہے کہ ہمارا نوکر راستے میں کبڑا گیا ہوا اور اس نے لائچ میں آکر یاد ہمکی سے مرعوب ہو کر انہیں سب کچھ بتا دیا ہو۔ ایسے معاملات میں احتیاط ضروری ہے۔“

ربیعہ کے لجھے میں نصیحت سے زیادہ التجھی۔ ایک مسلمان اٹرکی کی تشویش اور ہمدردی بدرکی توقع کے خلاف نہ تھی۔ اس نے ربیعہ کو تسلی دیتے ہوئے کہا۔ ”یہ قلعہ غرناطہ کی حدود میں ہے اور جب تک نصرانی غرناطہ سے باقاعدہ جنگ چھینٹرنے کا ارادہ نہیں کرتے وہ اس پر حملہ نہیں کریں گے اور اگر انہیں یہ علم ہو جائے کہ میں کبھی کبھی یہاں قیام کرتا ہوں تو بھی مجھے یقین نہیں کہ وہ فوری اقدام کی جرأت کریں گے۔ اگر آپ کو اپنے متعلق پریشانی ہے تو بھی میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ہسپانیہ کے مسلمانوں کا خون اس قدر مخدنہیں ہوا کہ وہ اپنے مہمانوں کی حفاظت نہ کر سکیں۔ جب تک آپ لوگ غرناطہ نہیں پہنچ جاتے میرے سپاہی آپ کی حفاظت کریں گے۔“

ربیعہ نے مضطرب سی ہو کر کہا۔ ”آپ نے مجھے غلط سمجھا۔ مجھے اپنے متعلق کوئی پریشانی نہیں میں صرف آپ کے متعلق سوچ رہی تھی اور صرف میں ہی نہیں قسطلہ بلکہ اندرس کی ہر مسلمان اڑکی صحیح و شام سرحدی عقاب کی سلامتی کی دعا میں مانگتی ہے۔ آپ اس بدنصیب قوم کا آخری سہارا ہیں۔“ ربیعہ کی آواز رک گئی اور اس کی حسین آنکھوں میں آنسو لرزنے لگ۔

بدر بن منیرہ نے قدرے متاثر ہو کر کہا۔ ”قوم کی بیٹیوں کو ایسے خدشات کا اظہار نہیں کرنا چاہتے جو مردوں کو عافیت پسند بنا دیتے ہیں۔ تاہم میں آپ کی ہمدردی کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔“ یہ کہتے ہوئے بدر بن منیرہ نے گھوڑے کی رکاب میں پاؤں رکھ دیا لیکن ربیعہ نے جلدی سے کہا ”مٹھریئے۔“

بدر نے رکاب سے پاؤں نکالنے ہوئے کہا۔ ”شاید میں آپ کو تسلی نہیں دے سکا۔ دیکھئے نصرانیوں کا کوئی حملہ میرے لیے غیر متوقع نہیں ہو ستا۔ وہ کسی محاذ پر مجھے سویا ہوا نہیں پائیں گے۔ یہ قلعہ تا نا غیر محفوظ نہیں جتنا آپ خیال کرتی ہیں۔“

ربیعہ نے قدرے تامل کے بعد کہا۔ آپ خوابوں پر یقین رکھتے ہیں؟

”ہاں میں بعض خوابوں کی حقیقت سے انکار نہیں کرتا۔ میں نے بچپن میں اپنے والد کے متعلق ایک خواب دیکھا تھا اور وہ صحیح ثابت ہوا لیکن اس کے بعد میں نے اپنے ہر خواب کی تعبیر اپنی تلوار سے لکھی ہے۔ اگر آپ نے میرے متعلق کوئی خواب دیکھا ہے تو اس کی تعبیر کے لیے بھی میں اپنی تلوار پر بھروسہ کروں گا۔“

ربیعہ نے پر امید ہو کر کہا۔ ”مجھے آپ کی تلوار پر بھروسہ ہے۔ اندرس کے ہر مسلمان کو آپ کی تلوار پر بھروسہ ہے اور میں نے جو خواب دیکھا ہے اس تعبیر صرف آپ کی تلوار سے لکھی جاسکتی ہے۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ ڈمنوں نے اچانک

آپ کے قلعہ پر حملہ کر دیا ہے۔ آپ کے سپاہیوں کے مقابلہ میں ان کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ میں رات کی تاریکی میں قلعے کے اندر اور باہر خوفناک نعرے سن رہی تھی۔ مجھے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ وہ قلعہ کی دیوار توڑ کر اندر داخل ہو چکے ہیں۔ خوف کے باعث میری آنکھ کھل گئی۔ ہو ستا ہے کہ یہ خواب میری توہمات کا نتیجہ ہو لیکن آپ سے اس کا ذکر کئے بغیر مجھے چین نہیں آ ستا تھا۔

بدر بن مغیرہ نے کہا۔ ”میں آپ کا شکر گزار ہوں۔ اگر آپ کا خواب صحیح ہو تو آپ انشاء اللہ قلعے کے اندر ان کے نعرے سننے کی بجائے قلعے سے باہران کی چیزیں سنیں گی۔“

ربیعہ نے دلبی زبان سے ”آئین“ کہا اور اس کا معموم چہرہ مسرت سے چمکنے لگا۔

بدر بن مغیرہ نے کہا۔ ”اس خواب کی تعبیر کے لیے شاید آپ کا چند دن اور یہاں ٹھہرنا ضروری ہو۔ میں آپ کے والد سے کہوں گا شاید وہ چند دن اور سفر کا ارادہ مانتوی کرنے پر رضامند ہو جائیں۔“

ربیعہ نے خوش گواردھڑکنیں محسوس کرتے ہوئے اپنے دل میں کہا۔ ”آپ کی یہ عنایت شاید میرے کسی اور خواب کی تعبیر ہے۔“

بدر بن مغیرہ نے رکاب میں پاؤں رکھتے ہوئے۔ ”آپ شاید اپنی بہن کا انتظار کریں گی۔ میں جاتا ہوں۔“

بدر نے گھوڑے پر بیٹھ کر اپنا نیزہ تھام لیا۔ ربیعہ نے جھنجکتے ہوئے کہا ”مجھے ڈر ہے کہ آپ میری باتوں کو کہیں مذاق نہ سمجھ لیں۔ میری سوتیلی ماں، آنجلہ اور میرا والد بھی میری باتوں پر ہنسا کرتے ہیں۔ خدا کے لیے ان سے میرے خواب کا ذکر نہ

کریں۔“

”شاپید آپ کو تسلی دینے کے لیے الفاظ کافی نہ ہوں“ - بدر نے یہ کہتے ہوئے ادھر ادھر دیکھنے کے بعد چند بار سیٹی بجائی - اس کے جواب میں آس پاس کے گھنے درختوں میں چھپے ہوئے چند پہرے دار اس کے گرد جمع ہو گئے۔

بدر نے ایک شخص سے مخاطب ہو کر کہا - ”سیلیمان! تم ابھی جنگل کی طرف روانہ ہو جاؤ، میں آج شام سے پہلے پہلے اپنی آدمی فوج کو اس پیار کے عقب میں جمع دیکھنا چاہتا ہوں - قلعہ کے سپاہیوں میں سے کسی ان کی آمد کی خبر نہیں ہونی چاہتے۔“

بدر بن مغیرہ کے ہاتھ کا اشارہ پا کر پہرے دار جس طرح درختوں کی آڑ سے نمودار ہوئے تھے اسی طرح غائب ہو گئے - اس نے مسکراتے ہوئے ربیعہ کی طرف دیکھا اور اب آپ کو اطمینان ہے؟ جب تک آپ یہاں ہیں میری آدمی فوج اس قلعہ کے گرد پہرا دے گی۔“

ربیعہ نے اضطراری طور پر آگے بڑھ کر اس کے گھوڑے کی باغ پکڑتے ہوئے کہا - ”خدا کے لیے یہ نہ سمجھئے کہ مجھے اپنا خوف ہے - میرا اضطراب صرف آپ کے لیے ہے - آپ قوم کی پونجی ہیں - آپ انلس کے مسلمانوں کا سرمایہ حیات ہیں - کاش میں آپ کو اپنے خواب سے متاثر کرنے کی بجائے کچھ اور کر سکتی - کاش میں ان سرفروشوں میں سے ایک ہوتی جو آپ کے دروازے پر پہرا دیتے ہیں لیکن میں صرف ایک تو ہم پرست لڑکی ہوں جس کے پاس آپ کے لیے خوابوں اور دعاوں کے سوا کچھ نہیں -“ ربیعہ کی آواز بینہ گئی - اس کی آنکھوں میں آنسو مل آئے - بدر بن مغیرہ کے لیے دیر تک یہ فیصلہ کرنا مشکل تھا کہ اسے کیا کہنا چاہتے - انتہائی سادگی،

عجز اور انکسار کے باوجود دربیعہ کے چہرے پر ایک الیک ممتاز، سنجیدگی اور وقار تھا کہ بدربن مغیرہ متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ اس نے نادم سا ہو کر کہا۔ ”مجھے افسوس ہے کہ آپ کو میرے الفاظ سے صدمہ پہنچا، میرا متصدی یہ نہ تھا۔ میں آپ کا شکر گزار ہوں۔ اچھا خدا حافظ!“۔

ربیعہ کھوڑے کی باغ چھوڑ کر ایک ہٹ گئی۔ بدرنے کھوڑے کو ایڑ لگا کرندی میں ڈال دیا۔ ربیعہ اس کی طرف دیکھتے ہوئے بار بار خدا حافظ! خدا حافظ!! کہہ رہی تھی۔

(۳)

انجلا ربیعہ کو راستے میں چھوڑ کر پیاری کی چوٹی پر پہنچ تو بشیر بن حسن اسے سامنے چند قدم کے فاصلے پر نیچے اترتا دکھانی دیا۔ وہ سانس درست کرنے کے لیے ایک پتھر پر بیٹھ گئی۔ جب بشیر قریب آیا تو وہ رو مال سے اپنے چہرے کا پسینہ پوچھتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی۔ بشیر ان اچانک اس کی طرف دیکھا تو چند قدم کے فاصلے پر رک گیا۔ پھر کچھ سوچ کر آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ہوا اس کی طرف بڑھا۔ بشیر نے کہا ”آج آپ اکیلی آگئیں“۔

انجلا نے جواب دیا..... ”ربیعہ میرے ساتھ تھی وہ نیچے رہ گئی ہے۔ میں اس پیاری کی چوٹی پر پہنچنا چاہتی تھی۔ مجھے امید نہ تھی کہ آپ یہاں ہوں گے۔ یہ چندھانی بہت دشوار تھی۔“

”آپ نے بہت ہمت کی“۔ بشیر کے الفاظ میں ایک روکھاپن تھا اور انجلا محسوس کئے بغیر نہ رہ سکی۔ تاہم اس نے جھوکتے ہوئے کہا۔ ”میری ہمت یہاں تک پہنچ کر جواب دے چکی ہے۔ یہ بھی خوش قسمتی ہے کہ آپ مل گئے۔ اگر آپ کو تکلیف نہ

ہو تو چوٹی تک میرا ساتھ دیں۔“

”چلنے!“

”شکریہ! مجھے ڈر تھا کہ کہیں واپسی پر راستہ نہ بھول جاؤں،“ -

”بیراستہ اس قدر پیچیدہ نہیں،“ بیشیر نے بے پرواٹی سے جواب دیا۔

بیشیر خاصی رفتار کے ساتھ اس کے آگے آگے جا رہا تھا اور سانس پھول جانے کے باعث انجلاء خواہش کے باوجود داداں سے کوئی بات نہ کر سکی۔

پیاری کی چوٹی پر پہنچ کر انجلاء بری طرح ہانپ رہی تھی۔ اس کا چہرہ پسینے سے شراب اور تھا۔ بیشیر بن حسن نے ایک باندرا خلاق طبیب کی شان استغنا کے ساتھ ایک بار مژکر اس پیکر رعنائی کی طرف دیکھا اور پھر منہ پھیر کر نیچے سر بزروادی کی طرف دیکھنے لگا۔

انجلاء نے رو مال سے پسینہ پوچھتے اور تنفس پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ ”آپ کو شاید چڑھائی محسوس بھی نہیں ہوتی۔ میرا تو براحال ہو رہا ہے۔“

بیشیر نے بدستور نیچے کی طرف دیکھتے ہوئے جواب دیا۔ ”میں پیاروں پر چڑھنے کا عادی ہوں آپ نے شاید پہلی بار ہمت آزمائی کی ہے۔“

انجلاء نے کہا۔ یہاں کھڑے ہو کر نیچے کی وادیاں کتنی دافریب دکھائی دیتی ہیں۔ افسوس ربیعہ میرے ساتھ نہ آسکی۔

”اے بھی اتنی ریاضت کرنی بھی نہیں چاہتے،“ -

انجلاء نے ایک پتھر پر بلیختے ہوئے کہا۔ ”اگر اجازت ہو تو تمہوڑی دیر ستالوں میں بہت تھک گئی ہوں،“ -

بیشیر نے جواب دیا ”جلدی سمجھیے آپ کی بہن انتظار کر رہی ہوگی۔“

انجلانے گنگلوں کا موضوع بد لئے کوشش کرتے ہوئے کہا۔ ”کتنا حسین ہے یہ منظر، آپ ہر روز یہاں آیا کرتے ہیں؟“

”ہاں! لیکن یہ مخفی اتفاق ہے کہ آج میں یہیں سے واپس جا رہا تھا۔ ورنہ میں سامنے اس پیار کی چوٹی جایا کرتا ہوں۔“

”یہ اتفاق شاید اس لیے تھا کہ قدرت کو آپ کی رہنمائی میں میرا یہاں تک پہنچانا مقصود تھا۔“

”آپ میرے بغیر بھی یہاں آسکتی تھیں۔“

”نہیں، میں سچ کہتی ہوں، میری ہمت جواب دے چکی تھی۔ ہم پرسوں جا رہے ہیں۔ اگر آج آپ راستے میں نہ ملتے تو اس چوٹی پر پہنچنے کی حرمت شاید میں اپنے ساتھ لے جاتی۔“

”یہ کوئی ایسی حسرت نہ تھی جس کے پورا نہ ہونے کا آپ کو فسوں ہوتا۔“

”میں یہ حسین منذر کبھی نہیں بھول سکوں گی۔ میں نے سنائے کہ سرحدی عقاب کے جنگل میں نہایت انفریب مناظر ہیں۔“

”ہاں وہ علاقہ بہت خوبصورت ہے۔“

اور شاید یہی وجہ ہے کہ آپ شہروں میں جانا پسند نہیں کرتے؟
انسان ہمیشہ ایسی جگہ کو پسند کرتا ہے جہاں وہ مفید کام کر رہا ہو۔

”میرے خیال میں آپ ان پیاروں اور جنگلوں کی بجائے قسطلہ اشیا یہ اور قرطبه جیسے شہروں میں زیادہ مفید کام کر سکتے ہیں۔ وہاں امراء گورنر اور بادشاہ تک آپ کے قدر دان ہوں گے۔ اگر آپ برانہ مانیں تو میں یہ کہوں گی کہ آپ یہاں اپنے جو ہر ضائع کر رہے ہیں۔ ابا جان کہتے ہیں کہ اگر آپ قسطلہ چلے جائیں تو

بادشاہ کے دربار میں آپ کو پہلی کرسی ملے گی۔“

آپ کے والد یقیناً مجھے قسطلہ جانے کا مشورہ نہیں دیں گے۔ میں بدر بن مغیرہ کے ایک معمولی سپاہی کا علاج کر کے تمہارے بادشاہ کے دربار میں بیٹھنے سے زیادہ خوش رہ سَتا ہوں۔ یہ لوگ کبھی کبھی صرف جسمانی بیماری میں بتتا ہوتے ہیں اور اس کا علاج ہو سَتا ہے۔ لیکن تمہارے بادشاہ اور امراء ہمیشہ روحانی اور اخلاقی بیماریوں میں بتتا ارتہتے ہیں۔

انجلانے مسکراتے ہوئے بشیر کی طرف دیکھا اور کہا ”آپ یہ کیوں نہیں کہتے کہ آپ کو عیسائیوں سے انفرت ہے؟“

”ایک طبیب کی حیثیت میں ہر انسان کی خدمت کرنا میرا فرض ہے لیکن ایک مسلمان کی حیثیت سے میرا پہلا فرض یہ ہے کہ ان لوگوں کا ساتھ دوں جواندسوں میں مسلمانوں کی عزت اور آزادی کی جنگ اُثر رہے ہیں۔ آپ کو انسانیت قسطلہ کے ان ایوانوں میں دکھانی دیتی ہے جہاں مسلمانوں کی غلامی کی زنجیریں تیار ہو رہی ہیں اور مجھے انسانیت ان جھونپڑوں میں دکھانی دیتی ہے جن میں رہنے والے غیروں کی غلامی پر موت کو ترجیح دیتے ہیں۔“

انجلانے مغموم سی ہو کر کہا۔ ”کیا آپ کو یقین ہے کہ آپ دیر تک ہمارے شہنشاہ کا مقابلہ کر سکیں گے؟“

مقابلہ صرف فتح کی امید پر ہی نہیں کیا جاتا۔ بعض حالات میں جنگ کمزور کے لیے ایک فریضہ بن جاتی ہے۔ ہمیں یہ یقین ہے کہ جب تک ہم زندہ ہیں ہمیں کوئی غلام نہیں بن سَتا۔ خیراب چلنے دیر ہو رہی ہے۔

انجلانے کہا۔ ”میرے خیال میں اگر آپ قسطلہ کے شاہی طبیب کے

عہدے پر فائز ہوں تو آپ بادشاہ کو خوش کر کے اسے مسلمانوں کی آزادی پر حملہ کرنے سے باز رکھ سکتے ہیں۔

”آزادی خوشنام دے نہیں بلکہ خون سے خریدی جاتی ہے۔“

انجلا نے کہا۔ ”طبیب کی حیثیت میں آپ بادشاہ کے خوشنام دی نہیں بلکہ محسن بن سکتے ہیں۔“

بیشیر نے قدرے ترش لجھ میں کہا۔ ”ہمارے لیے اب تمہارے مغرب و بادشاہ کا محسن بننے کی صرف ایک ہی صورت ہے اور وہ یہ کہ ہم اس کے ہاتھ سے استبداد کی تلوار چھین لیں اور جب وہ ہمارے رحم و کرم پر ہو تو ہم اپنے بزرگوں کے اخلاق پر عمل کرتے ہوئے اس کی خطا میں معاف کر دیں۔ میں اپنی قوم کی دائمی زندگی کے لیے ایک سپاہی بن کر اڑنے کو اس سے عارضی زندگی کی بھیک مانگنے پر ترجیح دیتا ہوں۔ آپ یہاں مہمان ہیں۔ مجھے افسوس ہے کہ آپ نے خواہ مخواہ یہ بحث شروع کر دی۔ ہسپانیہ اور قسطلہ کا مقابلہ اب باتوں سے نہیں تلوار سے ہو گا۔“

بیشیر آہستہ آہستہ پیاری سے نیچے اترنے لگا۔ انجلاء اٹھ کر اس کے پیچے چل دی۔ وہ بار بار اپنے دل میں کہہ رہی تھی۔ ”کاش میں یہ بحث نہ چھیڑتی۔“

دونوں دیر تک خاموش رہے لیکن جب وہ پیاری سے اتر کر درختوں میں سے گزر رہے تھے انجلاء نے تیزی سے قدم اٹھاتے ہوئے اس کے قریب پہنچ کر کہا۔ مجھے معلوم نہ تھا کہ آپ اس قدر خفا ہو جائیں گے۔ خدا جانتا ہے کہ میں آپ کی دشمن نہیں۔ آپ خواہ کچھ کریں میری دعا میں آپ کے ساتھ ہوں گی۔ مجھے معاف کر دیجئے۔

بیشیر بن حسن نے مژکراس کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے

تھے۔

اس نے متاثر ہو کر کہا۔ ”نادان اڑکی تم رو رہی ہو؟“۔

مجھے معاف کر دیجئے۔ اس نے پھر کہا۔

”لیکن میں ان آنسوؤں کی وجہ نہیں سمجھ سکا۔ اگر یہ نصراٹیوں کی طرف سے ایک فائح کی دوستی کا پیغام دینا چاہتے ہیں تو مجھے ڈر ہے کہ یہ موتی رائیگاں جائیں گے اور اگر یہ اس لیے ہیں کہ تم ہماری جدوجہد کو بے فائدہ سمجھتی ہو تو بھی ہمدردی کا یہ پیغام قبل از وقت ہے اور اگر تم یہ خیال کرتی ہو کہ بشیر بن حسن کی جان اس قدر قیمتی ہے کہ وہ موت حیات کی اس کشکش میں اپنی قوم کا ساتھ نہ دے تو بھی تم غلطی پر ہو۔“
آنجلانے جذبات سے مغلوب ہو کر کہا۔ ”مجھے عیسائیوں یا مسلمانوں اور ان کے بادشاہوں سے کوئی دلچسپی نہیں۔ میں صرف آپ کی خیر چاہتی ہوں۔ مجھے افسوس ہے کہ آپ کو میری باتوں سے صدمہ پہنچا۔ میں نادان ہوں۔ آپ میری باتوں کو کوئی اہمیت نہ دیں۔“

”آنجلاء! آنجلاء!“، ربیعہ کی آواز آئی۔

آنجلاء کی خاموشی پر بشیر بن حسن نے جواب دیا۔ آپ کی بہن یہاں ہے۔ پھر وہ آنجلاء سے مخاطب ہوا چلو آنجلاء! تمہاری بہن بلا تی ہے۔

آنجلاء بشیر کے آگے آگے چلنے لگی۔ تھوڑی دیر بعد آنجلاء، ربیعہ اور بشیر قلعے کا رخ کر رہے تھے۔

ندی عبور کرنے کے بعد انہیں ابو داؤد ملا اور اس نے آنجلاء اور ربیعہ سے مخاطب ہو کر کہا۔ ”تم نے آج بہت دیر لگائی۔“۔

ربیعہ نے کہا۔ ابا جان! ہم نے آج پیاری پر چڑھنے کا ارادہ کیا تھا۔ میں

زیادہ دور نہ جاسکی۔ انجلاء کیلی چوٹی پر سے ہو آتی ہے۔

ربیعہ کے خواب کی تعبیر

(۱)

جمعہ کے دن کا بیشتر حصہ بدرا بن مغیرہ اور بشیر بن حسن نے ابو داؤد کی صحبت میں گزارا۔ ان کی باتوں سے ابو داؤد کو یہ اطمینان ہو چکا تھا کہ وہ رات اس قلعہ میں گزاریں گے لیکن گزشتہ دو دن سے وہ اس بات پر حیران تھا کہ قلعہ کے بہت سے سپاہی اچانک غائب ہو چکے ہیں۔

دوپہر کے وقت جب وہ بدرا اور بشیر کے ساتھ کھانا کھا رہا تھا۔ اس نے کہا ”قلعے میں سپاہیوں کی تعداد بہت کم ہو گئی ہے۔ میرا خیال ہے جب آپ یہاں ہوں تو آپ کی حفاظت کا پورا انتظام ہونا چاہتے ہیں۔“

بدرا نے بے پرواٹی سے جواب دیا۔ ”اپنے لیے ہم کبھی سپاہیوں کی ضرورت محسوس نہیں کی“۔

”آپ کی شجاعت میں کلام نہیں لیکن اس قلعے کی حفاظت کے لیے بھی سپاہیوں کی اچھی خاصی تعداد کا ہونا ضروری ہے۔ نفرانیوں کی طرف سے اچانک حملہ کا خدشہ نہ ہو تو بھی آپ کو ہوشیار رہنا چاہتے ہیں۔“

بدرا بن مغیرہ نے جواب دیا ”آپ فکر نہ کریں خطرے کے مقابلے کے یہ آپ یہاں کافی سپاہی موجود پائیں گے۔ اس قلعہ میں میرا قیام بالکل عارضی تھا۔ کل آپ غرناطہ روانہ ہوں گے اور میں انشاء اللہ اپنے پیاروں اور جنگلوں میں پہنچ جاؤں گا۔“

تو شاید اسی خیال سے آپ نے سپاہیوں کو دو دن پہلے روانہ کر دیا ہے۔

”ہاں یہاں وہ بیکار پڑے تھے۔“

اس کے بعد دیر تک مختلف موضوعات پر بات چیت ہوتی رہی۔

مغرب کی نماز کے بعد جب یہ لوگ مسجد سے باہر نکل رہے تھے ایک سوار گھوڑا بھگنا تا ہوا قلعے میں داخل ہوا اور مسجد کے دروازے کے سامنے آ رکا۔ بدربن مغیرہ کی طرف دیکھ کر وہ گھوڑے سے اتر اور تیزی سے قدم اٹھاتے ہوئے آگے بڑھا۔ بدربن مغیرہ نے اس کی بات کا انتظار کئے بغیر پوچھا۔ ”کہو خیر تو ہے..... تم بہت پریشان ہو۔“

پاہی نے کہا۔ ”بادشاہ کے بھائی اور ان کے ساتھ غرناطہ کی فوج کے چند عہدیدار آپ سے ملنے کے لیے آئے تھے اور آپ کی قیام گاہ میں ٹھہر کر آپ کا انتظار کرنے کی بجائے وہ اس طرف آ رہے ہیں۔“
”وہ یہاں سے کتنی دور ہوں گے؟“

”یہاں سے آٹھ دس کوں دور ہوں گے۔ انہوں نے کہا ہے کہ وہ رات کا کھانا آپ کے ساتھ کھائیں گے۔“

بدربن مغیرہ نے بشیر بن حسن کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ آپ ان کے قیام اور طعام کا بندوبست کریں۔ میں ان کی پیشوائی کے لیے جاتا ہوں۔

ٹھوڑی دیر بعد جب بدربن مغیرہ گھوڑے کو سر پٹ دوڑاتا ہوا قلعے سے باہر نکل رہا تھا۔ ابو داؤد تیزی سے قدم اٹھاتا ہوا اپنے کمرے میں پہنچا۔ کچھ دیر گھری سوچ میں کمرے کے اندر ٹھہرتا رہا۔ پھر اس نے درمیانی دروازہ کھول کر میریا کے کمرے میں جھانکتے ہوئے کہا۔ میریا ذرا ادھر آؤ۔

میریا کرسی سے اٹھ کر اس کے کمرے میں داخل ہوئی تو اس نے جلدی سے دروازہ بند کر دیا۔

ربیعہ اور آنجلہ ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگیں۔ ربیعہ نے آہستہ سے کہا۔

”آنجلہ! ابا جان آج صحیح سے پریشان ہیں“۔

آنجلہ نے ربیعہ کی طرف معنی خیز نگاہوں سے دیکھتے ہوئے جواب دیا ”ان کی پریشانی کی وجہ شاید کل کا کٹھن سفر ہو لیکن ربیعہ مجھے تم ان سے زیادہ پریشان دکھائی دیتی ہو۔ جب ہم قسطلہ سے غرناطہ کی طرف روانہ ہو رہے تھے تو تم بہت خوش تھیں لیکن اب ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم ہیں غرناطہ کی نسبت یہ ویران قلعہ زیادہ پسند ہے۔“۔

”مجھے غرناطہ سے محبت ہے۔ مجھے فکر ہے کہ ابا جان کہیں کل غرناطہ جانے کا ارادہ بدل نہ دیں“۔

”تمہیں معلوم ہے کہ ابا جان غرناطہ جانے کا ارادہ تبدیل نہیں کریں گے۔ سرحدی عقاب نے ہماری لیے غرناطہ سے نئی بکھی منگوائی ہے۔ تمہاری پریشانی کی وجہ پچھا اور ہے۔ ربیعہ تم مجھ سے اپنے دل کی بات نہیں چھپا سکتیں۔ سچ کہو تمہیں اس بات کا غم نہیں کہ سرحدی عقاب کا نیشن غرناطہ سے دور ہو گا۔“۔

ربیعہ کے چہرے پر حیا کی سرخ و سفید لہریں رقص کرنے لگیں، وہ آنجلہ کو کوئی جواب نہ دے سکی۔ آنجلہ نے پھر کہا ”ربیعہ ہم دونوں ایک کشتی میں سوار ہیں لیکن میں بشیر بن حسن کا نام لیتی ہوں تو تم مجھے ملامت کرتی ہو اور تمہاری اپنی حالت یہ ہے کہ یہاں سے رخصت ہونے کے تصور سے تمہارا چہرہ مر جھایا جاتا ہے۔ سچ کہو! تمہیں سرحدی عقاب سے محبت نہیں؟“۔

”آنجلہ! میں یہ کیسے کہہ سکتی ہوں کہ مجھے اس سے انفرت ہے لیکن میری دنیا اس کی دنیا سے مختلف ہے۔ بدربن مغیرہ اندرس کے آسمان پر چودھویں رات کا چاند ہے اور میں ان لاکھوں تماشا نیوں میں سے ایک ہوں جو اس کی آب و تاب سے

متاثر ہونے کے باوجود اس سے آسمان سے اتار کر اپنے جھونپڑے کی زینت بنانے کا خیال دل میں نہیں لاسکتے۔ بیشربن حسن بھی اندرس کے آسمان کا ایک چمکتا ہوا ستارہ ہے اور تمہاری دلچسپی اگر اسے دیکھنے تک محدود رہتی تو میں یقیناً اعتراض نہ کرتی، لیکن آنجلا! تم اس ستارے کو آسمان سے نوچ اپنے دامن کی زینت بنانا چاہتی ہو اور ان بلند یوں سے آنکھیں بند کر لیتی ہو جو تمہارے اور اس کے درمیان حائل ہیں۔ میں تمہاری آنکھیں کھول دینا اپنا فرض سمجھتی ہوں۔“

آنجلہ کا خوبصورت چہرہ مر جھا گیا۔ اس نے اپنے ہونتوں پر ایک مغموم مسکراہٹ لاتے ہوئے کہا۔ ”اپنی گذشتہ بد سلوکیوں کے باوجود میں یہ محسوس کرتی ہوں کہ دنیا میں تم سے زیادہ میرا خیرخواہ کوئی نہیں۔ لیکن برانہ ماننا تم ایک شاعر ہو۔ میں نے اسے آسمان پر نہیں اسی زمین پر دیکھا ہے اور مجھے یہ کہتے ہوئے شرم محسوس نہیں ہوتی کہ میں اسے چاہتی ہوں۔ میں اگر اسے اپنے دامن کی زینت نہ بنائی تو بھی اس کے دامن کی طرف ہاتھ بڑھاتے جھبک محسوس نہیں کروں گی۔ ربیعہ! جب میں نے اسے پہلی بار دیکھا تھا تو میرے دل نے گواہی دی تھی کہ وہ میرا ہے۔ جب میں نے اس کی آواز سنی تھی تو میں نے محسوس کیا تھا کہ میرے کان اس آواز سے مانوس ہیں۔ جب تک میری آنکھیں اسے دیکھتی رہیں گی اور میرے کان اس کی آواز سنتے رہیں گے، میرا دل یہ کہتا رہے گا کہ وہ میرا ہے، وہ میرا ہے۔ ربیعہ! سچ کہو تم بدر بن مغیرہ کے متعلق یہی کچھ محسوس نہیں کرتیں کہ وہ ایک مرد ہے اور تم ایک عورت ہو.....؟“

ربیعہ نے غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ”آنجلہ! تم یہ محسوس نہیں کرتیں کہ تم عیسائی ہو اور وہ ایک مسلمان اور اندرس میں عیسائیت اور اسلام کی جنگ

جاری ہے۔” آنجلہ نے جواب دیا۔ ”مجھے اس کی پرواہ نہیں۔ میں اسے اپنی طرف کھینچنے کی کوشش کروں گی اور اگر میں اسے اپنی طرف نہ لاسکی تو مجھے اس کی طرف جانے میں کوئی تامل نہیں ہوگا۔“

ربیعہ نے کہا۔ ”آنجلہ! فرض کرو۔ اگر آج ہی غرناطہ اور قسطلہ کی سلطنتوں میں باقاعدہ جنگ چپڑ جائے تو تمہارے اور بشیر بن حسن کے درمیان تمام راستے مسدود نہیں ہو جائیں گے۔“

”ہو سنتا ہے کہ عارضی وقفہ کے لیے ہمارے درمیان تمام راستے مسدود ہو جائیں لیکن اس جنگ کا نتیجہ اس کے سوا اور کیا ہوگا کہ تمام اندرس پر عیسائیوں کا قبضہ ہو جائے اور ہمارے درمیان منافرت کی رہی سہی دیواریں نابود ہو جائیں۔“

ربیعہ نے کہا۔ ”آنجلہ! کیا تم یہ سمجھتی ہو کہ بشیر بن حسن جیسا سپاہی اپنی قوم کی شکست اور تباہی کے بعد تم سے عشق کرنے کے لیے زندہ رہے گا۔

آنجلہ کے چہرے پر اداسی چھاگئی۔ اس نے تجوڑی دری خاموش رہنے کے بعد کہا۔ ”ربیعہ! فرض کرو اگر حالات اسے قسطلہ جانے پر مجبور کر دیں اور اس کے لیے اپنی زندگی کے باقی دن وہاں گزارنے کے سوا اور کوئی چارہ نہ ہو تو کیا پھر بھی میرے اور اس کے درمیان منافرت کی دیواریں حائل رہیں گی؟“

ربیعہ نے جواب دیا ”یہ اسے قسطلہ جانے پر مجبور کر دینے والے حالات پر منحصر ہے۔ ایک قیدی کی حیثیت سے وہ اپنی دشمن کی کسی اڑکی سفارش پر رہا ہو کر ذلت کی زندگی بسر کرنا گوارا نہیں کرے گا۔ البتہ ایک فاتح کی حیثیت میں شاید وہ تمہاری محبت کی زنجیریں پہنانا منظور کرے لیکن تم یہ کیسے معلوم کیا کہ حالات اسے قسطلہ جانے پر مجبور کر دیں گے۔“

انجلانے اپنی پریشانی پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے جواب دیا۔ ”ایک پھول کا صحیح مقام باغ ہے۔ شاید وہ خود ہی زیادہ عرصہ اس ویرانہ میں رہنا پسند نہ کرے۔“

ربیعہ کچھ کہنا چاہتی تھی کہ ساتھ کمرے کا دروازہ کھلا اور ابو داؤد اور میریا ان کے کمرے میں داخل ہوئے۔ ابو داؤد کے ہاتھ میں دو جلتی ہوئی شمعیں تھیں جب اس نے دونوں دریپھوں میں یہ شمعیں رکھ دیں تو ربیعہ نے معصومانہ انداز میں کہا۔ ابا جان! کمرے میں فانوس سے پہلے ہی کافی روشنی ہے۔ یہ شمعیں جلانے سے کیا فائدہ؟

ابو داؤد نے پریشان ہو کر کہا ”ربیعہ تمہیں زیادہ روشنی سے انفرت ہے؟“
نہیں ابا جان! لیکن یہ ہوا سے بجھ جائیں گی۔ اگر آپ کہیں تو میں کھڑکیاں بند کر دوں؟

نہیں تازہ ہوا کے لیے کھڑکیوں کا کھلا رہنا ضروری ہے۔ پھر اس نے میریا کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ ”اگر یہ بجھ جائیں تو نہیں فوراً دوبارہ جلا دینا۔ میرے کمرے میں اور شمعیں پڑی ہیں جب یہ ختم ہو جائیں تو ان کی جگہ اور لا کر رکھ دینا۔“ ابو داؤد یہ کہہ کر باہر نکل گیا۔

(۲)

عشاء کی نماز کے وقت بدربنِ مغیرہ، شاہ غرناطہ کے بھائی النزل اور غرناطہ کی فوج کے دو نامور سالار موسیٰ اور النزیفری کے ہمراہ قلعے میں داخل ہوا۔ غرناطہ کے پندرہ سپاہی اور معمولی عہدہ دار بھی ان کے ساتھ تھے۔

چونکہ قلعہ کی مسجد میں موذن اذان دے رہا تھا اس لیے یہ لوگ گھوڑے سے

اتر تے ہی مسجد میں داخل ہوئے۔ ابو داؤد اور بشیر بن حسن نے مسجد کے دروازے پر انہیں خوش آمدید کہا۔ ازفل نے بشیر بن حسن کے ساتھ گرم جوشی سے مصافحہ کرتے ہوئے ابو داؤد کی طرف دیکھا۔

بدر بن مغیرہ نے کہا۔ ”یہ ابو داؤد ہیں۔ میں راستے میں آپ کے سامنے ان کا ذکر کر چکا ہوں۔“

ازفل نے ابو داؤد کے ساتھ مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ ”بدر نے آپ کی بہت سی خوبیاں بیان کی ہیں لیکن میرے نزدیک آپ کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ ہمارا سرحدی عقاب آپ کا عقیدت مند ہے۔“

ابو داؤد نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ”میری سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ میں ایک انتہا درجہ کے فیاض طبع نوجوان کا مہمان ہوں جس نے اپنے بے کس مہمان کی بے جا تعریف بھی مہمان نوازی کے فرائض میں شامل کر لی ہے۔ وہ حادثہ جس کے باعث مجھے چند دن کے لیے سرحدی عقاب کی ہم نشینی نصیب ہوتی ہے میری زندگی کا ایک انتہائی خوش گوار واقعہ ہے۔ غرناطہ کا رجل عظیم جسے میں دور سے دیکھ لینا بھی اپنی خوش قسمتی خیال کرتا آج میرے سامنے ہے۔ اگر یہ گستاخی نہ ہو تو میں اس مقدس ہاتھ پر بوسہ دینا چاہتا ہوں جسے صدیوں کے بعد موسیٰ بن نصیر اور طارق بن زیاد کی تلوار اٹھانے کی سعادت حاصل ہوتی ہے۔“

ازفل ان باعمل انسانوں میں سے تھا جو خوشامد سے بہت پریشان ہوتے ہیں لیکن ابو داؤد کا لب والہجہ اسے متاثر کیے بغیر نہ رہ سکا۔ اس کے ساتھ ہی دو گرم گرم آنسو جو ابو داؤد کی آنکھوں سے انتہائی ضرورت کے وقت ٹپکا کرتے تھے ازفل کے ہاتھ پر گر پڑے۔

قریباً اسی قسم کے جذبات کا اظہار ابو داؤد نے موسیٰ اور النبی فرمائی سے متعارف ہوتے وقت بھی کیا۔ یہ لوگ مسجد میں داخل ہوئے۔ امامت کے فرائض ابو داؤد نے انعام دینے۔

نماز کے بعد یہ لوگ بالائی منزل کے ایک کمرے میں کھانا کھا رہے تھے ابو داؤدان پر اثر ڈالنے کے لیے اپنے دماغ اور زبان کی تمام صلاحیتوں سے کام لے رہا تھا۔ ازفل جو خود بھی بہت سے علوم میں غیر معمولی استعداد رکھتا تھا، ابو داؤد کے تجربہ علمی سے بہت متاثر ہوا اور جب اس نے اپنی ان خفیہ سرگرمیوں کا ذکر کیا۔ ان کا مقصد قسطلہ کی ظالم حکومت کا تختہ اللہ تھا تو ازفل نے کہا ”خدا کا شکر ہے کہ آپ نے اپنی سرگرمیوں کے لیے وہ جگہ منتخب کی ہے جہاں آپ کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔ غرناطہ میں آپ ہمارے لیے بہت کچھ کر سکیں گے۔ بدربند میرہ نے آپ کے متعلق جو کچھ مجھے بتایا ہے اس سے میرا اندازہ ہے کہ آپ نوجوانوں کو متاثر کرنا جانتے ہیں۔ میں غرناطہ میں ایک ایسا نوجوان آپ کے سپرد کروں گا جسے راہ راست پرانا ہمارے لیے اندرس کی کھوئی ہوئی سلطنت کو دوبارہ حاصل کرنے سے کم نہیں۔ میری مراد اپنے بھتیجے اور اندرس کے ولی عہد عبد اللہ سے ہے۔ وہ پر لے درجے کا وہمی، ڈرپوک، خوشامد پسند اور جلد بازنوجوان ہے۔ وہ تعمیر سے زیادہ تخریب میں خوش ہوتا ہے۔ اگر آپ اس کی اصلاح کر سکیں تو یہ قوم کی بہت بڑی خدمت ہوگی۔“

ابو داؤد نے اپنی مسرت کو چھپانے کی کوشش کرتے ہوئے جوب دیا۔ ”
غرناطہ کے نوجوانوں کی اصلاح کے لیے آپ کی آنکھ کا اشارہ کافی ہے۔ تاہم جو خدمت میرے سپرد کی جائے گی میں اسے بخوبی سرا نجام دوں گا۔“

الزفل نے کہا۔ ”ابو عبد اللہ کو آنکھ کے اشارے کی جگہ چاک کی ضرورت ہے اور میں یہ سمجھتا ہو کہ وہ چاک آپ کے پاس ہے۔ آپ غرناطہ کب جا رہے ہیں؟“ ”تو جب تک آپ وہاں پہنچیں گے میں بھی آجائیں گا۔ میرا بھائی آپ جیسے با مال آدمی کو اپنے بیٹے کا اتنا لیق بنانے پر اعتراض نہیں کرے گا لیکن ابو عبد اللہ پر یہ ظاہرنہ کیجئے کہ آپ نے یہ ذمہ داری میری ایما پر قبول کی ہے۔ وہ میری ہر بات کو شبه کی نظر سے دیکھتا ہے۔“

”آپ اس کی فکر نہ کریں۔“

اس کے بعد الزفل، ہوسی اور انزیغری ابو داؤد سے قسطلہ کی فوجی تیاریوں کے متعلق سوالات پوچھتے رہے اور وہ انہیں حقیقت سے آگاہ کرنے کی بجائے خوش کرنے کے ارادے سے جوابات دیتا رہا۔

آدمی رات کے قریب جب یہ لوگ اٹھنے کا ارادہ کر رہے تھے قلعے کے چاروں طرف نقاروں کی گونج سنائی دی۔ اور یہ لوگ پریشان ہو کر ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ الزفل نے جواب طلب نگاہوں سے بدر بن مغیرہ کی طرف دیکھا اور باقی لوگوں کی نگاہیں بھی اس کے چہرے پر مرکوز ہو گئیں۔

بدر بن مغیرہ کے چہرے پر حیرانی یا اضطراب کا شتابہ تک نہ تھا۔ ”آپ گھبرا میں نہیں۔“ اس نے اطمینان کے ساتھ انھتے ہوئے کہا۔ میں ابھی معلوم کرتا ہوں۔ بشیر بھی اٹھا لیکن بدر بن مغیرہ نے کہا۔ ”آپ مہمانوں کے پاس پہنچیں میں ابھی آتا ہوں۔“

بدر بن مغیرہ دروازے کے قریب پہنچا تو ایک پھریدار بھاگتا ہوا اندر داخل ہوا۔ اس نے ہانپتے ہوئے کہا۔ ”نصرانیوں نے حملہ کر دیا ہے۔“

یہ سنتے ہی سب نے اٹھ کر تلواریں ٹکال لیں لیکن بدر بن مغیرہ نے ان کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ ”نصرانیوں نے گذشتہ میں برسوں میں اس سے بڑی حماقت نہ کی ہوگی۔ آپ اطمینان سے بیٹھے رہیں۔ رات کے وقت ان کی بڑی سے بڑی فوج بھی اس قلعے کے قریب نہیں آ سکتی۔ میں اپنی گزشتہ تمام زندگی میں شاید کسی غیر متوقع حملے کے لیے اس قدر تیار نہ تھا۔“

ابوداؤ دنے کہا۔ ”لیکن قلعے میں تو آج میں نے میں پچیس سے زیادہ سپاہی نہیں دیکھئے۔“

قلعے کی حفاظت اس کی چار دیواری سے بہت دور کی جاتی ہے۔ خوش قسمتی سے آج میرے نصف سے زیادہ سپاہی یہاں موجود ہیں۔ میں ابھی آتا ہوں۔ موسیٰ نے کہا۔ میں تمہارے ساتھ جاؤں گا۔

بدر بن مغیرہ نے جواب دیا۔ مجھے ڈر ہے کہ آپ میرے ہی کسی سپاہی کے تیر کا نشانہ نہ بن جائیں۔ میں شاید خود بھی باہر لڑنے والوں کی راہنمائی کے لیے نہ جا سکوں۔ میں صرف قلعہ کے پیور پیدا روں کو چند ہدایات دینا چاہتا ہوں۔

ازفل نے مضمون ہو کر کہا۔ ”تو آپ کو اس حملے کی توقع تھی؟“

اس سوال پر ابوداؤ چونک کر بدر کی طرف دیکھنے لگا۔ بدر نے جواب دیا۔ ”
مجھے قدرت کی طرف سے ایک اشارہ ہوا تھا اور خدا کا شکر ہے کہ اس نے اسے وہم نہیں سمجھا۔“

بیشربن حسن نے بدر کے ساتھ جانے پر اصرار کیا لیکن میں نے اسے یہ کہہ کر روک دیا کہ میرے بہت سے سپاہی صرف اس لیے تیروں کی باش میں کھڑے ہو سکتے ہیں کہ تم ان کے زخموں کا علاج کر سکتے ہو۔ تم یہیں ٹھہروا اور زخمی ہونے والوں

کے لیے مرہم پٹی کا سامان تیار کرو۔

بدر بن مغیرہ باہر نکل گیا۔ ایک ساعت کے بعد وہ واپس آیا اور بولا۔ ”آپ اگر چاہیں تو بے فکر ہو کر سو سکتے ہیں۔ نصرانی اس قلعہ سے دو کوس کے فاصلہ پر غیر متوقع استقبال دیکھ کر بھاگنے کی کوشش کر رہے ہیں لیکن اگر ان میں دس آدمی بھی صح کرنکل گئے تو یہ ایک معجزہ ہوگا۔ میں آپ میں سے کسی اس شاندار فتح میں حصہ دار بننے سے نہیں روکنا چاہتا لیکن پوچھنے سے پہلے آپ کا باہر نکلا مناسب نہیں۔ صح کی روشنی میں آپ قیدیوں کو اکٹھا کرنے اور بھاگنے والوں کو تیروں کو نشانہ بنانے میں میرے ساتھیوں کی مدد کر سکیں گے۔“

یہ کہہ کر بدر بن مغیرہ ابو داؤد کی طرف متوجہ ہوا۔ آپ ذرا اپنے کمرے میں جائیں اور باہر کھلنے والے دریچے بند کروادیں، ورنہ روشنی بجھا دیں اور بچوں کو ہدایت کریں کہ کوئی دریچے کے سامنے کھڑا نہ ہو۔ مجھے پیریداروں نے اطلاع دی ہے کہ حملہ آوروں کی ایک بھٹکی ہوتی ٹولی قلعہ کے قریب دیکھی گئی ہے۔ اگر چہ قلعہ کو ان لوگوں سے کوئی خطرہ نہ نہیں۔ تاہم یہ اندیشہ ضرور ہے کہ ان میں کوئی روشنی دیکھ کر تیر چلا دے۔“

مجھے امید نہ تھی کہ وہ ایسی غلطی کریں گی۔ یہ کہہ کر ابو داؤد بھاگتا ہوا کمرے سے باہر نکلا۔

الزفل نے ہنستے ہوئے کہا۔ ایک اچھا عالم شاذ و نادر ہی ایک اچھا سپاہی ثابت ہوتا ہے۔

(۳)

ابو داؤد تجوڑی دور جا کر سوچ میں پڑ گیا اور اس کی رفتار کم ہونے لگی۔ بدر بن

مغیرہ کی باتوں سے اسے یقین ہو چکا تھا کہ اس کی دعوت پر حملہ کرنے والوں کی تباہی یقینی ہے۔ اس لیے روشنی جلانے یا بجھانے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ اس کے ساتھ ہی اس کے دل میں یہ خدشہ پیدا ہوا کہ کہیں حملہ آوروں کے ساتھ اس کا نوکر بھی نہ ہو جسے اس نے سرحد کے گورنر کے پاس اپنی بنا کر بھیجا تھا۔ بظاہر اس بات کا امکان بہت کم تھا تاہم اسے تشویش تھی اور اس سے زیادہ تشویش اس بات کی تھی کہ کہیں حملہ آور فوج کا سپہ سالار اگر فتار ہونے پر بدر بن مغیرہ کے سامنے اس کا بھانڈانہ پھوٹ دے۔ اس مرحلہ پر وہ اپنے دل کو یہ کہہ کر تسلی دے رہا تھا کہ سرحد کے گورنر نے اسے فرڑی نہیں کا خاص آدمی سمجھ کر اس کی ہدایات پر ضرور عمل کیا ہو گا اور کسی فوجی عہدہ دار پر اس کا راز افشا نہیں کیا ہو گا۔

وہ ہر قدم پر طرح طرح کے خذشات محسوس کرتا اور انہیں جھینٹا اتا اپنے کمرے کے قریب پہنچاتا تو ایک نئے خیال نے اس کے جسم پر کیکپی طاری کر دی۔ اس نے سوچا۔ ”کیا یہ ممکن نہیں کہ سرحد کا گورنر شہرت اور ناموری کے شوق میں خود ہی اس فوج کے ساتھ چلا آیا ہوا اور وہ اگر فتار ہونے کے بعد بدر بن مغیرہ اور انہیں کے سامنے یہ کہہ دے کہ تمہارا مجرم میں نہیں ہوں، ابو داؤد ہے جس نے مجھے اس قلعہ پر حملہ کی دعوت دی ہے؟“

وہ انتہائی پریشانی کی حالت میں اپنے بچاؤ کے مختلف طریقے سوچ رہا تھا کہ اسے کسی کی ہلکی سی چیخ سناتی دی۔ وہ جلدی سے دروازہ کھول کر اپنے کمرے میں داخل ہوا۔ ساتھ والے کمرے سے ایک اور چیخ کے بعد کسی کے گرنے کی آواز آئی۔ اتنی دیر میں وہ عقبی کمرے میں داخل ہو چکا تھا۔ ایک لمحہ کے لیے اس کا خون منجد ہو کر رہ گیا۔ اسنجلا اور میریا فرش پر بے ہوش پڑی تھیں۔

انجلا کے سینے میں ایک تیر پیوست تھا۔ ربیعہ سکتے کے عال میں اس کے قریب کھڑی تھی۔ ابو داؤد نے انتہائی پریشانی کے عالم میں ربیعہ کی طرف دیکھا اور اس نے اندر اری حالت میں دریچوں کی طرف اشارہ کیا۔ ابو داؤد نے شمعیں اٹھا کر ایک طرف پھینکتے ہوئے کھڑ کیاں بند کر دیں اور انجلا اور میریا کی طرف متوجہ ہوا۔ ”میریا! انجلاء!!“ اس نے دونوں کو یکے بعد دیگر نے جنجنھوڑتے ہوئے کہا۔

انجلا نے کراہتے ہوئے آنکھیں کھول دیں لیکن میریا بے ہوش تھی۔

ربیعہ نے کہا ”ابا جان! طبیب کو بلا لیجئے۔ انجلاء زخمی ہے اور امی جان صدمے سے بے ہوش ہو گئی ہیں۔ انجلاء در تیچ کے سامنے سے گزر رہی تھی کہ باہر سے کسی نے تیر چلا دیا۔ آپ جلدی کریں۔ انجلاء کا خون بہہ رہا ہے۔“

ابو داؤد اٹھ کر بھاگتا ہوا باہر نکل گیا۔

(۳)

تحوڑی دیر بعد ابو داؤد کے ساتھ بدر بن مغیرہ اور بشیر بن حسن کمرے میں داخل ہوئے۔ بشیر نے انجلاء اور میریا پر ایک سرسری نظر ڈالنے کے بعد دونوں کو یکے بعد دیگرے اٹھا کر ان کے بستر وں پر لٹا دیا۔ اتنی دیر میں ایک نوکراں کے دواؤں کا تھیما لے کر پہنچ گیا۔

بشير نے تھیما کھول کر ایک شیشی زکالی اور دو اکے چند قطرے اپنے رومال پر چھڑک کر ابو داؤد کے ہاتھ میں دیتے ہوئے کہا۔ ”آپ اپنی بیوی کو یہ دو اسنگھما دیجئے۔ وہ ابھی ہوش میں آجائے گی۔“

اس کے بعد وہ انجلاء کی طرف متوجہ ہوا۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔ بشیر بن حسن نے زخم کا جائزہ لینے کے بعد تیر کی طرف ہاتھ

بڑھایا۔ اینجلا دونوں ہاتھوں سے اس کا ہاتھ پکڑ کر چلانے لگی۔ ”دنیمیں نہیں“۔

بشیر بن حسن نے کہا۔ ”دیکھو یہ تیر جتنی دیر سے نکالا جائے گا اتنی ہی تم کو زیادہ تکلیف ہو گی۔ تم ڈرو ہمیں۔ میرا ہاتھ نہیں پکڑو ورنہ مجھے بے ہوش کرنے کی دوادیں پڑے گی“۔

بشیر بن حسن نے بدر بن مغیرہ اور اپنے نوکر کی طرف اشارہ کیا۔ اینجلا نے چلا کر کہا ”دنیمیں ہیں، میرے ہاتھ پاؤں مت پکڑئے۔ میں کچھ نہیں کروں گی“۔
بشیر نے کہا۔ ”میرا پہلے ہی خیال تھا کہ تم بہادر لڑکی ہو۔ صرف ایک لمحہ کے لیے آنکھیں بند کرو۔۔۔ گھبراو ہمیں“۔

لیکن اینجلا اطاعت، محبت اور عقیدت بھری نگاہوں سے اس کی طرف دیکھتی رہی۔ اب کے بشیر بن حسن نے تیر کی طرف ہاتھ بڑھایا تو اس نے کوئی مزاحمت نہیں کی۔ اس نے اپنے ہونٹ بھیجنگ لیے اور ایک ہلکی سی جھر جھری کے بعد بے اختیار اس کے ہاتھ زخم کی طرف بڑھے لیکن بشیر کے ہاتھ کی ایک ہی جنبش میں تیر زخم سے باہر آچکا تھا۔ بشیر نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے کہا۔ ”زخم زیادہ گہرا نہیں۔ انشاء اللہ بہت جلد آرام آجائے گا“۔

اس انشاء میں میریا کو ہوش آچکا تھا۔ اس نے ایک لمحہ کے لیے آنکھیں کھولنے کے بعد پھر بند کر لیں اور پھر چیخ مار کر اپنے بستر سے اٹھی ”میری بیٹی! میری اینجلا!“ کہتی ہوتی اینجلا کے بستر کی طرف بھاگی۔ ”اینجلا تم ٹھیک ہونا! میری بیٹی بچ جائے گی نا، بتائیئے خدا کے لیے بتائیئے!“ وہ نیم دیوانگی کی حالت میں بشیر بن حسن کو بازو سے پکڑ کر جھنجھوڑ رہی تھی!

بشیر بن حسن نے کہا۔ ”دیکھئے مجھے پٹی باندھنے دیجئے۔ آپ کی یہ ہمدردی اس

کی تکلیف میں اضافہ کر رہی ہے۔

بیشہ بن حسن کو چھوڑ کر میریا بدر بن مغیرہ کی طرف متوجہ ہوئی۔ ”خدا کے لیے
میری اٹڑکی کی جان بچائیں!

ابوداؤد نے آگے بڑھ کر میریا کا بازو پکڑ لیا اور پہنچ کر زبردستی بستر پر لٹاتے
ہوئے کہا۔ ”میریا دیوانی نہ بنو۔ صبر سے کام لو۔ آنجلا بہت جلد تندرست ہو جائے
گی۔ زخم بہت معمولی ہے۔“

میریا نے چلا کر کہا ”تمہارے سینے میں دل نہیں پھر ہے۔ آنجلا زندہ رہے یا
مر جائے تمہیں اس سے کیا، تمہیں تو غرناطہ.....“

میریا ”غرناطہ“ کہہ کر رک گئی۔ ابو داؤد نے محسوس کیا کہ قضا کا ہاتھ اس کے
گلے تک پہنچ کر رک گیا ہے۔ وہ سراپا التجا بن کراپنی بیوی کی طرف دیکھ رہا تھا اور میریا
کی نگاہیں یہ ظاہر کرنے لگیں کہ وہ اس خطرناک موضوع پر مزید روشنی نہیں ڈالے گی
تو ابو داؤد نے بلند آواز میں کہا۔ ”ہاں ہاں! مجھے غرناطہ کی فکر ہے۔ غرناطہ کو ایسے
وحشیوں کی یلغار سے بچانا ہر مسلمان کا فرض ہے جو اڑکیوں پر تیر چلانے میں بھی شرم
محسوس نہیں کرتے اور آنجلا کے زخمی ہونے کا میرے غرناطہ جانے کے ساتھ کوئی
تعلق نہیں۔ تمہیں یہ تو معلوم ہونا چاہیے تھا کہ جب باہر سے حملہ کا خطرہ ہو تو روشن
کمرے کی کھڑکیاں نہیں کھولی جاتیں اور تم سے یہ بھی نہ ہو سکا کہ تم آنجلا کو کھڑکی
کے سامنے کھڑی ہونے سے منع کرو اور ربیعہ تم تو ایک عقلمند اٹڑکی ہو۔ تم نے ہی
”آنجلہ کو منع کر دیا ہوتا۔“

ربیعہ نے مر جھائی ہوئی آواز میں کہا۔ ”aba جان! آنجلا میرے ساتھ با تیں کر
رہی تھی میرے بستر سے اٹھ کر یہ اپنے بستر کی طرف جا رہی تھی کہ اسے کھڑکی میں

سے تیر آگا۔“

ابو داؤد کی تمام شاطر انہ صاحبین سمٹ کر اس کی آنکھوں میں آچکی تھیں۔
میریا کو اس کی آنکھوں کی ایک خوفناک چمک اکثر مرعوب کر دیا کرتی تھی۔ وہ
خاموش تھی لیکن یہ واقعہ معمولی نہ تھا۔ وہ اپنی سہمی ہوتی آنکھوں سے یہ کہہ رہی تھی کہ
میری بات ابھی ختم نہیں ہوتی۔ میں صرف میدان خالی ہونے کا انتظار کر رہی ہوں۔
جس انہاک کے بیشربن حسن آنجلہ کے زخم کی مرہم پئی کر رہا تھا اس سے کہیں زیادہ
توجه کے ساتھ ابو داؤد اپنی بیوی کی طرف دیکھ رہا تھا۔

بدر بن مغیرہ نے اس کارروائی کے دوران میں چند بار ربیعہ کی طرف دیکھا۔
وہ ابھی تک سراسیمگی کی حالت میں آنجلہ کے بستر کے قریب کھڑی تھی اور آنجلہ کے
زخمی ہونے سے زیادہ وہ اس بات سے متاثر تھی کہ دشمن کے اچانک حملے کے باوجود
بدریا بیشیر کے چہرے پر ذرہ برابر خوف یا اضطراب نہ تھا۔ اس نے جھمختے ہوئے دلی
آواز میں کہا۔ ”معلوم ہوتا ہے کہ یہ قلعہ دشمن کے تیروں کی زد میں آچکا ہے۔“

بدر بن مغیرہ خود اس سے کچھ کہنے کے لیے بیقرار تھا۔ ربیعہ کی آوازنے اسے
فوراً متوجہ کر لیا اور اس نے تسلی آمیز لمحے میں کہا۔ ”معلوم ہوتا ہے کہ دشمن کا کوئی بھٹکا
ہوا سپاہی رات کی تاریکی سے فائدہ اٹھا کر یہاں تک آپنچا اور اپنی موت کو لقینی سمجھ
کر اس نے اس طرف تیر چلا دیا ہے۔ اگر اب تک وہ مارنہ میں جا چکا تو گرفتار ضرور
ہو چکا ہوگا۔ تھوڑی دیر پہلے مجھے اطلاع ملتی تھی کہ دشمن کے سواروں کی ایک ٹولی قلعے
کے قریب دیکھی گئی ہے۔ ممکن ہے کہ یہاں ہی میں سے ایک ہو۔ مجھے آپ کی بہن
کے زخمی ہونے کا افسوس ہے۔ اگر میری طرف سے تھوڑی سی کوتاہی نہ ہوتی اور میں
بروقت آپ کے کمرے کے کھڑکیاں بند کروادیتا تو شاید یہ حادثہ پیش نہ آتا۔ آپ

بیٹھ جائیں، گھبرائیں نہیں آپ کی بہن بہت جلد ٹھیک ہو جائیں گی۔“

ربیعہ چند قدم پیچھے ہٹ کر اپنے بستر پر بیٹھ گئی۔ بدرا نے بشیر کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ ”میں ذرا مہمانوں کو تسلی دے آؤں۔“

بشیر نے کہا۔ ”بس میں بھی قریباً فارغ ہو چکا ہوں۔ اب صرف انہیں دو اپلانی ہے۔“

(۵)

کمرے سے نکلتے وقت بدربنِ مغیرہ، ربیعہ کے بستر کے قریب رکا، اور دلبی زبان میں بولا۔ ”آج کی فتح ایک شریف خاتون کے خواب کی تغیری ہے۔ اگر اجازت ہو تو بادشاہ کے بھائی کے سامنے اس کا نام ظاہر کر دوں۔“

ربیعہ نے گھبرا کر پہلے کمرے کے دوسرے کونے میں اپنے ماں باپ اور پھر ماتحتی نگاہوں سے بدربنِ مغیرہ کی طرف دیکھا اور گھٹھی ہوتی آواز میں کہا۔ ”نہیں، نہیں خدا کے لیے نہیں۔“ پھر وہ اپنے باپ کی طرف دیکھنے لگی جو دنیا و مانیہا سے بے خبر میریا کی طرف اس طرح دیکھ رہا تھا جیسے سانپ اپنے شکار کی طرف دیکھ رہا ہو۔

بدرا نے کہا۔ ”تو مجھے اذنل کے سامنے جھوٹ بولنا پڑے گا۔ مجھے اس غیر متوقع حملے کے لیے اتنی بڑی تیاری کی کوئی اور وجہ بتانی پڑے گی۔“

ربیعہ نے قدرےِ جرأت سے کام لیتے ہوئے آنکھیں اوپر اٹھائیں اور اس کے منہ سے بے اختیار یہ نکل گیا۔ ”میرا خواب صرف آپ کے لیے تھا۔“

اس ایک فقرے میں ربیعہ نے تمام وہ رنگیں داستانیں بیان کر دیں جو ابتدائے آفرینش سے حوا کی بیٹیاں فرزندان آدم کو سناتی چلی آئی ہیں۔ بولتے وقت اسے ان الفاظ کی گہرائیوں کا اندازہ نہ تھا لیکن دل کو لطیف اور خوش گواردھر کنوں

نے اسے فوراً آگاہ کر دیا کہ وہ ایک بہت بڑی چھلانگ لگا چکی ہے۔ اس کی آنکھیں جھک گئیں، اس کا چہرہ حیا سے تمباٹھا۔

بدرجا چکا تھا لیکن وہ یہی محسوس کر رہی تھی کہ وہ ابھی تک اس کے سامنے کھڑا اس کی طرف گھوڑا ہے اور صرف وہی نہیں کمرے کی ہرثا سے گھوڑا ہے۔ اپنے رُگ و پے میں ایک تو ارتعاش محسوس کرتے ہوئے وہ بستر سے اٹھی اور آنجلہ کے بستر کے قریب آ کھڑی ہوئی۔

بیشیر بن حسن نے پیانی دواڑاں تو اس نے کہا۔ ”لائیٹ میں پلا دیتی ہوں۔“

بیشیر بن حسن اور اس کا نوکر باہر جانے لگے تو ابو داؤد نے کہا۔ ”ٹھہر لائیٹ میں بھی آپ کے ساتھ چلتا ہوں۔“

بیشیر نے کہا ”آپ آرام کریں۔“

”نہیں اب صحیح ہونے والی ہے اور انہوں نے کہا تھا کہ وہ علی الصبار حملہ کریں گے۔ اگرچہ میری تربیت پاہیانہ نہیں ہے لیکن میرے جیسے آدمی کو سرحدی عقاب کی قیادت میں اڑنے کا موقع بار بار نہیں ملتے گا۔ اگر میں نیزے اور تلوار کا صحیح استعمال نہ کرسکوں تو کم از کم قید یوں کو گنے میں آپ کے ضرور کام آسکوں گا،“

بیشیر نے کہا۔ ”میرے خیال میں ابھی ان کے جانے میں کچھ دیر ہے۔ آپ اتنی دیر پھوں کا دل بہلائیں۔ میں آپ کو وقت پر بالوں گا۔“

اتنی دیر میں الزفل کی صحبت میں بیٹھوں گا۔ ایسے لوگوں کی صحبت میں بیٹھنا بار بار نصیب نہیں ہوتا۔

در اصل ابو داؤد الزفل کی صحبت میں بیٹھنے سے زیادہ اپنی بیوی کی قبر آلود زگاہوں سے دور رہنا چاہتا تھا۔ اسے یقین تھا کہ وہ کمرہ خالی ہونے کا انتظار کر رہی

ہے اور اس کے بعد قسطلہ کی عام فہم زبان کے تیروں کی بارش رکنے کا نام نہیں لے گی۔ میریا نے نگاہوں کے جال بچھائے لیکن وہ اٹھ کر چل ہی پڑا تو اس نے کہا ”تمہیں آنجلہ کا بھی خیال نہیں۔ وہ زخم سے کراہ رہی ہے اور تمہیں سیر کا شوق چڑایا ہے۔“ آنجلہ بھی اپنی ماں کی طبیعت سے اچھی طرح واقف تھی۔ وہ اس کی نگاہوں میں آنے والے طوفان کے ابتدائی جھوٹکے دیکھ چکی تھی۔ اس نے کہا ”ابا جان آپ جائیں، میں بالکل ٹھیک ہوں۔“

ابو داؤد نے اطمینان کا سنس لیتے ہوئے کہا۔ ”ربیعہ تم اندر سے دونوں کمروں کے دروازے بند کرلو۔“

بیشربن حسن نے کہا۔ ”دروازے بند کرنے کی ضرورت نہیں۔ برآمدے میں کافی سپاہی گشت لگا رہے ہیں۔ میں انہیں ہدایت کر جاتا ہوں اگر کسی چیز کی ضرورت ہو تو یہ اندر سے آواز دوں۔ ہاں کھڑکیاں ضرور بند کر لیں اور تسلی رکھیں کہ حملہ آوروں کے قلعے تک پہنچنے کا کوئی امکان نہیں۔ انہیں بہت دور روکا جا چکا ہے۔“

ابو داؤد چلا گیا تو میریا ربیعہ کی طرف بھوکے بھڑیئے کی طرح دیکھنے لگی۔ آنجلہ فوراً صورت حال کی نزاکت بھانپ گئی اور اس نے کراہتے ہوئے کہا۔ ”ربیعہ ذرا میرا سرد بازو۔ مجھے درد ہو رہا ہے۔“

ربیعہ اٹھ کر اس کے سرہانے بیٹھ گئی تو میریا بھی اٹھ کر آنجلہ کے بستر کے قریب پہنچی اور کہنے لگی۔ ”میری بیٹی! کہاں ہوتا ہے تمہیں درد؟“ اور پھر ربیعہ کو بازو سے پکڑتے ہوئے جھنجور کر بولی ”جاو تم“۔

آنجلہ نے کہا۔ ”نہیں نہیں امی جان! ربیعہ ایک دعا پڑھتی ہے جس سے میرا سر درد ٹھیک ہو جاتا ہے۔“

مامتا نے فوراً تھیارڈال دینے۔ میریا نے ملجمی ہو کر کہا۔ ”بیٹی ربیعہ! تمہاری دعا میں اثر ہے دعا کرو آنجلاء کا زخم اچھا ہو جائے۔ میں تمہارا احسان نہیں بھولوں گی،“

ربیعہ ایسے الفاظ سے فوراً نرم ہو جایا کرتی تھی۔ اس نے کہا ”امی جان! کیا آنجلاء کے لیے دعا کرنا بھی آپ پر احسان ہے۔ کیا آنجلاء میری بہن نہیں،“۔

”ربیعہ تم فرشتہ ہو۔ اچھا بیٹھ جاؤ اپنی بہن کے پاس۔“ اس نے ایک طرف سمشتہ ہوئے کہا۔

آنجلاء نے کہا ”امی جان! آپ آرام کریں،“۔

بیٹی جب تک تم تند رست نہیں ہو جاتی میں مجھے آرام کہاں؟

”نہیں امی آپ جائیں، میں بالکل ٹھیک ہوں۔“

میریا نے کہا ”میں جانتی ہوں کہ تم اپنی بہن کے ساتھ پھر کوئی نہ ختم ہونے والی داستان شروع کرنا چاہتی ہو،“۔

ربیعہ نے کہا ”امی جان آپ سو جائیں۔ وہ کہتے تھے کہ یہ قلعہ بالکل محفوظ ہے۔“

میریا نے اٹھ کر اپنے بستر پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ ”خدا کرے کہ وہ واپس جانے پر مجبور ہو جائیں۔ ورنہ ہمیں آنجلاء کے ساتھ اس حالت میں سفر کرنا پڑے گا،“۔

ربیعہ نے کہا ”وہ کہتے تھے کہ ان میں سے کوئی بھی شاید زندہ فتح کرنے جاسکے۔“

”

میریا نے مايوں ہو کر کہا۔ کون کہتا تھا؟

”سرحدی عقاب نے کمرے سے نکلتے ہوئے کہا تھا کہ میں آپ کو تسلی دوں،“

تمھوڑی دیر بعد جب او نگھٹے او نگھٹے بستر پر لیٹ گئی تو انجلانے سرگوشی کے انداز میں کہا۔ ”ربیعہ تمہیں یقین ہے کہ یہ قلعہ فتح نہیں ہو گا۔“ -
ربیعہ نہ کہا۔ ”مجھے یقین ہے۔“ -

”ربیعہ ہم شاید چند دن اور یہیں رہیں۔“ -

”جب تک تم سفر کے قابل نہیں ہو تو یہیں یہیں رہنا پڑے گا۔“ -

انجلانے یہ جاننے کے لیے کہ اس کی ماں جاگ رہی ہے یا نہیں اسے آہستہ سے آواز دی اور اس کی طرف کوئی جواب نہ پا کر ربیعہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر بولی ”میں نے سر درد کا بہانہ کیا تھا۔“ -

ربیعہ نے جواب دیا ”مجھے معلوم ہے۔“ -

تمہیں کیا معلوم ہے؟

تم مجھے ماں کے غضب سے بچانا چاہتی تھیں۔

خدا کا شکر ہے کہ ابا جان باہر نکل گئے ورنہ امی آسمان سر پر اٹھا لیتیں۔

ربیعہ نے کہا۔ ”انجلانے تمہیں زخم کی وجہ سے تکلیف تو ہو گی؟“

”نہیں جس زخم پر ان کے ہاتھ مر ہم رکھیں وہاں درد نہیں ہو ستا۔ ربیعہ سچ کہو تمہیں اس بات کی خوشی نہیں کہ ہمارا سفر ماتوی ہو جائے گا۔“ -

اس نے جواب دیا ”مجھے تمہارے زخمی ہونے کا افسوس ہے۔“ -

”کیا تمہاری زندگی کی سب سے بڑی خواہش یہ نہیں تھی کہ کل کا سفر ماتوی ہو جائے؟“

یہ یہودہ باتیں ہیں۔ میں کیسے یہ خواہش کر سکتی تھی کہ تم زخمی ہو جاؤ۔

انجلا نے تھوڑی دیر سوچنے کے بعد کہا۔ ”ربیعہ جب وہ تمہارے علاج کے لیے آیا کرتا تھا تو میں یہ محسوس کیا کرتی تھی کہ تم میرا حق چھین رہی ہو۔ سچ پوچھو تو مجھے زخمی ہونے کا کوئی افسوس نہیں۔ وہ آج بہت پریشان تھا اور میں اس سے زیادہ کچھ اور نہیں چاہتی تھی کہ وہ میرے لیے پریشان ہو۔ لیکن مجھے ڈر ہے کہ میرا زخم اچھا ہوتا دیکھ کر اس کی پریشانی ختم ہو جائے گی۔“

”میرے خیال میں اس کی پریشانی دلچسپی ہو جائے گی۔“

”ولیکن تم تو کہا کرتی ہو کہ میرے اور اس کے راستے مختلف ہیں۔“

”آنندہ میں یہ نہیں کہوں گی۔“

”ربیعہ میں تمہیں اس وقت دیکھ رہی تھی جب تمہارا عقاب آہستہ آہستہ تم سے کچھ کہہ رہا تھا اور تمہاری آنکھیں زمین میں گڑی جا رہی تھیں۔ تمہارا چہرہ حیا سے سرخ ہو رہا تھا۔“

تو تم اس حالت میں بھی میری ہی طرف دیکھ رہی تھیں؟

ہاں! کیا کہہ رہا تھا وہ؟

کچھ نہیں، وہ کہہ رہا تھا کہ قلعہ محفوظ ہے۔

نہیں وہ کچھ اور کہہ رہا تھا۔ میرے کان بہت تیز ہیں۔ بتاؤں وہ کیا کہہ رہا تھا

بتاؤ؟

وہ یہ کہہ رہا تھا کہ ”خدا کا شکر ہے تمہیں چند دن اور یہاں رہنا پڑے گا۔“

”جوہی کہیں کی،“ انجلاء نس پڑی۔

الزفل، موئی اور الزینفری صبح کی روشنی میں محاڈ جنگ کا نقشہ دیکھ کر بدر بن مغیرہ کے انظمات پر حیران تھے۔ حملہ آوروں میں بہت کم ایسے تھے جنہیں جان بچا کر بھاگنے کا موقع ملا۔ بدر بن مغیرہ کے تیر اندازوں نے حملہ آوروں کو وادیوں اور کھڈوں میں گھیر رکھا تھا۔

عیسائی اگر تیروں کی بارش میں کسی وادی سے نکلنے ہمت کرتے اور کسی دوسری وادی میں پہنچ کر ایک لمحہ کے لیے اطمینان کا سانس لیتے تو دوسرے لمحہ انہیں تیروں کی زیادہ خطرناک بارش کا سامنا کرنا پڑتا۔ پوچھتے ہی جب بدر بن مغیرہ اپنے مہمانوں کے ساتھ گھوڑوں پر سوار ہو کر قلعے سے باہر نکلا تو قلعے کے نقارے پر چوت پڑی اور آن کی آن میں چاروں طرف بیسویں نقارے بننے لگے۔ پھر اس پاس کے جنگلوں میں گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز سنائی دیں اور آن کی آن میں کوئی تین ہزار سوار قلعے کے دروازے کے سامنے جمع ہو گئے۔

الزفل نے کہا۔ ”اگر میں جادو کا قائل ہوتا تو یہ کہتا کہ تم بہت بڑے جادوگر ہو۔ یہ فوج کہاں سے آئی؟“

”یہ سوار رات کے وقت محفوظ مقامات پر چھپے ہوئے تھے۔ انہوں نے رات کی جنگ میں حصہ نہیں لیا۔ ان کا کام اب شروع ہو گا۔ میرے تیر اندازوں نے مختلف جگہوں پر حملہ آوروں کے ریوڑ گھیر رکھے ہیں اور یہ نیزہ بازاں انبیاء ایک جگہ جمع کریں گے۔“

دوپہر تک بدر بن مغیرہ کے ساتھ دشمن کے بقیۃ السیف آدمیوں کو گھیر کر ایک وادی میں جمع کر چکے تھے۔

ابو داؤد بھی زرہ اور خود پہن کر اپنی سپاہیانہ صلاحیتوں کا مظاہرہ کر چکا تھا۔

اسے سب سے زیادہ خوشی اس بات کی تھی کہ حملہ آور فوج کا سپہ سالار مارا جا چکا ہے اور سرحد کا گورنر اس حملہ میں شریک نہیں تھا تاہم اسے ایک پریشانی اب بھی تھی اور اس پریشانی کو دور کرنے کے لیے وہ بے تحاشا ادھر ادھر بھاگ رہا تھا اور اس بھاگ دوڑ میں دشمن کے تین آدمیوں کو موت کے گھاٹ بھی اتار چکا تھا۔

جب قیدیوں کو لمبی بھی قطاروں میں کھڑا کیا گیا تو اس نے ایک ایک آدمی کو اچھی دیکھا اور پھر گھوڑے پر سوار ہو کر نیزہ بازوں کے ایک گروہ میں شامل ہو گیا۔

ایک وادی کے گھنے جنگل میں سے گزرے ہوئے اچانک اسے چند پیادہ سپاہی قیدیوں کی ایک ٹولی کو گھیرے میں لیے آتے دکھائی دینے۔ وہ اپنے دستہ سے الگ ہو کر گھوڑا بھاگتا ہوا ان کی طرف بڑھا۔ پندرہ بیس قیدیوں پر نگاہ دوڑانے کے بعد اس کی نگاہ ایک شخص پر مکروز ہو کر رہ گئی اور اس نے جلدی سے خود کا نقاب ذرا اور نیچے کھسکا لیا۔ یہ قیدی اس کا کوچوان تھا۔ سپاہی اس کے ہاتھ کا اشارہ پا کر رک گئے۔ اس نے ایک نوجوان سے اس گروہ کا افسر معلوم ہوتا تھا سوال کیا ”کیا آپ نے اس شخص کو دشمن کی فوج کے ساتھ گرفتار کیا ہے؟“

ہاں! اس نے جواب دیا ”یہ ایک درخت پر چڑھ کر چھپنے کی کوشش کر رہا تھا۔“

”بڑا ملعون ہے یہ“ یہ کہتے ہوئے وہ گھوڑے سے نیچے اتر پڑا۔ گھوڑے کی باغ ایک سپاہی کے ہاتھ میں دے کر کوچوان کی طرف بڑھا اور قریب پہنچ کر باند آواز میں بولا۔ ”مجھے یہ خیال بھی نہیں آ ستا تھا کہ میرا اپنا نوکرا تنامک حرام اور منافق ہو ستا ہے۔ کہاں قلعے کی طرف تم نے دشمن کی فوج کی راہنمائی نہیں کی؟ تم زخمی تھے اور انہوں نے تمہیں اپنے قلعے میں پناہ دی اور تمہارا علاج کیا اور تم اسے

احسانات کا یہ بدلہ دے رہے ہو۔ اب کیا منہ لے کر ان کے سامنے جاؤ گے؟ تم نے مجھے بھی شرمسار کیا،“۔

کوچوان جو خود کے باعث اس کا چہرہ نہیں دیکھ سکتا تھا اس کی آواز پہچان کر بھونچ کا سارہ گیا۔ یہ آواز اس کے آقا کی تھی لیکن الفاظ کسی اور کے تھے۔ معاً اس کے دل میں خیال آیا کہ شاید مصلحت اسی میں ہو، اس نے سہمی ہوتی آواز میں کہا ”میرے آقا آپ جانتے ہیں کہ میں بے قصور ہوں۔ میں.....“

وہ کچھ اور کہنا چاہتا تھا لیکن ابو داؤد نے اچانک پوری قوت کے ساتھ اس پر تلوار کاوار کیا اور اس کا سرت سن سے جدا کر دیا۔

نوجوان افسر نے اسے بازو سے پکڑ کر جھنجھوڑتے ہوئے کہا۔ ”تم کون ہو؟ قیدی کو قتل کرنا ہمارے دستور کے خلاف ہے۔ تمہیں سرحدی عقاب کے سامنے اس کا جواب دینا پڑے گا۔“

ابو داؤد نے اطمینان کے ساتھ جواب دیا۔ ”آپ فکر نہ کریں میں اس کا جواب دے لوں گا۔“

یہ کہتے ہوئے اس نے اپنا خود اتار دیا اور پھر کہا ”شاید آپ مجھے پہچانتے ہوں“

نوجوان افسر نے کہا۔ میں آپ کو پہچانتا ہوں۔ آپ ہمارے امیر کے مہمان ہیں۔ میں یہ بھی محسوس کرتا ہوں کہ آپ نے اس شخص کو کسی معقول وجہ کے بغیر قتل نہیں کیا ہو گا لیکن اس وقت وہ جنگی قیدی تھا۔

ابو داؤد نے کہا ”یہ شخص میں سال سے میرا ملاز تھا۔ میں انتہائی مصیبت کی حالت میں قسطلہ سے فرار ہوا۔ وہ ہمارا پیچھا کر رہے تھے تو سرحدی عقاب نے ہماری

جانیں بچائیں۔ چند دن یہ بھی ہمارے ساتھ ان کا مہمان رہا۔ میں نے اسے گھر جانے کی رخصت دے دی تو یہ نصرانیوں کی فوج کی راہنمائی کرتا انہیں یہاں تک لے آیا۔ مجھے پکڑوا کریہ زیادہ سے سے زیادہ چند درہم حاصل کر ساتھا لیکن اگر خدا نخواستہ آپ مدافعت کے لیے تیار نہ ہوتے تو اس شخص کی جان بھی خطرے میں تھی جواندلس کے مسلمانوں کا آخری سہارا ہے۔ اگر یہ عیسائی ہو تو میں یقیناً اسے قتل نہ کرتا لیکن یہ مسلمان تھا۔ ایسے شخص کے لیے دنیا کے کسی قانون میں رحم کی گنجائش نہیں۔ بتائیں اگر آپ میں سے کوئی میری جگہ ہوتا تو اس شخص کے ساتھ کیا سلوک کرتا؟“۔

نو جوان انسر نے لا جواب سا ہو کر کہا۔ ”معاف کیجئے مجھے معلوم نہ تھا کہ یہ مسلمان تھا۔ بے شک ایسے آدمی کی سزا یہی ہو سکتی ہے۔“

ابوداؤ دسپاہیوں سے پہلے بدر بن مغیرہ کے پاس پہنچ گیا اور اس نے اپنے نوکر کے قتل کا واقعہ اس انداز سے اس کے سامنے بیان کیا کہ وہ اس کی نیک نیت سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ لیکن جب بشیر بن حسن کو اس واقعہ کا پتہ چلا تو وہ تمہوڑی دیر کے لیے ایک ذہنی شکمش میں بنتا رہا۔ تاہم ابو داؤد نے خود اس کے ساتھ یہ قصہ چھیڑ کر اس کے شکوک رفع کر دیئے۔

(۷)

بدر بن مغیرہ نے تمام قیدیوں کو ایک تنگ وادی میں جمع کر کے ان کے گرد تیر اندازوں کا پھرہ بٹھا دیا اور ایک دستہ ایک سو جواہیروں اور زخمیوں کے گھوڑے جمع کرنے میں مصروف تھا باقی تمام سواروں کو جوابی حملہ کے لیے تیاری کا حکم دیا۔ ظہر کی نماز کے بعد اس نے الزفل سے کہا ”میرا تمہوڑا سا کام باقی ہے۔ آپ

قلعہ میں آرام کریں میں انشاء اللہ فارغ ہوتے ہی آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں گا۔ اس چھوٹی سی مہم کی راہنمائی کے لیے میں آپ کی شخصیت بہت بڑی سمجھتا ہوں۔ اس لیے آپ کو تکلیف نہیں دیتا۔ اس کے علاوہ غرناطہ نے ابھی تک قسطلہ کے خلاف باقاعدہ اعلان جنگ نہیں کیا ہے۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ کو تیاری کے لیے زیادہ سے زیادہ وقت مل جائے اور دشمن کو یہی غلط نہیں رہے کہ ان کی جنگ سر دست ہمارے ساتھ ہے۔

الزفل نے کہا ”تم کس جگہ حملہ کرنا چاہتے ہو؟“

بدر نے جواب دیا ”میں کوئی خاص مقام معین نہیں کیا۔ دشمن کا خیال تھا کہ ہم سور ہے ہیں۔ ہم نے انہیں یقین دلایا ہے کہ ہم جاگ رہے تھے۔ ہماری اس مہم میں اڑانی کم ہوگی اور سفر زیادہ ہوگا۔“

الزفل نے اپنی قبا اور عمامہ اتار کر ایک سپاہی کو دیتے ہوئے کہا۔ مجھے ایک سپاہی کے لباس کی ضرورت ہے۔ ہم سب تمہارے ساتھ جائیں گے۔ آج کے دن تم ہمارے سپہ سالار ہو۔ وہ دن آنے والا ہے جب تم غرناطہ کا جھنڈا اٹھاؤ گے لیکن آج میں سرحدی عقاب کا جھنڈا اٹھاؤں گا۔ بدر گھبرا دنہیں میں صرف حکم دینا ہی جانتا حکم ماننا بھی جانتا ہوں۔“

موکی اور الزینغری اور ان کے ساتھیوں نے الزفل کی تقلید کی ہے اور بدر کے سپاہیوں کا لباس پہن کر اس کا ساتھ دینے کے لیے تیار ہو گئے۔

تحوڑی دیر بعد بدر بن مغیرہ تین ہزار سواروں کے ساتھ قلعہ سے باہر نکلا اور اپنا امتیازی نشان قائم رکھنے کے لیے سفید قبا اور سفید عمامہ پہنے ہوئے تھا۔

شام کے وقت فرڑی نینڈ کی مملکت کے سرحدی شہروں اور قصبوں کے

باشندے اپنے فاتح سپاہیوں پر چھوٹ نچھاوار کرنے کی بجائے سرحدی عقاب کے طوفانی حملے کا سامنا کر رہے تھے۔

اگلی صبح سورج نکلنے سے تھوڑی دیر بعد یہ فوج سرحد کے ایک وسیع و عریض علاقے کو تاخت و تاراج کر کے واپس عقابوں کی وادی میں پہنچ چکی تھی۔ بعض سواروں کے آگے مویشیوں کے ریوڑ تھے اور بعض اپنے گھوڑوں پر مال غیمت لادے ہوئے تھے اور یہ فوج تاجریوں کا ایک بہت بڑا قافلہ معلوم ہوتی تھی۔

بدر بن مغیرہ نے اپنے مستقر پر پہنچ کر اعلان کیا کہ اس مال غیمت کا پانچواں حصہ غرناطہ کے بیت المال میں بھیجا جائے گا۔ اس کے بعد اس نے پانچ سوتاڑہ دم سواروں کو ایک نوجوان کی قیادت میں سرحدی قلعہ کی طرف کوچ کرنے کے لیے تیار کیا اور انہیں حکم دیا کہ وہ قیدیوں کو بانک کر سرحد کے پار پہنچا آئیں اور ایک خاص ایچی کو بشیر بن حسن کے نام یہ پیغام دے کر بھیج دیا کہ دشمن کے وہ زخمی جو چلنے پہنچنے کے قابل نہ ہوں گھوڑوں پر سرحد کے پار پہنچا دینے جائیں اور جن کی حالت زیادہ خراب ہوان کا اعلان کیا جائے۔ میں ایک دو دن میں رہوں گا۔

اس کے بعد جب بدر بن مغیرہ، الزشل، موسیٰ اور الزینفری کے ساتھ غرناطہ کے آئندہ اقدامات پر بحث کر رہا تھا تو الزشل نے کہا۔ ”فرڈی نینڈ با قاعدہ لڑائی شروع کرنے میں تاخیر نہیں کرے گا اور اگر وہ اس قلعہ پر قبضہ کر لیتا تو با قاعدہ لڑائی چیز چکی تھی۔ اسے مزید تیاری کا موقع نہیں دینا چاہیے۔ تمہاری اس شاندار کی فتح کی خبر سن کر غرناطہ کے لوگوں کے جو حلے بہت بلند ہو جائیں گے میرا ارادہ یہ ہے کہ میں خود غرناطہ کے لوگوں کو تمہاری اس شاندار فتح کی خبر سناؤں۔ اس کے بعد تم غرناطہ پہنچ جاؤ۔ اہل غرناطہ نے برسوں سے اپنی قوم کے کسی فاتح سپاہی کا استقبال نہیں کیا اور

غرناطہ کے شعر ازندوں سے مایوس ہو کر قبروں میں سونے والے سپاہیوں کے متعلق
قصائد لکھتے ہیں، تمہیں دیکھ کرو، یقیناً یہ خیال کریں گے کہ قدرت نے ان کے لیے
حوادث کے سیاہ کارخ بد لئے والا سپاہی پتھج دیا ہے اور عوام کا جوش و خروش دیکھ کر
میرا بھائی فوراً اعلان جنگ کر دے گا۔ وہ پہلے ہی سر دھڑکی بازی لگانے کے لیے تیار
ہے۔ لیکن اسے ڈر ہے کہ قوم اس کا ساتھ نہیں دے گی۔

بدر بن مغیرہ نے کہا۔ ”گزشتہ ملاقات کے بعد سے میں اپنے آپ کو غرناطہ کی
فوج کا ایک سپاہی سمجھتا ہوں۔ اس محاڑ پر میری چیم جنگ کا مقصد صرف ایک تھا اور
وہ یہ کہ جب تک اہل غرناطہ خواب غفلت سے بیدار نہیں ہوتے ہم فرڑی نینڈ کی توجہ
انی طرف مبذول رکھیں لیکن اب مجھے وہ دن دور نظر نہیں آتا جب وہ پوری قوت
کے ساتھ غرناطہ پر حملہ کر دے گا۔ ارغون کی ملکہ اور قسطلہ کے بادشاہ نے اپنی شادی
کے دن یہ حلف اٹھایا تھا کہ وہ غرناطہ کے فتح کے بغیر چین سے نہیں بیٹھیں گے اور اب
تک تیاریوں میں مصروف ہیں۔ غرناطہ کو بچانے کی واحد صورت یہ ہے کہ ان کے
حوالے ہمیشہ کے لیے پست کر دینے جائیں۔“

ازغل نے کہا۔ ”حقیقت یہ ہے کہ ہم صخرہ پر قبضہ کرنے کا فیصلہ کر چکے ہیں
اور میں اس مقصد کے لیے آپ کو لینے آیا تھا۔“

بدر نے کہا۔ میری فوج کے تمام سپاہی حاضر ہیں۔ میں ابھی آپ کے ساتھ
چلنے کے لیے تیار ہوں۔

ازغل نے کہا۔ نہیں آپ کے سپاہیوں کا اس محاڑ پر رہنا ضروری ہے۔ سر
دست آپ انہیں کسی قابل اعتماد آدمی کی قیادت میں سونپ کر غرناطہ پہنچ جائیں۔
شاید آپ کے پہنچنے سے ایک دو دن بعد ہی ابو الحسن جنگ کے اکھاڑے میں کو دنے

کے لیے تیار ہو جائیں۔

موکی نے کہا۔ میرے خیال میں اگر یہ فوج کے چند دستوں کے ساتھ غرناطہ پہنچیں تو لوگوں پر اس کا خونگوار اثر ہو گا اور میں یہ بھی چاہتا ہوں کہ ابتدائی جنگوں میں غرناطہ کی فوج کے طوفانی دستوں کی قیادت ان کے سپرد کر دی جائے۔ ان کی موجودگی میں لوگوں کا حوصلہ بہت بڑھ جائے گا۔ اس کے بد لے ہم اس سرحد کی حفاظت کے لیے اپنی فوج کے کچھ سپاہی یہاں بھیج دیں گے۔

بدرنے کہا۔ ”ہمارا مقصد دشمن پر فتح پانا ہے اور میں ہر اس محاذ پر پہنچتا رہوں گا جہاں میری ضرورت ہو گی۔ سر دست مجھے یہ اطمینان ہے کہ اگر میں دو ہزار سپاہی بھی یہاں سے لے جاؤں تو بھی ہمارا یہ مورچہ کمزور نہیں ہو گا۔ تاہم مجھے آپ کی اس تجویز سے اتفاق میں ہے کہ یہاں سپاہیوں کی تعداد میں کمی نہ آئے۔ اگر یہاں سے ایک ہزار تجربہ کار سپاہی نکالے جائیں تو ان کی جگہ غرناطہ سے اتنے ہی نئے سپاہی بھرتی کر کے بھیج دینے جائیں۔ اس صورت میں یہ علاقہ ہمیں ایک دفاعی مرکز کا کام دے گا اور دوسرے، ہم سرحد پر چھیڑ چھاڑ جاری رکھ کر فرڈی نینڈ کی توجہ ایک سے زیادہ محاذوں پر بانٹ سکیں گے۔“

الزیفری نے سوال کیا ”آپ کو یقین ہے کہ فرڈی نینڈ اس تازہ شکست کے بعد غرناطہ سے پہلے اس علاقے کو فتح کرنا ضروری خیال کرے گا؟“

بدرنے مغیرہ نے جواب دیا۔ ”مجھے یقین ہے کہ گزشتہ تجربات نے اسے بہت دور اندیش بنادیا ہو گا۔ اسے یہ یقین ہو چکا ہے کہ اگر خدا نخواستہ وہ باقی تمام اندلس پر قبضہ کر لے تو بھی اسے برسوں تک ان چنانوں کے ساتھ نکرانا پڑے گا۔ تاہم اگر وہ ایسا فیصلہ کرے تو یہ مسلمانان اندلس کے لیے ایک نیا شکنگوں ہو گا۔ ہم کم از کم دس

برس تک اس کی تمام قوت اس محاڑ پر مبذول رکھ سکیں گے اور اگر اہل غرناطہ خود کشی کا پورا ارادہ نہیں کر چکے تو اتنی مدت میں وہ کروٹ ضرور بد لیں گے۔

الزیفری نے سوال کیا ”اگر گستاخی نہ ہو تو میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ آپ کے پاس کتنی فوج ہے؟“

بدربن مغیرہ نے جواب دیا۔ ”اب تک جتنے پاہی آپ نے دیکھے ہیں اتنے ہی اور ہوں گے۔“

موئی نے کہا ”فرض کیجئے کہ حالات ہماری یا آپ کی توقع سے زیادہ آپ کو غرناطہ میں ٹھہر نے پر مجبور کر دیں تو آپ کے سالاروں میں سے کوئی ایسا ہے جو آپ کی غیر موجودگی میں ایسی ہوشیاری سے کام لے سکے جو آپ نے کلی دشمن کے غیر متوقع حملہ کا مقابلہ کرنے میں دکھائی ہے۔ میرا مطلب ہے کوئی ایسا شخص جس کی موجودگی میں آپ کے سپاہیوں کو آپ کی غیر حاضری کا احساس نہ ہو۔“

اس میں شک نہیں کہ میرے سپاہی مجھ سے محبت کرتے ہیں لیکن یہ خدا کا فضل ہے کہ میرے پاس دس سے زیادہ آدمی ایسے ہیں جن میں ہر ایک میری جگہ لے سکتا ہے۔

الزغل نے کہا۔ ”آپ کی نظر میں ان میں سے بہترین کون ہے؟“
”میرا نائب منصور بن احمد۔“

”منصور بن احمد وہ نوجوان تو نہیں جو آپ کے ساتھ شکنی گھوڑے پر سوار تھا؟“
نہیں وہ اس وقت یہاں موجود نہیں ہے۔ وہ قرطبه گیا ہوا ہے۔

قرطبه؟ کیا وہ قرطبه کا باشندہ ہے؟
نہیں وہ اشبيلیہ کا باشندہ ہے اور قرطبه کے دورے پر گیا ہوا ہے۔

دورے پر؟

”نے سپاہی بھرتی کرنے کے لیے۔“

اور وہ اشہدیاں سے خود یہاں کیسے پہنچا؟

جس طرح دوسرے سپاہی پہنچے ہیں۔ اسے بشیر بن حسن لا یا تھا۔

اگلے دن انفل اور اس کے ساتھیوں نے بدربن مغیرہ سے یہ وعدہ لے کر کہ وہ
ایک ہفتہ کے بعد ایک ہزار سپاہیوں کے ساتھ غزناطہ پہنچ جائے گا وہاں سے کوچ کیا



قوم اور اس کا سپاہی

(۱)

سرحدی عقاب ایک ہزار سواروں کے ہمراہ غرناطہ میں داخل ہوا۔ اس کی تازہ فتح کی خبر سلطنت کے ہر شہر میں پہنچ چکی تھی۔ اہل غرناطہ کو برسوں کی آرزوؤں کے بعد اس کی صورت دیکھنے کا موقع ملا تھا۔ برسوں کے بعد انہوں نے ایک فاتح کا جلوس نکالا۔ موئی اور غرناطہ کی فوج کے چند بڑے بڑے عہدہ دار جنہوں نے غرناطہ سے ایک منزل آگے پہنچ کر باادشاہ کی طرف سے اس کا استقبال کیا تھا اس کے ہمراہ تھے۔ غرناطہ کے تاجدار ابو الحسن، اس کا ولی عہد ابو عبد اللہ محمد اور باادشاہ کا بھائی ابو عبد اللہ الزفل شاہی محل کے دروازے کے برج پر کھڑے اس کا شاندار جلوس دیکھ رہے تھے۔ لوگوں کا جوش و خروش اس زمانے کی یاد تازہ کر رہا تھا۔ جب انہیں کے مجاہد شام میں شاندار فتوحات حاصل کرنے کے بعد واپس آیا کرتے تھے۔

لوگ مکانوں کی چھتوں سے پھولوں کی بارش کر رہے تھے۔ بدربن مغیرہ حسب معمول سفید قبا میں باہوس تھا۔ لیکن آج اس کے چہرے پر نقاب نہ تھا۔ اس کے دائیں ہاتھ موئی اور بائیں ہاتھ النیفری سوار تھا۔ غرناطہ کی فوج کے ایک اور جانباز سپاہی نعیم رضوان نے اس کے گھوڑے کی باگ تھام رکھی تھی اور سب سے آگے ایک مجاہد اپنے ہاتھ میں سرحدی عقاب کا ہلالی پرچم اٹھائے چل رہا تھا۔

یہ جلوس پھولوں کی تیج روندتا ہوا قلعے کے دروازے کے سامنے رکا۔ ابو الحسن نے الزفل کی طرف دیکھا اور مسرت کے آنسو چھپانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ ”مجھے پہلے ہی یقین تھا کہ وہ ہمارا ہے۔“ پھر وہ ابو عبد اللہ کی طرف متوجہ ہوا۔ ”بیٹا تمہیں اس کے استقبال کے لیے باہر جانا چاہیے تھا۔“

مجھے؟ ابو عبد اللہ نے حیران ہو کر کہا۔

ہاں تمہیں۔ یہ تمہارا فرض تھا کہ سب سے پہلے تم اس کے ہاتھ کو بوسہ دیتے۔
لیکن شاہی گھرانے کا وقار۔

ابوالحسن نے کہا۔ شاہی گھرانے کا وقار ہمیشہ ایسے مجاہدوں کی تلوار کا شرمندہ
احسان ہوا کرتا ہے۔

انغل نے کہا۔ ”آپ دربار میں جائیں۔ اسے وہاں لانے کے لیے میں خود
جاتا ہوں۔“

ابوالحسن نے کہا۔ ”نہیں اب جب ابو عبد اللہ نے شاہی گھرانے کے وقار کا
سوال اٹھایا ہے اس کا قائم رہنا ضروری ہے۔ بدربن مغیرہ کی پیشوائی کے لیے میں
خود چلتا ہوں۔ آپ دربار میں جمع ہونے والے تمام امرا کو حکم دیجئے کہ وہ بھی باہر آ
جائیں اور میرے لیے پھولوں کا ایک ہار بھی پہنچ دیجئے اور موئی کو یہ کہا۔ پہنچنے کو وہ
تحموڑی دیر اور جلوس کو دروازے پر روکے۔“

لوگ قلعے کے دروازے کے سامنے بدربن مغیرہ کے گرد گھیرا ڈالے نلک
شگاف نظرے لگا رہے تھے۔ موئی نے اپنا گھوڑا آگے بڑھا کر راستہ صاف کیا۔ لیکن
پیشتر اس کے کہ یہ جلوس آگے روانہ ہو شاہی ایوان کا ناظم بھاگتا ہوا قلعہ سے باہر نکلا
اور موئی کے قریب پہنچ کر بولا۔ ”شاہی فرمان ہے کہ معز زمہان کو تحموڑی دیر کے
لیے یہاں روکا جائے۔“

”تحموڑی دیر بعد ابوالحسن امرائے سلطنت کے ساتھ دروازے پر نمودار ہوا اور
لوگ اتصویر حیرت بنے اس کی طرف دیکھنے لگے۔ ابوالحسن کو سیڑھیوں سے نیچے اترتا
دیکھ کر موئی اور ازالیزی گھوڑوں سے اتر پڑے۔ نعیم رضوان نے جو بدربن مغیرہ کے

گھوڑے کی باغ تھا میں ہوئے تھا اس کی طرف مرکر دیکھتے ہوئے کہا ”بادشاہ سامت خود شریف لارہے ہیں، بدر بن مغیرہ نے گھوڑے سے چھلانگ لگادی۔“

(۲)

اتنی دیر میں ابو الحسن اس کے قریب پہنچ چکا تھا۔ اس نے مصافحہ کرنے کی بجائے اسے گلے لگانے کے بعد اس کی گردن میں پھولوں کا ہار ڈال دیا اور پھر نمبردار کے ہاتھ سے جھنڈا لے کر اسے بوسہ دیتے ہوئے بولا۔ ”موسی! اہل غرناطہ کو خوشخبری دو کہ آج سے ہمارے محل پر سرحدی عتاب کا پرچم لہرائے گا۔ ہمارے پرچم بوسیدہ ہو چکے تھے۔ بدر بن مغیرہ ہمارے لیے ایک نیا پرچم لے کر آیا ہے۔ ہماری تواریں زنگ آلو دھوچکی تھیں قدرت نے انہیں نئی چمک عطا کرنے والا بیٹھ دیا۔ ہم اپنے معز زمہان کی تشریف آوری کے لیے ان کے شکر گزار ہیں۔“

موسیٰ سیڑھیوں پر کھڑا ہو کر بحوم کی طرف متوجہ ہوا۔ لوگ ایک دوسرے کو خاموشی کی تلقین کرنے لگے۔ وہ موسیٰ کو غرناطہ کی زبان لائیجھتے تھے۔ جب اس نے ہاتھ بلند کئے تو لوگ دم بخود

☆☆☆

فت نوٹ: ۱: موسیٰ بن الی غسان کی شعلہ بیانی اور آتش نوائی کے تصور اب تک مشہور ہیں۔ جہاں تک شجاعت کا تعلق ہے اس کی شخصیت بندوستان کے سلطان نیپو اور ترکی کے انور پاشا کے سے مختلف نہیں۔ اپسین کے موئین نے اس کے متعلق بہت کچھ لکھا ہے۔ جب اندرس میں مسلمانوں کی کشتی طوفان حادث میں ڈگنگا رہی تھی موسیٰ کی شخصیت ان کے لیے روشنی کا مینار تھی۔ اندرس کے مسلمانوں کے زوال کی داستان اس وقت مکمل ہوتی جب اس اولواعزم مجاہد کی تواریثت چکی تھی۔ دارالحمراء، کی دیواریں اس وقت متزلزل ہوتی جب یہ ہنسی ستون گر چکا تھا۔ اس کی ولولہ انگیز تقریروں نے کئی بار غرناطہ کے لوگوں کو خواب

غفلت سے جگایا۔ اس کی تلوار آئیں بارہائی اور آزادی کی شاہراہ تک لے کئیں وہ اس قوم کو تباہی سے نہ پچاسکا جس کے اکابرین میں سے اکثر خودکشی کا فیصلہ کر چکے تھے۔



ہو کراس کی طرف دیکھنے لگ۔ موی نے تقریب شروع کی:-

”غناٹہ کے لوگو! آج تمہارے درمیان وہ
اولواعزم مجاهد کھڑا ہے جس نے اندرس کی تاریخ
میں اپنا نام نوک شمشیر سے لکھا ہے جس نے مٹھی بھر
مجاہدین کے ساتھ کئی بار فرڈی نینڈ کی مڈی دل
افواج کو شکست دی ہے۔ بدر بن مغیرہ تمہارا
سرحدی عقاب، تمہارے لیے ایک پیغام لے کر آیا
ہے اور وہ پیغام یہ ہے کہ وہ جماعت جو اپنی عزت
اور آزادی کے لیے خون میں نہانے اور آگ میں
کوئنے کے لیے تیار ہوا سے دنیا کی کوئی طاقت
مغلوب نہیں کر سکتی۔“

قرطیبہ، اشبدیا بیہ اور طالبیطلہ میں ہماری عظمت
کے جھنڈے اس لیے سرگوں ہو گئے کہ ہم خود وہ
راستہ اختیار کر چکے تھے جو قوموں کو اونچ مال سے
قمر مذلت کی طرف لے جاتا ہے۔ ہمارے
اسلاف نے ان شہروں میں اپنے خون سے جو نقش
و زگار بنائے تھے، انہیں ہم نے اپنے انسوؤں سے

دھوڑا۔ مسلمانو! اگر تم نے اہل قرطبه کے انجام سے عبرت حاصل نہ کی تو یاد رکھو مستقبل کے سورخ صرف ماضی کے کھنڈروں میں تمہاری داستان کے بکھرے ہوئے اور اراق تلاش کیا کریں گے۔

قرطبه اور اشبيلیہ کی عظیم الشان سلطنتیں کسی دشمن کی قوت نے ہمارے ہاتھ سے نہیں چھینیں، انہیں ہم نے خود کھویا ہے۔ ہماری ترقی اور نلاح کا راز اس شاہراہ عظیم پر چلنے میں تھا جو ہمیں محمد مصطفیٰ نے دکھائی تھی۔ اس شاہراہ پر چلتے ہوئے ہم عرب کے ریگزاروں سے نکل کر ہسپانیہ کے مرغزاوں تک آپنچھے اسی شاہراہ پر چلتے ہوئے ہم نے قیصر اور کسریٰ کے تاج پاؤں تلے روندڑا لے۔ یہ شاہراہ ہمیں افریقہ کے تنے ہوئے سحراؤں اور کوہ البرز کی بر فانی چوٹیوں تک لے گئی۔

ہمارا تزل اس وقت شروع ہوا جب ہم یہ شاہراہ چھوڑ چکے تھے۔ اسلام نے ہمارے لیے قدرت کے انعامات کا دروازہ کھولا تھا۔ لیکن ہم نے اپنے ہاتھوں سے رحمت کا یہ دروازہ بند کر دیا۔ اسلام نے ہمیں جہاد فی سبیل اللہ کا حکم دیا تھا لیکن ہم خانہ جنگیوں میں بتا ہو گئے۔ اسلام نے ہمیں

ایک ہونے کی تعلیم دی تھی لیکن ہم جماعتوں اور فرقوں میں بٹ گئے۔ اسلام نے نسلیت کے بت توڑ کر اسلامی اخوت کی بنیاد ڈالی تھی اور عربی اور عجمی کو ایک صفت میں کھڑا کیا تھا لیکن ہم نے اس بت کو دوبارہ اپنی آستینیوں میں جگہ دی۔ ہم نے ایک خدا کی رسی چھوڑ دی اور نسلیت اور وطنیت کے بتوں کے سامنے سر جھکا دیا۔ دنیا کے ہر گوشے میں ایک نسل اور وطن کے مسلمانوں کی تلواریں اور دوسری نسل اور وطن کے مسلمانوں کی تلواروں کے ساتھ لکڑائیں۔ عربی نے عجمی اور عجمی نے عربی کا گلا کاٹا۔ ترکی اور ایرانی ایک دوسرے کے مقابلہ میں صف آڑا ہوئے اور اسلام کی چٹان ریت کا انبار بن کر رہ گئی۔ تاریخ شاہد ہے کہ ہماری اجتماعی قوت ایک ایسا سیا اب تھا جو مزاحمت کی ہر دیوار کو بہا کر لے گیا لیکن جب ہم میں نسلیت کا نقشہ بیدار ہوا، ہمیں دنیا کی حقیر ترین اقوام کے ہاتھوں بدترین شکست دیکھنی پڑیں۔ اس کے باوجود ہم نے ان واقعات سے عبرت حاصل نہ کی۔

غناطہ کے مسلمانوں میں تم سے پوچھتا ہوں کیا صدیوں کی حکومت کے بعد قرطبه، اشبيلیہ اور

اندلس کے دوسرے شہروں کا ہمارے ہاتھ سے
چھپن جانا اس لیے نہ تھا کہ ہم میں نسلیت کا فتنہ
بیدار ہو چکا تھا۔ مقام عبرت ہے کہ جب عیسائیوں
کی افواج ان شہروں کا محاصرہ کر رہی تھی اندلس کے
مسلمانوں میں عربی ہسپانوی اور بربادی ایک
دوسرے کا گلہ کاٹنے کی کوشش کر رہے تھے، اندلس
کے شہر ایک ایک کر کے ہمارے قبضہ سے نکل گئے
مسلمان اس قوم کے غلام بنا دینے گئے جس پر
انہوں نے صدیوں حکومت کی تھی۔ آج صرف
غرناطہ کی چھوٹی سی سلطنت ہمارے قبضہ میں رہ گئی
ہے۔ یہ ہمارا آخری حصار ہے اور دشمن اس پر بھی
قبضہ کرنے کی فکر میں ہے۔ لیکن ہمیں ابھی تک
ہوش نہیں آیا۔ ہم میں ابھی تک نسلیت کا فتنہ موجود
ہے۔ ہم اب بھی ہسپانوی، عربی اور بربادی کا فرق
مٹانے کے لیے تیار نہیں۔

اندلس کے وہ مسلمان جو عیسائیوں کی غلامی
میں بدترین اذیتیں برداشت کر رہے ہیں اس امید
پر زندہ ہیں کہ غرناطہ کے مسلمان ان کی مدد کے لیے
پہنچیں گے۔ تم ان کا آخری سہارا ہو لیکن اگر خدا
خواستہ تم اپنی حفاظت بھی نہ کر سکے تو اندلس کے

مسلمانوں کی تاریخ آنے والی نسلوں کے لیے ایک
 عبرت ناک داستان بن کر رہ جائے گی۔ اور سیاح
 ان اجڑی ہوتی عمارات کو دیکھ کر یہ کہیں گے کیا
 انہیں تعمیر کرنے والے واقعی مسلمان تھے۔

فرڈی نینڈ نے ہم سے خراج مانگا ہے اور ہم
 نے اسے یہ جواب دیا ہے کہ ہمارے دارالضرب
 میں صرف تواریں بنتی ہیں اور یہ جواب اس یقین
 کے ساتھ ہم نے دیا ہے کہ ہماری تواریں ہماری
 آزادی کی حفاظت کر سکتی ہیں۔

موکیٰ کی تقریر کے بعد لوگ شور مچانے لگے کہ ہم سرحدی عتاب سے کچھ سمننا
 چاہتے ہیں۔ ابو الحسن نے بدربن مغیرہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ”آپ ضرور کچھ
 کہیں۔ میرے محل کے سامنے کبھی اتنے آدمی اکٹھے نہیں ہوئے۔“

بدربن مغیرہ تذذب کی کی حالت میں ادھر ادھر دیکھ رہا تھا کہ موکیٰ نے بازو
 سے پکڑ کر اسے سڑھیوں پر کھڑا کر دیا۔

بدربن مغیرہ کے لیے اتنے آدمیوں کے سامنے تقریر کرنا ایک بہت بڑی
 آزمائش تھی۔ چند لمحات کے لیے وہ تذذب کی حالت میں لوگوں کی طرف دیکھتا رہا
۔ بالآخر اس نے جھکختے ہوئے ابتداء کی:-

”زندہ دالان غرناطہ! موکیٰ بن الی غسان
 کی تقریر کے بعد میں کسی اور تقریر کی ضرورت نہیں
 سمجھتا اور شاید تم بھی خواب غفلت سے جا گئے کے

لیے صور اسرائیل کے بعد کسی اور ہنگامے کی ضرورت محسوس نہ کرو۔ میرا یہ دعویٰ ہے کہ جو قوم اپنے دورانِ حطاٹ میں بھی الیموں جیسا مجاہد پیدا کر سکتی ہے اسے کوئی نہیں منا سَتا لیکن یہ ضروری ہے کہ تم جس شخص کو اپنا راہنما سمجھو اس کی آواز پر صدقِ دل سے لبیک کہو۔ وہ جو کہے اس پر عمل کرو۔ یاد رکھو! دنیا کا بڑے سے بڑا طبیب ایسے مریض کو فائدہ نہیں پہنچا سَتا جو مر نے پرتلا ہوا ہو۔ تم اپنے گرد و پیش سے اچھی طرح واقف ہو۔ تمہارے افق پر چاروں طرف مصائب کی گھٹائیں چھانی ہوئی ہیں۔ قرطبه اور اشبدیا یہ میں ہماری سطوت کے محلِ مسماں ہو چکے ہیں۔ اس ملک میں آٹھ سو برس کی حکومت کے بعد ہماری قوم کے لاکھوں افراد ایک ایسے دشمن کی غلامی کی چکی میں پس رہے ہیں جس کے دل میں ہمارے لیے نہ رحم ہے اور نہ انصاف۔ آج صرف غرناطہ ہمارا آخری حصہ رہ گیا ہے اور اگر ہم نے ان غلطیوں کا اعادہ کیا جو قرطبه، اشبدیا یہ اور طایطلہ وغیرہ میں ہمارے بھائیوں سے سرزد ہو چکی ہیں تو مجھے ڈر ہے کہ کسی دن یہ بھی ہمارے ہاتھ سے نکل جائے گا۔ جب شمال کے

عیسائی امراء ہمارے خلاف متعدد ہو رہے تھے۔ ان شہروں میں ہمارے ایک دوسرے سے برس پیکار تھے۔ ایک کافر دوسرے کافر کر گئے لگا رہا تھا لیکن ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا گلا کاٹ رہا تھا۔ ہمارے دشمنوں نے یہ ثابت کر دکھایا کہ تمام کفر ایک ہے لیکن ہم یہ ثابت نہ کر سکے کہ اگر تمام کفر ایک تو تمام اسلام بھی ایک ہے۔ وہ فتوحات کے شوق میں متعدد ہو گئے لیکن ہمیں اپنی شکست کا خوف بھی متعدد نہ کر سکا۔ مرکشی مسلمان برابری مسلمان کا دشمن بنارہا۔ اور برابری مسلمان اندلسی مسلمان کے خون کا پیاسا سارہا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ یہ شہر ایک ایک کر کے ہمارے ہاتھ سے نکل گئے۔

دشمنان اسلام پھر ایک بار متعدد ہو رہے ہیں۔ اب ان کی نظر غرب ناطہ پر ہے۔ اگر خدا نخواستہ ہم غرب ناطہ کی حفاظت بھی نہ کر سکے تو اندلس میں مسلمانوں کا صرف نام رہ جائے گا۔ یہ سب باتیں ابو موسیٰ تم سے کہہ چکا ہے۔ میں صرف ایک بات تم سے کہنا چاہتا ہوں کہ اب الفانسو کی بجائے فردی نینڈ ہمارے ساتھ تلوار کی زبان سے ہمکلام ہونا چاہتا ہے اور ہمیں یہ ثابت کرتا ہے کہ مسلمان آج

بھی تلوار کی زبان بولنا جانتا ہے۔ اہل غرناطہ!
 قوموں کی زندگی میں ایک ایسا وقت بھی آتا ہے
 جب قلم کی بجائے تلوار کی زبان زیادہ صحیح ہوتی ہے
 اور تمہارے لیے وہ وقت آچکا ہے۔“

بدر بن مغیرہ کی تقریر کے جب لوگ نعرے لگا رہے تھے ابو الحسن نے اس سے
 کہا۔ ”میں آپ کے ساتھ باتیں کرنے کے لیے بے قرار ہوں۔ جلوس کے اختتام
 پر ابو منوی آپ کو میرے پاس لے آئے گا۔“

(۳)

سرحدی عقاب کی آمد سے دس دن بعد غرناطہ کے باشندے ہزاروں کی تعداد
 میں شہر سے باہر کھڑے ہو کر ابو الحسن کی فوج کو خدا حافظ کہرا رہے تھے۔ برسوں کے
 بعد غرناطہ کی فوج پہلی بار اپنی سلطنت کے کسی امیر کی سرکوبی کی بجائے دشمن کے
 خلاف کسی محاذ پر جا رہی تھی۔ برسوں کے بعد ہسپانوی، بربری اور عربی مسلمان امراء
 اور سپاہی ایک امیر کے جھنڈے تلنے جمع ہوئے تھے۔

ابو الحسن نے کوچ کا حکم دینے سے پہلے فوج کا معاہدہ کرنے کے بعد بدر بن
 مغیرہ سے کہا۔ ”بدر! تم نے ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑا ہے۔ خدا کی قسم! اگر عربی،
 بربری اور ہسپانوی مسلمان اسی طرح دوش بدھوں کھڑے رہے تو کوئی وجہ نہیں کہ
 قیامت کے دن ہمیں اپنے اسلاف کے سامنے شرمندہ ہونا پڑے۔ ہم پھر ایک بار
 فرانس تک پہنچیں گے۔“

بدر بن مغیرہ نے جواب دیا۔ ”مجھے یقین ہے کہ جب تک آپ کی تلوار نیام
 سے باہر رہے گی۔ اہل غرناطہ میں انتشار پیدا نہیں ہوگا۔ ان لوگوں کو ایک صاف میں

کھڑا کرنے کے لیے ایک متحده محاذ کی ضرورت تھی۔ جب تک ہماری تلواریں نصرانیوں کے ساتھ ٹکراتی رہیں گی اس وقت تک مسلمان گھر یا جھگڑوں کی طرف توجہ نہیں دیں گے۔

از غل اس مہم میں اپنے بھائی کا ساتھ دینے پر مصر تھا لیکن بعض وجوہات کی بنا پر ابو الحسن نے دارالسلطنت کی حفاظت اور اس سے زیادہ اپنے بیٹے کی نگرانی کے لیے اپنے بھائی کو دارالخلافہ میں چھوڑنا مناسب خیال کیا۔

موسیٰ ابن ابی غسان اس کا نائب سالار تھا اور ہراول کے طوفانی دستوں کی قیادت بدر بن مغیرہ کے سپرد تھی۔

ابو الحسن نے سرحد کے چند علاقوں مسخر کرنے کے بعد صحرہ کا محاصرہ کر لیا اور جب غرناطہ میں اس شہر کے محاصرہ کی خبر پہنچی تو عوام میں مسرت کی ایک لہر دوڑ گئی۔ صحرہ کا عیسائی حاکم مسلمانوں پر اپنے وحشیانہ مظالم کے باعث فرڈی نینڈ کے تمام عمال سے زیادہ بدمام تھا۔ اہل غرناطہ برسوں سے صحرہ سے بھاگ کر غرناطہ میں پناہ لینے والے مسلمانوں کی مظلومیت کی داستانیں سن رہے تھے صحرہ کے محاصرہ کی خبر سن کر انہوں نے مساجد میں ابو الحسن کی فتح اور درازی عمر کے لیے دعا میں کیں۔

ابو الحسن کا خیال تھا کہ صحرہ کا محاصرہ طول کھینچے گا لیکن چار دن کے بعد رات کے تیرے پہر شہر کے باعی مسلمانوں کی ایک جماعت نے پہریداروں پر حملہ کر کے شہر کا ایک دروازہ کھول دیا اور ابو الحسن کی فوج جسے وہ پہلے ہی اپنے ارادے سے باخبر کر چکے تھے معمولی مزاحمت کو کچلنے کے بعد شہر پر قابض ہو گئی۔

اس جنگ میں زخمیوں کی تعداد بہت کم تھی۔ انہیں ابو الحسن کے حکم سے گورز کے محل کے ایک کشادہ کمرے میں پہنچا دیا گیا۔ دو پہر کے وقت ابو الحسن، موسیٰ، بدر

اور چند اور سالاروں کے ساتھ زخمیوں کو دیکھنے کے لیے آیا۔ چند جراح جوان زخمیوں کی مرہم پڑی کر رہے تھے ادب سے سر جھکا کر کھڑے ہوئے لیکن ایک شخص جوانہتائی انہاک کے ساتھ ایک سپاہی کے ایک سر اور گردن کے زخمیوں پر پٹی باندھ رہا تھا، ابو الحسن کے قریب پہنچنے پر بھی ٹس سے مس نہ ہوا۔ لباس سے بھی وہ ایک طبیب یا جراح کی بجائے سپاہی معلوم تھا۔ اس کی زرہ چمک رہی تھی۔

ابو الحسن نے ایک ثانیہ کے لیے زخمی کی طرف دیکھا اور طبی دستہ کے سالار کو آواز دے کر کہا ”اس آدمی کو آپ کی توجہ کی ضرورت ہے۔“

طبی دستہ کا سالار بھاگتا ہوا آگے بڑھا اور زرہ پوش کو ایک طرف ہٹاتے ہوئے بولا۔ ”میں نے پہلے بھی آپ سے کہا تھا کہ یہ ہمارا کام ہے۔“

جب زرہ پوش نے اس پر بھی سنی ان سنبھالی کردی تو اس نے ذرہ ترش ہو کر کہا۔ ”اگر آپ کو میرا لحاظ نہیں تو کم از کم با دشادسالامت کی موجودگی کا لحاظ ضرور ہونا چاہیے۔ سپاہی کا مقام میدان جنگ ہے یہ جگہ نہیں۔“

زرہ پوش نے ایک ثانیہ کے لیے گردن اوپر اٹھائی اور جواب دیا۔

”آپ میرا وقت ضائع نہ کیجئے۔ زخمی کی حالت بہت نازک ہے۔“

بدرن مغیرہ زرہ پوش کی آواز سن کر چونک پڑا لیکن چونکہ آنکھوں کے سوا اس کا چہرہ خود میں چھپا ہوا تھا اس لیے وہ زرہ پوش کو فوراً نہ پہچان سکا۔ طبی دستہ کا سالار سٹ پٹا گیا اور اس نے کہا۔ ”اگر آپ کو پٹی باندھنے کا شوق ہے تو باہر جا کر دشمن کے کسی مقتول پر طبع آزمائی کریں۔“

زرہ پوش نے پٹی کو آخری گردیتے ہوئے کہا ”مجھے پٹی باندھنے کا شوق نہیں، زخمیوں کا علاج کرنے کا شوق ہے۔“

ابو الحسن کی حیرت دل چسپی میں تبدیل ہو چکی تھی لیکن طبیب کی قوت
برداشت جواب دے چکی تھی۔ اس نے زخمی کی بیض پر ہاتھ رکھتے ہوئے ایک اور
طبیب کو آواز دے کر کہا۔ ”اسے باہر لے جاؤ۔ یہ کوئی جنوںی قسم کا آدمی معلوم ہوتا
ہے۔“

دوسرا طبیب آگے بڑھا لیکن ابو الحسن کا اشارہ پا کر اس نے اپنے افسر کے حکم
کی تعمیل نہ کی۔

طبی دستہ کے سالار نے زخمی کی پٹی کھولنے کی کوشش کی لیکن زرہ پوش نے اس
کا ہاتھ روکتے ہوئے کہا۔ ”اگر آپ نے پٹی کھول دی تو اس کی موت یقینی ہے۔ میں
آپ کے کام میں دخل نہ دیتا لیکن آپ کو شاید یاد نہیں کہ آپ نے اسے ناقابل علاج
سمجھ کر چھوڑ دیا تھا۔“

اس دوران میں بدر بن مغیرہ کے تمام شکوک دور ہو چکے تھے۔ آواز کے علاوہ
وہ زرہ پوش کا تمیاں بھی پہچان چکا تھا۔ وہ ان ہاتھوں سے مانوس تھا جو کئی بار اس کے
اپنے زخموں پر مرہم رکھ چکے تھے۔ اس کی حیرانی مسرت میں تبدیل ہو چکی تھی۔ اس
نے طبی دستہ کے سالار سے مخاطب ہو کر کہا۔ ”آپ پریشان نہ ہوں۔ میں انہیں
جانتا ہوں۔ بشیر! تم یہاں کیسے پہنچ گئے؟“

زرہ پوش نے خود کا نقاب اوپر سر کا دیا اور انٹھ کر ادب کے ساتھ ابو الحسن کے
سامنے کھڑا ہو گیا۔

موکی نے چونک کر کہا۔ ”بشیر بن حسن!..... آپ یہاں کب آئے؟“
اس نے جواب دیا۔ ”میں آج ہی یہاں پہنچا ہوں۔“
موکی نے ابو الحسن سے مخاطب ہو کر کہا۔ ”یہ بشیر بن حسن ہیں۔ یہ ہمارے

عقاب کے پروں کی رکھوائی کرتے ہیں۔

ابوالحسن نے گرم جوشی کے ساتھ بیشربن حسن سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔

میں آپ کی تعریف سن چکا ہوں۔

بیشربن حسن نے ابوالحسن کے ہاتھ کو بوسہ دیتے ہوئے کہا۔ ”معاف کیجئے میری طرف سے آداب بجا لانے میں کوتا ہی ہوتی زخمی کی حالت خراب تھی۔“

طبی دستے کا سالار پریشانی، ندامت اور بے کسی کی حالت میں کھڑا تھا۔ بیشربن حسن نے اس سے مخاطب ہو کر کہا ”میں بے جامد اغلت کا مجرم ہوں لیکن یہ شخص بازار میں بے ہوش پڑا تھا اور سپاہی اسے مردہ سمجھ کر چھوڑ آئے تھے۔ مجھے اس میں زندگی کے آثار دکھائی دینے اور اسے یہاں اٹھا لایا۔ آپ چونکہ بے حد مصروف تھے اس لیے آپ اس پر توجہ نہ دے سکے۔“

طبی دستہ کے سالار نے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ ”بیشربن حسن کے سامنے اپنی کمتری کا اعتراف کرنا بھی میرے لیے باعث فخر ہے۔ جب آپ اسے یہاں لائے تھے تو میری نگاہ میں اس کی حالت مالیوں کن تھی۔ اسے طبیب سے زیادہ مجزہ کرنے والے کی ضرورت تھی اور اندرس میں فقط بیشربن حسن کے نام کے ساتھ ایسے مجزرات و ابستہ کئے جاتے ہیں۔ ہمارے پاس چند اور زخمی بھی آپ کی توجہ کے محتاج ہیں۔“

ایک اور نوجوان جراح نے آگے بڑھ کر کہا۔ ”میں نے آپ کو قرطبه میں دیکھا تھا لیکن خود کے باعث آج میں پہچان نہ سکا۔“

بیشربن حسن نے کہا۔ ”مجھے ڈر تھا کہ خود کے بغیر آپ کو میری اجنبیت اور زیادہ محسوس ہو گی۔ اس کے علاوہ زخمیوں میں ہمارے چند ساتھی بھی ہیں۔ مجھے خطرہ تھا

کہ وہ مجھے دیکھ کر شور مچائیں گے اور آپ میں سے بعض زخمیوں کو چھوڑ کر میری طرف متوجہ ہو جائیں گے اور میں بھی اس زخمی کی حالت پر پوری توجہ نہیں دے سکوں گا۔

ابوالحسن نے کہا۔ ”ہمیں افسوس ہے کہ ہم اس بات کا احساس نہیں کیا۔“ آپ دوسرے زخمیوں کو دیکھیں اور فارغ ہو کر مجھ سے ضرور ملیں۔

ابوالحسن، بدر بن مغیرہ اور موئی چلنے گئے اور بشیر بن حسن دوسرے زخمیوں کی مرہم پٹی میں مشغول ہو گیا۔ اندرس کے باقی شہروں کی طرح غربناطہ میں بھی اس کے نام کی شہرت پہنچ چکی تھی۔ طبی دستہ کے تمام افراد اس کے ساتھ مصانعہ کرنے، ہم کلام ہونے اور اس کے حکم کی تعمیل کرنے میں فخر محسوس کرنے لگے۔ ان کے احساس مرعوبیت کی ایک وجہ یہ تھی کہ بشیر بن حسن سرحدی عقاب کا ساتھی تھا۔

طبی دستہ کا سالار دیریک اپنے طرز عمل پر پریشان رہا۔ بالآخر اس نے بشیر بن حسن سے کہا ”میں ابھی تک معذرت کے لیے موزوں الفاظ سوچ رہا۔ مجھے ڈر ہے کہ آپ نے میرے متعلق بہت بری رائے قائم کی ہوگی۔“

بشیر نے جواب دیا۔ ”آپ پریشان نہ ہوں ممکن ہے کہ اگر میں آپ کی جگہ ہوتا تو ایک اجنبی کے ساتھ زیادہ سختی سے پیش آتا۔“

تحوڑی دیریکے بعد وہ زخمی جس کی بشیر بن حسن نے سب سے پہلے مرہم پٹی کی تھی، نیم بے ہوشی کی حالت میں آہستہ آہستہ کراہنے لگا۔ بشیر بن حسن نے اپنے تھیلے سے ایک دوانکال کر پیالی میں ڈالنے ہوئے ایک طبیب سے کہا۔ ”یہ تحوڑی دیریکے بعد ہوش میں آجائے گا۔ جب آنکھیں کھولے آپ فوراً اسے یہ دو اپلا دیں۔ دو اپیتے ہی اسے نیند آجائے گی۔ شام کے وقت میں خود آکر اس کی حالت دیکھوں گا۔ اس

وقت آپ یہ خیال رکھیں کہ کوئی اسے جگانے یا اس کے ساتھ بات کرنے کی کوشش نہ کرے۔

(۲)

دوپہر کے وقت جب بدر بن میرہ کو تہائی میں بشیر کے ساتھ گفتگو کرنے کا موقع ملا تو اس نے اپنے دوست کی غیر متوقع آمد کی وجہ پوچھی۔ بشیر بن حسن نے جواب دیا ”میری زندگی کی سب سے بڑی خواہش یہ تھی کہ میں غرناطہ سے ابو الحسن کی فوج کی روائی کا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھوں لیکن مجھے اس وقت اطلاع میں جب یہ فوج غرناطہ سے کوچ کر چکی تھی۔ تاہم میں نے خیال کیا کہ میں جنگ کے دوران میں ضرور پہنچ جاؤں گا..... ابو داؤد بھی مجھے غرناطہ تک اپنے ساتھ لے جانے پر بغضد تھا۔ منصور بن احمد نے میری درخواست اور ابو داؤد کی سفارش پر مجھے اجازت دے دی۔ غرناطہ پہنچ کر مجھے پتہ چلا کہ آپ صحرہ کا محاصرہ کر چکے ہیں۔ میں یلغار کرتا ہوا آج صحیح یہاں پہنچا تو یہ شہر فتح ہو چکا تھا۔“

بدر بن میرہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ”اور میں زخمی نہ تھا اس لیے تمہاری ادویات دوسروں کے کام آئیں۔ سچ کہ تو تمہاری یہ بھاگ دوڑ میری وجہ سے نہ تھی۔“

”تمہاری سلامتی میری زندگی کا ایک مقصد ہے۔“

”ایک فرد کی سلامتی میرے خیال میں ایسا بلند مقصد نہیں جس پر فخر کیا جاسکے۔“

بشار بن حسن نے محبت بھری نگاہوں سے اپنے دوست کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”بدر! تم میرے لیے ایک فرد نہیں ایک قوم ہو اور اگر میں ایک طبیب کی زبان

استعمال کروں تو میں یہ کہوں گا کہ تم ہسپانیہ کے جسد ناتواں میں ایک دھڑکتا ہو ادل ہو۔“

بدر نے کہا ”یہ ایک شاعر کی زبان ہے۔“

بیشیر نے جواب دیا۔ ”خدا کا شکر ہے کہ میں شاعر نہیں۔ میں نے ازفل کے دستر خوان پر غرناطہ کے چند شعراء سے ملاقات کی ہے۔ وہ تمہاری تعریف میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کر رہے تھے۔“

”کیا کہتے تھے میرے متعلق وہ؟“

”بس یہی کہ تم ہوا میں اڑ سکتے ہو، پانی پر چل سکتے ہو، تمہیں دیکھ کر سمندر کی طوفانی لہروں میں سکون آ جاتا ہے اور دریا.....“

”دریا کیا.....؟“

”مجھے یاد نہیں رہا، شاید وہ یہ کہتے تھے کہ دریا پیماڑوں کی طرف واپس ہو جاتے ہیں۔“

بدر نے کہا ”امن کہیں کے۔“

بیشیر بن حسن نے نہیں ضبط کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ ”نہیں سب سکے سب امن نہیں تھے۔ ایک نے عقل کی چند باتیں بھی کہی تھیں۔“

”وہ کیا؟“

”وہ یہ کہ سرحدی عقاب کا گھوڑا کوہ سرا نوادا کی برف سے زیادہ سفید ہے جب وہ چلتا ہے تو زمین پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے۔ اس کی تلوار کی چمک سے سورج کی آنکھیں خیرہ ہو جاتی ہیں۔“

بدر بن مغیرہ نے کہا ”بیشیر اس زندہ دلی کا باعث یہ فتح ہے یا کچھ اور؟“

بیشیر نے جواب دیا ”بدر میں واقعی بہت خوش ہوں۔ میں محسوس کرتا ہوں کہ
برسون کے خوابوں کی تعبیر کا زمانہ شروع ہو چکا ہے؟“
بدر نے سوال کیا ”آنجلو کیسی ہے؟“
بیشیر نے جواب دیا ”وہ ٹھیک ہے لیکن تم ربیعہ کے متعلق نہیں پوچھا،“
”اے کیا ہوا؟“
”واہ تمہیں یہ خبر بھی نہیں،“ بیشیر نے سنجیدہ ہو کر کہا۔
”بیشیر! تم اس کے متعلق کوئی بری خبر تو نہیں لائے۔“
بیشیر نہ سپڑا۔
بدر نے کہا ”تم بڑے سخنے ہو۔“
بیشیر نے کہا ”ربیعہ تمہیں سلام کہتی تھی،“
”جھوٹ!“
”اچھا بھائی یہی سمجھ لو کہ وہ تمہاری سلامتی کے لیے دعا کرتی تھی۔“
مجھے یہ مان لینے میں کوئی اعتراض نہیں۔ خیراب مذاق چھوڑو۔ ابو داؤد کا حال
کیا ہے؟
”وہ بہت خوش ہے۔ غرناطہ پہنچتے ہی الزفل نے اسے شہزادہ ابو عبد اللہ کا
صاحب خاص بنادیا ہے۔ اسے رہنے کے لیے قصر الحمراء میں ایک مکان دیا گیا ہے
۔ میرے خیال میں وہ شہزادے کو بہت جلد اپنا گرویدہ بنالے گا۔“
موکی کی آمد پر ان کی گفت گو کارخ بدل گیا۔ اس نے اطلاع دی کی ابو الحسن
آپ کو بلاستے ہیں۔



نے عزائم

(۱)

صحرہ کی فتح کے بعد ابوالحسن نے عیسائیوں کے ساتھ فیصلہ کن جنگ لڑنے کے لیے وسیع پیانے پر تیاریاں شروع کر دیں۔ سلطنت کے وہ با اثر سردار اور قبائل کے رہنماء جواب تک برابری، عربی اور ہسپانوی مسلمانوں کے اندر ونی جھگڑوں میں الجھے ہوئے تھے مشترکہ دشمن کے خلاف متحد ہونے لگے۔ ہسپانوی اور برابری سرداروں کے لیے ابوالحسن ایک حکمران کی بجائے ایک مسلم حکمران بن چکا تھا۔ اس نے صلیب کے پرچم کے مقابلہ میں ہلال کا پرچم باند کیا تھا۔ علماء کا ایک با اثر طبقہ اس جنگ کو جہاد قرار دے چکا تھا۔ صحرہ کی فتح کے بعد جب ابوالحسن غرناطہ لوٹا تو اس نے پہلی بار یہ محسوس کیا وہ صحیح معنوں میں غرناطہ کا حکمران بن چکا ہے۔ عوام نے فوجی مستقر سے لے کر الحمراء تک اس کے راستے میں پھولوں کی تنج بچھا رکھی تھی۔ رات کے وقت اس نے قصر الحمراء کے باند مینار پر کھڑے ہو کر چاروں طرف نگاہ دوڑائی۔ تمام شہر میں چڑاغاں تھا اور لوگ گلیوں اور بازاروں میں مسرت کے نعرے لگا رہے تھے۔ ابوالحسن نے آسمان کی طرف دیکھا اور ہاتھ اٹھا کر دعا کی:

”رب العزت! میرے کمزور بازوؤں کو طاقت عطا کر۔ مجھے طارق بن زیاد کا عزم اور موسیٰ بن نصیر کا حوصلہ عطا کر۔ میری قوم کو پھر ایک بار ان مجاہدین کا ولولہ عطا کر جن کے گھوڑے ایک طرف فرانس اور دوسرے طرف چین کے دریاؤں کا پانی پیا کرتے تھے۔ ہماری ناقلت کو اتفاق میں بدل دے۔ اس ریت کے انبار کو تو ایک چنان بناسستا ہے۔ میرے مولیٰ! ان لوگوں کو مایوس نہ کجیو جو اس معمولی سی فتح پر اس قدر شادمان ہیں۔ میں اس کام کا اہل نہ تھا لیکن اگر تو نے مجھے اس کے لیے منتخب کیا

ہے تو مجھے ہمت، عزم اور استقالل دے اور اگر میں اپنی زندگی میں اسلاف کی کھوئی ہوئی سلطنت واپس نہ لے سکوں تو ابو عبد اللہ کو یہ توفیق دے۔ ورنہ مجھے یہ توفیق دے کہ میں غرناطہ کی سلطنت کے لیے کوئی صحیح جانشین منتخب کر سکوں۔“

جب ابو الحسن مینار پر کھڑا یہ دعا مانگ رہا تھا، اس کی ولی عہد شہزادہ ابو عبد اللہ اپنے نئے اتنا یق ابو داؤد کے ساتھ محل کے ایک کمرے میں بیٹھا ہوا تھا۔ چند دن میں استاد اور شاگرد ایک دوسرے سے بہت منوس ہو چکے تھے اور ابو عبد اللہ کا پچا ارٹل جس نے ابو داؤد کو اس منصب تک پہنچایا تھا اس بات پر پھولانہ سما تھا کہ اس کا آوارہ مزاج بھیجا اپنے بامال اتنا یق کے اشاروں پر چلتا ہے اور اس سے ایک لمحہ کے لیے بھی جدا ہونا پسند نہیں کرتا۔ ابو داؤد فاطر تھا محتاج طھا۔ اسے یہ احساس تھا کہ اس کے شاگرد کی رگوں میں عربی خون ہے۔ اس لیے اس نے اپنے عزانم اور مقاصد کے اظہار میں عجلب سے کام لیتا مناسب نہ سمجھا۔ وہ ایک بے تکلف مصاحب بن کر ابو عبد اللہ کے خیالات سے واقفیت حاصل کرتا رہا اور چند ہی دنوں میں یہ معلوم کر چکا تھا کہ وہ وقت آنے پر غرناطہ کے ولی عہد کو اپنا آلہ کا بنا سکے گا۔

ابو عبد اللہ سے تہائی میں پہلی ملاقات کے بعد وہ اسے اپنا گرویدہ بننا چکا تھا۔ اس نے اس کا ہاتھ دیکھا اور ہتھیں کی چند لکیروں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ”
شہزادے! تم غرناطہ کی حکمرانی کے لیے پیدا نہیں ہوئے۔“

ابو عبد اللہ کے چہرے پر اندراب کے آثار پیدا ہوئے تو اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ یہ لکیریں تمہارے لیے سکندر کے بخت اور عبد الرحمن اعظم کے جاہ و جلال کی شہادت دیتی ہیں۔ اگر میرا علم مجھے دھوکا نہیں دیتا تو پر نیز سے لے جبل الطارق تک تمہاری سطوت کے پر چم لہرا میں گے۔ مراکش اور فرانس کے حکمران تمہارے

باجگذار ہوں گے۔“

ابو عبد اللہ پکھ دیر تک اپنے ہاتھ کی طرف دیکھنے کے بعد بولا۔ ”لیکن میرا پچا
مجھے نالائق کہتا ہے۔“

”شہزادے! پھل پکنے اور پھول کھانے کے لیے ایک وقت معین ہوتا ہے۔
جب تک تمہارے عروج کا وقت نہیں آئے گا تمہارے عزیز اور خیر خواہ ایسی ہی
باتیں کرتے رہیں گے لیکن ان متقصد تمہاری بہتری ہے برائی نہیں وقت کا
انتظار کرو۔“

اس دن سے ابو عبد اللہ اپنے آپ کو سکندر اور اپنے اتائق کو ارسٹو سمجھا کرتا تھا
دونوں اپنے اپنے خیال کے مطابق کسی موقع کے منتظر تھے چند ملاقوں کے
بعد استاد کو یہ معلوم ہو چکا تھا کہ اس کا شاگرد کون سے وقت کا انتظار کر رہا ہے لیکن
شاگرد کو اپنے استاد کے ارادوں کے متعلق کوئی علم نہ تھا اور آج ابو عبد اللہ کا یہ پیغام
سن کر ابو داؤد اپنے مکان سے نکل کر اس کے پاس پہنچا تو اس نے ایک ہی نظر میں یہ
بھانپ لیا کہ اس کا شاگرد کسی نئی پریشانی میں بتا ہے۔

(۲)

ابو عبد اللہ نے اپنے استاد کی تعظیم کے لیے انتہتے ہوئے خواجہ سر اکو حکم دیا کہ وہ
دروازہ بند کر دے۔ استاد اور شاگرد آبنوں کے کرسیوں پر جو مخل کے گدیلوں سے
آرائیتھیں بیٹھے گئے۔

ابو داؤد نے کہا ”شہزادے! مجھے تو قع تھی کہ تم اس وقت غرناطہ کے بازاروں
میں سرت کے ساتھ نعرے لگا رہے ہو گے۔ وہ کون سا خیال تھا جس نے اس وقت
غرناطہ کے ولی عہد کو پریشان کر رکھا ہے۔“

ابو عبد اللہ نے کہا۔ ”کیا میرے استاد کا بھی یہی حکم ہے کہ میں موی، الزینفری اور بدر بن مغیرہ کی فتح کے نعرے لگاؤں۔ کیا اس کام کے لیے میرے سوتیلے بھائی کافی نہیں جو آج کے جلوس میں نوکروں کی طرح ان کے گھوڑوں کے آگے آگے پیدل جا رہے تھے؟ یہ سب کچھ اس لیے ہو رہا ہے کہ وہ میرے متعلق جانتے ہیں کہ میں اس قسم کی خوشامد نہیں کر سکتا اور وہ میرے والد کو ایک بار پھر یہ جتنا چاہتے ہیں کہ میں نالائق ہوں۔“

ابو داؤد نے کہا۔ ”تمہارے سوتیلے بھائیوں کے متعلق میں کچھ نہیں جانتا لیکن ازفل کے متعلق میں یہ ضرور کہوں گا کہ وہ تمہارا بد خواہ نہیں اور اگر وہ بد خواہ بھی ہو تو تمہیں مذبر سے کام لیتا چاہتے۔ تم غرناطہ کے ولی ہو اور ولی عہد پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ تاج پہننے تک اپنے بذریعہ دشمنوں کو بھی دوست بنائے رکھے۔ ایک بادشاہ اپنے مخالفین کو تلوار سے مرعوب کرتا ہے لیکن ایک ولی عہد یہ نہیں کر سکتا اور اس صورت میں جب کہ تحنت کے دعویدار اور بھی موجود ہوں اسے بہت محاط رہنا چاہتے۔ اگر تمہارا یہ ارادہ ہو کہ تم کلیں حکمران بن کر اپنے مخالفین کی گرد نیں اڑا دو تو آج یہ ضروری ہے کہ اپنی مرضی کے خلاف بھی ان کے لگے میں چھوٹوں کے ہار پہناؤتا کہ ان کی رگوں میں سختی نہ آنے پائے۔ تاہم ازفل کے متعلق مجھے یقین ہے کہ وہ تمہارا مخالف نہیں۔“

ابو عبد اللہ نے کہا۔ ”آپ میرے چچا کے متعلق ہمیشہ حسن ظن سے کام لیتے ہیں۔ آپ کو یہ معلوم نہیں کہ وہ اقتدار چاہتا ہے۔ اس نے میرے باپ کو بھی اپنے ہاتھوں میں کھولنا بنا رکھا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ میں اس کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی نہیں بن سکتا۔ اس لیے اس کی خواہش یہی ہو گی کہ میرے سوتیلے بھائی کو تحنت پر بٹھا کر خود

حکومت کرے۔

”لیکن خدا سلطان کی عمر دراز کرے، میرا دل تو گواہی دیتا ہے کہ وہ اپنی زندگی
میں تمہارے جیسے ہونہا رہ بیٹھے کو غرناطہ کا تخت و تاج سونپ دیں گے۔“

ابو عبد اللہ نے ٹھنڈی سانس لیتے ہوئے کہا۔ ”میں نہیں جانتا کہ انہوں نے
اپنی زندگی میں کوئی فیصلہ کیا تو پیچا کے مشورے کے بغیر نہیں ہو گا اور پیچا کا مشورہ بھی
میرے حق میں نہ ہو گا۔“

ابوداؤد نے کچھ دیر سر جھکا کر سوچنے کے بعد کہا۔ ”شہزادے! تمہارا ہاتھ دیکھ
کر میں نے تمہیں ایک بات نہیں بتائی۔ مجھے ڈر لگتا تھا۔“

ابو عبد اللہ نے کہا۔ ”خدا کے لیے ضرور بتائیں۔“

ابوداؤد نے اوہر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔ ”مجھے ڈر ہے کہ یہ بات اگر کسی
تیرے آدمی کے کانوں تک پہنچ گئی تو آپ کے ساتھ مجھے بھی مصائب کا سامنا کرنا
پڑے گا۔“

ابو عبد اللہ نے کہا۔ ”آپ فکر نہ کریں یہاں کوئی سننے والا نہیں۔“

”میرا علم یہ گواہی دیتا ہے کہ تم اپنے باپ کی زندگی میں غرناطہ کا تخت و تاج
سنہالوں گے اس کی مرضی کے خلاف۔ قدرت تمہیں موقع دے گی۔ یہ فیصلہ بہت تلخ
ہو گا لیکن تمہیں کرتا پڑے گا۔ اندلس کی تسمیر ابو الحسن کے مقدر میں نہیں تمہارے مقدر
میں ہے۔“

ابو عبد اللہ نے مسرت، اضطراب اور خوف کے ملے جلے جذبات سے مغلوب
ہو کر کہا۔ ”وہ وقت کب آئے گا؟“

ابوداؤد نے جواب دیا۔ ”بہت جلد، لیکن میری نصیحت یاد رکھو۔ وقت آنے

سے پہلے تمہارا فرض ہے کہ تمہارے باپ اور چچا کے دل میں تمہارے متعلق کوئی شک پیدا نہ ہو وہ انفل کو یہاں کیوں چھوڑ گئے تھے؟“

ابو عبد اللہ نے جواب دیا ”میں جانتا ہوں۔ انہیں مجھ پر اعتبار نہ تھا۔“

”تو تمہارے لیے یہ ضروری ہے کہ تم ان کا کھویا ہوا اعتماد دوبارہ حاصل کرو۔

تاج اور تخت کے لیے بہت کچھ کرنا پڑتا ہے اور یہ بھی یاد رکھو کہ اگر کسی وجہ سے سلطان یا تمہارے پچا کو تمہارے متعلق کچھ شبہ ہو گیا ہے تو تم ہمیشہ کے لیے میری احانت سے محروم ہو جاؤ گے۔“

ابو عبد اللہ نے کہا۔ ”میں آپ کی نصیحت پر عمل کروں گا۔“

”تو میری پہلی نصیحت یہ ہے کہ ابھی اپنے باپ کے پاس جاؤ۔ اگر وہ سو نہیں گئے تو انہیں فتح کی مبارکباد دو اور یہ بھی کہوں کہ تمہیں اس جنگ میں شریک ہونے کی سعادت سے محروم رہنے کا افسوس ہے۔ اس کے بعد علی الصباح فوج کے تمام بڑے بڑے عہدہ داروں سے ملو اور ہو سکے تو ان میں انعامات تقسیم کرو۔ سلطان اس بات پر خوش ہو گا اور ان لوگوں میں سے بعض تمہارے کام آئیں گے۔“

”میں ابھی ابا کے پاس جاتا ہوں۔“

اگلے دن ابو الحسن نے انفل سے کہا۔ ”آپ نے ابو عبد اللہ کے لیے جو اتنا ایق مقرر کیا ہے میں اس سے مانا چاہتا ہوں وہ کوئی قابل آدمی معلوم ہوتا ہے۔ میں نے آج ابو عبد اللہ کے خیالات میں کافی تبدیلی محسوس کی ہے۔ وہ اس بات پر ناراض ہو رہا تھا کہ میں اسے جنگ میں ساتھ کیوں نہیں لے گیا۔“

انفل نے جواب دیا۔ ”خدا کا شکر ہے کہ ہمیں ایسا آدمی مل گیا ہے۔“

ان واقعات کے تیرے دن بدر بن مغیرہ کو اطلاع لائی کہ عیسائیوں نے سرحد

پر دوبارہ چھیٹر چھاڑ شروع کر دی ہے اور اس نے اپنے سپاہیوں کو فوراً کوچ کی تیاری کا حکم دیا۔

رخصت سے پہلے جب وہ ابو الحسن سے ملا تو اس نے کہا۔ ”میں نے پوری تیاری سے پہلے صحرہ پر اس لیے حملہ کیا تھا کہ لوگ خوب غفلت سے بیدار ہو جائیں۔ اب اس فتح کا یہ فائدہ ہوا ہے کہ میں چند ماہ میں انہیں فیصلہ کن جنگ کے لیے تیار کر لوں گا۔ اتنی دیر آپ اپنے محاذ پر ڈٹے رہیں۔ میں اشد ضرورت کے بغیر آپ کو انہیں بلاوں گا۔ اگر آپ سرحد پر چھیٹر چھاڑ جاری رکھیں گے تو اس کا فائدہ یہ ہو گا کہ ہمیں تیاری کا زیادہ موقع مل جائے گا اور فرڈی نینڈ کو توجہ بھی دو محاذوں پر بٹ جائے گی،“

ابو الحسن سے ملاقات کے بعد جب بدربن مغیرہ قصر الحمرا سے باہر نکل رہا تھا ایک لوئڈی نے کاغذ کا ایک پرזה اس کے ہاتھ میں دیا۔ بدربن مغیرہ نے دیکھا تو کاغذ پر یہ الفاظ لکھے ہوئے تھے:

”آپ کوئی فتح مباک ہو..... ربیعہ!“

ایک لمحہ کے لیے بدربن مغیرہ کے دل میں اطیف دھڑکنیں پیدا ہوئیں اور ایک جانی پہچانی صورت اس کی نظروں کے سامنے آموجود ہوئی۔ بدربن مغیرہ نے لوئڈی کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ ”میری طرف سے ان کا شکریہ ادا کر دیجئے اور کہیے میرے لیے دعا کیا کریں،“

شام کے وقت ربیعہ کو اپنے باپ سے یہ معلوم ہوا کہ سرحدی عقاب اپنے نیشن کی طرف جا چکا ہے۔

فرڈی نینڈ سرحدی عقاب سے انتقام لینے کی تیاریاں کر رہا تھا کہ اسے صحرہ پر ابو الحسن کے قابض ہو جانے کی خبر ملی۔ اس نے اپنے تمام گورز اور سرداروں کو تیاری کا حکم دیا۔ یہودی تاجروں کے بھیس میں اس کے جاسوس اسے ابو الحسن کے عزم سے باخبر کرتے رہے۔ اس نے ایک بہت بڑی صلیب اپنے محل کے دروازے پر نصب کرائی اور قسطلہ کے عوام کے سامنے یہ حلف اٹھایا کہ جب تم میں یہ صلیب قصر الحمراہ کے دروازے پر نصب نہ کروں گا۔ سلطنت کے تمام امراء نے اس کی تقاضید کی۔ اس کے بعد سلطنت کے ہر گوشے سے لوگ قسطلہ پہنچتے اور اس صلیب کے سامنے یہ عہد کرتے کہ وہ غرناطہ کو فتح کئے بغیر اپنی تواریخ میں نیام میں ڈالیں گے۔

ایک دن غرناطہ کا ایک یہودی فرڈی نینڈ کے پاس پہنچا اور اس نے ایک خط پیش کیا۔ خط پڑھ کر فرڈی نینڈ نے اپنی سے کہا۔ ”تم نے ہماری بہت بڑی خدمت سرانجام دی ہے اور اگر اس خط کا جواب غرناطہ پہنچا سکو تو تمہیں بہت بڑا انعام دیا جائے گا۔“

فرڈی نینڈ نے کہا۔ ”اگر تم تحریری پیغام لے جانے میں خطرہ محسوس کرو تو ہم کاں تمہیں ایک زبانی پیغام دیں گے۔“

یہودی نے کہا ”میں تحریری پیغام لے جانے میں کوئی خطرہ محسوس نہیں کرتا۔ غرناطہ سے آتے ہوئے کئی چوکیوں پر تلاشی لینے کے باوجود وہ یہ خط نہیں دیکھ سکتے۔“

فرڈی نینڈ نے کہا۔ ”تم ہوشیار آدمی معلوم ہوتے ہو لیکن تلاشی کے وقت تم نے یہ خط کہاں چھپا رکھا تھا؟“

یہودی نے جواب دیا ”یہ خط ابو داؤد نے میرے جوتے کے اندر سی دیا تھا۔“

”بہت اچھا کل، ہم سے ملو“۔ یہ کہتے ہوئے فرڑی نینڈ نے ایک سپاہی کو بارا کر حکم دیا کہ وہ اپنی کوششی مہمان خانے میں لے جائے۔

اپنی کے چلے جانے کے بعد فرڑی نینڈ نے دوبارہ غور کے ساتھ خط پڑھا اور کچھ دیر سوچنے کے بعد اٹھ کر ملکہ کے کمرے میں پہنچا۔

”ملکہ تم ہار گئیں“، اس نے اپنی بیوی کے قریب بیٹھتے ہوئے کہا۔

”آپ کا مطلب؟“

”تم نے ابو داؤد کے متعلق شرط لگانی تھی کہ ہمارے ساتھ وہ غداری کر رہا ہے لو یہ خط پڑھ لو، تمہارے تمام شکوک رفع ہو جائیں گے۔“ بادشاہ نے خط ملکہ کو پیش کر دیا۔

ملکہ نے خط پڑھ کر کچھ دیر سوچنے کے بعد کہا۔ ”اس خط سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس کے متعلق ہمارے شکوک بے بنیاد تھے لیکن ہمیں نہیں بھولنا چاہیے کہ لکھنے والا ابو داؤد ہے اور وہ جھوٹ کو سچ بنانا کر پیش کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔ اس نے ہمیں الحمد پر اچانک حملہ کی ترغیب دی ہے لیکن مجھے ڈر ہے کہ اس میں بھی کوئی خطرناک چال نہ ہو۔“

فرڑی نینڈ نے جواب دیا۔ ”ابو الحسن کے ارادوں اور تیاریوں کے متعلق مجھے اپنے جاسوسوں کی زبانی بہت کچھ معلوم ہو چکا ہے۔ مجھے ابو داؤد کی اس بات سے اتفاق ہے کہ ہمیں صخرہ کے نقصان کی تلافی کے لیے غرناطہ کی سرحد کے کسی اہم شہر پر اچانک قبضہ کر لینا چاہیے۔ اس سے مسلمانوں کا جوش و خروش کچھ عرصہ کے لیے ٹھنڈا پڑ جائے گا اور ہمارے سپاہیوں کے حوصلے باند ہو جائیں گے۔ میرے خیال میں قادس کا گورنمنٹ پر بے خبری کی حالت میں حملہ کر دے تو جس قدر آسانی کے ساتھ

انہوں نے صحرہ پر قبضہ کر لیا ہے اسی قدر آسمانی کے ساتھ ہم الحمدہ پر قبضہ کر سکیں گے،“

”لیکن آپ کے پاس اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ وہ بخبر ہوں گے۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ ابو داؤد نے غرناطہ پہنچ کر اپنی قسمت مسلمانوں کے ساتھ وابستہ کر دی ہو اور یہ خط اس نے ابو الحسن کے ایما سے بھیجا ہو،“۔

”میرا دل گواہی دیتا ہے کہ تمہارے خدشات بے بنیاد ہیں لیکن اگر یہ ہو بھی تو وہ ہمارے ارادوں سے باخبر ہونے کے لیے اس خط کے جواب کا انتظار کریں گے اور میں یہ اختیاط کر ستما ہوں کہ جب تک حاکم قادس الحمدہ پر قبضہ نہ کرے وہ ہمارے خط کا انتظار کرتے رہیں۔ ابو داؤد کا یہ کہنا غلط نہیں کہ الحمدہ غرناطہ کی کنجی ہے اور اس پر قابض ہو کر ہم آدمی جنگ جیت جائیں گے۔ میں آج ہی قادس کے گورنر کو پیغام بھیجنتا ہوں اور خود کل لوشہ کی طرف کوچ کر دوں گا۔ ان کی ساری توجہ میری طرف ہو گی اور قادس کی فوج کو الحمدہ پر قبضہ کرنے کا موقع مل جائے گا۔ میں قرطبه اور اشبیلیہ کی افواج کو بھی پیش قدمی کا حکم دیتا ہوں۔ اگر ہم کسی محاذ سے نقصان اٹھائیں گے تو وہ یقیناً الحمدہ کا محاذ نہیں ہو گا،“۔

(۳)

ابو الحسن کو جاسوسوں نے اطلاع دی کہ فرڈی غینڈ اپنے اشکر جرار کے ساتھ قسطلہ سے روانہ ہو چکا ہے۔ اس کے ساتھ ہی اسے قرطبه اور اشبیلیہ کی افواج کی نقل و حرکت کی اطلاع بھی ملی۔ اس نے اپنی فوج کو تین حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصہ ازفل کی قیادت میں دے کر اشبیلیہ کی فوج کا راستہ روکنے کا حکم دیا، دوسری فوج کی قیادت کے لیے اسے موئی سے زیادہ کوئی آدمی موزوں نظر نہیں آتا تھا، لیکن

بعض امراء کے مشورے پر اس نے موی کو غرناطہ میں ابو عبد اللہ کے پاس چھوڑ دیا اور فوج کی قیادت کے لیے بدر بن مغیرہ کو بنا بھیجا۔

بدر بن مغیرہ اپنی فوج کے نصف سے زیادہ سپاہی لے کر غرناطہ پہنچا اور سرحد کی طرف پیش قدی کرنے والی فوج کی قیادت سنہجاتی۔

باتی فوج کی قیادت ابو الحسن نے اپنے ہاتھ میں لی۔ روانہ ہونے سے پہلے اس نے ابو عبد اللہ کو بلا کر کہا۔ ”بیٹا! میری اور ازفل کی غیر حاضری میں تم پر ایک بہت ذمہ داری تائید ہوتی ہے۔ تم اپنی عمر کے لحاظ سے اس قابل ہو کہ دار اسلطنت کا انظام سنہجال سکو۔ تاہم میں موی کو تمہاری مدد کے لیے چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ میری نگاہ میں اس کا درجہ ازفل سے کم نہیں۔ اس کے مشورہ کے خلاف کوئی قدم نہ اٹھانا۔ اگر مجھے کوئی حادثہ پیش آئے تو یہ یاد رکھنا کہ جب تک انلس کی کھوئی ہوئی سلطنت واپس نے لے لوگے، میری روح بے چین رہے گی۔“

ابو عبد اللہ نے کہا ”یہ میری بد قسمتی ہے کہ مجھے اس موقع پر بھی آپ کی فوج کا ایک سپاہی بننے کی سعادت نصیب نہیں تاہم جو فرض آپ نے مجھ پر تائید کیا ہے میں اپنے آپ کو اس کا اہل ثابت کرنے کی کوشش کروں گا لیکن میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ آپ کو ہر محاذ پر موی جیسے تجربہ کار جر نیل کی ضرورت ہوگی۔ اس کا آپ کے ساتھ رہنا ضروری تھا۔ میری مدد کے لیے آپ کسی اور کو چھوڑ سکتے ہیں۔“

ابو الحسن نے جواب دیا۔ ”تمہارا خیال درست ہے لیکن موی کو یہاں چھوڑنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ وہ کمک کے لیے نئے سپاہی بھرتی کر سکے گا۔“

غرناطہ سے کوچ کرنے کے بعد ابو الحسن نے سرحد کے ایک شہر کے پاس پڑا اور ڈال دیا اور فرڑی نینڈ کی افواج کا انتظار کرنے لگا۔ موی کی جگہ لینے کے لیے غرناطہ

کی فوج کے دو بہترین سالار ازیزیری اور نعیم رضوان اس کے ساتھ تھے۔

دو ہفتے گزر گئے اور ابو الحسن کو پتہ چلا کہ فرڈی نینڈ کی افواج سرحد کے پار ایک مقام پر آ کر رک گئی ہیں۔ ازشل اور بدر بن مغیرہ کی طرف سے بھی اسی قسم کی اطاعت ملیں کہ اشیاییہ اور قرطبه کی طرف سے پیش قدی کرنے والی افواج سرحد کے قریب رک گئی ہیں۔

لیکن تیرے ہفتے اسے اچانک یہ خبر ملی کہ حاکم قادس نے فوری پیش قدی کے بعد الحمہ پر قبضہ کر لیا ہے۔ اس خبر سے اسے یہ احساس ہوا کہ سرحد کے پار تین محاذوں پر قسطله، قرطبه، اشیاییہ کی افواج کے رک جانے کی کیا مجہ تھی۔ الحمہ کی فتح کے ساتھ ہی ابو الحسن کو اس قسم کی اطاعت ملیں کہ حاکم قادس نے اس شہر کے ہزاروں باشندوں کو موت کے گھاٹ اتنا ردیا ہے۔

الحمدہ غرناطہ کے دفاع کے لیے اہم ترین قلعہ تھا۔ وہاں سے دشمن کی افواج کسی وقت بھی غرناطہ پر چڑھائی کر سکتی تھیں۔ غرناطہ کے طول و عرض سے ”میرا الحمہ“ کی صداباند ہوئی۔ سب یہ کہتے تھے کہ غرناطہ کی کنجی دشمن کے ہاتھ میں چلی گئی ہے۔

ابو الحسن نے محسوس کیا کہ فرڈی نینڈ اب اس کی توجہ الحمہ کی طرف مبذول کر کے کسی شہر پر حملہ کر دے گا اس لیے اس نے ازشل اور بدر بن مغیرہ کو حکم بھیجا کہ وہ اپنے اپنے محاذ پر رہیں اور خود اپنی نصف فوج ازیزیری کو دے کر الحمہ کی طرف روانہ کر دیا۔

ازیزیری نے الحمہ کو محاصرہ میں لے لیا اور باہر سے رسدوں کے تمام راستے بند کر دیئے۔ فرڈی نینڈ کو الحمہ کے محاصرے کی خبر ملی تو اس نے اپنے لشکر کو تینوں اطراف سے پیش قدی کا حکم دیا۔

سب سے پہلے بدر بن مغیرہ کے ساتھ قرطبه کی افواج کا تصادم ہوا۔ بدر بن مغیرہ نے انہیں سرحد میں داخل ہونے کا موقع دینے کی بجائے خود سرحد عبور کر کے حملہ کر دیا۔ قرطبه کے لشکر کے مقابلہ میں اس کی فوج کی تعداد بہت کم تھی لیکن اس کے طریق جنگ کے سامنے قرطبه کی افواج کی پیش نہ گئی۔ بدر بن مغیرہ کسی میدان میں اپنی فوج کی قوت کی نمائش کرنے کی بجائے چند دن اپنی فوج کے طوفانی دستوں کے عقبی حملوں سے قرطبه کی فوج کو ختم نقصان پہنچاتا رہا۔ اس کے سواروں کے چند دستے اچانک دشمن کے ہراول کے سامنے نمودار ہوتے اور باقی میمنہ اور میسرہ اور عقب کی صفائی درہم برہم کرنے کے بعد غائب ہو جاتے اور یہ عمل دن میں کئی بار دہرا�ا جاتا۔

قرطبه کے سپاہیوں کو یہ معلوم ہو چکا تھا کہ غربناطہ کی فوج کا سالار سرحدی عقاب ہے اور وہ یہ سمجھ چکے تھے کہ وہ آگے بڑھیں یا پیچھے ہٹیں، دونوں صورتوں میں ان کی تباہی ناگزیر ہے۔

دوسری طرف ازفل کی فوج کے ساتھ اشبدیا یہ کے لشکر کی چھیڑ چھاڑ شروع ہو چکی تھی۔

فرڈی نینڈ کو قرطبه کے سالار کی پریشانی کا عالم ہوا تو اس نے لوشه پر چڑھائی کر دی۔ ابو الحسن اس کا ارادہ بھانپتے ہی لوشه کے نواح میں جا پہنچا۔ لیکن جاسوسوں نے اسے اطلاع دی کہ فرڈی نینڈ کی افواج اس کے اندازے سے بہت زیادہ ہیں۔ ابو الحسن کو غربناطہ سے کسی بھاری کمک کی توقع نہ تھی اس لیے اس نے ازفل کو بلا بھیجا۔ ازفل نے بھی لوشه کے محاذ کی اہمیت معلوم کی لیکن بھائی کی مدد کو پہنچنے سے پہلے اس نے اشبدیا یہ کی فوج پر زوردار حملہ کیا اور اسے کافی نقصان پہنچانے کے بعد لوشه کا رخ

کیا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے النزیری کو یہ حکم بھیج دیا کہ اگر اشیلیا یہ کی افواج الحمہ کا رخ کریں تو تم محاصرہ اٹھا کر لو شہ پہنچ جاؤ۔

النزیری ایک مقام سے الحمہ کی فصیل توڑ چکا تھا کہ اشیلیا یہ کی مذہبی دل فوج پہنچ گئی۔ اب شہر کو فتح کرنے کی بجائے اس کے سامنے اہم ترین مسئلہ اپنے سپاہیوں کو بچا کر نہ لانا تھا۔ جن کے گرد چاروں طرف سے اشیلیا یہ کی فوجوں کا گھیرا ٹنگ ہو رہا تھا۔ النزیری نے مایوسی کے عالم میں بھی ہتھیار ڈالنے کی بجائے لڑنے کی ترجیح دوں اور فوج کو منظم کر کے ایک طرف دھاوا بول دیا۔ سب سے آگے نیزہ بازوں کی قطاریں تھیں اور ان کے پیچے پیادہ فوج تھی۔ نیزہ بازوں نے گھیرا توڑ کر پیادہ فوج کے لیے راستہ صاف کیا اور النزیری کے سپاہی کسی لذستان کے بغیر لڑتے بھڑتے ایک مذہبی کے پل تک پہنچ گئے لیکن دشمن کی فوج کا ایک دستہ اس پل کے دوسرے سرے پر پہنچ ہی تاک لگائے بیٹھا تھا۔ النزیری کی فوج پھر ایک بار دشمن کے نرغے میں تھی اور ان پر چاروں طرف سے تیروں کی بارش ہو رہی تھی کہ اچانکل مذہبی کی دوسری طرف سے اللہ اکبر کا نعرہ سنائی دیا اور آن کی آن میں پانچ سو سوار گرد کے بادلوں سے نمودار ہوئے اور انہوں نے پل کے دوسرے سرے پر النزیری کا راستہ روکنے والے دستے پر حملہ کر کے پل بھر میں ان کا صفائیا کر دیا۔

جب النزیری کے پیادہ اور سوار سپاہی مذہبی کے دوسرے کنارے ایک محفوظ مقام پر پہنچ گئے تو اسے پتہ چلا کہ اس کے مددگار غرناطہ سے آئے تھے۔ اس نے دستے کے سالار کے ساتھ ملنے کی خواہش ظاہر کی تو ایک نقاب پوش نے گھوڑا آگے بڑھا کر تحکمانہ لجھے میں ”یہ باتوں کا وقت نہیں تم فوراً لو شہ پہنچ جاؤ۔“

النزیری نے نقاب پوش کی آواز پہنچانتے ہوئے چونک کر کہا۔ ”میرے

ساتھ اس طرح بات کرنے والا موسیٰ بن الی گسان کے سوا اور کون ہو سنتا ہے؟“ -

نقاب پوش نے کہا۔ ”لیکن میرے یہاں آنے کا کسی کو علم نہیں ہونا چاہتے۔

سلطان بہت ناراض ہو گا۔ ان سے میرا ذکر نہ کرنا۔ میرے لیے غرناطہ چھوڑنا خطرے سے خالی نہ تھا لیکن ابو عبد اللہ کو یہی خیال ہے کہ میں فوجی مستقر میں موجود ہوں۔“ -

یہ کہہ کر موسیٰ نے اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا اور گھوڑے کو ایڑا گا دی۔ الزیفری کے سپاہیوں نے جس طرح ان پانچ سو سواروں کو گرد کے بادلوں سے نمودار ہوتے دیکھا تھا۔ اسی طرح انہیں غائب ہوتے دیکھ رہے تھے۔

(۵)

بدر بن مغیرہ کو جب یہ اطاءع ملی کہ غرناطہ کی باقی تمام فوج فیصلہ کن جنگ لڑنے کے لیے لوشہ کے نواح میں جمع ہو رہی ہے تو اس نے قرطبه کے لشکر پر آخری ضرب لگانے کا فیصلہ کیا اور اپنے نائب منصور بن احمد کو پیغام بھیجا کہ وہ دو ہزار سواروں کے ہمراہ قرطبه کے لشکر کے عقب میں پہنچ جائے۔

منصور بن احمد اپنے راستے کے شہروں اور بستیوں کو تاراج کرتا ہوا ایک حیرت انگیز رفتار کے ساتھ قرطبه کے لشکر کے عقب میں جا گکا۔ بدر بن مغیرہ نے اس کی اطاءع ملتے ہی اپنی پیادہ فوج کو چند میل ہٹا دیا اور سواروں کو دشمن کے مینہ اور میسرہ پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ قرطبه کے سپہ سالار نے مسلمانوں کی پیادہ فوج کے پیچے ٹہنے سے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ سرحدی عتاب بھی انفل اور الزیفری کی لوشہ کی جنگ میں حصہ لینے کے لیے یہ محاذ خالی کرنے کا ارادہ کر چکا ہے۔ فرڈی نینڈ کی طرف سے اسے حکم مل چکا تھا کہ وہ لوشہ کی جنگ کا فیصلہ ہونے تک اس محاذ پر دشمن کی فوج کو مصروف

پیکار کئے۔ ابھی تک وہ منصور بن احمد کی آمد سے بے خبر تھا۔ اس نے قلب لشکر کے سواروں کو پیچھے ٹہنے والی پیادہ فوج کا تعاقب کرنے کا حکم دیا لیکن اتنی دیر میں پیادہ فوج کے تیر انداز ایک خندق کے پیچھے سورچہ بنا کر بیٹھ گئے تھے۔

قرطبه کے نیزہ بازوں کو خندق کے قریب پہنچ کر تیروں کی بارش کا سامنا کرنا پڑا اور ان کے سپہ سالار کو پیچھے ٹہنے کے سوا کوئی راستہ نظر نہ آیا لیکن اتنے میں منصور بن احمد عقب سے حملہ کر چکا تھا اور قرطبه کے عقبی دستے پیچھے سے مار کھا کر اپنے قلب لشکر کو آگے دھکیل رہے تھے۔

دائیں اور بائیں سے بدر بن مغیرہ اور عقب سے منصور بن احمد کے سوار قرطبه کی فوج کو ایک تنگ گھیرے میں لے چکے تھے اور ان کے سامنے وہ خندق تھی جس کے پار تیر اندازوں کے سورچے تھے۔ قرطبه کی فوج کی حالت اس کشتی سے مختلف نہ تھی جس سمندر کی طوفانی لہریں ساحل کی چٹانوں کے طرف دھکیل رہی ہوں۔

افراتفری کے عالم میں قرطبه کے سینکڑوں سپاہی اپنی فوج کے بد حواس گھوڑوں کے پاؤں تلے روندے گئے۔ سینکڑوں سوار گھوڑوں سمیت خندق میں جا گرے۔ سپاہی اپنے افسروں اور افسرا پنے سپاہیوں سے بے خبر تھے۔ قرطبه کی فوج جو فتح کی امید انہیں بہادری کے ساتھ ادھکتی تھی، مایوسی کے عالم میں ہمت ہار چکنی تھی۔ صرف چند ایسے تھے جنہیں بھاگنے کا راستہ ملا۔ دو پھر تک میدان میں قرطبه کے سپاہیوں کی لاشوں کے انبار لگے ہوئے تھے، اور بچے کچھ سپاہی ہتھیا رپھینک چکے تھے۔

(۶)

لوشہ کے محاذ پر ابو الحسن تمیں ہزار سپاہیوں کے ساتھ فرڑی نینڈ کی پچاس ہزار

فوج کے مقابلہ میں صفائی آ رہا ہو چکا تھا۔ دو دن سے فرڑی نینڈ کے نامٹ اور غرناطہ کے جانباز انفرادی بہادری کے جو ہر دکھار ہے تھے۔ جنگ کی ابتداء اس طرح ہوتی کہ فرڑی نینڈ کی فوج سے ایک نامٹ جوسر سے لے کر پاؤں تک لو ہے میں غرق تھا گھوڑا بھاگتا ہوا میدان میں آ کھڑا ہوا۔ اس نے تلوار باند کی۔ نعیم بن رضوان جوسر پر خود اور جسم پر بلکی چمکدار زرہ پہنے ہوئے تھا۔ گھوڑا بھگا کر آگے بڑھا۔

دونوں سواروں کی تلواریں ملکراہیں۔ قسطلہ کا نامیٹ اپنے بھاری آہن کے باعث نعیم بن رضوان کی سی پھرتی نہ دکھا سکا لیکن اس کی بھاری زرہ سے نعیم کی تلوار بارہا اچٹ کر رہ گئی۔ اس کے چند وارا پنی ڈھال پر روکنے کے بعد نعیم نے پوری قوت کے ساتھ اس کے کندھے پر تلوار ماری۔ زرہ کی وجہ سے زیادہ زخم نہ آیا لیکن ضرب کی شدت کے ساتھ اس کا جسم ایک طرف جھک گیا۔ نعیم نے اسے منہجنے کا موقع نہ دیا اور پی در پی چند وار کئے۔ اس کا گھوڑا اچھلا اور وہ اسلحہ کے بو جھکے باعث منہجنے سکا۔ گھوڑے سے گرنے کے بعد وہ اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا کہ نعیم نے فوراً اپنے گھوڑے سے کو دکر اس کا خود اتارا اور تلوار سے سر قلم کر دیا۔ ابو الحسن کی فوج نے نعرہ تکبیر باند کیا۔ فرڑی نینڈ کا دوسرا اپاہی میدان میں آیا تو الزیفری نے نیزہ منہجال کر گھوڑے کو ایڑ دی۔ قسطلہ کے نامٹ نے زرہ کے علاوہ اپنے سینے پر ہنسی خول بھی پہمن رکھا تھا۔ دونوں حریف ایک دوسرے کی طرف نیزے تا ان کر بڑھے۔ الزیفری نے اپنے آپ کو بچاتے ہوئے اس کے سینے پر نیزہ مارا۔ نیزے کی آئی ہنسی خود سے ملکرا کوٹ گئی۔ لیکن عیسائی سوار زبردست دھکا لگنے کے سبب زمین پر آ رہا اور الزیفری نے گھوڑے سے کو داس کا کام تمام کر دیا۔ اپنے دو بہادروں کا یہ انجام دیکھ کر فرڑی نینڈ نے عام حملے کا حکم دیا۔ شام تک

گھمسان کی لڑائی ہوتی رہی۔ رات کی تاریکی میں دونوں اشکر اپنے پڑاؤ میں چلے گئے۔

دوسرے دن بھی اسی طرح لڑائی کی ابتدا ہوئی۔ دونوں طرف سے چند بہادروں نے یکے بعد دیگرے میدان میں آ کر اپنے جو ہر دکھائے اور اس کے بعد تمام جنگ شروع ہوئی۔ شام تک کوئی فیصلہ نہ ہوا۔ دونوں طرف قتل اور زخمی ہونے والوں کی تعداد پہلے دن سے زیادہ تھی۔ تیسرا دن دونوں فوجوں کے لیے تشویش کا دن تھا لیکن ابو الحسن اپنے دشمن کی نسبت کہیں زیادہ پریشان تھا۔ غرناطہ سے موکل دو ہزار سپاہیوں کی کمک بھیج چکا تھا لیکن گز شستہ دو دن میں اس کے پانچ ہزار سپاہی قتل اور زخمی ہو چکے تھے۔ ابو الحسن کی فوج کے افسروں کے اندازے کے مطابق عیسائی مقتول اور زخمی سپاہیوں کی تعداد بیس ہزار سے کم نہ تھی۔ لیکن جنگ کے دونوں میں اس کے پاس اندرس کے مختلف شہروں سے پندرہ ہزار کے قریب تازہ دم سپاہی پہنچ چکے تھے۔

بدر بن مغیرہ کے متعلق ابو الحسن کو پہلے ہی معلوم تھا کہ وہ اپنی مختصری فوج کے ساتھ قرطبه کے اشکر ایک بہت بڑا سیاہ روکے ہوئے ہے لیکن ان سب باتوں کے باوجود ابو الحسن کا حوصلہ پست نہ ہوا۔ اس کی فوج کا پر سپاہی فتح و شکست سے بے نیاز ہو کر اڑنے پر تلا ہوا تھا۔ انہیں یہ احساس تھا کہ اگر وہ میدان سے منہ موڑ کر بھاگے تو دشمن چند دن تک غرناطہ کی دیواروں تک پہنچ جائے گا۔

تیسرا دن جب دونوں فوجیں آمنے سامنے ہوئیں تو قسطله کی فوج سے ایک نائنٹ نے جس کے تمام جسم پر لو ہے کا غالاف چڑھا ہوا تھا میدان میں آ کر مقابلے کی دعوت دی۔ اس کے خود کی شکل بیل کے چہرے سے مشابہ تھی۔ اس کے

ہتھیار اس قدر بھاری تھے کہ گھوڑے کی کمر دو ہری ہو رہی تھی۔ ایک برابری نوجوان اس کے مقابلے کے لیے نکلا اور اس کے نیزے کی ضرب کھا کر گھوڑے سے گر پڑا۔ اس کے بعد ایک قویٰ نیکل ہسپا نوی مسلمان آگے بڑھا لیکن اس کی تلوار اور نیزے کی ضربیں اس آہن میں چھپے ہوئے نائٹ پر بے کار ثابت وہیں جھوڑی دیر میں یہ نائٹ اپنے دوسرے مد مقابلے کو بھی قتل کر چکا تھا اور فرڑی نینڈ کے سپاہی مرت کے نعرے لگا رہے تھے۔ آہن پوش نے اپنی تلوار باند کرتے ہوئے میدان میں ایک چھوٹا سا چکر لگایا اور غرناطہ کی فوج کی طرف منہ کر کے اپنے نئے مد مقابلے کا انتظار کرنے لگا۔

نعمٰ بن رضوان ابو الحسن سے اجازت لینے کے لیے آگے بڑھا لیکن اتنی دیر میں ایک طرف سے ایک سوار نمودار ہوا۔ اس کا پسینے میں بھیگا ہوا گھوڑا یہ ظاہر کر رہا تھا کہ وہ کہیں دور سے آ رہا ہے۔ اس کا لباس بھی غرناطہ کے سپاہیوں سے مختلف تھا۔ زرد کی بجائے جسم پر سفید قبائلی اور خود کی بجائے سر پر عمامہ تھا اور آنکھوں کے سوا اس کا باقی چہرہ سرخ رنگ کے نقاب میں چھپا ہوا تھا۔ اس نے غرناطہ کی فوج کی صفوں سے آگے نکل کر ایک لمحہ کے لیے اپنا گھوڑا روکا اور اپنی چمکتی ہوئی تلوار نیام میں ڈال لی۔ لوگوں کو خیال پیدا ہوا کہ وہ نیزے سے حملہ کرے گا لیکن اس نے نیزہ بھی زمین میں گاڑ دیا۔ دونوں طرف تماشائی اس کی اس حرکت پر جیران تھے۔

نقاب پوش نے اچانک گھوڑے کو ایڑ لگائی۔ عیسائی آہن پوش نیزہ تان کراس کی طرف بڑھا لیکن وہ کترا کر آگے نکل گیا۔ اپنے تیز رفتار گھوڑے کو ایک چھوٹا سا چکر دینے کے بعد نقاب پوش دوبارہ اپنے مد مقابلے کی طرف متوجہ ہوا اور وہ لوگ جنہوں نے ایک لمحہ پیشتر اسے خالی ہاتھ دیکھا تھا اب اس کے ہاتھ میں ایک لمند دیکھ

رہے تھے۔ قبل اس کے آہن پوش گھوڑا موڑ کر اس کی طرف متوجہ ہوتا اس نے بجلی کی سی تیزی کے ساتھ آگے بھڑک رپھندا اس کے گلے میں ڈال دیا۔

ہسپانیہ کا یہ نئٹ جو طاقت اور بہادری میں اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا، جسے بھاری اسلام کے باعث چار آدمیوں نے مشکل سے گھوڑے پر لادا تھا ایک چنان کی طرح گھوڑے سے گرا، کمنڈ کا دوسرا سر انقاپ پوش کے گھوڑے کی زین کے ساتھ مسلک تھا۔ غرناطہ کی فوج ہنسی انسان کی بنی پر مسرت کے قبیلے لگا رہی تھی۔ انقاپ پوش نے آن کی آن میں اسے گھیٹ کر ابو الحسن کے پاؤں میں لا ڈالا اور چہرے سے نقاب اتارتے ہوئے کہا ”میں قرطبه کے محاذ سے فتح کی خوبخبری لے کر آیا ہوں۔“

ابو الحسن مسرت سے بے خود ہو کر چلا اٹھا۔ بدرا! جس فتح کا تم پیغام لے کر آئے ہو وہ یقیناً شاندار ہو گی لیکن مجھے فتح سے زیادہ تمہارے آنے کی خوشی ہے۔ میں تائید نہیں کا منتظر تھا۔ کتنی فوج بچا کر لائے ہو۔

صرف پانچ سو پاہیوں کا نقصان ہوا ہے لیکن ساتھ ہی فوج میں دو ہزار کا اضافہ ہو گیا ہے۔ منصور بھی پانچ چکا ہے۔

ابو الحسن نے اچانک پریشان سی صورت بناتے ہوئے کہا۔ لیکن فوج کو ساتھ کیوں نہیں لائے۔ آج کا دن فیصلہ کن ہے۔

بدرنے جواب دیا۔ ”آپ فکر نہ کریں وہ گھوڑی دیر تک پہنچ جائیں گے۔“

ازش نے نعرہ تکمیر باند کرتے ہوئے ”مسلمانو! آج کا دن تمہارے لیے مبارک ہے۔ قرطبه کی فوج میدان چھوڑ کر بھاگ چکی ہے اور تمہارا سرحدی عتاب تمہاری مدد کے لیے پہنچ گیا ہے۔“

پاہیوں نے سنتے ہی مسرت کے نعرے باند کیے۔ بدرنے ازش سے مخاطب

ہو کر کہا۔ معاف کیجئے..... آپ نے انہیں پوری خبر نہیں سنائی۔ ہم نے قرطبه کی فوج کو بھاگنے کا موقع نہیں دیا۔ وہ تقریباً تمام کی تمام میدان میں پڑی ہے۔ صرف پانچ یا چھ سو پاہی نجح نکلے ہوں گے۔

نعم بن رضوان نے ”اللہ اکبر“ کا نعرہ لگا کر اپنے گھوڑے کی باگیں درست کیں اور کہا ”اس فتح کی خوشیں میں آج قسطله کے پندرہ سواروں کو موت کے گھاٹ اتارنے کا عہد کرتا ہوں لیکن شکون کے لیے آپ کا نیزہ استعمال کروں گا۔“ یہ کہتے ہوئے اس نے اپنا نیزہ اس کے سپرد کیا اور آگے بڑھ کر بدر بن مغیرہ کا نیزہ جوابی تک زمین میں نصب تھا اکھاڑلیا۔

فرڈی نینڈ کے چار نائب کے بعد دیگرے اس کے مقابلے میں اور نعیم نے چاروں کو موت کے گھاٹ اتادیا۔ آخری نائب کے قتل پر فرڈی نینڈ نے فوج کو حملے کا حکم دے دیا۔

(۷)

دوپہر کے وقت جب لڑائی زروں پر تھی منصور بن احمد، بدر کی فوج لے کر پہنچ گیا۔ تیرے پر فرڈی نینڈ کی فوج میں شکست کے آثار نسودار ہونے لگے۔

نعم چودہ آدمیوں کو موت کے گھاٹ اتار چکا تھا اور پندرہ آدمیوں کو قتل کرنے کا عہد پورا کرنا چاہتا تھا کہ ایک شخص کا نیزہ اس کے سینے میں لگا۔ وہ گرنے ہی والا تھا کہ بدر بن مغیرہ نے اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اسے آگے بٹھالیا۔ بدر بن مغیرہ اسے زخمیوں کے خیے میں پہنچانے کے لیے میدان سے باہر نکلا چاہتا تھا لیکن نعیم نے کہا: ”بدر! میں جانتا ہوں کہ میرا وقت آگیا ہے لیکن میں نے اپنا عہد پورا نہیں کیا۔ میں نے دشمن کے چودہ ساہی قتل کیے ہیں۔ ابھی ایک باقی ہے۔ میرے زخم کو

ہاتھ سے دبا کر خون بند رکھو۔ اپنا نیزہ مجھے دو اور مجھے دشمن کے قریب لے چلو۔ مجھے اپنا عہد پورا کر لینے دو۔ پھر مجھے جہاں جی چاہے لے جانا۔ بدر! یہ ایک درخواست ہے۔

بدر متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ اس نے اپنا نیزہ اس کے ہاتھ میں تھا دیا اور اس کے بہتے ہوئے زخم پر ہاتھ رکھ کر گھوڑے کارخ دشمن کی ایک صفائی کی موڑ دیا۔ لیکن جب وہ دشمن کے ایک سوار کے قریب پہنچ چکے تھے۔ بدر نے محسوس کیا کہ نیزے پر نعیم کے ہاتھ کی گرفت ڈھیلی ہو رہی ہے۔ اس نے نیزے کو سیدھا رکھنے کے لیے نعیم کا ہاتھ اپنے ہاتھ کی گرفت میں لے لیا اور بولا ”ہوشیار! یہ تمہارا پندرہ ہواں شکار ہے۔“

نعم نے نیم بے ہوشی کی حالت میں کہا ”بدر! مجھے اپنے ساتھ چمٹائے رکھو کاش میں اپنا عہد پورا کر سَتا۔“

”تم اپنا وعدہ پورا کر چکے ہو،“ یہ کہتے ہوئے بدر بن مغیرہ نے نیزہ ایک مقابلے پر آنے والے سوار کے سینے میں اتار دیا۔ عیسائی سوار گھوڑے سے گر پڑا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی نعیم نے بے ہوشی کی حالت میں سر جھکا دیا۔ بدر گھوڑا بھگنا تا ہوا زخمیوں کے خیموں کی قریب پہنچا۔ چند نوجوان نعیم بن رضوان کو گھوڑے سے اتار کر اندر لے گئے۔

بدر بن مغیرہ گھوڑے سے کو دکر خیمے میں داخل ہوا۔ بشیر بن حسن زخمیوں کی مرہم پٹی میں مصروف تھا وہ فوراً نعیم کی طرف متوجہ ہوا۔

بدر نے کہا ”بشیر اسے بچانے کی کوشش کرو۔“

بشیر بن حسن نے اس کی نبض پر ہاتھ رکھنے کے بعد جلدی سے اس کی زرہ کھول

کر زخم کا معاشرہ کیا اور دوبارہ اس کی بخش پر ہاتھ رکھتے ہوئے بدر کی طرف دیکھ کر سر ہلادیا۔

بدر نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ ”تم کچھ ٹھیک کر سکتے۔“

بیشیر نے جواب دیا ”اس زخم کے بعد اس کا چند لمحے زندہ رہنا بھی ایک مجذہ ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ کسی ارادے کی تکمیل کی خواہش موت کا ہاتھ روک رہی ہے۔ یہ ہوش میں آرہا ہے۔“

”اگر ہوش میں آئے تو اسے بتا دیں کہ وہ اپنا عہد پورا کر چکا ہے۔“ یہ کہہ کر بدر بن مغیرہ بھاگتا ہوا خیمے سے باہر نکلا اور چھلانگ لگا کر گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ ٹھوڑی دیر کے بعد فرڑی نینڈ کی فوج میں شکست کے آثار دیکھ کر بدر بن مغیرہ نے بہترین تربیت یافتہ سواروں کو منظم کرنے کا حکم دیا کہ وہ تعاقب کے لیے تیار رہیں۔

شام سے ٹھوڑی دیر قبل فرڑی نینڈ کی فوج میدان میں لاشوں کے انبار چھوڑ کر بھاگ نکلی۔

جب سپاہی ابوالحسن کے گرد جمع ہو کر فتح کے نعرے لگا رہے تھے وہ گھوڑے سے اتر کر سر بسجود ہو گیا۔ جب وہ اٹھا تو اس کی آنکھوں سے تشكیر کے آنسو بہہ رہے تھے۔

ابوالحسن ادھر ادھر دیکھنے کے بعد کہا ”ہمارا سرحدی عقاب کہاں ہے؟“

الزغل نے جواب دیا۔ ”وہ اپنے جانبازوں کے ساتھ جا چکا ہے۔“

”کہاں؟“

”بھاگنے والوں کے تعاقب میں۔“

”ہم نے منع کیا تھا، سپاہی بہت تھکے ہوئے تھے۔“

”لیکن وہ مجھے آپ کی خدمت میں مذہر ت پیش کرنے کے لیے کہہ گیا ہے۔“

وہ ادھوری فتح کا قائل نہیں۔ تاہم آپ کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے اس نے غرناطہ کا کوئی سپاہی اپنے ساتھ نہیں لیا۔“

ابوالحسن نے کہا ”تم نے ہمیں غلط سمجھا۔ خدا کی قسم اگر وہ میری تمام فوج اپنے ساتھ لے جاتا تو بھی مجھے اس قدر پریشانی نہ ہوتی۔ میں اس کے ایک آدمی کا نقصان بھی ناقابل تلافی سمجھتا ہوں۔“

ازغل نے کہا ”آپ پریشان نہ ہوں وہ اپنا کام جانتا ہے وہ مقابلہ کرنے والوں پر شیر کی حملہ کرتا ہے اور بھاگنے والوں پر عتاب کی جھپٹتا ہوں۔“

ابوالحسن نے کہا ”ہم قرطیبہ کے محاڑ پر اس کی فتح کے تمام حالات سننا چاہتے ہیں۔ عباس! تم اس کے ساتھ تھے کہیں اس نے فوج کی ہمت بڑھانے کے لیے مبالغہ سے کام تو نہیں لیا؟“

عباس غرناطہ کی فوج کا ایک سالار تھا۔ اس نے کہا ”یہ واقعات ایسے ہیں جب کا صرف دیکھنے والے کی آنکھ یقین ہو ستا ہے سننے والوں کے کان شاید یقین نہ کریں۔ اس کے بعد عباس نے جنگ کی تمام تفصیلات سنائیں۔ جب اس نے منصور بن احمد کے کارناموں کا ذکر کیا تو ابوالحسن نے کہا۔ ”اگر مجھے معلوم ہوتا کہ بدربن مغیرہ کے ترکش میں اس قسم کے تیر ہیں تو میں آج سے چند برس پہلے اعلان جنگ کر چکا ہوتا۔“

رات بھر آرام کرنے کے بعد تھکے ہوئے سپاہی علی الصباح موذن کی اذان سن کر بیدار ہوئے۔ ابوالحسن کئی دنوں کے بعد جی بھر کر سویا تھا۔ جب وہ نماز کے

لیے خیمے سے باہر نکلا تو پھر یاروں سے اس کا پہلا سوال یہ تھا کہ ”بدر بن مغیرہ نہیں آیا“۔

پھر یاروں نے نفی میں جواب دیا۔

نماز کے بعد ابو الحسن کی تحریک پر بدر بن مغیرہ اور اس کے ساتھیوں کی سلامتی کے لئے دعا کی گئی۔ دوپہر تک ابو الحسن کی پریشانی تشویش میں تبدیل ہو چکی تھی۔ اس نے سواروں کے ایک دستے کو بدر بن مغیرہ اور اس کے ساتھیوں کا پتہ لگانے کے لیے روانہ کیا اور خود اپنے جرنیلوں کے ساتھ ایک ٹیلے پر چڑھ کر اس کی راہ دیکھنے لگا۔

اچانک ایک افسر نے ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ”وہ دیکھئے۔“

ابو الحسن کا دل مسرت سے اچھلنے لگا۔ حد نظر پر گرد کے بادل انہر ہے تھے۔

ابو الحسن نے چند سواروں کو اس طرف جانے کا حکم دیا۔

تحمودی دیر کے بعد انہوں نے واپس آ کر سرحدی عقاب کی واپسی کی خبر دی۔

الزفل نے کہا۔ ”ایک خوشخبری مجھ سے بھی سن لیجئے۔“

ابو الحسن نے کہا ”وہ کیا؟“

الزفل نے جواب دیا۔ ”سرحدی عقاب رسدا کا ایک بہت بڑا ذخیرہ اپنے ساتھ لارہا ہے۔“

ابو الحسن کے استفسار پر سواروں نے اس بات کی تصدیق کی کہ بدر بن مغیرہ کے ساتھی مویشیوں کا ایک بہت بڑا یوڑ ہائک کر لارہے ہیں۔ بھیڑوں بکریوں کے علاوہ سینکڑوں گھوڑے اور خچرا ناج سے لدے ہوئے ہیں۔



باپ اور بیٹا

(۱)

جب لوشه کی جنگ میں نعیم بن رضوان جیسے مجاہد اپنے خون کی روشنائی سے اسلامیان انلس کی قسمت کا فیصلہ لکھ رہے تھے غرناطہ کے شاہی ایوان میں ایک اور فیصلہ لکھا جا رہا تھا۔

الحمدہ پر عیسائیوں کے قبضے کی خبر سن کر ابو داؤد فوراً اپنے شاگرد کے پاس پہنچا اور اسے مغموم دیکھ کر بولا۔ ”شہزادے! میں کہتا نہ تھا کہ قدرت نے سلطنت غرناطہ کی تعمیر نور کے لیے ابو الحسن کو نہیں بلکہ تمہیں منتخب کیا ہے۔ انلس کے مسلمانوں کی قسمت کا ستارہ اس وقت چمکے گا جب تمہارے سر پر غرناطہ کا تاج رکھا جائے گا۔ شہزادے تمہارا وقت آرہا ہے۔“

”میرا وقت خدا جانے کب آئے گا۔ الحمدہ ہمارے ہاتھ سے جا چکا ہے۔ اب وہ کسی وقت بھی غرناطہ پر چڑھانی کر سکتے ہیں۔“

”لیکن تم نے یہ نہیں سوچا کہ الحمدہ کے چھن جانے کے بعد عوام اور بعض سردار بھی یہ محسوس کرنے لگے ہیں کہ اس نازک دور میں غرناطہ کی امارت بدلا ضروری ہے۔ میں چند برابری اور ہسپانوی سرداروں سے مل چکا ہوں۔ انہوں نے اپنی کوئی زیادہ قیمت مقرر نہیں کی ہے۔“

”لیکن موی کی موجودگی میں کسی کو دم مارنے کی جرأت نہ ہوگی۔“

”وقت آنے پر ہم اس کے ساتھ بھی نپٹ لیں۔ وہ سردار جن کو ابو الحسن نے بغاؤت پھیلانے کے جرم میں اگرفتار کر رکھا ہے اگر رہا کر دینے جائیں تو آپ کے بہت بڑے مددگار ثابت ہوں گے۔“

”لیکن موئی کی موجودگی میں یہ ممکن نہیں۔“

”میرے خیال میں وہ آپ کا دوست ہے۔“

”لیکن اس معاملہ میں وہ میرا بدترین دشمن ہو گا۔“

”وقت آنے پر دیکھا جائے۔“

”وقت کب آئے گا؟“

”ابوالحسن کی شکست کے بعد غرناطہ کے لوگ آپ کی طرف متوجہ ہوں گے۔“

”لیکن اگر اسے فتح ہوئی تو؟“

”مجھے اس کی امید نہیں۔ فتوحات صرف تمہارے مقدار میں ہیں لیکن اگر اسے ایک آدھ کامیابی نصیب بھی ہو گئی تو ہ ایک بڑی تباہی کا پیش خیمه ثابت ہو گی۔ وہ تمہارے سوتیلے بھائی کوخت پر بٹھانے کی کوشش کرے گا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اسے عوام کا منظور نظر بنانے کے لیے جنگ میں ساتھ لے گیا ہے۔“

”اگر یہ ہوا تو میں اس قابل نہیں کہ اپنے باپ کے ساتھ اُسکوں۔“

”آپ مضمون رہیں لڑنے کی نوبت ہی نہیں آئے گی۔“

چند دن بعد جب ابو عبد اللہ نے قرطبه کے شکر کی تباہی کی خبر سنی تو اس نے اپنے استاد سے کہا۔ ”اپنی یہ خبرا لایا ہے کہ سرحدی عقاب قرطبه کے محاذ سے فارغ ہوتے ہی لوشه کی طرف روانہ ہو گیا ہے۔“

ابوداؤ دنے کہا۔ ”شہزادے! اب وہ وقت آگیا ہے جس سے میں ڈرتا تھا۔

ممکن ہے کہ لوشه کے میدان میں ابوالحسن کو فتح ہو۔ یہ فتح تمہارے مستقبل کے لیے بہت خطرناک ثابت وہ گی۔ جب سلطان شہر میں داخل ہو گا تو غرناطہ کے عوام اس کے ہرج یا غلط فیصلے کی تائید کریں گے۔ ان کی نگاہ میں تمہارے سوتیلے بھائی کا درجہ

تمہاری نسبت کہیں بلند ہو گا بلکہ ان کے نزدیک اس مہم کا ایک معمولی سپاہی بھی
تمہاری نسبت زیادہ قابل احترام ہو گا۔

ابو عبد اللہ نے مایوس ہو کر کہا۔ ”مجھے کوئی راستہ نظر نہیں آتا۔ جب میں آپ کی
باتیں سنتا ہوں تو مجھے پریشانی ہوتی ہے۔ میرا دماغ مجھے ایک ایسے سمندر میں کوئے نے
پر آمادہ کرتا ہے جس کی گہرائی سے میرا دل کا نپا ہے لیکن جب میں اپنی والدہ کے
پاس جاتا ہوں تو ان کی باتیں مجھے کسی اور ہی دنیا میں لے جاتی ہیں۔ وہ آج بھی یہی
کہتی تھی کہ میرے والد بارہا اس بات کا حلف اٹھا چکے ہیں کہ وہ مجھے اپنا جانشین
بنانے کے متعلق اپنا وعدہ پورا کریں گے۔“

ابو داؤد نے کہا ”اب شاید وقت آگیا ہے کہ میں آپ کو غلط فہمی میں بتانا نہ
رہنے دوں۔ میری بات غور سے سنیے۔ میں تھوڑی دیر کے لیے مان لیتا ہوں کہ آج
آپ کے والد کا ارادہ آپ کے متعلق برائیں لیکن اس وقت آپ کی عمر چالیس سال
کو پہنچ چکی ہے۔ فرض کیجئے آپ کے والد بیس سال اور زندہ رہتے ہیں اس وقت
تک آپ کی عمر سانچھ سال ہو جائے گی اور یہ عمر کا وہ حصہ ہے جب زندگی کی امنگیں
سرد پڑ جاتی ہیں۔ جب انسان آئینے میں اپنی صورت دیکھنے سے گھبرا تا ہے، جب
انسان کی سب سے بڑی ضرورت ایک بستر ہوتی ہے۔ خواہ وہ ایک محل میں ہو یا
ایک جھونپڑی میں۔ اس وقت آپ کی عقل یقیناً پختہ ہو گی۔ لیکن وہ گرم خون جو
انسان کو تغیر عن اصر پر آمادہ کرتا ہے مجمد ہو چکا ہو گا..... اور پھر یہ کون کہہ سنتا ہے کہ
آنندہ بیس سال کے واقعات سلطان کو آپ کے متعلق کوئی اور فیصلہ کرنے پر آمادہ
نہیں کر دیں گے۔ شہزادے! عزت، شہرت اور ناموری کا دروازہ ایسا نہیں کہ کوئی
خواہش کرے اور یہ کھل جائے۔ اسے کھٹکھٹا ناپڑتا ہے اور بعض اوقات توڑنا پڑتا ہے

- بڑے انسانوں کی زندگی میں ایک فیصلہ کن مرحلہ آتا ہے ۔ جو سوچ میں وقت گنواتے ہیں وہ پچھپے رہ جاتے ہیں ۔ وقت کی ریت میں ان کے پاؤں کے نشان گم ہو جاتے ہیں اور جو جرأت سے کام لیتے ہیں ۔ وہ اپنی منزل پر پچھ جاتے ہیں ۔ اگرچہ آپ نے مجھے اپنے دل کا حال نہیں بتایا لیکن میں جانتا ہوں کہ آپ غرناطہ کے تخت پر بیٹھنے کے لیے بے قرار ہیں ۔ آپ کو اب تک اگر اپنی زندگی کی عزیز ترین خواہش کی تکمیل کی جرأت نہیں ہوئی تو اس کی وجہ یہ نہیں کہ آپ کے دل میں آپ کے والد کا احترام ہے، نہیں، برانہ مانع گا آپ کے دل پر ایک خوف سوار ہے ۔ اس بات کا خوف کہ دنیا آپ کو کیا کہے گی، عوام آپ کے متعلق کیا فتویٰ دیں گے۔ لیکن یاد رکھئے یہ دنیا ایک کامیاب ڈاکو کو فتح کہتی ہے اور ناکام مصلح کو باغی بنادیتی ہے ۔ اگر ابو عبد اللہ غرناطہ کے تخت پر قابض ہو کر سارے انلس پر اپنی عظمت کے جھنڈے لہراتا ہے تو دنیا اس کے متعلق یہ کہے گی کہ وہ ایک بد نصیب باپ کا خوش نصیب بیٹا تھا ۔ اس کو حق تھا کہ وہ اپنے باپ کا تخت و تاج چھین لیتا اور اگر ابو عبد اللہ ساٹھ ستر سال کی زندگی میں تخت نشیں ہونے کا انتظار کرتے کرتے چل بستا ہے تو تاریخ کے صفحات میں شاید اس کا نام بھی نہ لکھا جائے گا ۔ میں نے آپ کو ایک معمولی انسان سمجھ کر آپ کے ساتھ اپنی قسمت وابستہ نہیں کی لیکن اگر آپ تذبذب میں اپنی تمام زندگی گنوانا چاہتے ہیں تو آج سے ہمارے راستے مختلف ہیں ۔

ابو عبد اللہ نے کہا۔ ”خدا کے لیے یہ نہ کہیے ۔“

”تو آج آپ کو فیصلہ کرنا ہے ۔ یہ موقع شاید پھر نہ آئے ۔“

”میں تیار ہوں لیکن کیا میں اس وقت اس قابل ہوں کہ باپ کے خلاف بغاوت کر سکوں ۔“

آپ بیس سال کی عمر میں اس قابل تھے لیکن آپ نے اپنی زندگی کے کئی برس ضائع کر دیئے۔ پولیس ہمارے ہاتھ میں ہے محل کے داروغہ کو آپ خرید چکے ہیں۔ برابری اور ہسپانوی امراء میں سے اکثر آپ کے حکم کے منتظر ہیں۔ خزانہ آپ کے ہاتھ میں ہے۔

”اوہ موی؟.....؟“

”اے قید کرنا مشکل نہیں،“ -

”دلیکن شہر کے عوام؟“

”ان میں بھوت ڈالی جاسکتی ہے۔ عربی، ہسپانوی اور برابری کے اختلاف کی آگ دب گئی ہے بجھی نہیں۔ مجھے عربوں کے تعاون کی توقع نہیں۔ ان میں سے صرف چند آدمی خریدے جاسکتے ہیں لیکن آپ عربی عہدہ داروں کو معزول کر کے ان کی جگہ ہسپانوی اور بربیوں کو مقرر کر دیں تو اس سے دوناں دے ہوں گے۔ ایک یہ کہ وہ آپ کا ساتھ دیں گے، دوسرا یہ کہ برابری اور ہسپانوی مسلمانوں اور عربی مسلمانوں میں نزع اشروع ہو جائے گی۔ اول الذکر اپنے سرداروں کی طرح آپ کا ساتھ دیں گے۔ انہیں زیادہ خوش کرنے کے لیے آپ ان کے قیدیوں کو رہا کر دیں۔ آپ کے پاس فیصلے کے لیے صرف دو دن ہیں۔ اس کے بعد شاید موقع ہاتھ نہ آئے۔ موی کو گرفتار کرنے کا طریقہ میں نے سوچ لیا ہے۔“

(۲)

رات کے وقت قصرِ ہمراہ کا ایک کشادہ کمرہ چاندی اور سونے کی قندیلوں سے روشن تھا۔ غرناطہ کے برابری اور ہسپانوی مسلمان امراء کریمیوں پر بیٹھے ہوئے ابو عبد اللہ کے ساتھ باتیں کر رہے تھے، موی داخل ہوا اور مجلس پر ایک لمحہ کے لیے نشانا

چھا گیا۔

مویں نے اہل مجلس پر ایک سرسری نگاہ دوڑائی اور ابو عبد اللہ کے قریب پہنچ کر آہستہ سے بولا۔ ”میں آپ سے تنہائی میں کچھ کہنا چاہتا ہوں،“ -

ابو عبد اللہ اس کے تیور دیکھ کر سہم گیا لیکن ایک ثانیہ کے بعد منجل کر بولا۔ ”تم جو کچھ کہنا چاہتے ہو میں کہہ سکتے ہو۔ یہ سب خدا کے فضل و کرم سے مسلمان ہیں،“ -
مویں نے کہا ”بعض باتیں ہر ایک کے سامنے نہیں کہی جائیں،“ -

”لیکن اس وقت ہم یہ مجلس برخاست کرنے کے لیے تیار نہیں۔ تم اگر کوئی کام کی بات کہنا چاہتے ہو تو میں کہو۔“ -

مویں مجلس کا جائزہ لے چکا تھا۔ ان میں سے اکثر وہ تھے جنہیں پہلی بار قصر الحمرا میں داخل ہونا نصیب ہوا تھا۔ آج تک سلطنت کے کسی امیر نے یہ جرأت نہ کی تھی کہ وہ مویں کو دیکھ پر اپنی کرسی پر بیٹھا رہے۔ ابو عبد اللہ کے الفاظ سن کر وہ یہ محسوس کر رہا تھا کہ اس کے کان اسے دھوکا دے رہے ہیں۔ اس کا چہرہ غصے سے تتما اٹھاتا ہم اس نے ضبط سے کام لیتے ہوئے کہا۔ ”شہزادے! میں نے سنا ہے کہ آپ نے باغیوں کو رہا کر دیا ہے۔“ -

”تم درست سنا ہے۔“ -

”اوہ آپ نے سلطنت کے چند وفا داروں کو معزول کر دیا ہے۔“ -

”مجھے ان کی وفاداری پر شک تھا۔“ -

”اوہ آپ نے غرناطہ کے بدرین غداروں کو اہم ترین عہدوں پر فائز کر دیا ہے۔“ -

ابو عبد اللہ نے گرج کر کہا۔ ”مویں ہمارے ساتھ گستاخی کے ساتھ پیش آنا

تمہارے فرائض میں داخل نہیں۔

”فرض کا احساس کبھی کبھی انسان کو بہت بے باک بنادیتا ہے۔“

”ہم اس بے باکی کو پسند نہیں کرتے، تمہیں چور دروازے سے قصر میں داخل ہونے کی جرأت کیونکر ہوتی؟“

”جب اس قسم کے شیاطین کے لیے دار الحمراء کے دروازے کھل جائیں تو
میرے لیے چور دروازے سے آپ تک پہنچنے کے سوا کیا چارہ تھا۔“

امراء یہ سن کر ایک دوسرے سے سر گوشیاں کرنے لگے اور ایک برابری سردار
انٹھ کر بولا: ”کیا ابو عبد اللہ کے جاثراوں کی عزت اس کے دربار میں بھی محفوظ نہیں؟“

مویں نے مزکر اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا ”وہ کون ہے جو میرے مقابلہ
میں ابو عبد اللہ کا جاثرا ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔“

ایک اور سردار نے انٹھ کر کہا ”ولی عہد اگر حکم دیں تو گستاخ کا منہ بند کرنے
کے لیے ہماری تلواریں حاضر ہیں۔“

مویں نے غصے سے کامپتی ہوئی آواز میں کہا ”تمہاری یہ جرأت؟ کیا تم وہی
غدار نہیں جس نے برابری مسلمانوں کو عربوں کے خلاف اکسالیا تھا؟ کیا تم یہ سمجھتے ہو
کہ تم قید خانے سے قصر الحمراء تک پہنچ کر اپنے گذشتہ جرائم کی تلاشی کر چکے ہو.....
اور تم یہ خیال کرتے ہو کہ الحمراء میں چند غداروں کا اجتماع دیکھ کر مویں کی تلوار کا لوہا
زرم ہو جائے گا۔ میں ابو عبد اللہ کے پاس آیا ہوں اور اگر تم میں سے کوئی یہ سمجھتا ہے
کہ اس کی تلوار مجھے ابو عبد اللہ کے سامنے اپنے خیالات کے اظہار سے روک سکتی یہ تو
میں اسے سامنے آنے کی دعوت دیتا ہوں۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ وہ کون ہے جو

اس جگہ اپنی گردن سے سر کا بوجھا تارنے کی خواہش لے کر آیا ہے۔ اور شہزادے! تم کو ان بزدلوں سے جاں شاری کی توقع ہے جو میری بوٹیاں نوچنے کے لیے تیار ہیں لیکن اپنے ہاتھ توار کے قبضہ تک لے جانے کی جرأت نہیں رکھتے۔ تم غرناطہ کے دشمنوں کو اپنا دوست سمجھتے ہو؟“

ابو عبد اللہ کی قوت برداشت جواب دے چکی تھی وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور آگے بڑھ کر بولا۔ ”مویں مجھے قتل کرنے کا ارادہ لے کر آئے ہو؟“

”میں اور آپ کو قتل کرنے کا ارادہ؟ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ یہ کہہ کر مویں نے اپنی تلوار کھول کر ابو عبد اللہ کو پیش کر دی۔“

ابو عبد اللہ نے تلوار لے ایک طرف پہنچنکے ہوئے تالی بجائی۔ آٹھ مسلح برابری اور جبشی کمرے میں داخل ہوئے اور عبد اللہ کے اشارے کا انتظار کرنے لگے۔ ابو عبد اللہ نے کہا۔ ”مجھے یقین تھا کہ الحمراہ کے دروازوں پر سخت سے سخت پیرا بھی تمہیں یہاں پہنچنے سے نہیں روک سکے گا لیکن میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ تم جس راستے سے آئے ہو اس راستے سے واپس نہیں جاسکو گے۔“

مویں حیرت زدہ ہو کر ابو عبد اللہ کی طرف دیکھ رہا تھا، اس ابو عبد اللہ کی طرف جس کے ساتھ اس نے اپنا بچپن گزارا تھا جسے اس نے گھوڑے پر چڑھنا اور تلوار اور نیزے کے ساتھ کھلینا سکھایا تھا۔ وہ حیران تھا کہ اس سے کیا غلطی ہوئی ہے۔ صبح ابو عبد اللہ نے اسے خود بلا کر یہ حکم دیا تھا کہ تم آس پاس کی بستیوں اور شہروں میں جا کر رضا کار بھرتی کرو۔ شام کے وقت جب وہ واپس آیا تو پتہ چلا کہ ابو عبد اللہ نے چند باغیوں کو رہا کر دیا ہے اور چند وفادار عہدہ داروں کو معزول کر دیا ہے۔ وہ اس خبر سے پریشان ہوا، تاہم اسے یہ یقین تھا کہ وہ چند باتیں کرنے کے بعد اسے اپنی غلطی کی

تلائی پر آمادہ کر لے گا۔ وہ کھانا کھائے بغیر گھر سے نکلا۔ الحمراہ کے دروازے اس کے لیے بند تھے اور ان پر نئے پہریدار متعین تھے۔ وہ ایک خفیہ راستے سے محل میں داخل ہوا۔ ابو عبد اللہ کے ساتھ وہ اس سے قبل کئی موقعوں پر زیادہ سخت کلامی سے پیش آ چکا تھا لیکن آج اس نے کمرے میں داخل ہوتے ہی یہ محسوس کیا کہ اس کا بچپن کا دوست بدلا ہوا ہے جب اس نے اپنی تلوار اتار کر اسے پیش کی تھی تو اسے یقین تھا کہ ابو عبد اللہ نادم ہو کر اسے بازو سے پکڑ کر دہرے کمرے میں لے جائے اور کہے گا ”تم اتنی سی بات پر گزر گئے“۔

لیکن جب اس نے تلوار لے کر بچپن دی تو موکی کے دل پر ایک چہر کا گا۔ وہ اس کی طرف دیکھ رہا تھا اور اس کے کانوں یہ میں الفاظ گونج رہے تھے ”میں یقین دلاتا ہوں کہ تم جس راستے آئے ہو اس راستے واپس نہیں جاسکو گے“، اس نے مسلح سپاہیوں کی طرف دیکھا تو اسے یہ خیال آیا کہ یہ سب عبد اللہ کی دل لگتی ہے۔ یہ صرف مذاق ہے۔

اس نے مسکراتے ہوئے کہا ”ابو عبد اللہ! میں تمہارا مجرم ہوں۔ میں لو شہ کی جنگ کے لیے رضا کار بھرتی کرنے کا مجرم ہوں، میں الحمراہ میں خفیہ راستے سے داخل ہونے کا مجرم ہوں اور میں ان غداروں کو غدار کہنے کا مجرم ہوں۔ میرا سب سے بڑا جرم یہ ہے کہ میں تمہارا دوست ہوں۔ میری سزا تجویز کرو“۔

موکی نہ یہ کہہ کر اپنا سر جھکا دیا۔ ابو عبد اللہ کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ وہ اپنا ہاتھ اٹھا کر اس کے کندھے پر رکھنا چاہتا تھا لیکن ایک شخص نے آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ یہ ابو داؤ د تھا۔

ابو عبد اللہ نے اپنے اتنا ایق کی طرف دیکھا اور اس نے سر ہلا دیا۔

ابو عبد اللہ نے سپاہیوں کی طرف دیکھا اور مغموم لمحے میں کہا ”اے لے جاؤ“

موسیٰ نے گردن اوپر اٹھائی۔ وہ سپاہیوں کی ننگی تلواروں کے درمیان کھڑا تھا اور وہ سردار جنہیں اب تک ابو عبد اللہ کی مستقل مزاوجی پر شبہ تھا انی تلواریں زکال چکے تھے۔

موسیٰ جس کی گرجتی ہوئی آواز ہسپانیہ کی دیواروں پر لرزہ طاری کر دیا کرتی تھی سکتے کے عالم میں ابو عبد اللہ کی طرف دیکھ رہا تھا۔ غرناطہ کے مجہد کی زبان گنگ ہو چکی تھی۔

ابو عبد اللہ اس منظر کی تاب نہ لاسکا، اس نے منه پھیر لیا اور باند آواز میں چلایا ”اے لے جاؤ“، لیکن اس کی آواز میں غصے کی بجائے کرب تھا۔

موسیٰ کوئی بات کہے بغیر سپاہیوں کے آگے آگے چل دیا اور ابو عبد اللہ اپنے رو مال سے آنکھیں پوچھتا ہوا دوسرے کمرے میں داخل ہوا۔ ابو داؤد نے سرداروں سے کہا۔ ”آپ یہیں رہیں میں ابھی آتا ہوں“۔

دوسرے کمرے میں جا کر ابو داؤد نے اپنے شاگرد سے کہا ”شہزادے! بڑے آدمیوں کا دل بڑا ہونا چاہیے“۔

عبد اللہ نے درد بھری آواز میں کہا ”لیکن میرا دوست تھامیرا بچپن کا دوست“

ابو داؤد نے کہا ”وہ تمہاری راہ کا ایک خوبصورت کائنات تھا جسے تم پیار کرتے تھے لیکن اپنی منزل پر پہنچنے کے لیے تمہیں اس قسم کے کئی کائنے ہٹانے پڑیں گے۔ موسیٰ اگر چاہے تو اب بھی تمہارے تاج کا ہیرا بن سکتا ہے لیکن اس سے یہ موقع اسی صورت

میں ہو سکتی ہے۔ جب سلطنت غرناطہ کا دوسرا دعویدار نہ ہو۔ جب اسے یقین ہو جائے گا کہ تم ابوالحسن کی جگہ لے چکے ہو تو اسے قید سے نکل کر تمہاری خدمت کرنے پر اعتراض نہ ہوگا۔ اب انھوئی وقت سوچنے کا ہمیں، کام کرنے کا ہے۔“

(۳)

لوشہ کی فتح کے بعد جب اگلے دن بدر بن مغیرہ فرڈی نینڈ کے لشکر کا تعاقب کرنے کے بعد واپس آیا تو ابوالحسن نے فوج کے سرداروں کی مجلس شورائی بانی۔ بعض سرداروں کی یہ رائے تھی کہ غرناطہ پہنچ کر زیادہ مکمل تیاری کے بعد فرڈی نینڈ کی مملکت پر چڑھاتی کی جائے لیکن بدر بن مغیرہ نے اس رائے پر زور دیا کہ فرڈی نینڈ کو دم لینے کی مہلت نہ دی جائے۔

اس نے کہا۔ ”اس فتح کے بعد اگر ہم فوراً چڑھاتی کر دیں تو ڈمن کسی میدان میں بھی جم کر ہمارا مقابلہ نہیں کر سکے گا۔ اس میں شک نہیں کہ ہم غرناطہ پہنچ کر چند ہزار مزید سپاہی بھرتی کر سکیں گے لیکن ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ ڈمن کے ذرائع ہمارے مقابلے میں بہت وسیع ہیں۔ وہ اس وقفہ سے زیادہ فائدہ اٹھائے گا۔ نہ صرف اندرس کے عیسائی بلکہ فرانس اور اطالیہ کے پرستاران صلیب اس کی مدد کے لیے دوڑیں گے اور سب سے زیادہ تشویش اس بات کی ہے کہ فرڈی نینڈ اس شکست کا بدله اپنی مسلمان رعایا سے لے گا جو اس وقت بھی تعداد میں غرناطہ کی آبادی سے کم نہیں۔ اس کے بر عکس اگر ہم فوراً پیش قدی کر دیں تو اندرس کی ہربستی کے مسلمان ہمارا ساتھ دیں گے اور وہ تعداد میں ان سپاہیوں سے کہیں زیادہ ہوں گے جنہیں ہم غرناطہ جا کر بھرتی کر سکتے ہیں۔ ہمارے لیے سب سے بڑا مسئلہ رسد کی فراہمی ہے۔ اس کا ذمہ میں لیتا ہوں۔“

الزفل نے بدر بن مغیرہ کی تجویز سے اتفاق کرتے ہوئے کہا ”اس فتح کے بعد قسطلہ کی دیواروں تک پہنچتے ہوئے بھی ہمیں کسی زبردست مزاحمت کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔ ہمیں گرتے ہوئے دشمن کو سنہلنے کا موقع نہیں دینا چاہیے۔ جہاں تک غرناطہ سے مزید پاہی حاصل کرنے کا تعلق ہے میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس کام کے لیے موئی سے زیادہ موزوں اور کوئی نہیں ہو ستا۔“

ایک بوڑھے سردار نے کہا۔ ”میں بھی اس بات کا حامی ہوں کہ ہمیں پچھے لوٹنے کی بجائے آگے بڑھنا چاہیے۔ لیکن میری رائے یہ ہے کہ سلطان کو یہ ہم انفل کے سپرد کر کے غرناطہ لوٹ جانا چاہیے۔ گذشتہ صدیوں میں ایسے مرحل پر ہمیں گھر کی پھوٹ بہت نقصان پہنچا چکی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ موئی ایک سمجھدار نوجوان ہے لیکن غرناطہ کے متعلق ہمیں جو اطمینان سلطان کی موجودگی میں ہو ستا ہے وہ کسی اور کی موجودگی میں نہیں ہو ستا۔ شرپسند عناصر سلطان کی غیر حاضری سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں گے لیکن سلطان کی موجودگی میں کسی کو سراٹھانے کی جرأت نہ ہوگی۔“

ابوالحسن نے جواب دیا۔ ”غرناطہ کے متعلق مجھے اطمینان ہے تا ہم میں آپ کا مشورہ رہنیں کرتا۔ میں یہ وعدہ کرتا ہوں کہ میں ایک اور شاندار فتح کے بعد واپس جاؤں گا۔“

مغرب کی نماز کے لیے اٹھنے سے قبل مجلس شورائی یہ فیصلہ کر چکی تھی کہ کل صحیح کوچ کیا جائے۔ اگلی صحیح نماز کے بعد ابوالحسن نے اپنی فوج کے سامنے تقریر کرتے ہوئے کہا۔

”محاہدو! لوشہ کی شاندار فتح کو میں قدرت

کا ایک بہت بڑا انعام سمجھتا ہوں۔ یہ ثبوت ہے اس بات کا کہ اگر غربناطہ کے مسلمان ایک ہو جائیں تو وہ آج بھی کفر کی ہر طاقت کو پاش پاش کر سکتے ہیں اور اگر وہ جہاد کا جذبے لے کر اٹھیں تو ان کا لوہا آج بھی ہر لوہے کو کاٹ سہتا ہے۔ اس فتح نے ہمارے لیے کامیابیوں کی شاہراہ کھول دی ہے اور اگر ہم نے ہمت نہ ہاری تو میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ وہ دن دور نہیں جب قرطبه اور اشبيلیہ کے ایوانوں پر ایک بار پھر ہمارا پرچم ہرائے گا۔

”تمہیں یاد ہو گا کہ اس ملک میں اسلام کا پہاذا مجاہد طارق بن زیاد ایک مشہی بھر جماعت لے کر آیا تھا۔ سپہ سالار کی طرف سے اسے یہ ہدایت تھی کہ وہ صرف اس ملک کے حالات دیکھ کرو اپس آجائے لیکن ہسپانیہ کے ساحل پر قدم رکھتے ہی اس مجاہد نے اپنا ارادہ بدل دیا اور اپنے سپہ سالار کو یہ پیغام بھیجا کہ میں اندرس کے ساحل پر اسلام کا پرچم لہرا چکا ہوں اور جب تک یہ جھنڈا اندرس کی آخری حدود تک نہیں پہنچ جاتا میں پچھے مرکز کرنیں دیکھوں گا تم نے مجھے راذرک کی طاقت کا اندازہ کرنے کے لیے بھیجا ہے۔ اندرس میں میری رفتار سے تم اس کی

صحیح طاقت کا اندازہ لگا سکو گے۔ اپنے جانبازوں
سے طارق نے یہ کہا تھا کہ ہم راڑک کی زمین پر
اپنی عظمت کے جھنڈے گاڑنے نہیں آئے بلکہ خدا
کی زمین میں اس کی عظمت کے جھنڈے بلند
کرنے آئے ہیں۔ ہم تعداد میں تموجے ہیں لیکن
مسلمانوں کی قوت کارازان کی تعداد میں نہیں، ان
کے خلوص اور ایمان میں ہے۔“

میرے بہادر سپا ہیوا! ہم نے آج طارق کے
نقش قدم پر چلنے کا فیصلہ کیا ہے، کیا تم ہمارے فیصلے
کی تائید کرتے ہو؟“

سپا ہیوں نے نلک شجاع نعروں سے ابو الحسن کے فیصلے کی تائید کی۔ انہیں ہاتھ
کے اشارے سے خاموش کرنے کے ابو الحسن نے دوبارہ تقریر شروع کی:

”تم نے لوشہ کی جنگ میں اپنے دشمنوں پر
یہ ثابت کر دیا ہے کہ آج بھی تمہاری ایک تلوار دشمن
کی دس تلواروں کا مقابلہ کر سکتی ہے۔ اس فتح نے
ہمارے لیے کامیابی کے دروازے کھول دینے ہیں
۔ قسطلہ اور اراغون میں ہمارے مظالم بھائیوں کی
دعا میں مستجاب ہونے کا وقت آگیا ہے۔ اس میں
شک نہیں کہ اگر ہم چند دن کے لیے غرناطہ واپس
چلے جائیں تو وہاں فتح کے جشن میں شریک ہو سکیں

گے۔ لوگ ہم پر پھولوں کی بارش کریں گے۔ لیکن
اگر ہم قرطبه اور اشہدیا یہ کارخ کریں تو وہاں ہماری
بہنیں اور بھائی برسوں سے صرف اس امید پر
عیسائیوں کے مظالم برداشت کر رہے ہیں کہ کسی
دن غرناطہ کے مجاہدان کی مدد کو پہنچیں گے وہاں ہمارا
استقبال پھولوں کی بجائے تشكیر کے آنسوؤں کے
ساتھ کیا جائے گا۔

آج سے چند برس قبل کے یہ امید تھی کہ
قدرت ہمیں اتنی بڑی فتح سے سرفراز کرے گی اور
اس فتح کے بعد یہ کون کہہ سَبتا ہے کہ چند دن کے
بعد ہماری اذانیں قرطبه اور اشہدیا یہ کی مساجد میں
نہیں گنجیں گی اور ہمارا جہنڈا قسطلہ کے شاہی
ایوان پر نہیں لہرائے گا۔

ابوالحسن کی تقریر ہر سپاہی کے دل میں امید اور ولے کے نئے چراغ روشن کر
رہی تھی۔ وہ اتصور میں قرطبه اور اشہدیا یہ کے ایوانوں کو دیکھ رہے تھے۔ وہ قسطلہ کے
ایوان شاہی پر اپنی فتح کا پرچم لہرارہے تھے۔ وہ برسوں کے غلام مسلمانوں کی
آنکھوں میں تشكیر کے آنسو دیکھ رہے تھے۔ وہ اپنی قوم کے مظلوم بھائیوں اور بہنوں
سے یہ کہہ رہے تھے کہ اب تم آزاد ہو، اب ہمیں کوئی غلام نہیں بن سَبتا۔ انہیں ہمارا
ہے، ہم نادم ہیں کہ ہم اتنی دیر تھماری حالت سے بے پوار ہے۔
لیکن ابوالحسن بولتے بولتے رک گیا۔ اس کی توجہ تھوڑی دیر کے لیے ایک سوار

نے اپنی طرف مبذول کر لی جو پوری رفتار سے گھوڑا بھگتا ہوا آرہا تھا۔ سوار گھوڑے سے اتر اور کسی سے بات کئے بغیر لوگوں کو ادھر ادھر ہٹاتا ہوا آگے بڑھا۔ ایک سپاہی نے اسے بازو سے پکڑ کر روکنے کی کوشش کی لیکن اس نے جھٹکا دے کر اپنا بازو چھپڑا لیا اور بدستور آگے بڑھتا گیا۔ جب لوگوں کو یہ احساس ہوا کہ وہ ابو الحسن کے پاس جانا چاہتا ہے تو وہ ادھر ادھر ہٹ کر اسے راستہ دینے لگے۔ ابو الحسن کے دل کی دھڑکنیں یہ گواہی دے رہی تھیں کہ یہ سوار کوئی اچھی خبر لے کر نہیں آیا۔ تاہم اس نے ہاتھ کے اشارے سے نووارد کو روکا اور لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے دوبارہ تقریر شروع کی۔

ازغل جو ابو الحسن کے پاس کھڑا تھا نووارد کی طرف بڑھا اور اس کے قریب پہنچ کر بولا ”تم غرناطہ سے آئے ہو۔“

نووارد نے جواب دیا ”ہاں میں ایک بہت ضروری خبر لے کر آیا ہوں۔“

”تمہیں مویٰ نے بھیجا ہے؟“

”نہیں، میں خود آیا ہوں۔“

”اگر تم مویٰ کی طرف سے نہیں آئے تو تمہاری خبرا، ہم نہیں ہو سکتی اور تمہیں اس بات کا لاحاظہ رکھنا چاہیے تھا کہ اس اجتماع کے سامنے سلطان غرناطہ تقریر فرمائے ہیں۔“

”لیکن جن حالات میں میں یہاں پہنچا ہوں ان سے واقف ہونے کے بعد آپ میری اس جسارت کو قابل معافی سمجھیں گے۔“

ازغل نے کہا۔ ”کہو کیا کہتے ہو؟“

نووارد نے ادھر ادھر دیکھنے کے بعد کہا ”یہاں نہیں۔“

الزفل نے پریشان ہو کر کہا ”میرے ساتھ آؤ۔“

اجماع سے ایک طرف ہٹ کر الزفل نے نووارد کی طرف دیکھا اور کہا۔ ”مجھے کوئی بری خبر سنانے سے پہلے یہ بتاؤ کہ تم کون ہوتا کہ میں اس کی اہمیت کا اندازہ کر لوں اور یہ بھی سوچ لوں کہ جنگ کے زمانے میں جھوٹی افواہیں پھیلانے والوں کے ساتھ بہت برا سلوک کیا جاتا ہے۔“

نووارد نے کہا ”اگر آپ غور سے دیکھتے تو مجھے پہچان لیتے۔ میں الحمراء کے داروغہ کا بیٹا ہوں۔ ہمیرہ بن سعید کا شاگرد ہوں۔ چند دنوں سے میں موئی کے ساتھ جہاد کی تبلیغ کر رہا ہوں۔ یہاں فوج کے بہت سے آدمی مجھے پہچانتے ہیں لیکن جو افسوس ناک خبر میں لے کر آیا ہوں اگر وہ غلط ثابت ہو جائے اور میں اس کے عوض تنخیہ دار پر لٹکا دیا جاؤں تو بھی مجھے خوشی ہو گی۔ خدا کرے میرا یہاں آنا ایک خواب ہو اور غرناطہ میں جو کچھ میں نے دیکھا اور سنا ہے وہ بھی ایک خواب ہو۔“ نووارد کی آنکھوں سے آنسو چھلک رہے تھے۔

اتنی دیر میں الزینفری ان کے پاس پہنچا۔ اس نے نوجوان کو دور سے پہچان کر کہا۔ ”سلیمان خیر تو ہے؟“

”سلیمان نے ایک لمحہ کے لیے الزینفری کی طرف دیکھا اور پھر الزفل کی طرف متوجہ ہوا۔“

میں بہت بری خر لے کر آیا ہوں۔ غرناطہ میں بغاوت ہو چکی ہے۔

الزفل نے چلا کر کہا۔ ”نہیں! نہیں! ! تم نے خواب دیکھا ہے۔ موئی کی موجودگی میں بغاوت ممکن نہیں۔ تم نے خواب دیکھا ہے، تم دشمن کے جاسوس ہو اور ہماری توجہ محاذ جنگ سے ہٹانا چاہتے ہو۔ کہو یہ جھوٹ ہے۔“

الزفل اضطراری

حالت میں سلیمان کو دونوں بازوؤں سے پکڑ کر جنجنحوڑ رہا تھا..... اور سلیمان بار بار یہ کہہ رہا تھا ”کاش! یہ جھوٹ ہوتا..... لیکن یہ جھوٹ نہیں..... کاش یہ جھوٹ ہوتا؟“
”لیکن موکی اور بغاوت؟ یہ ناممکن ہے۔ تم دیوانے ہو۔“
سلیمان نے کہا۔ ”موکی ابو عبد اللہ کی قید میں ہے۔“

الزشل نے سلیمان کو دھوکا دے کر زمین پر گرا دیا اور الزیغیری سے کہا ”اے لے جاؤ۔ یہ دیوانہ ہے۔ ابو عبد اللہ مجھے قتل کر سنتا ہے، اپنے باپ کو قید کر سنتا ہے لیکن موکی پروہ جان دیتا ہے۔ اس پاگل کو لے جاؤ۔“

سلیمان نے کہا ”آج شام تک میری خبر کی تصدیق کرنے کے لیے اور بہت سے لوگ آ جائیں گے۔ ابو عبد اللہ نے اپنی امارت کا اعلان کر دیا ہے۔ اس نے باغیوں کو رہا کر دیا ہے اور عرب عہدہ داروں کی جگہ انہیں مقرر کر دیا ہے۔ جن امراء نے اس کی امارت تسلیم کرنے سے انکار کیا تھا ان میں چند قتل کئے جا چکے ہیں اور باقی قید کر لیے گئے ہیں۔ الحمرا اپر بربی اور ہسپانوی امراء کا قبضہ ہے اور شہر میں وہ اپنے قبائل کے لوگوں کو عربوں کے ساتھ اثر اڑا رہے ہیں۔ میں یہ نہیں کہہ سنتا ہے کہ اب تک کتنے مکانات جل چکے ہیں اور کتنے آدمی مارے گئے ہیں۔ مجھے ڈر ہے کہ اب تک یہ آگ غرناطہ کے آس پاس کی بستیوں میں بھی پہنچ چکی ہو گی۔“

(۲)

ابوالحسن زیادہ دری تقریر جاری نہ رکھ سکا۔ اس کی توجہ بار بار الزشل اور الزیغیری کی طرف مبذول ہو رہی تھی اور جب وہ سلیمان سے باتیں کرنے کے بعد سر جھکانے اس کی طرف آ رہے تھے تو اس کا دل دھڑ کنے لگا اور آواز بیٹھ گئی۔ الزشل کا چہرہ دیکھ کر اس کے لیے یہ اندازہ لگانا مشکل نہ تھا کہ اپنی کوئی اچھی خبر لے کر نہیں آیا

ہے۔ اس نے تقریر ختم کر کے ہاتھ اٹھا کر فتح کے لیے دعا مانگی اور جواب طلب زگاہوں سے الزنل کی طرف دیکھنے لگا۔

الزنل نے آگے بڑھ کر کہا ”چلنے!“
ابوالحسن نے کہا۔ ”کہاں؟ خیر تو ہے؟“
”اپنے خیمے میں چلنے۔“

الزنل کے معموم لججے سے ابوالحسن کا دل بیٹھا جا رہا تھا۔ وہ اسٹچ سے اتر اور اس کے ساتھ اپنے خیمے کی طرف چل دیا۔ چند سرداروں نے اس کا ساتھ دینا چاہا لیکن الزنل نے انہیں ہاتھ کے اشارے سے روکتے ہوئے کہا۔ ”آپ میرے خیمے میں جمع ہوں۔ ہم ابھی وہاں آتے ہیں۔“

کچھ دور جا کر ابوالحسن نے سوال کیا۔ ”کوئی بری خبر سنانے سے پہلے مجھے اتنا ضرور بتاؤ کہ اپنی کہاں سے آیا ہے؟ اتنی بڑی فتح کے بعد ہمیں معمولی حالات سے پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ کہو کیا بات ہے، تمہاری خاموشی میرے لیے ناقابل برداشت ہو رہی ہے۔“

الزنل نے کوئی جواب نہ دیا۔ سلیمان نے جواب تک وہیں کھڑا تھا، الزنل کا اشارہ پا کرانے کے ساتھ ہو لیا۔

ابوالحسن سلیمان کی طرف متوجہ ہوا۔ ”تم کہاں سے آئے ہو؟ بتاؤ میری طرف کیا دیکھ رہے؟ کیا تم یہ خبر لے کر نہیں آئے کہ سرحد کوئی یا شہر ہمارے قبضہ سے نکل گیا ہے اور عیسائی وہاں کے مسلمانوں سے اپنی شکست کا بدله لے رہے ہیں۔“

سلیمان نے جواب دینے کی بجائے الزنل کی طرف دیکھا اور اس نے سر کے اشارے سے اسے خاموشی کی تلقین کی۔

ابو الحسن کی قوت برداشت جواب دے چکی تھی۔ اس نے چلا کر کہا ”الزفل!

کیا ہم نے ایک ماں کا دودھ نہیں پیا ہے۔ کیا میں وہ خبر سننے کی ہمت نہیں رکھتا جسے تم سن چکے ہو؟ کیا یہ قاصد کسی زلزلے کی خبر لے آیا ہے، کیا الحمراء میں آگ لگ گئی؟ کیا ابو عبد اللہ کو کوئی حادثہ پیش آگیا ہے؟ خدا کی قسم الیکی خبریں مجھے پریشان نہیں کر سکیں گی اور اگر یہ قاصد یہ پیغام لایا ہے کہ عیسائیوں کو کوئی دستہ ہماری سرحد کے کسی غیر محفوظ قلعے پر قابض ہو گیا ہے۔ تو یہ خبر تم مجھے فوج کے سامنے نہ سکتے تھے۔ ہم نئے حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے ایک دن پیش قدمی کا ارادہ ملتا ہی کر سکتے ہیں۔

الزفل! تمہاری زبان گنگ کیوں ہو گئی۔ مجھے بتاؤ وہ کون سانقصان ہے جس کی تلافی ان مجاہدوں کی تلوار نہیں کر سکتی، وہ کون سا محل گرا ہے جسے یہ مجاہد دوبارہ تعمیر نہیں کر سکتے؟ ایک سپہ سالار کی سب سے بڑی دولت اس کے سپاہی ہوا کرتے ہیں۔ موئی اور ابو عبد اللہ کے سوا جن لوگوں کو میں سب سے زیادہ عزیز سمجھتا ہوں وہ میرے ساتھ ہیں۔ کسی کی موت میرے لیے ناقابل برداشت نہیں ہو گی۔ کیا تم نہیں دیکھا کہ نعیم بن رضوان کو جب لحد میں اتار جا رہا تھا میری آنکھوں میں آنسوؤں کا نشان تک نہ تھا حالانکہ وہ مجھے عبد اللہ سے کم عزیز نہ تھا۔

اتنی دیر میں ابو الحسن کا خیرمہ قریب آگیا تھا۔ ابو الحسن مایوس ہو کر تیزی سے خیے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ خیے میں داخل ہو کر الزفل نے اسے کرسی پر بٹھاتے ہوئے کہا ”میرے بھائی! یہ قاصد ایک بہت بڑے حادثے کی خبر لایا ہے۔ ابو عبد اللہ نے اپنی امارت کا اعلان کر دیا ہے اور با غیبوں کو قید سے رہا کرے شہر میں خانہ جنگی کروا دی ہے۔ ہمارے لیے غرناطہ کے دوازے بند ہو چکے ہیں..... موئی عبد اللہ کی قید میں ہے۔“

ابو احسن پر یہ الفاظ بجلی بن کر گرے۔ وہ اچانک انھا اور لڑکھڑاتا ہوا پھر کرسی پر آ گرا۔ اس نے بولنے کی کوشش کی لیکن اس کی زبان گنگ ہو چکی تھی۔ وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے انفل اور سلیمان کی طرف دیکھ رہا تھا۔ ان کے مغموم چہروں پر اپنی تقدیر کا نوشتہ پڑھ رہا تھا۔

انفل نے کہا۔ ”اب میں حیران ہوں کہ فوج کو یہ خبر کس طرح سنائی جائے۔ ہم اس خبر کو زیادہ دیر چھپا بھی نہیں سکتے۔ آج شام سے پہلے کئی اور آدمی آ جائیں گے۔ مجھے ڈر ہے کہ غرناطہ کی طرح یہاں بھی عرب اور غیر عرب سپاہیوں کی تواریں آپس میں نہ ملکرا جائیں۔ فوج کے سردار میرے خیمے میں جمع ہو رہے ہیں آپ پہلے ان سے وفاداری کا حلف لیں اور پھر ان پر یہ خبر ظاہر کریں۔ کاش آج موکی یہاں ہوتا۔ آپ مایوس نہ ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ لوشه کی فتح کی خبر پھر ایک بار غرناطہ کے عوام کی حرارت ایمانی زندہ کر دے گی۔ وہ ابو عبد اللہ کے خلاف بغاوت کر کے ہمارے لیے شہر کے دروازے کھول دیں گے۔ اٹھئے ہمت سے کام لیجئے۔ اب سوچنے کا وقت نہیں۔“

ابو احسن کے ہونٹ ہل رہے تھے لیکن اس کی آواز جواب دے چکی تھی۔ سلیمان نے آہستہ سے کہا ”طبیب کو بلا یعنی سلطان کی ٹھیک نہیں۔“

انفل نے جھک کر اپنے بھائی کی طرف دیکھا اور جلدی سے باہر نکل کر پہریدار سے کہا۔ فوراً بشیر بن حسن کو بلا ڈ۔ وہ زخمیوں کی دیکھ بھال کر رہا ہوگا۔ اسے کہو کہ سلطان کی طبیعت ٹھیک نہیں۔ لیکن علیحدگی میں، کسی کے سامنے نہیں۔“

تمہوڑی دیر کے بعد بشیر بن حسن خیمے میں داخل ہوا۔ اس نے سلطان کی حالت دیکھ کر انفل سے کہا۔ ان پر فالج گرا ہے لیکن فالج کا حملہ شدید نہیں، انشاء

اللہ جلد آرام آجائے گا۔ معلوم ہوتا ہے کہ انہیں بہت بڑا صدمہ پہنچا ہے۔

(۵)

تمھوڑی دیر بعد انفل نے سلیمان سے کہا۔ ”تم جا کر آرام کرو لیکن ابھی کسی پر یہ بات ظاہرنہ کرنا“۔ پھر وہ بشیر بن حسن کی طرف متوجہ ہو کر بولا۔ ”اگر میرا یہاں تھبہ راضروری نہ ہو تو مجھے تمھوڑی دیر کے لیے اجازت دیجئے“۔

بشیر بن حسن نے کہا۔ ”سلطان کی نگاہیں آپ پر جمی ہوئی ہیں۔ میرے خیال میں آپ کا کچھ دیر یہاں سے غیر حاضر رہنا ان کے لیے بہتر ہوگا۔ ان کی توجہ کسی اور طرف مبذول ہو سکے گی۔“

انفل اپنے خیمے میں داخل ہوا تو فوج کے تمام بڑے بڑے عہدہ داروں وہاں جمع تھے۔ وہ الزینفری کے گرد گھیرا ڈال کر سوالات کی بوچھاڑ کر رہے تھے اور وہ چلا چلا کریہ کہہ رہا تھا۔ ”مجھے پتہ نہیں۔ سلیمان صرف سلطان سے کچھ کہنا چاہتا تھا“۔

انفل کو دیکھ کر سب خاموش ہو گئے۔ تمھوڑی دیر بعد انفل ان سے وفاداری کا وعدہ لینے اور انہیں غرناطہ کے المناک حداثہ کی خبر سنانے کے بعد خیمے سے باہر نکلا۔ سرداروں نے بھی اپنے اپنے خیمے کا رخ کیا۔ دو پہر تک یہ خبر تمام فوج میں مشہور ہو چکی تھی اور شام سے تمھوڑی دیر قبل غرناطہ سے آنے والے چند اور آدمی اس خبر کی تصدیق کر چکے تھے۔ وہ سپاہی جو تمھوڑی دیر قبل قسطله کے شاہی محل پر اپنا جھنڈا لہرا نے اور اشبدیا یہ اور قرطبه کی مساجد میں اذانیں دینے کے حسین سپنے دیکھ رہے تھے اب اپنے گھروں کو تباہی سے بچانے کی فکر میں سرگراں تھے۔ وہ شاعر جنہوں

نے لوشه کے مجاہدین کی شان میں قصائد لکھے تھے۔ اب ابو عبد اللہ کی غداری پر مرثیے لکھ رہے تھے۔ انلس کے مقدر کا ستارہ ایک ہلکی سی مسکراہٹ کے بعد نجاست

کے بادلوں میں چھپ چکا تھا۔

اگلے دن بشیر بن حسن کی مسیحائی سے ابو الحسن کی کھوئی ہوئی قوت گویا تی و اپس آگئی۔ اس کے پہلے الفاظ یہ تھے۔ میرے بیٹے! تم نے یہ کیا کیا۔ یہ تخت جسے تم نے چھیننے کی کوشش کر تھا را ہی تھا۔ لیکن تم نے بادشاہ بننے کے شوق میں اندرس کے مسلمانوں کا مستقبل بتاہ کر دیا ہے۔ خدا نہ کرے تھا را ابو یا اندرس کے مسلمانوں کو کاشنا پڑے۔ میرے بیٹے! میرے عبد اللہ! لیکن تم میرے نہیں۔ ”ابو الحسن نے کروٹ بدل کر تکینے میں منہ چھپا لیا اور چکیاں لینے لگا۔

دو دن بعد اس کے اعصاب سے فانج کے اثرات دور ہو چکے تھے لیکن زندگی کی وہ حرارت جس کے باعث وہ ساٹھ سال کی عمر میں بھی نوجوانوں کے لیے قابل رشک تھا سر در پڑ چکی تھی۔ زندگی کے ایک ہی حادثے نے تلوار سے کھینے والے مجاہد کو لاثمی کا سہارا لے کر چلنے پر مجبور کر دیا تھا۔

فوج کے سرداروں کی اکثریت کا فیصلہ یہ تھا کہ اب غرناطہ کا رخ کیا جائے اور غرناطہ کے قریب کسی شہر میں قیام کر کے ابو عبد اللہ کے پاس ایک وفد بھیجا جائے۔ اگر وہ راہ راست پر نہ آئے تو اس کی کچی تلواروں سے درست کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ اگر خدا نخواستہ جنگ کی نوبت آئی تو شہر کے عوام یقیناً ابو عبد اللہ کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں گے۔ غرناطہ کی شورش کے باعث سپاہیوں میں جو بدلی پھیل رہی ہے اس کا علاج یہی ہے کہ فوراً دارالسلطنت پر قبضہ کر لیا جائے ورنہ ابو عبد اللہ سے یہ بات بھی غیر متوقع نہیں کہ وہ عیسائیوں کا حلیف بن جائے اور ہم کہیں کے نہ رہیں۔

ابو الحسن نے اس فیصلے سے اتفاق کیا لیکن کوچ سے پہلے ایک ایسا واقعہ پیش آیا

جس نے اس کی کمر توڑ دی۔

جس دن ابو الحسن نے غرناطہ کی طرف کوچ کرنے کا فیصلہ کیا اس سے ایک دن قبل غرناطہ کے چند سواروں کا ایک گروہ ابو الحسن کی خدمت میں حاضر ہوا اور انہوں نے ابو عبد اللہ کو برا بھلا کہنے کے بعد ابو الحسن کو اس بات کا یقین دلایا کہ وہ اس کے لیے اپنے خون کا آخری قطرہ تک بہانے کے لیے تیار ہیں اور غرناطہ میں ان کے زیر اثر لوگ بھی ابو الحسن کی راہ دیکھ رہے ہیں۔ ابو الحسن ان لوگوں سے نہایت عزت و احترام کے ساتھ پیش آیا لیکن چار دن ابو الحسن کی فوج کے ساتھ رہ کر یہ لوگ اپنے مقاصد میں کامیابی حاصل کر چکے تھے۔ ابو داؤد نے انہیں ابو الحسن کی فوج میں پھوٹ ڈالنے کے لیے بھیجا تھا۔ انہوں نے سب سے پہلے عربوں کو یہ کہہ کر بھڑکایا کہ غرناطہ میں تمہاری بھائی بربیوں اور ملکی مسلمانوں کے ہاتھوں قتل وہر ہے ہیں۔ اس کے بعد انہوں نے بربیوں اور ملکی مسلمانوں سے یہ کہا کہ ابو عبد اللہ کی حکومت تمہارے لیے باعث رحمت ہوگی۔ اس نے بڑے بڑے عرب عہدہ داروں کو معدل کر کے ان کی جگہ تمہاری قوم کے آدمیوں کو مقرر کر دیا ہے۔ تمہارا فائدہ اسی میں ہے کہ غرناطہ جا کر ابو عبد اللہ سے وفاداری کا اعلان کرو۔ بعض سرداروں کو انہوں نے عہدوں کا لائق دے کر اور بعض کو جو کسی فریب میں نہ آنے والے تھے انہوں نے یہ کہا کہ فوج کے وہ عہدہ دار جو ابو الحسن کا ساتھ دیں گے ابو عبد اللہ غرناطہ میں ان کے عزیزوں اور رشتہ داروں کو بدترین سزا میں دے گا۔ کم حدیثت کے آدمیوں کے ضمیر انہوں نے سونے اور چاندی سے خرید لیے۔ یہ کام انہوں نے اس ہوشیاری سے انجام دیا کہ ابو الحسن کے جاثشوں کو تک خبر نہ ہو سکی۔ پہلے دن انہوں نے فوج میں وہ لوگ تلاش کئے جو پہلے ان کے زیر اثر تھے۔ پھر ان کی مدد سے دوسروں کو بہکانے کا

کام لیتے رہے۔

ایک شام ابو الحسن کی فوج نے غرناطہ سے بیس کوں کے فاصلے پر پڑا تو ڈالا اور رات کے تیسرا سے پھر اسے معلوم ہوا کہ اس کی فوج میں آٹھ ہزار بربادی اور ہسپانوی اس کا ساتھ چھوڑ کر غرناطہ کا رخ کر رہے ہیں۔

ازفل اس واقعہ کی اطلاع ملتے ہیں ابو الحسن کے خیمے میں جا پہنچا۔ چھوڑی دیر میں فوج کے چند اور افسروں میں جمع ہو گئے۔ ازفل نے مشورہ دیا کہ غداری کرنے والوں کا راستہ روک کر انہیں سمجھایا جائے اور اگر وہ کہانہ مانیں تو ان کے ساتھ جنگ کی جائے بعض سرداروں نے اس مشورہ کی تائید کی اور بعض نے مخالف کی۔ بالآخر ابو الحسن نے رنج والم میں ڈوبی ہوتی نحیف آواز میں کہا۔ ”انہیں جانے دو میں اپنی زندگی میں مسلمانوں کی تلواروں کو آپس میں نکرانے کی اجازت نہیں دوں گا۔“

ان المناک حوالوں سے دوچار ہونے کے بعد سلطان ابو الحسن نے مالقہ کا رخ کیا۔ مالقہ کا حکم پہلے ہی ابو عبد اللہ کے خلاف بغاوت کا اعلان کر چکا تھا۔ اس نے انتہائی گرم جوشی کے ساتھ سلطان کا استقبال کیا اور اپنا محل اس کے لیے خالی کر دیا۔ چند دنوں میں گرد و نواح کے تمام سردار اپنے سلطان کے پہنچ کر وفاداری کا اظہار کرنے لگے۔

غرناطہ کی وہ سلطنت جس کے عوام چند ماہ قبل سارے اندرس پر قبضہ کرنے کا ارادہ لے کر اٹھنے تھے اب وہ صور میں تقسیم ہو چکی تھی۔ غرناطہ اور اس کے مضائقات پر ابو عبد اللہ کا قبضہ تھا اور مالقہ پر ابو الحسن کی حکومت تھی۔

فرڑی نینڈ کو جس قدر اپنی گذشتہ ناکامیوں کا فسوس تھا اس سے کہیں زیادہ ابو عبد اللہ کی بغاوت پر خوشی ہوتی اور وہ ابو الحسن پر آخری ضرب لگانے کی تیاری کرنے

(۶)

دشمن کے ہاتھوں بڑی سے بڑی شکست کے بعد بھی شاید ابو الحسن حوصلہ نہ ہارتا لیکن وہ ناکامی جس کا باعث اس کا اپنا بیٹا تھا اس کے لیے ناقابل برداشت تھی۔ اسے اپنے حال اور مستقبل سے کوئی دچکپی نہ رہی۔ اس کا بھائی ازفل اور اس کے دوسرے جانشیار سے تسلی دینے کی کوشش کرتے۔ آہستہ آہستہ وہ ملاقات کی خواہش لے کر آنے والوں کو نالے لے لگا۔ تہائی میں اس کا زیادہ وقت آنسو بہانے میں گزرتا۔ رفتہ رفتہ اس کی بینائی جواب دینے لگی۔

ایک دن ازفل اور بدر بن مغیرہ اس کے کمرے میں داخل ہوئے۔ جب ازفل نے اپنے مستقبل کے ارادوں کے متعلق گفتگو شروع کی تو سلطان نے آبدیدہ ہو کر کہا ”میرے بھائی! کوئی اور بات کرو۔ ہم دشمن کے خلاف لڑ سکتے ہیں اپنے مقدار کے خلاف نہیں لڑ سکتے۔“

بدر بن مغیرہ نے جواب دیا ””مجاہد اپنی تلوار کی نوک کے سے اپنی تقدیر لکھتے ہیں۔“

ابو الحسن نے جواب دیا ””لیکن میری تلوار ٹوٹ چکی ہے۔“

بدر نے کہا ”آپ کو ما یوس نہیں ہونا چاہتے۔ دنیا کے ہر بڑے انسان کو ایسے حالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔“

”تم ایسے انسانوں کو بڑے آدمیوں کی صاف میں گھسیٹو جس کا بیٹا عبد اللہ ہو۔ جاؤ مجھے تہاچ پھوڑ دو میرے پاس آنسوؤں کے سوا کچھ نہیں۔“ یہ کہہ کر سلطان نے منہ پھیر لیا۔ بشیر بن حسن دبے پاؤں کمرے میں داخل ہوا اور اس نے آہستہ سے کہا۔“

سلطان کی طبیعت ٹھیک نہیں۔ آپ کی باتیں ان کی روحانی اور جسمانی تکالیف میں اضافہ کریں گی۔ ان کا علاج اس کے سوا کچھ نہیں کہ عبداللہ کو راہ راست پر لایا جائے

”-

بدر بن مغیرہ نے الزفل کی طرف دیکھا اور کہا ”عبداللہ کو راہ راست پر لایا جا سکتا ہے۔“

سلطان نے چونک کر بدر بن مغیرہ کی طرف دیکھا اور بھرائی ہوئی آواز میں ”کاش اسے کوئی سمجھا سکتا لیکن وہ سمجھنے والوں میں سے نہیں،“

بدر بن مغیرہ نے کہا ”وہ مجبور ہو جائے گا۔“

”لیکن میں مسلمانوں میں خانہ جنگی نہیں چاہتا۔“

بدر بن مغیرہ نے کہا ”اگر چند دنوں کے بعد اس نے ہمارے مقابلے میں اپنی قوت کا صحیح اندازہ کرنے کی کوشش کی تو مسلمانوں میں خانہ جنگی کی نوبت نہیں آئے گی۔“

اس ملاقات کے بعد الزفل، بدر بن مغیرہ الزینفری اور فوج کے دوسرے افسروں نے ایک اجلاس میں یہ فیصلہ کیا کہ فوج کو از سر نو منظم کیا جائے۔

الزفل نے سلطنت کے تمام چیدہ چیدہ سرداروں کے پاس وفد بھیجی۔ بدر بن مغیرہ کے جانباز چھوٹی چھوٹی ٹولیوں میں تقسیم ہو کر جہاد کی تبلیغ کرنے لگے۔

بدلات خود بدر بن مغیرہ اپنے پانچ سو جانبازوں کے ساتھ مالقہ سے نکلا اور غنا طہ کے مضامات میں پہنچ کر ابو عبد اللہ کے خلاف رائے عامہ کو بیدار کرنے کی مہم شروع کر دی۔

ابو عبد اللہ کی فوج کے سپاہیوں نے اسے کہ راستے میں مزاحم ہونے کی کوشش

کی لیکن ان کی پیش نہ گئی۔ چند مقامات پر ابو عبد اللہ کے سپاہیوں اور بدر بن مغیرہ کے سواروں کے درمیان معمولی جھٹر پیس ہوتی اور بدر بن مغیرہ کے سوار انہیں پسپا کر غرناطہ کی چار دیواری کے پاس چھوڑ گئے۔

چند ہفتوں کی بھاگ دوڑ کے بعد بدر بن مغیرہ نے غرناطہ کے آس پاس کی بستیوں کے عوام کے تعاون سے غرناطہ کی مکمل ناکہ بندی کر لی۔ کسانوں نے اس کے ساتھ تعاون کیا۔ اور اپنی پیداوار غرناطہ بھیجنے سے انکار کر دیا۔ شہر میں قحط کے آثار دیکھ کر ابو عبد اللہ کے خلاف غرناطہ کے عوام کا دبا ہوا جذبہ آہستہ آہستہ ابھرنے لگا اور ان میں سے بعض غرناطہ سے فرار ہو کر مالقہ کا رخ کرنے لگے۔

ابو عبد اللہ نے حالات کی نزاکت محسوس کرتے ہوئے پانچ ہزار سپاہیوں کو سرحدی عتاب کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا لیکن ایک ہفتے کے بعد اسے معلوم ہوا کہ ان میں سے دو ہزار بدر بن مغیرہ کے ساتھ جا چکے ہیں اور باقی شکست کھانے کے بعد کسانوں کی چند بستیاں جلا کرو اپس آرہے ہیں۔



تاریخنگبوت

(۱)

بدر بن مغیرہ غرناطہ سے میں کوس کے فاصلے پر پڑا اور ڈالے ہوئے تھا۔ ایک شام اس کی فوج کے ایک افسر نے اسے اطلاع دی کہ غرناطہ سے ایک برابری سردار کوئی اہم پیغام لے کر آیا ہے۔ بدر بن مغیرہ نے اسے فوراً اپنے خیمه میں بالایا۔ منصور بن احمد بدر بن مغیرہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔

برابری سردار نے خیمے داخل ہو کر ان دونوں سے یکے بعد دیگرے مصافحہ کیا اور ان کے سامنے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ ”میں غرناطہ سے آیا ہوں۔“
”کہیے!“ بدر بن مغیرہ نے کہا۔

برابری سردار نے قدرے تذبذب سے بعد کہا ”میں آپ سے تنہائی میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔“

بدر بن مغیرہ نے منصور بن احمد کی طرف دیکھا اور وہ اٹھ کر باہر نکل گیا۔ نووارد نے اپنی جیب سے ایک خط نکالا اور اٹھ کر بدر بن مغیرہ کی طرف بڑھائے ہوئے کہا۔ ”مجھے ابو داؤد نے بھیجا ہے۔ انہوں نے کہا تھا کہ آپ کی طرف سے اس خط کا جواب ہسپانیہ کو تباہی سے بچا سنتا ہے۔“

بدر بن مغیرہ نے خط کھول کر پڑھنا شروع کیا اور برابری سردار انہائی دلچسپی سے اس کے چہرے پر تحریر کے اثرات کا مطالعہ کرنے لگا۔ خط پڑھنے کے بعد بدر بن مغیرہ نے ایک ثانیہ کے لیے برابری سردار کی طرف دیکھا اور پہلے سے زیادہ انہاک کے ساتھ دوبارہ پڑھنے لگا۔

خط کا مضمون یہ تھا:

”ایک ایسے شخص کی طرف سے جو اپنی
کوتاہی عمل کے باعث اپنی قوم کے لیے ایک عضو
معطل بن چکا ہے..... ایک ایسے مجاہد کے نام جس
کی باندہ تمنی اور اولویت مسلمانان اندرس کا آخری
سہارا ہے۔“

آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ میں کون ہوں۔
غناطہ میں اتنے بڑے انقلاب کے باوجود میری
خاموشی کا باعث کسی مصلحت سے زیادہ میری
مجبوریاں تھیں۔ اب بھی مجھے یقین نہیں کہ میرا خاطر
آپ تک پہنچ جائے گا۔ لیکن اگر میں نے قاصد پر
اعتماد کرنے میں غلطی نہیں کی اور یہ خط آپ کو مل
جائے اور اس سے کوئی خوشنگوار نتائج برآمد ہوں تو
میں اسے اپنی گزشتہ کوتاہیوں کا نارہ سمجھوں گا۔ اور
اگر میرے اپنی کی نداری یا کسی اور وجہ سے میرا خاطر
غناطہ کے ملت فروشوں کے ہاتھ لگ گیا تو میں ان
لوگوں میں سے ایک ہوں گا جن کی بہترین
خواہشیں اور امنگیں گمانی کی موت کے پردوں
میں چھپ جاتی ہیں۔ بہر حال میرے بعد اگر ربیعہ
ابو عبد اللہ کی بری خواہشات کا شکار نہ ہوئی تو وہ آپ
کو تمام واقعات بتا سکے گی۔

ابو عبد اللہ کی بغاوت کے بعد میں یہ محسوس
کرتا ہوں کہ کاش میں غرناطہ میں آتا۔ یہ میری
بدقتی تھی کہ میں ایک عقاب کی صحبت میں رہ کر
درس زندگی حاصل کرنے کی بجائے ایک ایسے
ٹوٹے کو پڑھانے کا بیڑا اٹھایا جو ایک سنہری
پنجربے میں بند تھا۔ میں اسے نیلگوں فضاوں میں
پرواز کی لذت سے آشنا کرنا چاہتا تھا لیکن میں خود
الحمراء کے پنجربے میں بند کر دیا گیا ہوں۔ کاش ابو
عبد اللہ کو انسانیت کی سطح پر لانا میرے بس میں ہوتا

میں حیران ہوں کہ میں صحیح حالات سے اس
قدر بے خبر کیوں تھا اور صرف میں ہی نہیں، ابو
مویں، الزفل اور سلطان ابو الحسن بھی ان فتنوں سے
بے خبر تھے۔ جو الحمراء کی چار دیواری کے اندر پل
رہے تھے۔ غرناطہ کا حکمران ابو عبد اللہ نہیں بلکہ وہ
سردار اور اکابر ہیں جو ان واقعات سے پہاڑی
نینڈ سے غرناطہ کی قیمت وصول کر چکے تھے۔ جب
ابو عبد اللہ نے بغاوت کا اعلان کیا تو الحمراء میں
صرف ابو مویں ایک شخص تھا جو ابو الحسن کا وفادار تھا
اور وہ اب کسی تاکیک کو ٹھڑی میں پڑا ہوا ہے۔

ان حالات میں مجھے کیا کرنا چاہیے،
منافین کی ایک منظم طاقت جس کا طلسم ابو موسیٰ
جیسے جادو بیان سے بھی نہ ثوث سنکا میری طرف
سے معمولی مداخلت بھی برداشت کرنے کے لیے
تیار نہ ہوتی۔ میرے لیے دو ہی راستے تھے ایک یہ
کہ میں بھری محفل میں ابو عبد اللہ کے سامنے
بغاویت کا انگرہ بلند کروں اور اس کے عوض زندگی
کے باقی لمحات قید خانے کی تاریک کوٹھڑی میں
گزار دوں۔ دوسرا یہ کہ ایک خاموش تماشائی کی
حیثیت میں کسی ایسے وقت کا منتظر رہوں جب
حالات ابو عبد اللہ کو میری باتوں کی طرف متوجہ
ہونے پر مجبور کر دیں۔ میں نے دوسرا راستہ اختیار
کیا۔ آپ اسے میری مصلحت اندیشی سمجھ لیجئے یا
بزدلی کہہ لیجئے بہر حال میرے اس طرز عمل کے
باعث الحمراء کے دروازے میرے لیے اب تک
کھلے ہیں۔ میں ابھی تک ابو عبد اللہ کو کوئی صحیح قدم
اٹھانے پر آمادہ نہیں کر سکا۔ لیکن بعض غلط اقدامات
سے روکنے میں میری تدبیریں کئی بار کامیاب ہوتی
ہیں۔ اب چند دن سے میں ابو عبد اللہ کے طرز عمل
میں ایک تبدیلی محسوس کر رہا ہوں اور اس تبدیلی کا

باعث یہ نہیں کہ اس کے دل میں اندرس کے مستقبل
کے متعلق کوئی خدشہ پیدا ہوا ہے بلکہ اس کی وجہ یہ
ہے کہ اسے اپنا مستقبل تاریک نظر آنے لگا ہے۔ وہ
خطرات جنہیں وہ غرناطہ سے بہت دور سمجھتا تھا اب
اسے غرناطہ کی چار دیواری کے قریب نظر آ رہے
ہیں۔ شہر کی ناکہ بندی اور اہل شہر کی بے چینی سے
وہ سخت پریشان ہے۔ اگر فرڈی نینڈ سے فوری امداد
کی امید ہوتی تو وہ شاید اس قدر مضطرب نہ ہوتا۔
لیکن فرڈی نینڈ نے اسے کے پیغام کا یہ جواب دیا
ہے کہ اسے ایک فیصلہ کن جنگ لڑنے کے لیے
تیاری کی ضرورت ہے۔ اس کی پریشانی کا یہ عالم
ہے کہ پہلے میں بڑی کوشش کے بعد اسے ملا کرتا تھا
لیکن اب وہ اپنی تسلیم کے لیے مجھے کبھی کبھی آدمی
رات کے وقت بھی بلا بھیجتا ہے اور کبھی میری قیام
گاہ پر خود بھی آ جاتا ہے۔ پرسوں ابو عبد اللہ نے
آدمی رات کے وقت مجھے بلا یا اور غرناطہ کے
حالات پر تشویش ظاہر کی۔ میں نے چند باتوں سے
اس کی پریشانی میں اضافہ کرنے کے بعد یہ کہہ دیا
کہ کیا یہ ممکن نہیں کہ آپ اور سلطان کے درمیان
مصالحت ہو جائے۔ ابو عبد اللہ کے منہ سے بے

اختیار نکل گیا کہ ”کاش یہ ممکن ہوتا۔ اگر میرا والد
مجھے معاف بھی کر دے تو میرے چچا کا دل کبھی
میری طرف سے صاف نہیں ہو گا۔“ آپ کے
متعلق بھی اس نے یہ خدشہ ظاہر کیا کہ آپ اس کے
خون کے پیاسے ہیں۔ میں نے اسے کہا کہ اگر
سلطان کی طرف سے صلح کے لیے سلسلہ جنبانی ہو تو
آپ کیا جواب دیں گے؟ اس نے کہا ”ان
حالات میں یہ سوچنا حماقت ہے کہ سلطان میرے
ساتھ مصالحت کی خواہش کرے گا۔ سرحدی عقاب
کی کامیابیوں کے بعد وہ مجھے ایک بے ضرر دشمن
خیال کرتے ہوں گے اور وہ میری طرف مصالحت
کا ہاتھ بڑھانے کی بجائے میرے گلے میں پھانسی
کا پھنداڑا نازیادہ پسند کریں گے۔“

میں نے کہا ”اگر میں نے سرحدی عقاب کو
سمجھنے میں غلطی نہیں کی تو غرناطہ کے معاملات کے
ساتھ اس کی دچکی سلطان کے ساتھ دوستی یا آپ
کے ساتھ دشمنی کی وجہ سے نہیں۔ اس کی وجہ صرف
یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کو نصرانیوں کے مقابلہ متحد اور
منظوم کرنا چاہتا ہے۔ اگر اسے آپ کی صاحبوتوں کا
علم ہو جائے تو ممکن ہے کہ وہ سلطان کو آپ کے حق

میں دست بردار ہونے پر مجبور کر دے۔“

ابو عبد اللہ دیر تک سوچتا رہا۔ بالآخر اس نے
مضطرب ہو کر کہا۔ ”لیکن مجھے کیسے یقین آئے کہ
سرحدی عقاب میرا ساتھ دے گا اور میرا والد ازش
یا میرے سوتیلے بھائی کو اپنا جانشین بنانے پر مصر
نہیں ہو گا۔“

”میں نے اسے جواب دیا کہ اس کی زندگی
کا سب سے بڑا متصد نظر انی حکومت کا تنخوا اللہ
ہے اور اس متصد کے لیے وہ غرناطہ میں خانہ جنگی
روکنے کے لیے اپنا ہر فیصلہ بد لئے پر آمادہ ہو ستا
ہے۔“

میری ان باتوں سے ابو عبد اللہ کو یہ امید ہو
گئی ہے کہ آپ غرناطہ پر حملہ کرنے سے پہلے
مصالححت کی کوشش کریں گے وہ اس بات پر آمادہ
ہو گیا تھا کہ مصالحت کے لیے ایک وفد آپ کی
خدمت میں بھیجا جائے لیکن مجھے یہ ڈر تھا کہ وہ تمام
سرکردہ لوگ جنہیں مصالحت کی صورت میں اپنی
جان کا خدشہ ہے ابو عبد اللہ کے ارادوں کی مخالفت
کریں گے اور وہ ابو عبد اللہ کی جگہ کسی اور بے
وقوف کو تخت پر بٹھا دیں گے اس کے علاوہ یہ بھی ہو

ستا ہے کہ وہ فرڈی نینڈ کو باپ اور بیٹے کی صلح سے پیدا ہونے والے خطرات سے آگاہ کر کے اسے فوری مداخلت پر آمادہ کر لیں، اس لیے میں نے انہیں بخبر رکھنے کے لیے ابو عبد اللہ کو یہ سمجھایا کہ آپ نے صلح کے لیے وندھیجنے میں پہل کی تو ممکن ہے کہ وہ اسے آپ کی کمزوری سے تغیر کریں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ آپ کے ساتھیوں میں سے اکثر سردار سزا سے بچنے کے لیے مصالحت سے پہلے ہی آپ کا ساتھ چھوڑ کر ان کے ساتھ جامیں یا آپ کو قید کر کے ان کے حوالے کر دیں۔ اس لیے یہ ضروری ہے کہ سر دست کسی پر اپنا ارادہ ظاہرنہ کریں اور ان کی طرف سے صلح کے ایلچی کا انتظار کریں۔ اور اب ابو عبد اللہ صلح کے ایلچی کا انتظار کر رہا ہے، اور میرا کام یہ ہے کہ میں اسے مایوس نہ ہونے دوں لیکن میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ فرڈی نینڈ کے زر خرید سردار آپ کی طرف سے صلح کے کسی ایلچی کو الحمراء کے پاس نہیں پہنچنے دیں گے اور ابو عبد اللہ کا کوئی قاصد بھی کھلے بندوں آپ تک نہیں پہنچ سستا اور مصالحت کی وہ گفتگو کبھی کامیاب نہیں ہو سکتی جس کا ان ملت فروشوں کو علم ہو۔

اس لیے آپ کو ایک بہت بڑے امتحان
میں ڈال رہا ہوں۔ میں نے یہ سوچا ہے کہ اگر آپ
رات کے وقت ایک خفیہ راستے سے الحمراہ میں
داخل ہو جائیں تو میں تھہائی میں آپ کے ساتھ ابو
عبداللہ کی ملاقات کا انظام کر سکتا ہوں۔ اگر میری
تجویز کا رگر ہو اور آپ پہریداروں کی نظر وہ سے
بچ کر الحمراہ میں داخل ہو جائیں تو یہ سمجھ لیجئے کہ آپ
ذ غرناطہ فتح کر لیا۔ ابو عبداللہ کو صرف یہ یقین
دلانے کی ضرورت ہو گی کہ اس کی جان کوئی خطرہ
نہیں۔ اس کے بعد آپ کا ہدایتہ اس کے لیے
ایک حکم کا درجہ رکھے گا۔ یہ ملاقات میرے اپنے
مکان کے ایک کمرے میں ہو گی۔ فرض کیجئے ابو
عبداللہ آپ کی ان باتوں سے مطمئن نہیں ہوتا اور
اس کی نیت میں فتور ہے تو بھی وہ سرحدی عقاب
کے ساتھ ایک کمرے میں بند ہو گا۔ آپ اس سے
ہر ایسے حکم پر دستخط کروں گے جو الحمراہ پر قبضہ
کرنے کے لیے ضروری ہو گا اور ایسے احکام کی تعمیل
کے لئے محل کے چند ایسے مجاہد موجود ہوں گے
جنہیں میں ابو الحسن کا وفادار سمجھتا ہوں۔ محل کے وہ
ملازم جو ملت فرسوں کے جاسوس ہیں کیے بعد

دیگرے اس کمرے میں بلائے جا سکیں گے اور
میری طرف سے ان کے لیے چار قوی ہیکل جبشی
جلادوں کا بھی انظام ہو گا۔

الحمد لله پر قبضہ ہو جانے کے بعد غرناطہ آپ
کے ہاتھ میں ہو گا۔ ابو عبد اللہ آپ کے اشاروں پر
ناچے گا۔ ملت فروش سرداروں کو چھوٹی چھوٹی
ٹولیوں میں محل کے اندر بلا یا جائے گا اور ان میں
سے ناقابل اصلاح عنصر کو جلادوں کے سپرد کر دیا
جائے گا۔ اس کے بعد ابو عبد اللہ کی طرف سے فوج
کو الحمد لله کے دروازے کے سامنے جمع ہونے کی
دعوت دی جائے گی اور ابو موسیٰ کو قید سے نکال کر
ان کے سامنے تقریر کے لیے بلا یا جائے گا۔ آپ یہ
اندازہ نہیں کر سکتے کہ سپاہیوں کے دلوں میں ابھی
تک موسیٰ کے لیے کس قدر محبت ہے۔

اس کے بعد ابو عبد اللہ جسے میں ذاتی طور پر
قابل معافی نہیں سمجھتا آپ کے رحم و کرم پر ہو گا۔

اب آپ کو فقط یہ بتانا باقی ہے کہ میں نے
آپ کے الحمد لله میں داخل ہونے کی کیا تجویز سوچی
ہے۔ میرا مکان دریا کی طرف الحمد لله کے کونے میں
ہے۔ آپ اگر اپنے تیراک ہوں تو کشتی کے مدد

کے بغیر دریا عبور کر کے دیوار کے قریب پہنچ سکتے ہیں۔ دیوار کے ساتھ آپ کو ایک بہت بڑا درخت ملے گا جس کا تنا دریا اس قدر جھکا ہوا ہے کہ اس کی شاخیں پانی کو چھوٹی ہیں۔ اس درخت سے دائیں طرف کوئی بیس قدم چلنے کے بعد تقریباً چالیس بالشت کی بلندی پر آپ کو میری مکان کا دریچہ نظر آئے گا۔ رات کے وقت یہ دریچہ روشن ہو گا۔ اس دریچے کے نیچے کھڑے ہو کر اگر آپ دیوار کے ساتھ ٹھوٹیں تو آپ کو ایک باریک رسی ملے گی۔ آپ اس رسی کو کھینچیں گے تو مجھے آپ کی آمد کی اطلاع ہو جائے گی اور میں رسی کی سیڑھی لئکا دوں گا۔ آپ بآسانی میرے کمرے میں پہنچ جائیں گے۔ اگر کوئی خطرہ کی بات ہوئی تو رسی کے نچلے سرے کے ساتھ آپ کو کاغذ کا ایک پر زہ بندھا ہوا ملے گا۔ آپ یہ پر زہ اتار کر لوٹ جائیں اور ان ہدایات پر عمل کریں جو اس میں درج ہوں گی۔

میں نے اس کے لیے چہار شنبہ کی رات تجویز کی ہے۔ اگر اس چہار شنبہ کو آپ نہ آ سکیں تو اگلے چہار شنبہ کی رات آ جائیں لیکن یہ چہار شنبہ اس لیے بہتر ہے کہ رات اندھیری ہو گی اور قرآن

سے معلوم ہوتا ہے کہ بادلوں کا ذریعہ چند دن تک اور
رہے گا۔

اگر میں در تپے کے سامنے آپ کے
استقبال کے لیے موجود نہ ہوا تو یہ سمجھتے کہ میں
عبداللہ کے ساتھ کسی دوسرے کمرے میں بیٹھا
ہوں لیکن میری عدم موجودگی میں ربیعہ آپ کی
رہنمائی کرے گی۔ چهارشنبہ کی رات ابو عبد اللہ
میرے ہاں مدعو ہو گا۔ آپ اس بات پر حیران نہ
ہوں۔ جب سے ابو عبد اللہ نے ربیعہ کو دیکھا ہے وہ
مختلف بہانوں سے میرے ہاں چلا آتا ہے۔ کل
اس نے در پرده ربیعہ کو شادی کا پیغام بھیجنے کی
حماقت کی تھی۔ ربیعہ پیغام لانے والی لوڈنگی کے
بال نوچنے کے لیے تیار ہو گئی تھی لیکن اسنجلا کی
مدخلت سے معاملہ رفع دفع ہو گیا۔ میرے سامنے
ابو عبد اللہ اپنی خواہشات کی ترجمانی کے لیے
اشاروں پر اکتفا کرتا ہے۔ ان حالات میں میں یہ
محسوں کرتا ہوں کہ میں زیادہ دیر الحمرا میں نہیں ٹھہر
سکوں گا۔

میں آپ کو ایک خطرناک مہم پر بلا رہا ہوں
اور کامیابی کا پورا یقین بھی نہیں دلا یا جاستا۔ الحمرا

کے قریب پہنچنے کے بعد آپ کا ہر قدم زندگی اور
موت کے درمیان ایک نہایت نگ و تاریک
راستے پر ہوگا۔ اس لیے میری ہدایات پر عمل کرنے
سے پہلے اچھی طرح سوچ لیجئے۔ ممکن ہے کہ آپ
رات کے وقت الحمراء میں ایک چور دروازے سے
داخل ہوں اور صبح کے وقت آپ کے ساتھیوں کے
لیے غرناطہ کے تمام دروازے کھل جائیں اور یہ بھی
ہو سکتا ہے کہ آپ کے ساتھ میں بھی کسی ایسے
تاریک گوشے میں پھینک دیا جاؤں جہاں سے
دوبار نظرنا نصیب نہ ہو اور ہمارے ساتھ غرناطہ کا
مستقبل بھی دن ہو جائے۔ میرا اپنی اگر آپ کے
پاس یہ طویل مراسلہ پہنچا دے تو یہ ضروری ہے کہ
جب تک یہ کام پورانہ ہو جائے آپ اسے غرناطہ نہ
چھپیں اور آپ کے آدمی اسے ایک معز زمہمان کی
حیثیت میں اپنے پاس رکھیں۔ مجھے اس کی نیک
نیت پر بھروسہ ہے لیکن احتیاط ضروری ہے۔ فرڈی
نینڈ کے جاسوس آپ کو پکڑوانے والے آدمی کو
سو نے میں تو لئے کے تیار ہوں گے،

”ابوداؤڈ“

دوبارہ خط پڑھنے کے بعد بدر بن مغیرہ کمرے میں اپنی کی موجودگی کا احساس

کیے بغیر اٹھ کر ٹہلنے لگا۔ خط کے الفاظ مختلف معانی کے ساتھ اس کے ذہن میں گھوم رہے تھے۔ وہ تصویر میں الحمراء کی چار دیواری دیکھ رہا تھا۔ انہیں رات میں ایک در تپے سے داخل ہونے کے بعد وہ ربیعہ کے سامنے کھڑا تھا اور محبت کے آنسوؤں میں بھیگی ہوئی مسکرا ہیں اس کا خیر مقدم کر رہی تھیں۔ ”ربیعہ! ربیعہ“ اس نے اپنے دل میں اطیف اور خوشگوار و حضر کنیں محسوس کیں۔ ”اے ابو عبد اللہ کے ناپاک ارادوں سے خدشہ ہے،“ اس کا خون کھولنے لگا اور ”وہ عبد اللہ کی طرف سے شادی کا پیغام لانے والی لوٹڈی کے بال نوچنے کے لیے تیار تھی!“ وہ مسکرا رہا تھا۔

لیکن جھوٹی دیر بعد یہ لطیف جذبات باند منصوبوں میں دب کر رہ گئے۔ وہ اپنی مہم کے تمام پہلوؤں پر غور کرنے لگا۔ الحمراء میں ابو داؤد کی موجودگی کے باوجود ابو عبد اللہ کی بغاوت سے اس کے دل میں ابو داؤد کے متعلق جو شکوک پیدا ہوئے تھے وہ اس خط پڑھنے کے بعد دور ہو چکے تھے..... ”میں آپ کو ایک خطرناک مہم پر بلا رہا ہوں اور کامیابی کا پورا یقین بھی نہیں دلائے تا۔ الحمراء کے قریب پہنچنے کے بعد آپ کا ہر قدم زندگی اور موت کے درمیان ایک تنگ و تاریک راستے پر ہو گا اس لیے میری ہدایات پر عمل کرنے سے پہلے اچھی طرح سوچ لیجئے،“ ابو داؤد کے یہ الفاظ اس کے کانوں گو نجتے لگے۔

”میں ضرور جاؤں گا“۔ اس کا آخر فیصلہ تھا۔

(۲)

رات کے وقت موسا ادھار بارش ہو رہی تھی۔ ابو داؤد اپنے مکان کے اس کمرے میں جس کا دریچہ دریا کی طرف کھلتا تھا۔ بے قراری کے ساتھ ٹہل رہا تھا۔ ایک جبشی غام کمرے میں ایک کونے میں بیٹھا ہوا تھا۔ کمرے کی دیوار کے ایک گھنٹی

لٹک رہی تھی۔ ابو داؤد مایوس سا ہو کر ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ وہ شاید آج نہ آئے۔ اس نے جبشی غلام کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

جبشی نے جواب دیا ”ایسے طوفانوں میں دریا عبور کرنا آسان نہیں“۔

تحمودی دیر دونوں خاموشی سے ایک دہرے کی طرف دیکھتے رہے۔ اچانک دیوار کی گھنٹی کے ساتھ بندھی ہوئی رسی کو جنبش ہوئی اور گھنٹی بجھن لگی۔

ابو داؤد نے کہا ”وہ آگیا“۔

غلام نے جلدی سے انٹھ کر رسیوں کی سیڑھی نیچے لٹکا دی اور تحمودی دیر بعد سیڑھی کے نچلے سر پر بو جھے محسوس کرتے ہوئے بولا۔ ”وہ اوپر چڑھ رہا ہے۔“ چند لمحات اور گزر جانے کے بعد وہ بولا۔ ”میرا خیال ہے کہ اب وہ نصف سے زیادہ باند پر آگیا ہو گا اگر اب رسی کاٹ دی جائے وہم سے کسی اور طریقہ سے قتل کرنے کی تکلیف سے نجح جائیں گے۔“

”آہستہ بولو۔ وہ ہم سے زیادہ ہوشیار ہے۔ اس نے خود اور پر آنے سے پہلے کسی اور کو اوپر بھیجا ہو گا۔“

جبشی نے دبی ہوئی آواز میں کہا ”تا ہم جب وہ قریب آجائے گا تو آپ اس کی آواز سے اسے پہچان سکیں گے اور میری تکوار آپ کے اشارے کی منتظر رہے گی“۔

ابو داؤد نے اپنے ہونتوں پر انگلی رکھ کر اسے خاموش رہنے کی ہدایت کی اور در تپھ سے سر نکال کر باہر جھانکنے لگا۔ بھلی چمکی اور اسے چند گز کے فاصلے پر ایک نقاب پوش سیڑھی چڑھتا ہوا دکھائی دیا۔

اس نے آہستہ سے کہا ”خدا کا شکر ہے کہ آپ آگئے“۔

نقاب پوش نے اس کی بات کوئی جواب نہ دیا۔ ابو داؤد نے قدرے تامل کے بعد پھر ”آپ تنہا ہیں نیچے کوئی اور بھی ہے؟“

نقاب پوش نے آخری دو تین قدم جلدی جلدی اٹھانے کے بعد درتپے میں اندر داخل ہو کر اطمینان کا سائز لیتے ہوئے کہا۔ ”تاکی میں مجھے محل کا یہ کونا تلاش کرتے ہوئے دیر ہو گئی۔ دریا کا پانی بہت تیز تھا۔“

ابو داؤد نے کہا۔ ”آپ سردی سے آئے ہیں۔ چلنے والے کمرے میں کپڑے بدل لیجئے۔“

بدر بن مغیرہ نے نقاب اٹارتے ہوئے کہا۔ ”میں ایسے موسم میں پھر نے کا عادی ہوں۔“

ابو داؤد نے کہا ”مجھے یقین تھا کہ آپ ضرور آئیں گے۔“

”آپ نے مجھے فرض کی طرف بلا�ا تھا۔“

”آئئے یہاں کھڑا رہنا مناسب نہیں۔“

بدر بن مغیرہ ابو داؤد کے ساتھ ایک کشادہ کمرے میں داخل ہوا جو نیا نیت قائمی تالینوں اور کرسیوں سے مزین تھا۔ ابو داؤد نے بدر بن مغیرہ کو ایک کرسی پر بٹھاتے ہوئے کہا ”ابو عبد اللہ اوپر کے کمرے میرے نوکر کے ساتھ شترنخ کھیل رہا ہے۔ آپ بہت دیر سے پہنچ لیکن یہ خوش قسمتی ہے کہ شترنخ کے شوق نے اسے گھر جانے سے روک رکھا ہے۔ وہ نوکر قابل اعتماد نہیں لیکن اس میں یہ خوبی ہے کہ وہ ابو عبد اللہ کو صحیح تک شترنخ میں مصروف رکھ سنتا ہے۔ محل سراواںوں کو یہ اطلاع پہنچ چکی ہے کہ وہ شترنخ کھیلنے میں مصروف ہے اس لیے اگر وہ صحیح تک بھی یہاں بیٹھا رہے تو کوئی اسے بلا نہیں آئے گا۔ آپ یہاں بیٹھیں میں کسی بہانے اس نوکر سے نجات

حاصل کرنے کے بعد آپ کو اوپر بالا لوں گا۔ اور اس کے بعد آپ کو معلوم ہے کہ آپ کو کیا کرنا ہے۔ آپ کے برابر والے کمرے میں وہ چار جبشی جلا دم موجود ہیں جنہیں بروقت بلا یا جاستا ہے۔ میں جاتا ہوں۔ آپ اطمینان سے بیٹھیں یہاں کوئی خطرہ نہیں۔

(۳)

ابو داؤد کمرے سے باہر نکل گیا اور بدر بن مغیرہ کمرے کا جائزہ لینے لگا۔ اچانک اسے ایک طرف سے کسی کے پاؤں کی آہٹ سنائی دی۔ اس نے مرکر دیکھا اور اضطراری حالت میں اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ ربیعہ اس کے سامنے کھڑی تھی اور بہوت ہو کر اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔

ربیعہ! اس کے منہ سے بے اختیار انکا۔

اور وہ سہی ہوئی آواز میں بولی، ”آپ..... آپ یہاں کیوں آئے؟“
بدر بن مغیرہ اس کی پریشانی کی وجہ نہ سمجھ سکا۔ اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ”
کیا آپ کو میرا یہاں آنا ناگوار گزر رہے؟“

وہ بے اختیار ہو کر آگے بڑھی اور بولی۔ ”میں ہر رات ایسے خواب کی تمنا کیا کرتی تھی لیکن کاش یہ ایک خواب ہوتا مگر یہ کسی ناخوشگوار خواب کی تعبیر ہے.....
ایک ہولناک تعبیر..... آپ یہاں سے نکل جائیں، خدا کے لیے۔“

بدر بن مغیرہ نے پریشانی کے باوجود مسکرانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ ”
یہاں مجھے کوئی خطرہ نہیں۔ تمہیں شاید معلوم ہیں کہ میں تمہارے باپ کی دعوت پر
یہاں آیا ہوں۔“

”میں جانتی ہوں،“ اسنجلانے مجھے سب کچھ بتا دیا ہے۔ آپ ایک خطرناک

سازش کا شکار ہو چکے ہیں۔ ابھی وقت ہے خدا کے لیے جلدی کیجئے!

بدربن مغیرہ نے کہا۔ ”کیا ابو عبد اللہ اس وقت اوپر کے کمرے میں نہیں؟“

”یہ سب جھوٹ ہے۔ میں دوسرے کمرے میں دروازے کے ساتھ لگ کر ساری باتیں سن چکی ہوں۔ اگر اس کمرے کے دروازے اندر سے بند نہ ہوتے تو میں جان پر کھیل کر بھی آپ کو خطرے سے آگاہ کر دیتی۔“

”لیکن مجھے یقین نہیں آتا کہ تمہارا باپ.....“

”آپ میرے باپ کو مجھ سے زیادہ نہیں جانتے۔ آپ کو یاد نہیں جب ہم آپ کے پاس سرحدی قلعے میں ٹھہرے ہوئے تھے تو میں نے آپ سے کہا تھا کہ میں نے ایک خواب دیکھا تھا کہ نصرانیوں نے آپ پر حملہ کر دیا ہے۔“

”مجھے یاد ہے۔“

”وہ میرا خواب نہیں تھا۔ مجھے اپنے باپ کی سازش کا علم ہو چکا تھا اور اب آنجلانے مجھے اس سازش سے باخبر کیا ہے۔“

بدربن مغیرہ نے اپنے چہرے پر ایک مغموم مسکراہٹ لاتے ہوئے کہا۔ ”اگر یہ سازش ہے تو اس قدر مکمل ہو گی کہ اب بھاگنے کی کوشش بے سود ہے۔ وہاں سے رسیوں کی سیڑھی ہی غائب نہیں ہو گی بلکہ چار دیواری کے نیچے ان کے آدمی پہنچ چکے ہوں گے۔ لیکن ربیعہ! قدرت کو اگر مجھ سے کوئی کام لینا مقصود ہے تو کوئی میرا کچھ نہیں بگاؤ سکے گا۔“

”وہ آپ کے خون کے پیاسے ہیں۔“ ربیعہ نے آنکھوں میں آنسو لاتے ہوئے کہا۔

”مردہ قو میں شہیدوں کے خون کے بغیر زندہ نہیں ہوا کرتیں۔ لیکن ربیعہ اب

شاید بہت تمہوڑا وقت باقی ہو۔ میں تم سے بہت کچھ کہنا چاہتا تھا۔“

دور سے چند آدمیوں کے پاؤں کی آہٹ سنائی دی۔ ربیعہ نے بے اختیار آگے بڑھ کر اس کا بازو پکڑ لیا اور بچکیاں لیتے ہوئے بولی۔ ”بہت کچھ کہنے کا وقت نہیں۔ صرف اتنا کہہ دیجئے کہ ”ربیعہ تم میری ہو اور میں تم سے انفرت نہیں کرتا۔ نہیں، نہیں مجھے جدانہ کیجنے نہیں دیکھ لینے دیجئے۔ وہ شاید ابو عبد اللہ کو ساتھ لے کر آ رہے ہیں۔ ابو عبد اللہ کو دیکھ لینے دیجئے کہ وہ جس کے لیے میں نے غرناطہ کی ملکہ کا تاج ٹھکرایا ہے کون ہے۔ بدرا! میرے بدرا! میرے آقا! اگر یہ وقت نہ آتا تو میں شاید عمر بھر تمہیں یہ بتانے کی جرأت نہ کرتی کہ میں تم سے محبت کرتی ہوں۔ تمہارے ساتھ زندہ رہنے کی تمنا کرنا میرے تخیل سے باندھتا لیکن موت میں تمہارا ساتھ دینے سے مجھے کوئی نہیں روک سکتا۔“

”ربیعہ! میں تمہیں اپنی زندگی سے زیادہ عزیز سمجھتا ہوں۔ خدا کے لیے جاؤ وہ آرہے ہیں۔ تمہیں یہاں دیکھ کروہ کیا کہیں گے۔“

”وہ یہ کہیں گے کہ مجھے آپ سے محبت ہے اور میں ان سے یہ کہوں گی کہ ان لس میں بدر بن مغیرہ کے سوا وہ کون ہے جس کی تلوار ہسپانیہ کی مظلوم اور بے کس اڑکیوں کی عصمت کی حفاظت کے لیے باندھوئی ہے..... وہ کون جس کی نگاہ میں فرشتوں کی سی پا کیزگی ہے۔“

کمرے کا دروازہ کھلا اور ابو داؤد اور عبد اللہ کے ساتھ آٹھ دس آدمی نیزے تانے اندر داخل ہوئے۔ ربیعہ کو وہاں دیکھ کر ابو داؤد نے پریشان سا ہو کر کہا۔ ”

ربیعہ! تم یہاں کیوں کھڑی ہو۔ جاؤ اپنے کمرے میں۔“

ربیعہ ایک قدم آگے بڑھی اور اپنے باپ کی طرف غصے سے کامنی ہوئی آواز

میں بولی۔ ”کہنے آپ نے ان کے کیا سزا تجویز کی ہے۔ ہم دونوں ایک ہی کشتی میں سوار ہیں اگر یہ غرباطہ کے متعلق نیک خواہشات رکھنے کے مجرم ہیں تو میں بھی مجرم ہوں“۔

ابوداؤد نے کھسیانہ ہو کر کہا۔ ”ربیعہ کو بھی بھی دماغی بیماری کا دورہ پڑا کرتا ہے۔ ہوش میں آنے کے بعد اسے یاد بھی نہیں ہو گا کہ یہ جنون کی حالت میں کیا کچھ کہہ چکی ہے“۔

ربیعہ کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن ابوداؤد نے آگے بڑھ کرا سے بازو سے پکڑ لیا اور کھینچتا ہوا وسرے کمرے میں لے گیا۔

ابو عبد اللہ کچھ دری پر بیٹانی کی حالت میں بدر بن مغیرہ کی طرف دیکھتا رہا۔ بالآخر اس نے سپاہیوں کی طرف اشارہ کیا اور وہ نیزے تان کرنصف دائرے کی شیکل میں اس کی طرف بڑھنے لگے۔ بدر بن مغیرہ نے جلدی سے اپنی تلوار نکالی اور اسے عبد اللہ کی طرف پھینکتے ہوئے کہا۔ ”ایک آدمی کو گرفتار کرنے کے لیے آپ کو اتنے آدمی لانے کی ضرورت نہ تھی“۔

ابو عبد اللہ کے اشارے پر ایک سپاہی نے ایک تلوار اٹھا لی اور وہ مضمٹن ہو کر آگے بڑھا اور بولا۔ ”مجھے امید نہ تھی کہ تم الحمراء میں داخل ہونے کے لیے اس قدر احتفانہ جرأت کا مظاہرہ کرو گے“۔

بدر بن مغیرہ نے جواب دیا۔ ”اگر قصر الحمراہ میں عقل سے مراد فریب، دھوکا اور بزدلی ہے تو مجھے اپنی حماقت کا افسوس نہیں ہونا چاہیے“۔

ابو عبد اللہ نے لا جواب سا ہو کر کہا۔ ”میرے خیال میں ایسی باتیں کرنے کے لیے یہ جگہ موزوں نہیں۔ محل کے ایک کمرہ میں جو تمہاری شان کے شایان ہے بہت

سے لوگ تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ تم اپنی بھلانی کے لیے میرے سپاہیوں کے حکم کی تقلیل کرو گے۔

ابو عبدالله باہر نکل گیا اور سپاہیوں نے بدر بن مغیرہ کو ایک تنگ گھیرے میں لے لیا۔ ایک سپاہی تھکڑیاں لے کر آگے بڑھا اور بدر بن مغیرہ نے کسی تذبذب کے بغیر اپنے ہاتھ آگے کر دیئے۔

بدر بن مغیرہ سپاہیوں کی کثری نگرانی اور قندیلوں کی روشنی میں مختلف برآمدوں میں سے گزرتا ہوا دارالاسود میں داخل ہوا۔ راستے میں ہر قدم پر چمکتی ہوئی تلواروں کا پہراہ دیکھ کر اس نے محسوس کیا کہ بھاگنے کی کوشش نہ کرنے کے متعلق اس کا فیصلہ صحیح تھا۔

(۳)

”مجھے چھوڑ دو، مجھے چھوڑ دو۔“ ربیعہ نے ابو داؤد کی آہنی گرفت سے آزاد ہونے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

ابو داؤد نے اسے دھنادے کر بستر پر پہنکتے ہوئے کہا۔ ”پلی اڑ کی اگر تمہیں اپنی عزت کا خیال ہیں تو میرے سفید بالوں کا ہی لحاظ کرو۔ تم نے مجھے اس قابل نہیں چھوڑا کہ میں غرناطہ کے ذیل ترین آدمی کے سامنے بھی آنکھ اٹھا سکوں۔“

ربیعہ نے منہج کر بیٹھتے ہوئے اپنے باپ کی طرف دیکھا اور اٹھ کر بے اختیار اس کے پاؤں پر پر گرتے ہوئے چلائی۔ ”خدا کے لیے اس کی جان بچائیں۔ اگر میرے لیے نہیں تو غرناطہ کے لیے۔ اپنی بیٹی کے لیے نہیں تو اندرس کی لاکھوں مظلوم بیٹیوں کے لیے۔ میں وعدہ کرتی ہوں کہ میں کبھی اس کا نام نہ لوں گی ورنہ میں آگ میں جل جاؤں گی۔ الحمراء کے سب سے اوپرے برج پر چڑھ کر چھلانگ لگا

دلوں گی۔“

ابوداؤ داپنے سینے پر پتھر کا دل رکھتا تھا لیکن اس میں انسانیت کی ایک چنگاری روشن تھی۔ اور وہ ارادوں کے باوجود اس چنگاری کو مسل نہ سکا۔ اس کے دل میں انسانیت کے اطیف نغمے پیدا کرنے والے تمام تاریث چکے تھے لیکن ایک تارابھی تک باقی تھا۔ وہ تار جس میں ربیعہ کے آنسو ارتعاش پیدا کر سکتے تھے۔ دنیا کے لیے وہ سفا ک انسان تھا۔ ایک ایسا بے رحم انسان تھا جو اپنی معمولی سی خواہش کی تکمیل کے لیے کسی ہنچکچا ہٹ کے بغیر ہزاروں انسانوں کو موت کے گھاٹ اتنا رستا بنا تھا۔ لیکن ربیعہ کے لیے وہ ایک باپ تھا۔ اپنی تمام بری خصلتوں کے باوجود وہ اپنے دل میں انسانیت کی اس سلگتی ہوئی چنگاری کو مسل نہ سکا جسے ربیعہ کی معصوم مسکراہٹوں نے روشن کیا تھا۔

ابوداؤ نے ربیعہ کو دوبارہ دھنکا دینے کے ہاتھ اٹھائے لیکن وہ شفقت پدری کے ان سنبھری تاروں میں الجھ کر رہ گئے جنہیں توڑ ڈالنا اس کے بس کی بات نہ تھی۔ ربیعہ کے آنسو اس پاؤں پر گرے۔ اس نے پیچھے ہٹنے کی کوشش کی لیکن وہ اس کی ٹانگوں سے بری طرح چمٹی ہوئی تھی۔ اس نے نیچے جھک کر اس کے سر پر ہاتھ رکھ دینے۔ اور پھر اسے بازوؤں سے پکڑ کر اوپر اٹھانے کی کوشش کرنے لگا۔

باپ اور بیٹی ایک دوسرے کے سامنے کھڑے تھے۔ ایک لمحہ کے لیے ابوداؤ د نے محسوس کیا کہ ربیعہ کی آنکھوں میں چھملکتے آنسوؤں کے سامنے اس کی زندگی کی ہر خواہش بے حقیقت ہے۔ اس نے مغموم لمحے میں کہا۔ ”ربیعہ! کاش مجھے معلوم ہوتا کہ اس کے لیے تمہاری دیوانگی اس حد تک پہنچ چکی ہے۔ میں اسے بچانے کی کوشش کروں گا لیکن.....“

ربیعہ نے سر اپا التجا بن کر کہا۔ ”ابا جان! آپ سب کچھ کر سکتے ہیں۔ اس کی موت غرناطہ کی تباہی کا پیش خیمه ہو گی“۔

”مجھے غرناطہ کی پرواہیں۔ میں فقط تمہارے آنسوؤں کی قیمت ادا کرنا چاہتا ہوں۔“

ابو داؤد یہ کہہ کر دوسرے کمرے میں داخل ہوا۔ ایک الماری کھول کر اس نے ایک شیشی نکالی اور دو اکے چند قطرے ایک پیالی میں ڈال کر ربیعہ کے پاس آ کھڑا ہوا اور بولا ”لویہ پی لویٹ جاؤ تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں“۔

ربیعہ نے کاپنے ہوئے ہاتھ سے پیالی ہاتھ میں لے کر باپ کی طرف دیکھا اور کہا۔ اگر اس کے لیے بھی آپ نے اسی قسم کا زہر تجویز کیا ہے تو میں اسے خوشی کے ساتھ قبول کرتی ہوں لیکن کاش آپ اپنے مجروح احساسات کی تسلیم کے لیے میری موت کافی سمجھتے اور اندرس کے مسلمانوں سے ان کا آخری سہارانہ چھینتے۔“

ربیعہ نے پیالی اپنے ہونتوں کے قریب لے جا کر اپنے باپ کی طرف دیکھا۔ اچانک ساتھ والے کمرے سے انجلا نمودار ہوئی اور اس نے چلا کر کہا۔ ”ربیعہ خدا کے لیے اسے مت پینا“۔ اس نے بھاگ کر ربیعہ کے ہاتھ سے پیالی چھیننے کی کوشش کی لیکن ربیعہ نے فوراً ایک گھونٹ پینے کے بعد پیالی فرش پر پھینک دی۔ ابو داؤد کے ہونتوں پر ایک معنی خیز مسکراہٹ تھی۔ انجلا مبہوت اپنی سوتیلی بہن کی طرف دیکھ رہی تھی اور ربیعہ ایک فاتحانہ انداز میں ان دونوں کی طرف دیکھ رہی تھی۔

”ربیعہ! تم نے کیا کیا؟ انجلا یہ کہہ کر اس کے ساتھ لپٹ گئی اور اپنے باپ کی طرف دیکھ کر کاپنی ہوئی آواز میں بولی۔ اس زہر کی ایک پیالی مجھے بھی لاد تھی۔ ہم دونوں نے ایک ہی سانپ کے گھر میں جنم لیا ہے، ہمارا انجم بھی ایک ہی جیسا ہونا

چاہئے۔“

”تم دونوں پاگل ہو گئی ہو۔ میں نے ربیعہ کو خواب آور دوائی دی ہے جب تک میری کوششوں کا کوئی خوشنگوار نتیجہ نہیں تکملا رہی تھے کا ہوش میں رہنا اس کے لیے تکلیف دہ ہو گا۔“ یہ کہتے ہوئے ابو داؤد نے ربیعہ کو بازو سے بکڑ کر بستر پر بٹھا دیا اور کمرے سے باہر نکل آیا۔ ابھی وہ دس قدم سے زیادہ دور نہیں گیا تھا کہ آنجلانے بھاگ کر پیچھے سے اس کا دامن پکڑ لیا اور اور کہا ”ابا جان! اسے ضرور بچائیں۔ ربیعہ اس کے بغیر زندہ نہیں رہے گی۔“

ابو داؤد نے مغموم لمحے میں کہا۔ ”آنجلانے اپنے ہاتھ سے بکھیرے ہوئے کا نئے سینے جا رہا ہوں۔ ڈر ہے کہ حصول مقصود کی بجائے میرے اپنے ہاتھ زخمی نہ ہو جائیں۔ جب تک ربیعہ کو نیند نہ آجائے تم سے تسلی دیتی رہو کر وہ فتح جائے گا۔“

”لیکن میں صرف یہ جاننا چاہتی ہوں کہ آپ اسے بچانے کے لیے اپنی تمام طاقت صرف کر دیں گے۔“

ابو داؤد نے بکڑ کر کہا۔ ”آنجلانے مجھے پریشان نہ کرو۔ تم ربیعہ کی بہن ہو لیکن میں اس کا باپ ہوں،“

آنجلاربیعہ کے کمرے کی طرف لوٹ آئی۔ وہ بار بار اپنے دل میں کہہ رہی تھی ”کاش! تم ایک باپ ہوتے۔“

وہ ربیعہ کے بستر پر اس کے ساتھ اپٹ کی بیٹھی گئی۔ ربیعہ کی آنکھوں پر غنو دگی طاری ہو رہی تھی۔ اس نے اوپنگھتے اوپنگھتے اپنا سرا آنجلانے کی گود میں رکھ دیا اور بولی۔ ”آنجلانے! اگر انہیں بچانے کی کوئی امید ہوتی تو مجھے بے ہوشی کی دوانہ دی جاتی۔“

آنجلانے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔ ”مجھے یقین ہے کہ وہ سرحدی عقاب

کے متعلق فیصلہ کرنے سے پہلے کئی مرتبہ سوچیں گے۔ ابو عبد اللہ کو یقیناً اس بات کا احساس ہوگا کہ اس کے سپاہی غرناطہ کی اینٹ سے اینٹ بجادیں گے۔“

”اگر ابو عبد اللہ کو یہ احساس ہوتا تو وہ اپنے باپ کے خلاف بغاوت ہی کیوں کرتا۔ اسے یہ معلوم ہے کہ وہ بدترین اذیتیں برداشت کرنے کے باوجود بھی غرناطہ کوتاخت و تاراج کرنا گوارا نہیں کریں گے۔“

”لیکن غرناطہ کے عوام سرحدی عقاب کے نام پر جان دیتے ہیں۔ وہ معمولی سی سختی بھی برداشت نہیں کریں گے۔“

ربیعہ نے کہا۔ ”تم نادان ہو۔ عوام کی نگاہوں کے سامنے الحمراء کی باند دیواریں حائل ہیں۔ الحمراء کے راز الحمراء میں ہی دفن رہیں گے۔“

”تاہم مجھے یقین ہے کہ امراء اپنی جان کے خوف سے سرحدی عقاب کے خلاف ابو عبد اللہ کے برعے ارادوں کی مخالفت کریں گے۔“

”نہیں بلکہ زیادہ احتمال اس بات کا ہے کہ ابو عبد اللہ اپنی جان کے خوف سے ان ملت فردوں کی خواہشات کی تکمیل کرے گا جو فرڈی نینڈ کے ساتھ غرناطہ کا سودا کر چکے ہیں۔ فرڈی نینڈ کو غرناطہ پر حملہ آور ہونے سے اگر کوئی بات روکے ہوئے ہے تو وہ سرحدی عقاب کا خوف ہے۔ اس کے قتل کے بعد غداروں کو اس بات کا اطمینان ہوگا کہ انہیں اس کے ساتھیوں کے انتقام سے بچانے کے لیے فرڈی نینڈ کی فوجیں پہنچ جائیں گی۔“

انجلانے مایوس ہو کر کہا۔ ”ربیعہ! ابا جان یقیناً اسے بچالیں گے لیکن فرض کرو ان کی کوشش بھی کامیاب نہیں ہوتی تو ہمیں کرنا چاہیے۔“

ربیعہ نے آنکھیں کھول کر اس کی طرف دیکھا اور اچانک اٹھ کر بیٹھ گئی۔“

انجلا میں مالیوں نہیں، میں ایک ایسی ذات پر ایمان رکھتی ہوں جس نے ابراہیم کو آگ سے نکالا تھا۔ کیا یہ ممکن ہے کہ ہم اس وقت حرم سراتک پہنچ سکیں۔ میرا دل گواہی دیتا ہے کہ ملکہ ابو عبد اللہ کی کی بیوی ہماری مدد کریں گی۔ میں جانتی ہوں کہ وہ ان کی قدر کرتی ہیں۔ میں حیران ہوں کہ میں نے پہلے یہ کیوں نہ سوچا۔“

انجلا نے کہا۔ ” محل سرا کا چھانٹک اس وقت بند ہو گا لیکن چونکہ ابو عبد اللہ اس وقت اپنے دربار میں ہے اس لیے پھر یہاں اور خواجہ سرا اس کے انتظار میں جاگ رہے ہوں گے۔ میرا ہمار بند دروازوں کو کھلوانے کے لیے کافی ہو گا اور الحمرا میں سرحدی عقاب کے داخل ہونے کی خبر ایسی نہیں کہ ملکہ اور چھوٹی بیگم بے وقت جگائے جائے پر برہم ہوں۔ چلو! یہ بھی خدا کا شکر ہے کہ امی جان گھری نیند میں خڑائی لے رہی ہیں۔“

ربیعہ نے بستر سے اٹھ کر انجلا کے ساتھ دو تین قدم اٹھائے لیکن اس کی آنکھوں کے سامنے تاریکی چھا گئی۔ وہ ڈگر کا کرگر نے کوئی کہا نہ اسے سہارا دے کر بستر پر لشادیا اور بولی۔

”تم پر دوا کا اثر ہو چکا ہے۔ میں جاتی ہوں۔ تم میری کامیابی کے لیے دعا کرو۔“

ربیعہ نے نیم خوابی کی حالت میں اپنا ہمارا تار کر کر انجلا کی بڑھاتے ہوئے کہا۔ ” یہ بھی لے جاؤ۔“



مجاہد اور غدار

(۱)

ابوداؤ مختلف خیالات کی کاش مکش میں الحمراء کے اس ایوان کی طرف جا رہا تھا
جہاں اس کے خیال کے مطابق بدر بن مغیرہ اور اس ساتھ ہی غرناطہ کی قسمت کا فیصلہ
ہونے والا تھا۔

وہ راستے میں چلتے چلتے رک جاتا اور کسی فیصلہ پر پہنچ بغير آگے چل دیتا۔
زندگی میں پہلی بار وہ یہ محسوس کر رہا تھا کہ اس کی قوت برداشت جواب دے سکی ہے
۔ ایک ساعت قبل وہ اپنے عروج کی آخری باند تک پہنچنے کے لیے تمام راستے صاف
کر چکا تھا۔ بدر بن مغیرہ کو دام فریب میں لانا اس کی زندگی کا سب سے بڑا کارنامہ
تھا۔ اس کے عوض میں وہ فرڈی نہیں سے بڑے سے بڑا انعام مانگ سنبتا تھا۔ وہ اس
کی فوج کے لئے غرناطہ کا راستہ صاف کر چکا تھا۔ جب چند دن قبل اس نے ابو عبد اللہ
کو یہ یقین دلا�ا تھا کہ میں عنقریب سرحدی عقاب کو پابند نہیں آپ کے سامنے پیش کر
دوسرا تو اس نے یہ کہا تھا کہ مجھے اگر آپ ہوا میں اڑ کر بھی دکھائیں تو مجھے بھی اس
 وعدے پر یقین نہیں آئے گا لیکن آج اس نے ابو عبد اللہ اور اس کے تمام ساتھیوں کو
اپنی عظمت کے سامنے سرجھانا نے پر مجبور کر دیا تھا۔ آج سے ایسے یقین تھا کہ ابو
عبد اللہ اور اس کے ساتھی اس کے ہاتھ میں کٹھ پتلیاں ہوں گے اور غرناطہ کے تحنت و
تاج پر قبضہ کرنے کے متعلق اس کے خوابوں کی تعبیر کا وقت آچکا ہے۔ ابو عبد اللہ اس
کی بساط سیاست کا ایک ایسا مہرہ تھا جسے وہ ضرورت کے وقت اپنی جگہ سے ہٹا سنبتا
تھا۔ اسے مالکہ پر حملہ کرنے کی ترغیب دے کر وہ فرڈی نہیں کو کھلے دروازوں غرناطہ
میں داخل ہونے کا موقع دے سنبتا تھا۔

لیکن ربیعہ کا خیال آتے ہی وہ خیالات کی ایک اور رو میں بننے لگا۔ کیا میری تمام کوششیں ربیعہ اور انجلاء کو دنیا بھر میں معزز ترین خواتین بنانے کے لیے نہیں؟ ربیعہ پلٹی اس کے ساتھ محبت کرتی ہے۔ کیا وہ اس کی موت کا صدمہ برداشت کر سکے گی؟ کیا ربیعہ کو ہمیشہ کے لیے مغموم بنا کر میں غرناطہ کا سلطان بننے کے باوجود بھی خوش رہ سکوں گا.....؟ کیا کوئی ایسی صورت ہے کہ سرحدی عقاب کی جان بچانی جاسکے؟ کوئی ایسی صورت جس سے میرا مستقبل خطرے میں پڑے؟“

اس کے دماغ میں ان سوالات کا جواب ”نہیں“ کے سوا کچھ نہ تھا۔ وہ جانتا تھا کہ آج رات بدر بن میرہ کی قسمت کا فیصلہ ہو جائے گا اور وہ اپنی امیدوں کے تمام قلع مسار کئے بغیر اس کی حمایت میں کچھ نہیں کہہ سکے گا۔ اس نے سوچا اگر میں اسے بچانے کی کوشش میں کامیاب بھی ہو جاؤں تو بھی میرے لیے اس کے دل میں جو نفرت پیدا ہو چکی ہے وہ دو نہیں ہو سکی گی۔ وہ ربیعہ خاوند بن کر بھی میری ہر خواہش کی مخالفت کرے گا۔ وہ میرے راستے میں ایک ایسی چنان ہو گا جسے توڑے بغیر میں آگے نہیں بڑھ سکوں گا۔ ربیعہ اس کی رفیقتہ حیات بن کر مجھ سے روز بروز دور ہوتی جائے گی اور ہمارے درمیان ایک ایسی خلائق حائل ہو جائے گی جسے پاشنا ممکن ہو گا۔ ربیعہ کو خوش کرنے کے لیے اس کی جان بچانے کے بعد میرے لیے ایک ہی راستہ ہو گا اور وہ یہ کہ میں اپنی زندگی کی تمام خواہشات سے دست بردار ہو کر کہیں روپوش ہو جاؤں۔ نہیں، نہیں مجھ سے یہ نہ ہو سکے گا۔ آخر میں ربیعہ کے متعلق اس قدر پریشان کیوں ہوں؟ اسے چند دن کے لیے صدمہ ہو گا میں اسے سمجھا سکوں گا۔ جب ہسپانیہ میں فرڈی نینڈ کے سوا کوئی میرا مدد مقابل نہ ہو گا، جب سلاطین اور بادشاہ میرے دسترخوان پر بیٹھنے میں ختم محسوس کریں گے اور جب ربیعہ کسی بادشاہ کی ملکہ کی

حیثیت میں تخت پر رونق افروز ہوگی تو وہ یقیناً محسوس کرے گی کہ اس کا باب اس کا
دشمن نہ تھا۔

(۲)

دربار کے تمام دروازوں پر پہرے دارکھڑے تھے۔ محل کے داروغہ نے ابو
داود کا خیر مقدم کیا اور اس کے لیے دروازہ کھول دیا۔ ابو داؤ د کو دیکھتے ہی حاضرین
دربار تعظیم کے لیے کھڑے ہو گئے۔ وہ ہاتھ کے اشارے سے ان کے خیر مقدم کا
جواب دیتا ہوا آگے بڑھا اور تخت کے قریب پہنچ کر ابو عبد اللہ کو جھک کر سلام کرنے
کے بعد ایک خالی کرسی پر بیٹھ گیا۔

امراہی کی کرسیوں کی دو قطاروں کے درمیان تخت کے سامنے بدر بن مغیرہ
کھڑا تھا۔ اس کے ہاتھوں میں ہتھ کڑیاں تھیں اور اس کا چہرہ غصے تتمار ہاتھا۔

دلی زبان میں اپنے قریب بیٹھے ہوئے سردار سے سوال کرنے پر ابو داؤ د کو
معلوم ہوا کہ وہ اپنا بیان ختم کر چکا ہے۔ سردار نے اسے یہ بھی بتایا کہ اس کے الفاظ
ہر شخص کے لیے ناقابل برداشت تھے۔ وہ ابو عبد اللہ کے متعلق یہ کہہ چکا تھا کہ تم
بد طینت بھی ہو اور بے وقوف بھی اور دونوں صورتوں میں میں تمہیں قابلِ رحم سمجھتا
ہوں۔

کچھ دربار میں امراء اور علماء ایک دوسرے سے سرگوشیاں کرتے رہے اور
ابو عبد اللہ غصہ، حیرت، پریشانی اور تذبذب کی حالت میں بدر بن مغیرہ کی طرف
دیکھتا رہا۔ بالآخر وہ بولا۔ ”هم تمہیں ایک بار پھر موقع دیتے ہیں کہ گرتم ہماری حکمرانی
تلیم کر لو تو تمہیں کچھ عرصہ نظر بند رکھنے کے بعد رہا کر دیا جائے گا۔“

بدر بن مغیرہ نے جواب دیا۔ ”میں اس کا جواب دے چکا ہوں۔ میں بزرلوں

سے زندگی کی بھیک نہیں مانگتا۔ میں اس شخص کی حکومت تسلیم کرنے سے انکار کرتا ہوں جو اللہ کا باغی ہے، جو قوم کا ندیار ہے، جو اپنے باپ کا دشمن ہے۔ ”بدر بن مغیرہ کی زگاہ ابو داؤد پر پڑی اور اس نے اپنی آواز بلند کرتے ہوئے کہا:

”ابو عبد اللہ! تم نے اپنی آستین میں سانپ

پال رکھے ہیں اور..... تم یہ سمجھتے ہو کہ یہ صرف

تمہارے دشمنوں کو ڈستے رہیں گے لیکن تم سانپوں

کی فطرت سے واقف نہیں۔ وہ کسی کے دوست

نہیں ہوتے۔ تم یہ سمجھتے ہو کہ میں تمہارے ساتھ

جنگ کا مجرم ہوں لیکن مجھے قسم ہے اس تلوار کی جو بار

ہادشمنان اسلام کے خون میں نہا چکی ہے کہ اگر

میرے دل میں تمہارے ساتھ اڑنے کی خواہش

ہوتی تو الحمراء کی دیواریں میرے سپاہیوں کا راستہ

نہ روک سکتی تھیں۔ میں تمہیں مختلف حلیوں سے راہ

راست پر لانا چاہتا تھا اور یہی وجہ ہے کہ میں

تمہارے ایک ساتھی کی دعوت پر تمہارے محل میں

اکیلا چلا آیا ہوں۔ تم میرے متعلق جو فیصلہ چاہو

صادر کر سکتے ہو۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ میں

کوئی مجرم ہوں اور تمہیں اپنا قاضی تسلیم کرتا ہوں۔

میں نے تمہارے باپ کو بھی اس لیے اپنا امیر تسلیم

نہیں کیا تھا کہ وہ غرناطہ کا سلطان ہے اور وہ سنگ

مرمر کی عمارتوں میں زر نگار کر سیوں پر بیٹھتا ہے
بلکہ اس لیے کہ اس نے اسلام کے بدترین دشمنوں
کے خلاف اعلان جہاد کیا تھا اور تم تو فرڈی نیڈ کے
ہاتھ میں ایک کھلونا ہو۔ تمہارے ذہن میں یہ خیال
کیسے پیدا ہوا کہ میں تمہارے ہاتھ پر بیعت کروں
گا۔“

ابوداؤ نے اپنے قریب بیٹھنے ہوئے سردار کے کان میں کچھ کہا اور وہ اٹھ کر
بولा۔ ”سلطان معظم اب تک مجرم جو کچھ کہہ چکا ہے وہ اس سے اپنی ذات کو بدترین
سزا کا مستحق ثابت کر چکا ہے، اس لیے ہماری درخواست ہے کہ اسے سزا کا حکم سنائے
دربار برخاست کیا جائے۔ آپ کے جانشیوں کے لیے مجرم کا یہ گستاخانہ طرز کلام
ناقابل برداشت ہے۔“

باتی سردار اور علمائے بعد دیگرے اٹھ کر اس کی تائید کرنے لگے۔

بدر بن مغیرہ نے کہا۔ ”بدنصیب ہے وہ شخص جو ایسے لوگوں کو اپنا جا شار سمجھتا
ہو۔ ابو عبد اللہ! یہ قوم کی لاش پر پانے والے گدھ ہیں۔ تم ان کی اعتماد پر بھروسہ کر
کے اپنے ساتھ غرناطہ کو بھی تباہی کی طرف دھکیل رہے ہو۔“

ابو عبد اللہ اٹھ کھڑا ہو گیا اور کامیتی ہوئی آواز میں بولا۔ ”میں بدر بن مغیرہ کو
سلطنت غرناطہ کا بدترین دشمن ہونے کے جرم میں موت کی سزا دیتا ہوں۔ مجرم کو
طلوع آفتاب سے پہا قتل کیا جائے۔“

بدر بن مغیرہ ایک چنان کی طرح کھڑا رہا۔ بیت الحمراہ کے اس کمرے میں آج
تک ایسا مجرم پیش نہیں ہوا تھا جس نے اس قدر انفریب اور مرعوب کن قبضہ کے

ساتھ اپنے قتل کا حکم سنا ہو۔ اس کی خاموشی زبان حال سے کہہ رہی تھی۔ ”میں ہمیشہ موت کے ساتھ کھیلا ہوں۔ تم مجھے موٹک کے منہ میں دھکیل سکتے ہو لیکن مجھ سے میری مسکراہیں نہیں چھین سکتے۔ یہ تم جو میں نے تلواروں کی چھاؤں اور تیروں کی بارش میں سیکھا ہے آخری وقت تک تمہاری بزدی، سفا کی اور مکاری کا تمسخر اڑاتا رہے گا۔“

(۳)

ابوداؤد نے عزم و استقالل کے اس پیکرِ جسم کی طرف دیکھا اور غرناطہ کا تخت و تاج بے حقیقت نظر آنے لگا۔ اس نے اپنے دل میں سوال کیا۔ ”کیا دنیا کی کوئی دولت ایک انسان کو موت سے اس قدر بے نیاز کر سکتی ہے۔ آخر وہ کون ساجد ہے جس سے سرشار ہو کر یہ لوگ زندگی اور موت میں کوئی فرق محسوس نہیں کرتے۔ یہ نوجوان جلاڈ کی تلوار کو اس قدر قریب دیکھ کر مسکرا رہا ہے اور ربیعہ دو اکی پیالی زہر سمجھ کر پی گئی آخر کیوں؟ کیا اس لئے کہ یہ موت و حیات کا راز سمجھ گئے ہیں یا اس لئے کہ وہ زندگی کی صحیح راحتوں سے آشنا نہیں ہوئے اور کیا زندگی کی کسی ایسی لذت کو راحت کہا جا سنتا ہے جس پر آٹھوں پھر موت کا خوف سوار ہو۔ میں اندرس کے تخت پر قابض ہو سنتا ہوں لیکن کیا یہ کامیابی موت کے بھی انک چہرے کے سامنے مسکراانا سکھادے گی؟ نہیں نہیں بلکہ ہر کامیابی کے بعد میرے لیے موت کا چہرہ بھی انک تر ہوتا چلا جائے گا۔“

اس نے اپنی زندگی میں پہلی بار یہ محسوس کیا کہ ”موت پر غالب آنا۔ دنیا میں انسان کی سب سے بڑی کامیابی ہے، یہ اس کی سب سے بڑی فتح ہے اور یہ فتح صرف ان لوگوں کو نصیب ہوتی ہے جو یہ سمجھ لیتے ہیں کہ ان کی موت و حیات صرف

خدا کے لیے ہے۔ بدر بن مغیرہ نے میری طرح اپنے لیے نہیں بلکہ صرف خدا کے لیے اڑنا سیکھا ہے۔ خدا اس کے لیے کسی موہوم طاقت کا نام نہیں بلکہ ایک حقیقت ہے۔ وہ حقیقت جس کا سہارا لے کر وہ موت کے سامنے ایک چٹان کی طرح کھڑا ہے۔ کاش! میں موت پر ایسی فتح حاصل کر سئتا۔“ ابو داؤد اپنی مند سے اٹھ کر عقیبی کمرے میں چلا گیا۔ پھر بیدار بدر بن مغیرہ کو باہر لے گئے اور سردار اور علمائے بعد دیگرے آگے بڑھ کر ابو داؤد کو اس کی شاندار کامیابی پر مبارکباد پیش کرنے لگے لیکن وہ یہ محسوس کر رہا تھا کہ وہ اس کا نذاق اڑا رہے ہیں۔ ایک غلام نے آکر کہا کہ ابو عبد اللہ وسرے کمرے میں آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔

تمہوڑی دیر بعد ابو داؤد ایک خوبصورت کمرے میں ابو عبد اللہ کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ بدر بن مغیرہ کے سامنے اسے اپنی کمتری کا جواہر سس ہوا تھا وہ ابو عبد اللہ کی صحبت میں آہستہ آہستہ دور ہو رہا تھا۔ غرناطہ کا نام نہاد سلطان اسے ایک مافوق الفضلت انسان تسلیم کرتا تھا۔ جب وہ کمرے میں داخل ہوا تو اس نے آگے بڑھ کر ابو داؤد کے ساتھ مصافحہ کرنے کے بعد جھک کر اس کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔ اس کے ساتھ با تینیں کرتے وقت بھی ابو عبد اللہ کا لہجہ غیر معمول سے کہیں زیادہ نیاز مندانہ تھا۔ جب ابو عبد اللہ نے چند بار یہ کہا کہ آج سے آپ کر ہر اشارہ میرے لیے ایک حکم ہو گا تو ابو داؤد کا احساس برتری بیدار ہونے لگا۔ اور وہ یہ سوچنے لگا کہ وہ دنیا جس میں تمہوڑی دیر قبل میرے خیالات بھٹک رہے تھے فقط ایک مفروضہ تھی۔ اس کہ زمین پر بہت بڑی اکثریت ان لوگوں کی ہے جو ابو عبد اللہ کی دنیا میں رہتے ہیں اور اس دنیا میں میں لاکھوں سے زیادہ ذہین اور عقلمند ہوں۔ میں ابو عبد اللہ جیسے لاکھوں انسانوں کو اپنے اشاروں پر نچا سئتا ہوں۔ میں اس دنیا میں اپنی کامیابی کے

راستے صاف کر چکا ہوں۔ میں انہی راستوں پر چلتا رہوں گا اور ہر نئی کامیابی کے بعد میرا احترام کرنے والوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا جائے گا اور مرتبے وقت بھی مجھے یہ تلاخ احساس نہیں ہو گا کہ میری زندگی کی کوئی حسرت پوری ہونے سے رہ گئی۔

مجھے بدر بن مغیرہ کے متعلق نہیں سوچنا چاہیے اس کی دنیا میری دنیا سے مختلف ہے۔

مجھے اس کے متعلق سوچ کر پریشانی کے سوا کچھ حاصل نہ ہو گا۔ میری دنیا وہ ہے جہاں ابو عبد اللہ جیسے احمد نبیتے ہیں۔ میں ان میں سے لاکھوں کاراہنما اور حکمران بننے کے لیے پیدا ہوا ہوں۔ میں انسانوں کے رویوڑھانکنے کے لیے پیدا ہوا ہوں۔

ان خیالات میں اسے ربیعہ کا خیال آیا اور اسے یہ پریشانی ہونے لگی کہ جب وہ ہوش میں آئے گی تو میں اسے کیا جواب دوں گا ممکن ہے کہ احساسات کی شدت نے اسے دو اسکے اثر سے بے ہوش نہ ہونے دیا ہو۔ میں اسے کیا جواب دوں گا اور اتنجا بھی اس کا ساتھ دینے پر بصفد نظر آتی ہے۔ وہ دروازے پر میرا انتظار کر رہی ہو گی۔ وہ مجھے اپنی بہن کے لیے ہمدردی کے آنسوؤں سے پریشان کرے گی۔

ابوداؤد کی طرح ابو عبد اللہ کو بھی یہ پریشانی تھی کہ اگر یہ خبر حرم تک پہنچ گئی تو اس کی ماں اور بیوی جنہوں نے موی کے قید ہونے پر تین دن تک کھانے کو ہاتھ نہیں لگایا تھا اسے آڑے ہاتھوں لیں گی۔

اس نے ابو داؤد سے کہا۔ ”میں نے داروغہ کو حکم کو حکم دیا تھا کہ وہ اسے قتل کرتے ہی مجھے اطلاع دے۔ میں اس کا روائی کے اختتام تک حرم میں داخل ہونا پسند نہیں کرتا۔“

ابوداؤد نے کہا ”آپ ربیعہ کے طرز عمل سے پریشان ہوں گے مجھے اس سے یہ توقع نہ تھی لیکن وہ بہت زیادہ ذکی الحس ہے۔ وہ دوسرے کمرے میں جا کر بے

ہوش ہو گئی تھی۔ مجھے یقین ہے کہ وہ اس وقت بھی ہوش میں نہ تھی۔

ابو عبد اللہ نے کچھ سوچ کر کہا۔ ”آپ برانہ مانئے۔ اگر اس نے عالم ہوش میں بھی یہ باتیں کی ہوں تو کم از کم مجھے کوئی تعجب نہیں ہونا چاہیے۔ غرناطہ کی ہزاروں لڑکیاں اس کی شجاعت کے گن گاتی ہیں۔ آج میں اس کی صورت دیکھ کر یہ محسوس کر رہا تھا کہ اگر میں خود بھی ایک لڑکی ہوتا اس کی مردانہ اداوں سے متاثر ہونے بغیر نہ رہتا۔ لیکن مجھے امید ہے کہ ربیعہ سے بہت جلد بھول جائے گی۔“

ابو داؤد نے موضوع عبد لئے کے کہا۔ ”داروغہ اس کی لاش کوٹھانے لگانے سے پہلے نہیں آئے گا۔ کیا یہ بہتر نہ ہو گا کہ ہم اتنی دریشتر نخ سے دل بھائیں۔“

ابو عبد اللہ بولا۔ ”آپ نے میرے دل کی بات کہی۔ لیکن ایک شرط ہے کہ رات کا باقی حصہ یہیں گزارا جائے۔“

ابو داؤد نے جواب دیا ”میں دو پہر تک آپ کے ساتھ بیٹھنے کے لیے تیار ہوں

۔۔۔

(۲)

بدر بن مغیرہ کو نہایت پیچیدہ اور زمین دوز راستوں سے گزار کر ایک ایسی کوٹھڑی میں پہنچایا گیا جس کا دروازہ صرف ایسے ہی موقعوں پر کھلتا تھا۔ ان آٹھ سپاہیوں کے علاوہ جو بدر بن مغیرہ کے ساتھ آ رہے تھے راستے میں جگہ جگہ پہرے دار کھڑے تھے۔ کوٹھڑی کے اندر مشعل جل رہی تھی اور جلا داس کا منتظر کھڑا تھا۔ بدر بن مغیرہ کی طرف سے کسی مزاحمت کا سامنا کئے بغیر سپاہیوں نے اس کی کلائیاں ایک ہمنی شکنچے میں کس دیں۔

سپاہی داروغہ کے اشارے سے باہر نکل گئے اور وہ دروازہ بند کر کے بدر بن

مغیرہ کی طرف متوجہ ہوا اور بولا ”یہ ایک رئی بات ہے لیکن میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ مجھے آپ کی موت سے زیادہ کسی کی موت کا فسوس نہیں ہوگا۔ اس لیے میں الحمراء کے داروغہ کی حیثیت سے نہیں بلکہ آپ کے ایک ہمدرد کی حیثیت سے آپ سے یہ پوچھتا ہوں کہ موت سے پہلے آپ کسی ایسی خواہش کا اظہار کرنا چاہتے ہیں جسے پورا کرنا میرے بس میں ہو۔“

بدر بن مغیرہ نے جواب دیا۔ ”میں جانتا ہوں کہ تم بے بس ہو۔ میری ایک خواہش پوری کرنا شاید تمہارے بس میں ہو اور وہ یہ کہ اگر تم ہمیں کسی دن ابو عبد اللہ کو ابو داؤ دیا اس کے کسی اور دوست کے حکم سے موت کے گھاث اتنا رنا پڑے تو اس مقصد کے لیے یہ کوٹھری استعمال نہ کرنا میں یہ نہیں چاہتا کہ اس کا خون میرے خون کے ساتھ شامل ہو۔“

داروغہ نے کہا۔ ”آپ ربیعہ کو کوئی پیغام دینے چاہتے ہیں؟“
”نہیں۔ ربیعہ کو کوئی پیغام دینے کے لیے مجھے کسی شخص کے توسط کی ضرورت نہیں وہ میرے بعد میری روح کا پیغام سن سکے گی تم اپنا کام ختم کرو۔“
داروغہ نے جلاڈ کی طرف دیکھا۔ جلاڈ نے گزشتہ دس برس میں پہلی بار اس کی آنکھوں میں آنسو دیکھے۔ اس نے داروغہ کے ہاتھ کا شارہ پا کر برچھا اٹھایا اور داروغہ دوسری طرف منہ پھیر کر اپنے آنسو پوچھنے لگا۔

کسی نے زور سے دروازہ لٹکھایا اور داروغہ نے جلدی سے مڑ کر جلاڈ کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔ ”ٹھہر وا! اور پھر اس نے دروازے کے قریب جا کر زور سے آواز دی ”کون ہے؟“

اس کے جواب میں پہریداروں کی سہی ہوتی آوازیں آئیں ”دروازہ

اس نے جلدی سے کنڈی کھول دی اور دروازے پر الحمراء کے ناظم اعلیٰ، ابو عبد اللہ کی عمر رسیدہ ماں، اس کی بیوی اور انجلہ کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔ ان کے پچھے چند خواجہ سرا کھڑے تھے

الحمراء کے ناظم اعلیٰ نے اندر جھانکنے کے بعد اطمینان کا سائز لیتے ہوئے کہا۔ ”ہم وقت پر پہنچ گئے۔ بیگمات سلطان کے سب سے بڑے دشمن کو اپنی آنکھوں سے قتل ہوتا دیکھنا چاہتی ہیں۔“

داروغہ نے پریشان ہو کر کہا۔ ”بیگمات کی خواہش کی تعمیل میرا فرض ہے لیکن انہیں ہم لوگوں کو سلطان کے عتاب سے بچانے کا ذمہ لیتا پڑے گا۔“

ابو عبد اللہ کی ماں نے کمرے میں پاؤں رکھتے ہوئے کہا۔ ”تمہیں انعام کی توقع رکھنی چاہتے ہیں۔ آج ہمارے بیٹے نے ایک بہت بڑے دشمن پر فتح پاتی ہے۔ خواجہ سر اُن تمام پاہیوں کو جن کی ہوشیاری سے ہمیں اپنے دشمن پر فتح حاصل کرنے کا موقع ملا ہے ہماری طرف سے انعام دو اور ہماری طرف سے یہ درخواست کرو کہ ابو عبد اللہ یا کسی اور کو اس جگہ ہماری آمد کا علم نہ ہو وہ بات بات پر بگڑنے کا عادی ہے۔“

ناظم، بیگمات اور انجلہ کے اندر داخل ہونے کے بعد دروازہ بند کر لیا اور کہا۔ ”آپ مجرم سے کوئی بات کرنا چاہتی ہیں؟“

ابو عبد اللہ کی ماں نے آہستہ سے کہا۔ ”کیا تم بھی بدربند مغیرہ کو مجرم سمجھتے ہو؟“ داروغہ حیران ہو کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔ ابو عبد اللہ کی ماں نے اپنا ہارا تار کر اس کے ہاتھ میں تھما دیا اور کہا۔ ”یہ تمہارا انعام ہے۔“

ابو عبد اللہ کی بیوی نے اس کی تقلید کی اور اپنے جواہرات سے مرصع گنگن اتار کر جبشی جلا دکو پیش کر دینے۔ جلا دمذب کی حالت میں داروغہ کی طرف دیکھنے لگا اور داروغہ ناظم کی آنکھ کا اشارہ پا کر بولا۔ ”ملکہ عالم! آپ حکم دیجئے ہم کسی انعام کے لائق کے بغیر اس کی تعییل کریں گے۔ یہ ہارا اور گنگن اپنے پاس رکھئے۔“

ابو عبد اللہ کی ماں نے کہا۔ ”اس میں شک نہیں کہ الحمراء کی امارت اور سطوت ایک فسانہ بن چکی ہے لیکن سلطان کی ماں اور اس کی بیگم اس قدر تمیٰ دست نہیں کہ اپنے وفاداروں کو معمولی انعامات بھی نہ دے سکیں۔ ہمیں یہ احساس نہ دلا دو کہ ہم غریب ہیں۔ ہم پتھر کے یہ چند لکڑے سرحدی عقتاب پر چھاؤ رکرنا چاہتی ہیں۔“

ناظم نے داروغہ سے کہا۔ ”اب کیا سوچ رہے ہو میں نے تمام انتظامات مکمل کر لیے ہیں۔ انہیں چھوڑ دو۔“

داروغہ نے جبشی کی طرف اشارہ کیا اور اس نے فوراً ابو عبد اللہ کی بیوی کے ہاتھ سے گنگن لے لیے۔

بدر بن مغیرہ کامنہ دوسری طرف تھا۔ وہ ان کی باتیں سن چکا تھا اور اس کی آنکھوں میں اس ذات کبیریا کے لیے تشكیر کے آنسو جمع ہو رہے تھے جو اپنے بندوں کو کسی حالت میں بھی فراموش نہیں کرتی۔

جلاد نے شکنجہ کھوں دیا۔

بدر بن مغیرہ اٹھا اور مژکرا پنے محسنوں کی طرف دیکھنے لگا۔ ملکہ نے آگے بڑھ کر کہا۔ ”بیٹا! مجھے اپنی ماں سمجھو۔ ہم نے اپنا فرض ادا کیا ہے لیکن تم اگر اسے ایک نیک سمجھو تو وقت آنے پر ابو عبد اللہ سے انتقام لینے کی بجائے اسے حرم کا حقدار سمجھنا،“

بدر بن مغیرہ نے جواب دیا۔ ”میں اب بھی اسے قابلِ رحم سمجھتا ہوں۔ میں دیکھ چکا ہوں کہ وہ ملتِ فردوں کے ہاتھ میں کس قدر بے بس ہے۔“
ابو عبد اللہ کی بیوی نے آبدیدہ ہو کر کہا۔ ”میں آپ سے وعدہ لیا چاہتی ہوں کہ دل برداشتہ ہو کر اہل غربناطہ سے کنارہ کش نہیں ہو جائیں گے۔ صرف غربناطہ ہی نہیں بلکہ اندرس کی ہر مسلمان عورت آپ کو اپنا محسن سمجھتی ہے۔“

بدر بن مغیرہ نے متاثر ہو کر کہا۔ ”میری بہن! غربناطہ اسلامیان اندرس کا آخری حصہ ہے میں اور میرے ساتھی آخری دم تک اس کی حفاظت کریں گے۔“
ملکہ نے کہا۔ ”یہ باتوں کا وقت نہیں مجھے ڈر ہے کہ ابو عبد اللہ کا کوئی ساتھی اس طرف نہ آجائے۔ ہم تمہیں اپنی ذمہ داری پر رہا کر رہے ہیں اور ہمیں یہ اطمینان ہے کہ ہم ابو عبد اللہ کے باخبر ہوئے پر بھی اس کی نظرِ عتاب سے محفوظ رہیں گی تا ہم محل کے ان ملازموں کے لیے جنہوں نے تمہارے ساتھ وفا کی ہے تمہیں اس وقت تک روپوش رہنا پڑے گا جب تک ابو عبد اللہ اپنے کئے پر نادم نہیں ہوتا ورنہ تمہارے بجائے ان لوگوں کو روپوش رہنا پڑے گا اور الحمرا پر سلطنت کے غداروں کا پورا سلطھ ہو جائے گا۔“

بدر بن مغیرہ نے جواب دیا۔ ”اطمینان رکھیے صرف چند قابلِ اعتماد لوگوں کے سوا کسی کو میری زندگی کا علم نہیں ہوگا۔ ایک بہت بڑے مقصد کے لیے میرا روپوش رہنا ضروری ہے۔“
ملکہ نے کہا ”خدا تمہارا حامی اور مددگار ہو۔“

(۵)

انجلا اب تک خاموشی سے بدر بن مغیرہ کی طرف دیکھ رہی تھی۔ بدر بن مغیرہ

اس کی طرف متوجہ ہوا۔ وہ اضطراری حالت میں ایک قدم آگے بڑھی اور جھکتے ہوئے بولی۔ ”آپ ربیعہ کے متعلق پریشان نہ ہواں کا یہاں آنا مشکل تھا۔“
ابو عبد اللہ کی بیوی نے کہا۔ ”ہم انجلہ کے شکرگزار ہیں کہ اس نے ہمیں بر وقت خبردار کیا۔“

بدر بن مغیرہ نے اپنے ہونتوں ایک احسان مندانہ مسکراہٹ لاتے ہوئے کہا۔
”انجلہ تمہارا طبیب یقیناً مجھ سے تمہارے متعلق پوچھنے گا۔ اگر اسے کوئی پیغام دینا چاہو تو میں قاصد کافرض ادا کرنے کے تیار ہوں۔“

ایک ثانیہ کے لیے انجلہ کی رگوں کا تمام خون سمٹ کر کراس کے گالوں میں آگیا۔ اس کوٹھری میں داخل ہونے کے بعد اس کی سب سے بڑی پریشانی یہ تھی کہ کاش وہ بشیر بن حسن کے متعلق کچھ کہہ سکتی۔ اسے اس کا تذکرہ چھیڑنے کا موقع ملنے کی امید نہ تھی۔ اور اسے یہ بھی احساس تھا کہ موقع ملنے پر بھی اس کی زبان اس کی دل کی ترجمانی سے قاصر رہے گی لیکن بدر بن مغیرہ نے جیسے اس کے لیے جنت کے بند دروازے کھول دینے وہ بولی۔ ”وہ میرے محسن ہیں..... میری طرف سے انہیں یہ رو مال پیش کر دیجئے۔“

انجلہ نے جھکتے ہوئے آگے بڑھ کر سرخ رنگ کا ایک چھوٹا سا رو مال بدر بن مغیرہ کے ہاتھ میں دے دیا۔

بیگمات اپنی نسوائی ذکاوت حس سے بہت کچھ سمجھ چکی تھیں اس لیے وہ خاموش رہیں۔

ناظم کی تجویز پر بدر بن مغیرہ کو ایک تنختر پر جوالش اٹھانے کے لیے کوٹھری میں رکھا گیا تھا لیا گیا اور اس کے اوپر چا درڈاں دی گئی۔

داروغہ نے کوٹھڑی کا دروازہ کھول دیا۔ تینوں خواتین باہر نکل گئیں۔ پھر یదار دروازے سے چند قدم دور خواجه سرا کے گرد گھیرا باندھے کھڑے تھے اور وہ انہیں اپنی طرف متوجہ رکھنے کے لیے اشرفیاں بانٹنے میں بخل سے کام لے رہا تھا لیکن بیگمات کو آتے دیکھ کر اس نے جلدی جلدی ٹھیکی خالی کر دی۔

ایک ثانیہ کے لیے داروغہ دروازے میں کھڑا رہا۔ جب بیگمات کچھ دور چلی گئی تو اس نے باہر نکل کر پھر یہاں سے کہا۔ ”سلطان کا حکم تھا کہ اس قتل کی خبر ہم تک محدود رکھیں۔ ملکہ اور چھوٹی بیگم سلطان کی اجازت کے بغیر یہاں آگئی تھیں۔ اب اگر یہ بات سلطان تک پہنچ گئی تو وہ بیگمات کو شاید کچھ نہ کہیں لیکن ہماری شامت آجائے گی۔“

داروغہ نے چار آدمیوں کو لاش اٹھانے کے لیے اندر بلا لیا اور دوسروں کو جانے کی اجازت دے دی۔

تحمودی دیر بعد یہ چار آدمی اس تنخۂ کو جس پر بدر بن مغیرہ لیٹا ہوا تھا اپنے کندھوں پر اٹھا کر کوٹھڑی سے باہر نکلے اور ناظم اور داروغہ کے پیچے پیچے چل دینے۔ کئی پیچ در پیچ راستوں سے گزرنے کے بعد وہ ایک دیوار کے سامنے رک گئے۔ یہاں سے آگے بڑھنے کا کوئی راستہ نظر نہ آتا تھا۔ داروغہ نے ناظم کے ہاتھ میں مشعل دیتے ہوئے دیوار کے ساتھ لگی ہوئی لوہے کی کلی گھمانی۔ ایک گڑا گڑا اہٹ کے ساتھ دیوار میں ایک دراز نمودار ہوتی اور یہ دراز بڑھتے بڑھتے ایک اچھی خاصی گزرگاہ بن گئی اور اس کے ساتھ ہی بہتے ہوئے پانی کا شور سنائی دینے لگا۔ داروغہ کے اشارے پر ناظم نے مشعل کو ایک طرف رکھ دیا اور اس کے ساتھ باہر نکل آیا۔ سپاہیوں نے ان کی تقاضید کی۔ اس دیوار سے باہر کوئی آٹھ دس گزر چوڑے اور پانچ گزر

اوپنچھے چبوتے کے نیچے دریاٹھائیں مار رہا تھا۔ داروغہ کے اشارے پر سپاہیوں نے تنخوا نیچے رکھ دیا۔ ناظم نے داروغہ کے کان میں کچھ کہا اور روہ سپاہیوں سے مخاطب ہو کر بولا ”تم برسوں سے میرے ساتھی ہو اس لیے تم سے کوئی بات چھپانا میں تمہاری وفاداری کی تو ہیں سمجھتا ہوں۔ میں تم پر ایک اہم راز ظاہر کرنا چاہتا ہوں،“

داروغہ کو متذبذب دیکھ کر ایک سپاہی نے کہا۔ ”آپ پریشان نہ ہوں وہ راز ہم پر ظاہر ہو چکا ہے اور مرتبے دم تک ہمارے سینوں میں محفوظ رہے گا۔ آپ کو یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ ہم لاش کی بجائے ایک زندہ انسان کو اپنے کندھوں پر اٹھا کر لائے ہیں،“

داروغہ خاموش رہا اور ناظم نے اپنی بغل سے اشرافیوں کی ایک تھیلی نکال کر اس سپاہی کو پیش کرتے ہوئے کہا۔ یہ تمہارا اور تمہارے ساتھیوں کا انعام ہے۔ اس نے کہا۔ نہیں نہیں اہل غربتھے کے لیے سرحدی عقاب زندہ رہنا ہمارا سب سے بڑا انعام ہے۔

کچھ دیر پس ولپی کے بعد ناظم اور داروغہ کے اصرار پر اپنے ساتھیوں کی رضا مندی دیکھ کر اس سپاہی نے تھیلی لے لی۔

داروغہ نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے سوال کیا۔ ”کیا دوسرے پہریداروں کو بھی شک تھا کہ ہم ان کی جان بچانا چاہتے ہیں۔“ ”نہیں، تاہم ان میں سے اکثر کی یہ خواہش تھی کہ کاش ملکہ کو حرم آ جائے۔ مجھے خود بھی ملکہ سے یہ توقع نہ تھی لیکن مقلد کا جائزہ لینے کے بعد میری تسلی ہو گئی۔ وہاں خون کا چھینٹا تک نہ تھا۔“

ناظم نے کہا ”اب تک جلا دیئے کمی پوری کر چکا ہوگا“۔

تختے پر سے بدر بن مغیرہ نے چادر اتار کر ایک طرف پھینک دی اور اٹھ کر آگے بڑھتے ہوئے کہا۔ ”میرے خیال میں اب مجھے زندوں کی دنیا میں پاؤں رکھنے کے لیے آپ سے اجاز لینے کی ضرورت نہیں“۔

داروغہ، ناظم اور سپاہیوں نے آگے بڑھ کر یکے بعد دیگرے اس کے ساتھ مصافحہ کیا۔

ناظم نے کہا۔ دریا کے اس کنارے سے آگے ہمارا دائرہ عمل ختم ہو جاتا ہے۔ پانی سرد بھی ہے اور تیز بی۔ اگر آپ کو اپنے بازوں پر بھروسہ نہ ہو تو ہم کوئی اور انتظام کر سکتے ہیں۔ لیکن وقت بہت تمبوڑا ہے۔

بدر بن مغیرہ نے کہا۔ ”آپ فکر نہ کریں۔ وہ ذات اقدس جس نے میری گردن سے جلا دکا ہاتھ روک لیا تھا مجھے ان سرکش موجودوں سے بھی بچالے گی“۔

ناظم نے کہا۔ بہت اچھا، خدا حافظ! آج آپ الحمراء کے چور دروازے سے داخل ہوئے تھے اور چور دروازے سے نکل رہے ہیں ہم اس دن کا انتظار کریں گے جب آپ کے لیے الحمراء کا بڑا دروازہ کھلا ہوگا۔

بدر بن مغیرہ خدا حافظ کہہ کر کنارے کی طرف بڑھا اور ایک لمحہ تا مل کے بعد دریا میں کوڈ پڑا۔

(۶)

دریا کے دوسرے کنارے تمبوڑی دیرستانے کے لیے بدر بن مغیرہ ایک پتھر پر بیٹھ گیا۔ آسمان پر بادل چھٹ چکے تھے اور ستارے جگمگار ہے تھے۔ بدر بن مغیرہ اٹھنے کا ارادہ کر رہا تھا کہ کسی کے پاؤں کی آہٹ سنائی دی۔ وہ جلدی سے اٹھ کر دبے

پاؤں چلتا ہوا ایک درخت کی آڑ میں کھڑ ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد اسے دو آدمی تاریکی میں دریا کے کنارے کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے دکھائی دینے۔ وہ سوچ کر درخت کی آڑ سے نکلا اور دبے پاؤں ان کے پیچھے چلنے لگا۔

ان میں سے ایک نے آہستہ سے کہا۔ اس نے بہت دیر لگائی۔ اب صحیح ہونے والی ہے۔

دوسرا نے کہا لیکن اس نے یہ بھی تو کہا تھا کہ ہم اس کا انتظار نہ کریں۔
کامیابی کی صورت میں اسے کافی وہاں رکنا پڑے گا۔

مگر اس نے یہ بھی تو کہا تھا کہ اگر ممکن ہو تو شیر ہمی کے راستے آدمی اتنا کر ہمیں صحیح حالات سے باخبر کرے گا۔

ممکن ہے کہ اس بات کا موقع نہ ملا ہو اگر آپ اور انتظار کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں اسی جگہ کھڑے رہنا چاہیے۔

بدر بن مغیرہ نے آواز دی۔ ”منصور“۔

وہ دونوں رکے اور مژ کے بھاگتے ہوئے اس کے ساتھ لپٹ گئے۔ دوسرا آدمی بشیر بن حسن تھا۔

اپنے ساتھیوں کی طرف سے سوالات کی بوچھاڑ پر ٹنگ آ کر بدر بن مغیرہ نے کہا۔ ”چلو یہاں سے نکلیں“۔ چلتے چلتے بدر بن مغیرہ بشیر بن حسن کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اس کے کان میں کچھ کہا اور اس کے ساتھ ہی ایک بھیگا ہوا رو مال اس کے ہاتھ پر رکھ دیا۔

منصور نے ان کی طرف مژ کر دیکھا اور کہا ”معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنی مرضی سے واپس نہیں آئے“۔

بدر بن مغیرہ نے جواب دیا ”تمہارا اندازہ صحیح ہے۔“

بیشربن حسن نے کہا۔ ”میرے خیال میں اب ہم خطرے کی حدود سے باہر آ گئے ہیں۔ آپ اپنی داستان شروع کر دیں۔“

بدر بن مغیرہ نے چلتے چلتے اختصار کے ساتھ اپنی تمام سرگزشت بیان کر دی۔ کوئی ایک کوس چلنے کے بعد یہ تینوں ایک گھنے باغ میں سے گزرتے ہوئے ایک اجڑے ہوئے مکان میں داخل ہوئے وہاں ان کے پانچ اور ساتھی گھوڑوں کی حفاظت کر رہے تھے۔

جب یہ سب گھوڑوں پر سوار ہو گئے تو بیشربن حسن نے سوال کیا۔ ”اب کس طرف کا ارادہ ہے؟“

بدر بن مغیرہ نے کہا۔ میں جھوڑی دور جا کر تم سے جدا ہو جاؤں گا۔ یہ پانچ سپاہی میں اپنے ساتھ جنگل میں لے جاؤں گا۔ منصور! تم آج صحیح ہوتے ہی سلطان کے سپاہیوں کو مالقہ بھیج دو اور اپنے ساتھیوں کو لے کر میرے پاس پہنچ جاؤ اور بیشرا! تم مالقہ جاو، وہاں ازشل اور الزینفری کو تمام واقعات سے آگاہ کرنے کے بعد یہ بتاؤ کہ کچھ عرصہ میرے روپوش ہونے میں بہت سی مصائب تھیں ہیں۔ ابو عبد اللہ اور اس کے ساتھی فوراً فرڑی نینڈ کے پاس میری موت کی اطاعت پہنچائیں گے اور وہ فوراً حملہ کے لیے تیار ہو جائے گا۔ ازشل کو مشورہ دو کہ میدان میں مقابلہ کرنے کی بجائے پہنچے ہتا ہوا ہمارے علاقے میں داخل ہو جائے۔ اگر فرڑی نینڈ نے تعاقب کیا تو ہم اسے ایک فیصلہ کن شکست دے سکیں گے۔ یہ بھی ممکن ہے یہ کہ وہ ابو عبد اللہ کی رضامندی سے غرناطہ کو مستقر بنا کر مالقہ کی طرف بڑھنا چاہے۔ اس صورت میں سلطان کی افواج آگے بڑھ کر اسے سرحد پر روکنے کی کوشش کریں اور معمولی لڑائی

کے بعد پیچھے ہتھی ہوتی جنگل میں پہنچ جائیں۔ میں وقت آنے پر ان کی راہنمائی کے لیے تمہیں بھیج دوں گا۔ انہیں یہ بھی تاکید کرنا کہ وہ دونوں صورتوں میں مالقہ کی حفاظت کے لیے کم از کم نصف فونج ضرور چھوڑیں۔



سیاہ پوش

(۱)

بدر بن مغیرہ کے قتل کی افواہ اندرس کے طول و عرض میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی ابو عبد اللہ کی خواہش تھی کہ یہ خبر غرناطہ کے عوام تک نہ پہنچے لیکن ابو داؤد نے مشورہ دیا کہ یہ خبر مشہور ہونے کے بعد ابو الحسن مایوس ہو جائیں گے۔ چنانچہ غرناطہ کے بعض زرخیز خطیبوں کو یہ اجازت مل گئی کہ وہ عوام میں سرحدی عقاب کے قتل کی خبر انشر کریں۔

فرڈی نینڈ کے پاس ابو داؤد نے اپنے ایچی کو یہ پیغام دے کر بھیج دیا کہ ابو الحسن پر آخری ضرب لگانے کے لیے یہ بہترین موقع ہے۔

ابو عبد اللہ اپنے خیال کے مطابق ایک بہت بڑے دشمن سے نجات حاصل کر چکا تھا تاہم غرناطہ کے قرب و جوار میں سرحدی عقاب کے جانبازوں کی موجودگی اس کے لیے کم پریشانی کا باعث نہ تھی لیکن جب اس نے یہ سنا کہ سرحدی عقاب کے ساتھی غرناطہ کے محاصرے کا ارادہ ترک کر کے جارہے ہیں تو اس کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ دو تین دن کے بعد اس سے یہ خبر ملی کہ وہ مالقہ سے بھی ابو الحسن کا ساتھ چھوڑ کر جا رہے ہیں تو اس نے محل میں جشن منایا اور ملت فرماؤں میں انعامات تقسیم کیے۔

چند دنوں کے بعد اس کے پاس فردی نینڈ کا ایچی پہنچا اور اس نے اطلاع دی کہ چند ہفتوں تک ہماری فوج اندرس کے جنوبی ساحل تک پہنچ جائے گی۔ فوج کا پیشتر حصہ سرحدی قبائل کی طاقت کچلنے کے لیے شمال اور مشرق کی طرف سے جبل شلیل کی طرف بڑھے گا اور دوسرا شکر قادس اور شریش سے مشرق کا رخ کرے گا۔ یہ دونوں افواج سیر انویدا کے پیاراؤں میں مل جائیں گی اور اس کے بعد ساحلی علاقے

کے تمام شہروں پر قبضہ کر لیں گی۔ اتنی دیر میں تم فوراً غرناطہ سے نکل کر مالقہ پر حملہ کر دو۔ ہمیں توقع ہے کہ تم اتنی دیر میں مالقہ کو فتح کر لو گے۔ لیکن اگر دشمن کی شدید مدافعت کے باعث جس کی مجھے توقع نہیں تم مالقہ پر فوراً قبضہ نہ کر سکے تو قاؤس کا حاکم تمہاری مدد کے لیے پہنچ جائے گا۔

ابو عبد اللہ اپنے خیال کے مطابق بدر بن مغیرہ کو قتل کر کے فرڈی نینڈ کے راستے کے تمام کا نئے صاف کر چکا تھا۔ اسے یقین تھا کہ اس کا حلیف اور سرپرست اس کے کندھوں پر کسی اور جنگ کا ابو جہنمیں ڈالے گا۔ وہ مالقہ پر آندھی کی طرح نازل ہو گا اور اس کے دشمنوں کو نیست و نابود کرنے اور اسے اندرس کا واحد حکمران تسلیم کرانے کے بعد واپس چلا جائے گا۔ اس نے فرڈی نینڈ کا پیغام سن کر پریشانی کی حالت میں ابو داؤد سے سوال کیا۔ کیا فرڈی نینڈ کو یہ علم نہیں کہ موجودہ حالات میں میرے لیے محفوظ ترین جگہ الحمراہ کی چار دیواری ہے؟ سرحدی عقاب کے قتل کے بعد غرناطہ کے عوام میرے خلاف سخت مشتعل ہیں اور فوج کی طرف سے مجھے یہ خدشہ ہے کہ اگر میں نے اپنے باپ پر چڑھائی کی تو ان میں سے بعض میرا ساتھ چھوڑ کر اس کے ساتھ جا ملیں گے۔

ابو داؤد فرڈی نینڈ کی مصلحتوں کو سمجھتا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ فرڈی نینڈ کو ابو عبد اللہ پر پورا اعتبار نہیں کیا اور وہ اس سے مالقہ پر اس لیے حملہ کروانا چاہتا تھا کہ باپ اور بیٹے کے درمیان نفرت کی خلیج اس قدر وسیع ہو جائے کہ ان کے درمیان مصالحت کا کوئی امکان باقی نہ رہے۔ چنانچہ اس نے جواب دیا ”شايد فرڈی نینڈ کی یہ خواہش ہے کہ دشمن کی توجہ تین محاذوں پر تقسیم ہو جائے۔ اگر آپ نے جنگ سے پہلو تہی کی تو ممکن ہے کہ وہ آپ کی اعانت کا ارادہ ہی ترک کر دے۔ اس لیے آپ کو

کسی تاخیر کے بغیر مالقہ پر حملہ کر دینا چاہیے۔ سرحدی عقاب اور اس کے ساتھی دشمن کا سب سے بڑا ہمارا تھا۔ سرحدی عقاب مارا جا چکا ہے اور اس کے ساتھی اپنے گھروں گھروں کو جا چکے ہیں اس لیے ممکن ہے کہ آپ فرڈی نینڈ کی آمد سے پہلے ہی مالقہ فتح کر لیں۔ مالقہ کی فتح کے بعد جنوب کے تمام باغی سردار اور قبائل آپ کی اطاعت قبول کر لیں گے اور آپ کو فرڈی نینڈ کا احسان نہیں اٹھانا پڑے گا۔

ابو عبد اللہ نے کہا ”میں مالقہ پر حملہ کرنے کے لیے تیار ہوں لیکن صرف اسی صورت میں جبکہ فرڈی نینڈ کی افواج سرحدی علاقے میں داخل ہو چکی ہوں۔“

ابو داؤد نے کہا ”اگر حکم ہوتو میں یہ جواب لکھ سمجھوں۔“

ہاں! لیکن اس طرح لکھنے کے باہم شاہی خیال نہ کرے کہ میں بزدل ہوں۔ میں صرف محتاط رہنا چاہتا ہوں۔

(۲)

ابو الحسن مفلوج اور ناپینا ہو چکا تھا۔ امراء کے اصرار پر اس نے اپنے بھائی الرشیل کو اپنا جانشین بنادیا۔ فرڈی نینڈ اپنی لا تعداد فوج کے ساتھ قسطلہ سے بکا اور قرطبه کے پاس پڑا تو ڈال کر اندر لس میں مسلمانوں کے آخری دفاعی قلعے پر فیصلہ کن ضرب لگانے کی تیاریاں کرنے لگا۔ اس نے شریش، اشبدیا یہ اور قاوس کے عیسائی امراء کو حکم دیا کہ وہ غرب ناطہ کے جنوب مشرق کے شہروں کو تاخت و تاراج کرتے ہوئے کوہ سیرا نویدا کا رخ کریں۔ اور باقی فوج کو ایک تجربہ کا رجرنیل کی قیادت میں شمال مشرق کے راستے سرحدی قبائل کی سر کوبلی کے لیے روائہ کر دیا۔

جب فرڈی نینڈ کی افواج بدر بن مغیرہ کے آزاد علاقے میں داخل ہوئیں تو انہیں عقب اور بازوں سے اکا دکا حملوں کے سوا کسی زبردست مزاحمت کا سامنا نہ

کرنا پڑا۔ عیسائیوں نے اپنے راستے کی بہت سی بستیاں تباہ و بر باد کر دالیں اور وہ بڑھتے ہوئے حوصلوں کے ساتھ سرحدی عقاب کی زمین پر پیش قدمی کرتے رہے۔ ایک دن ان کے سپہ سالار نے ایک ویران قلعہ پر قبضہ کرنے کے بعد اپنے سپاہیوں کے سامنے تقریر کرتے ہوئے کہا:

”بہادر! یہ وہ علاقہ ہے جہاں سرحدی عقاب کی اجازت کے بغیر کوئی پرندہ بھی پرنسپیں مار سکتا تھا۔ اب ان باغیوں کا راہنمای راجا چکا ہے اور ان کے حوصلے پست ہو چکے ہیں۔ ہمارے باڈشاہ کا خیال تھا کہ ہمیں شدید مزاحمت کا سامنا کرنا پڑے گا لیکن یہ لوگ ہمارے گھوڑوں کی ٹالپوں کی آواز سن کر بھاگ جاتے ہیں۔ ہماری تلواریں دشمن کے خون کی پیاسی ہیں لیکن معلوم ہوتا ہے کہ جب تک ہم مالکہ نہیں پہنچتے ان کی پیاس نہ بجھ سکے گی۔ اس لیے ہمیں راستے میں آرام کیے بغیر آگے بڑھنا چاہتے ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو ہمارے وہ بھائی جو قادس کی طرف سے مالکہ کا رخ کر رہے ہیں ہم سے سبقت لے جائیں۔“

اگلے دن جب وہ ایک جنگل سے گزر رہے تھے انہیں غیر متوقع حالات کا سامنا کرنا پڑا عقب کی فوج پر اچاک ایک ہزار سواروں نے حملہ کیا اور آن کی آن میں کوئی تین ہزار آدمیوں کو موت کے گھاٹ اتار کر جنگل میں غائب ہو گئے۔

بدر بن مغیرہ کی سب سے بڑی کامیابی یہ تھی کہ وہ اکاڈمکا حملے کرتا ہوا دشمن کی فوج کو ان خطرناک گھاٹیوں اور درروں میں لے آیا جن کی ہر چٹان حملہ آور کے خلاف ایک ناقابل تسلیم قلعہ بن سکتی تھی۔ عیسائی فوج کے بعض جہاندیدہ افسروں نے اپنے سپہ سالار کو راستہ بد لئے کامشوہ دیا لیکن وہ طاقت کے نشہ میں چور تھا اور اس کے پاہی جو عام حالات میں الیسی گزر گا ہوں پر پھونک پھونک کر قدم رکھتے، اپنے سپہ سالار کی طرح یہ سمجھ چکے تھے کہ سرحدی عتاب کی موت کے بعد سرکش قبائلیوں کی ہمت جواب دے چکی ہے۔ سیاہ پوش کی قیادت میں ایک ہزار سوار انہیں کافی نقصان پہنچا سکتے تھے اور انہیں یہ گوارانہ تھا کہ وہ ان سے نپئے بغیر آگے نکل جائیں۔

ایک شام عیسائی فوج سرحدی شہسواروں کے تعاقب میں دشوار گز اردرے اور تنگ گھاٹیاں عبور کرنے کے بعد ایک وادی میں داخل ہوتی۔ سامنے بلند پہاڑ تھے۔ اس لیے سپہ سالار نے فوج کو وادی میں پڑاؤڑا لئے کا حکم دیا اور کسی غیر متوقع حملہ پیش نظر اس نے فوج کی چند ٹولیاں ارڈر کی پیاریوں پر پہرا دینے کے لیے روانہ کر دیں۔ سارا دن یلغار کرنے کے بعد تھکے ماندی فوج پیٹ بھر کر کھانے اور جی بھر کر شراب پینے کے بعد سو گئی۔ فوج کا سپہ سالار اور دوسرے افسر بھی ارڈر کی پیاریوں پر پہرا دینے والوں کو رات کے وقت کسی غیر متوقع حملہ کی روک تھام کے لیے کافی سمجھ کر بے خبری کی نیند سو گئے۔ رات کے تیسرا پہرا اچانک ان پہریداروں کی چینیں سنائی دیں۔ سپہ سالار گھبرا کر اٹھا اور آنکھیں ملتا ہوا خیمے سے باہر نکلا۔ چاروں طرف کھرام مچا ہوا تھا اور ارڈر بہت سے خیمے جل رہے تھے۔ عیسائی فوج تلواریں سنبھال رہی تھی کہ اچانک تیروں کی بارش شروع ہو گئی۔ آگ

کی روشنی میں سینکڑوں سپاہی حملہ آوروں کے تیروں کا شکار ہو گئے۔

سپہ سالار نے فوج کوتار کی میں پناہ لینے کا حکم دیا۔ سپاہی جلتے ہوئے خیموں سے ایک طرف ہٹنے لگے۔ اچانک چاروں طرف سے اللہ اکبر کے نعرے سنائی دیئے اور آن کی آن میں حملہ آور نیچے اتر کر عیسائیوں کے حواس باختہ لشکر پر ثوٹ پڑے۔ تاریکی میں عیسائیوں کے کئی سپاہیوں کی تلواریں آپس میں لکڑا گئیں۔

سپہ سالار نے اس امید پر کہ حملہ آوروں کی تعداد زیادہ نہیں ہو گی فوج کو چاروں طرف بکھر کر پیارڈیوں پر قبضہ کرنے کا حکم دیا لیکن پھر وہ اور تیروں کی سخت بارش میں ان کی پیش نہ گئی۔ صحیح آثار نمودار ہونے تک نصرانیوں کی یہ حالت تھی کہ افسر کو اپنے سپاہیوں اور سپاہیوں کو افسر کی خبر نہ تھی۔ وہ درختوں اور پھر وہ آڑ میں چھپ کر اپنی جانیں بچانے کی کوشش کر رہے تھے۔ حملہ آور عیسائیوں کے بہت سے گھوڑے چھین کر ان پر سوار ہو چکے تھے اور باقی گھوڑے جن کی رسیاں کاٹ دی گئی تھیں بے تحاشا وادی میں ادھر ادھر بھاگ رہے تھے۔ بہت سے سپاہی ان کے پاؤں تلے روندے گئے۔ صحیح کی روشنی میں عیسائیوں نے دیکھا کہ حملہ ان کے اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر ان پر نیزوں سے حملے کر رہے ہیں۔ نصرانی سپہ سالار کو یہ امید تھی کہ حملہ آور صحیح کے آثار دیکھتے ہی فرار ہو جائیں گے لیکن ان کا جوش و خروش دیکھ کر اس نے یہ محسوس کیا کہ وہ ایک فیصلہ کن جنگ کے لیے اس وادی کو منتخب کر چکے ہیں۔ میدان میں عیسائیوں کی لاثوں کی تعداد حوصلہ شکن تھی۔ حملہ آوروں کی نسبت ان کی فوج کی تعداد بھی پانچ گناہ زیادہ تھی لیکن وادی میں سواروں کے پے در پے حملوں سے ان کے پاؤں اکھڑ چکے تھے۔ سپہ سالار نے مدانعانہ جنگ اڑتے ہوئے پیچھے ہٹنے کا فیصلہ کیا۔ وادی سے نکل کر اس نے ایک تنگ گھاٹ میں پہنچ کر یہ

محسوس کیا کہ اب اس کی فوج نیزہ بازوں کی زد سے محفوظ ہو چکی ہے لیکن یہاں بھی اسے اطمینان کا سانس لیتا نصیب نہ ہوا۔ ایک بار پھر مہیب چنانوں میں چھپے ہوئے مجاہدین کے اندرے سنائی دینے اور تیروں اور پتھروں کی بارش ہونے لگی۔

ایک پتھر سپہ سالار کے سر پر لگا اور وہ گر پڑا۔ اس کی موت کے ساتھ ہی سپاہیوں کے حوصلے ٹوٹ گئے۔ نائب سالار نے فوج کو تیزی کے ساتھ اس گھائی سے نکلنے کا حکم دیا۔ تیروں اور پتھروں کی بارش سے نکل کر ایک ہموارہ وادی میں پہنچ کر بھی کچھی فوج کا جائزہ لیا تو پچیس ہزار میں سے صرف آٹھ ہزار اس کے ساتھ تھے۔ پچھے سے تعاقب کا خطرہ محسوس کرتے ہوئے اس نے فوج کو دم لینے کی بھی مہلت نہ دی۔

وادی میں دو کوں چلنے کے بعد یہ فوج ایک گنجان جنگل میں داخل ہو رہی تھی کہ اچانک درختوں کی آڑ سے قریباً ایک ہزار سوار نمودار ہوئے اور انہوں نے پہلے حملہ میں ہی عیسائی فوج کو تتر بتر کر دیا۔ ان حملہ آوروں کے آگے آگے ہی سیاپوش سوار تھا جس کو زندہ پکڑنے کا شوق عیسائی سپہ سالار کو ان خطرناک مقامات تک لے آیا تھا۔ قریباً دو ہزار عیسائی بھاگ کر جنگل میں جا چھپے اور باقی فوج نے تجوڑی دیر مقابلہ کرنے کے بعد ہتھیار ڈال دینے۔

(۳)

مالکہ کی حفاظت پر الزیفری کو متعین کرنے کے بعد از شل پانچ ہزار جانبازوں کے ساتھ قرطبه، اشبيلیہ، قاؤس اور شمال مغرب کے دوسرے شہر کی مذہبی دل فوج کے ساتھ مد انعامہ جنگ لڑتا ہوا پیچھے ہٹا گیا اور سیرا نویدا کے دامن میں پہنچ کر سرحدی عتاب کا انتظار کرنے لگا۔

فرڈی نینڈ کو عقاب کی وادی میں اپنے سپہ سالار کی کامیابیوں کے متعلق نہایت حوصلہ افزای خبریں پہنچ رہی تھیں۔ اس نے ازفل کے پسپا ہو کر کریم انور یادا کی طرف ٹھنے کی خبر سنی تو دونوں افواج کے سپہ سالاروں کا حکم بھیج دیا کہ وہ ساحل کے شہروں کا رخ کرنے کی بجائے ازفل کو دونوں اطراف سے گھیر لیں اور اس کے ساتھ ہی اس نے غرناطہ میں ابو عبد اللہ کو پیغام بھیجا کہ وہ فوراً مالقہ پر حملہ کر دے۔

ابو عبد اللہ یہ اطاعت عمل چکی تھی کہ مالقہ کی فوج کا بیشتر حصہ ازفل کے ساتھ ہے اور الزیفری بہت تموزی فوج کے ساتھ شہر کی حفاظت کر رہا ہے۔ چنانچہ اس نے اپنی فتح کو یقینی سمجھ کر مالقہ پر چڑھانی کر دی۔ فرڈی نینڈ کے زرخید سرداروں کے علاوہ غرناطہ کے بعض ایسے لوگ بھی اس فوج میں شریک تھے جو اندرس میں مسلمانوں کے مستقبل سے مایوس ہو چکے تھے اور صرف زندہ رہنے کے لیے فرڈی نینڈ کو خوش کرنا چاہتے تھے۔

جس روز ابو عبد اللہ اپنی فوج کے ساتھ غرناطہ سے نکلا اس سے ایک دن قبل عقاب کی وادی میں فرڈی نینڈ کی فوج کا صفائیا ہو چکا تھا اور اس سے تین دن بعد سرحدی عقاب کے جانباز ازفل کے جہنڈے تل جمع ہو چکے تھے۔ ازفل کی فوج دسمبر کی تعداد سے خائز تھی۔ لیکن شاندار فتح کی خبر سن کر ان کے حوصلے بڑھ گئے۔

ازفل نے بدر بن مغیرہ اور منصور بن احمد کے ساتھ اپنی قیام گاہ کے اردوگر و تمام چوکیوں کا معاشرہ کیا۔ بدر بن مغیرہ کے اپنے آدمیوں کے سوا کسی اور کوئی علم نہ تھا کہ وہ زندہ ہے۔ سپاہی ازفل کے ساتھ ایک نقاب پوش کو دیکھتے اور یہ سمجھتے کہ بدر بن مغیرہ کے چھن جانے کے بعد قدرت نے انہیں ایک نیا ددگار عطا کیا ہے۔ اس کی قیام گاہ فوج کے پڑاؤ سے کچھ دور تھی اور ازفل کے چند چیدہ چیدہ افسروں کے سوا جو اس

راز سے واقف تھے کسی اور کو وہاں جانے کی اجازت نہ تھی۔

الپورا کے جنگجو قبائل جو ق در جوقِ ازل کے جھنڈے تلے جمع ہو رہے تھے۔

مدت کے بعد انہیں عقاب کی وادی کے مجاہدین کے دوش بدوش اڑنے کا موقع ملا تھا۔ چونکہ منصور بن احمد کو بدر بن مغیرہ کا جانشین سمجھا جاتا تھا اس لیے انہوں نے ازل سے درخواست کی کہ ان کی قیادت منصور بن احمد کے سپرد کی جائے۔ منصور نے بدر بن مغیرہ کی ہدایات کے مطابق جنگ کا نقشہ تیار کیا اور قبائلی مجاہدین کو تمام راستوں پر پھیلا دیا اور انہیں ہدایت کی جوں جوں عیسائیوں کی فوج آگے بڑھتی آئے وہ عقب سے اس سے پچھنے ہٹنے کے راستوں کی ناکہندی کرتے آئیں۔

یہ شکر عقاب کی وادی پر حملہ کرنے والی فوج کے انجام سے بے خبر تھا۔ پانچ دن سیرا نویدا کے دامن میں پڑا اور ڈال کر اس کے سپہ سالار کے پیغام کا انتظار کرتا رہا لیکن قبائلی مجاہدین نے چند بار شب خون مار کر انہیں آگے بڑھنے پر مجبور کر دیا۔

تین دن کی پیش قدمی کے دوران میں چند بستیاں جلانے اور چند مردوں اور عورتوں کو قید کرنے کے بعد فرڑی نینڈ کا شکر اس خطرناک علاقے میں داخل ہو چکا تھا جہاں سرحد کے عقاب بے قراری سے اس کا انتظار کر رہے تھے۔

بدر بن مغیرہ نے اپنے پنے ہوئے ایک ہزار جانبازوں کے ساتھ دشمن کے ہر اول دستے پر حملہ کیا اور آن کی آن میں انہیں تتر بترا کر کے پیاروں میں روپوش ہو گیا۔ عیسائی سپہ سالار صورت حال کا اندازہ کر رہا تھا کہ عقب سے قبائلیوں کے حملہ کی خبر ملی۔ یہ جگہ باقاعدہ اڑانی اڑنے کے تنگ تھی۔ عیسائی سپہ سالار نے فوج کو تیزی سے آگے بڑھنے کا حکم دیا۔ گھٹائی سے آگے ایک ڈھلوان تھی اور اس کے آگے ایک وادی تھی۔ عقب سے حملہ کی شدت محسوس کرتے ہوئے سپہ سالار نے اس وادی میں

اتر نے کافی فصلہ کیا۔ اس وادی کا نشیب کوئی دوکوس کے بعد ایک کشادہ جنگل سے جا مانا تھا اور اور پر کی طرف اس کا دوسرا سرا دوپیاڑوں کے درمیان ایک تنگ درزہ دکھائی دیتا تھا۔

جنگل میں سپہ سالار قبائلی حملہ آوروں کو بہت خطرناک سمجھتا تھا اور دوسری طرف اسے کسی تنگ درزے میں گھر جانے کا خطرہ تھا۔ اس نے فوج کو رکنے کا حکم دے کر ہراول دستے راستہ دیکھنے کے لیے دونوں طرف رو انہ کر دینے اور خود حملہ آوروں کا انتظار کرنے لگا۔ تمہوڑی دیر میں اس کی فوج کے عقبی دستے بھی پہنچ گئے اور انہوں نے اطلاع دی کہ حملہ آور ان کے جوابی حملوں سے پسپا ہو گئے ہیں۔

ہراول دستے کو جو سپاہی وادی کے نشیب کی طرف گئے تھے جنگل میں داخل ہوتے ہی نیزوں کی بوچھاڑ کا سامنا کرنے کے بعد لوٹ آئے اور انہوں نے واپس آ کر اطلاع دی کہ یہ جنگل تیراندازوں سے پٹا پڑا ہے۔

جو سپاہی وادی کے دوسرے کونے کی طرف گئے تھے انہوں نے ایک پہر کے بعد واپس آ کر اطلاع دی کہ وہ قریباً دس کوں تک دیکھ آئے ہیں۔ وادی کا یہ سر اکبیں تنگ اور کبیں کشادہ ہے۔ دونوں طرف پیاڑیاں کافی بلند ہیں۔ راستے میں ہمیں دشمن کا کوئی سپاہی نہیں ملا۔ چند چڑا ہوں نے بتایا ہے کہ یہ وادی دو دن کی مسافت کے بعد اس زرخیز علاقے سے جا ملتی ہے جہاں سے الپور را کے قبائل کی بستیاں شروع ہوتی ہیں۔

عیسائی سپہ سالار کو یہ راستہ بھی خطرناک دکھائی دیا لیکن اس وادی میں پڑا تو ڈالنے کے بعد بھی اسے چاروں طرف سے گھر جانے کا خطرہ تھا۔ اسے یہ بھی خطرہ تھا کہ اگر حملہ آوروں نے جنگل اور پیاڑ سے نکل اس سے ساتھ باقاعدہ جنگ نہ کی تو

بھی وہ شب خون مار کر اسے کافی نقصان پہنچاتے رہیں گے۔ اس کے سامن سیرا نویدا کے بلند پیارہ تھے۔ باسیں طرف جنگل تھا جس کو دشمن کو صاف کر کے آگے بڑھنا ناممکن تھا۔ عقب میں ڈھلوان تھی جس کی طرف اسے لوٹ کر اسے پھر ایک بار ان تنگ گھائیوں سے گزرنا پڑتا تھا۔ جنہیں عبور کرتے ہوئے وہ کافی نقصان اٹھا چکا تھا۔ اسے یہ بھی احساس تھا کہ جنگل میں چمپی ہوئی فوج اس کے واپس مرتے ہی پیاریوں پر پہنچ کر اس کا راستہ روک لے گی۔ ناچار اس نے دائیں ہاتھ مرنے کا فیصلہ کیا۔ جب یہ وادی تنگ ہو جاتی پیادہ فوج کے سپاہی دشمن کے پھروں اور تیروں سے محفوظ رکھنے کے لیے دونوں کناروں کی پیاریوں پر چڑھ جاتے اور جب یہ وادی کشادہ ہو جاتی تو وہ بلندی کے دشوار گز ار راستے چھوڑ کر سواروں کے ساتھ آلتے۔ وہ شام تک اسی طرح چلتے رہے اور راستے میں کوئی حادثہ پیش نہ آیا۔

رات ہو گئی لیکن فوج کے سپہ سالار کو پڑاؤڑا لئے کے لیے کوئی موزوں جگہ نظر نہ آئی۔ رات کی تاریکی میں تھوڑی دیر چلنے کے بعد یہ تنگ وادی اور دونوں طرف کی پیاریاں بلند نظر آنے لگیں۔ تاریکی اس قدر زیادہ تھیں کہ پھروں میں گھوڑے اڑکھڑا نے لگے۔ بعض افسروں نے سپہ سالار کو مشورہ دیا کہ یہ وادی خدا جانے کے لیے کوئی راستہ ختم ہو۔ ممکن ہے کہ ہم کسی ایسی جگہ پہنچ جائیں جہاں آگے بڑھنے کے لیے کوئی راستہ نہ ہو اور وہاں دشمن ہمارا انتظار کر رہا ہو۔ اس لیے بہتر ہے کہ یا تو ہم واپس مژا جائیں یا گھوڑوں کو وادی میں چھوڑ کر پیاریوں پر چڑھ جائیں۔ رات اگر ہم پر کوئی غیر متوقع حملہ ہو تو بھی ہماری حالت اس قدر مخدوش نہیں ہوگی۔ صحیح کی روشنی میں اگر ہمیں واپس جانا پڑا تو بھی ہمارے پیادہ سپاہی پر چڑھ کر ہمارے راستے کی حفاظت کر سکیں گے۔

وہ ابھی یہ بحث کر رہے تھے کہ اوپر سے ایک پتھر گرا۔ وہ بد حواس ہو کر تاریکی میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے جھوٹی دیر کے بعد چند اور پتھر گرے اور زخمی ہونے والوں کی چینیں سنائی دیں اور اس کے ساتھ ہی پتھروں کی بے محابا بارش ہونے لگی۔ سپہ سالار نے فوج کو پیچھے لوٹنے کا حکم دیا لیکن پتھروں کی بارش کا ذرکر نہ ہوا۔ پتھروں کے شور اور زخمیوں کی چینیوں کے ساتھ گھوڑوں کی ہنہناہٹ نے ایک قیامت برپا کر دی۔ پیاریوں کے اوپر حملہ آور اللہ اکبر کے نعرے باند کر رہے تھے۔

سپہ سالار نے فوج کو بتاہی سے بچانے کے لیے حکم دیا کہ وہ گھوڑوں کو چھوڑ کر پیاریوں پر چڑھ جائیں۔ لیکن اس ہنگامے میں بہت کم سواران کا حکم سن سکے اور جنہوں نے اس کی حکم کی تعییل کرنے کی کوشش کی انہوں نے فوراً ہی یہ محسوس کر لیا کہ چنانوں پر چڑھنا آسان نہیں۔ اکثر سوار وادی کے کسی کشادہ حصے میں پہنچنے کی نیت سے گھوڑوں کی باغیں موڑ چکے تھے۔

صحیح تک یہ فوج اس وادی میں بھٹکتی اور قیامت خیز بتاہی کا سامنا کرتی رہی۔ تیس ہزار سپاہیوں میں سے بارہ ہزار پتھروں کا شکار ہو گئے۔ پانچ ہزار پیاریوں پر چڑھ کر بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گئے، باقی فوج واپس اس مقام پر پہنچ چکی تھی جہاں سے اس نے اپنا سفر شروع کیا تھا لیکن انہیں منبعانے کا موقع نہ ملا۔ جنگل سے تازہ دم سوار نمودار ہوئے۔ ان کے سپہ سالار کے ہاتھ میں غرناطہ کا جھنڈا اٹھا۔ وہ آن کی آن میں گھوڑے اڑاتے ہوئے ان کے سر پر آپنچے۔ نصرانیوں کی تعداد اب بھی ان سے کم نہ تھی۔ انہوں نے ڈٹ کر مقابلہ کیا لیکن جھوٹی دیر کے بعد ایک نقاب پوش کی قیادت میں پانچ ہزار مزید سوار ایک پیاری سے اترے۔ ان کے جھنڈے

پر عقاب کی تصویر تھی۔ انہوں نے ایک ہی ریلے میں دشمن کی صفائی توڑ پھوڑ کر رکھ دیں۔ میدان میں ”اسلام زندہ باد، غرناطہ زندہ باد، ازفل زندہ باد اور مجاہدین زندہ باد“ کے نعرے باندھونے لگے۔

فرڈی نینڈ کی فوج کے تین ہزار سواروں نے میدان چھوڑ کر جنگل کا رخ کیا۔ اور باقی فوج نے ہتھیار پھینک دیئے۔

قیدیوں میں دو ہزار کے قریب فردی نینڈ کے نائب اور فوج کے اعلیٰ افسر تھے

(۳)

ابو عبد اللہ اتمام حجت کے لئے مالقہ کی طرف روانہ ہوا۔ اسے معلوم ہو چکا تھا کہ ازفل مالقہ چھوڑ کر پیاروں کی جا چکا ہے اور مالقہ کی حفاظت کے لیے بہت تجوڑی فوج ہے۔ اس کے علاوہ اسے یہ بھی تسلی تھی اگر وہ بہت جلد شہر پر قبضہ کرنے میں کامیاب نہ ہو تو بھی چند دن میں فردی نینڈ کی انواع پیاری مقابل کی سرکوبی کی مہم سے فارغ ہو کر اس کی مدد کے لیے پہنچ جائیں گی۔ لیکن الزیفری نے شہر سے باہر نکل کر اس کا مقابلہ کیا۔ الزیفری کی فوج کی تعداد تجوڑی تھی لیکن اس کے سپاہیوں میں ابو عبد اللہ کے کرائے کے سپاہیوں کے مقابلے میں کہیں زیادہ جوش و خروش تھا۔ جب انواع آمنے سامنے ہوئیں تو الزیفری نے اپنی فوج کے سامنے ایک پر جوش تقریر کرتے ہوئے کہا:

”دشمن کی تعداد تم سے زیادہ ہے لیکن یاد رکھو
کہ غدار کبھی بہادر نہیں ہوتے۔ آج تمہاری جنگ
اپنی بقا کے لیے ہے۔ اگر میدان میں تمہارے

پاؤں اکھڑ گئے تو مالقہ پر ابو عبد اللہ کے ہاتھوں سے
 فرڈی نینڈ کا جھنڈا نصب ہو گا۔ خدا کی اعانت پر
 بھروسہ کرو۔ یہ ملت فروش اور کرائے کے سپاہی
 تمہارے مقابلہ میں نہیں ٹھہر سکتے۔ ابو عبد اللہ کا
 سب سے بڑا سہارا فرڈی نینڈ ہے لیکن تم یہ خوش
 خبری سن چکے ہو کہ عتاب کی وادی میں اس کی آدمی
 فوج مجاہدین کی مٹھی بھر جماعت کے ہاتھوں تباہ و
 بر باد ہو چکی ہے۔ انشاء اللہ آج کل میں تم یہ بھی سن
 لو گے کہ سیر انویدا میں اس کی باقی فوج کا بھی یہی
 حشر ہوا ہے۔ مجاہدو! آگے بڑھو۔ آج کے دن خدا
 نے فتح کے لئے جس گروہ کو منتخب کیا ہے وہ تمہارے
 سو اکوئی نہیں،۔

ابو عبد اللہ اور اس کے بیشتر ساتھی شہر کے محاصرہ کا خیال لے کر آئے تھے۔
 ال زینفری جیسے سرفروش کے ساتھ کھلے میدان میں نبرد آزمانا ان کی خواہش کے عین
 خلاف تھا۔ ابھی وہ شش و نیج میں تھے کہ ال زینفری کی فوج کا ایک سالار گھوڑا بھگتا
 ہوا میدان میں آیا اور اس نے بلند آواز میں کہا:

”مسلمان صرف حق کے لیے اڑتا ہے۔ اگر
 تم میں سے کوئی یہ سمجھتا ہے کہ وہ حق پر ہے تو میں
 اسے مقابلہ کی دعوت دیتا ہوں۔ اگر تمہارے دل یہ
 گواہی دیتے ہیں کہ تم حق پر نہیں ہو تو یقین کرو کہ تم

ہمارے سامنے نہیں تھہر سکو گے۔ تم فرڑی نینڈ کی مدد
 کے بھروسے پر آئے ہو لیکن یقین جانو اس کا ایک
 سپاہی بھی تمہاری مدد کے لیے نہیں آئے گا۔ عقاب
 کی وادی میں وادی میں اس کی آدمی فوج تباہ ہو چکی
 ہے اور سیرا نویدا میں اس کی باقی فوج ہمارے
 سالار اعظم کے گھیرے میں آ چکی ہے لیکن ابو
 عبد اللہ! اس کے باوجود اگر تم لڑنا چاہتے ہو تو خود
 میدان میں۔ شاید تمہارا انعام ان گمراہ لوگوں کو راہ
 راست پر لاسکے۔

ابو عبد اللہ نے اپنے سپاہیوں کی طرف دیکھا اور ان کے چہروں پر مایوسی دیکھ
 کر کہا یہ جھوٹ ہے۔ تم ان کی بالتوں میں نہ آؤ۔ فرڑی نینڈ کو کوئی طاقت شکست نہیں
 دے سکتی۔

ابو عبد اللہ کے اشارے پر ایک برابری سردار گھوڑے کو ایڑ لگا کر آگے بڑھا۔
 مالقہ کے مجاہد نے نیزہ بلند کیا اور گھوڑے کو ایک چکر دے کر حملہ کر دیا۔ آن کی آن
 میں ابو عبد اللہ کی فوج برابری سردار کو زمین پر تڑپتا دیکھ رہی تھی۔

الزیفری کی فوج س کے اشارے کی منتظر تھی۔ الزیفری نے نیزہ بلند کرتے
 ہوئے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا اور مالقہ کے مجاہدین آندھی کی طرح ابو عبد اللہ کی فوج پر
 ٹوٹ پڑے۔

ایک ساعت کے بعد ملت فردوں کا الشکر میدان میں چار سو لاشیں چھوڑ کر
 غرناطہ کا رخ کر رہا تھا۔ الزیفری نے تمہوڑی دوران کا تعاقب کیا لیکن مالقہ کو غیر محفوظ

سمجھ کر لوٹ آیا۔

ابو عبد اللہ کے غرناطہ پہنچنے سے پہلے اہل شہر کو سیر انویدا اور عقاب کی وادی میں مسلمانوں کی شاندار فتح کی خبر مل چکی تھی۔ بازاروں اور گلیوں میں جشن فتح منایا جا رہا تھا۔ بعض لوگ مساجد میں جمع ہو کر ازفل کی درازی عمر کی دعا میں مانگ رہے تھے اور بعض چوراہوں میں جمع ہو کر غرناطہ کے شعراء سے سرحدی جانبازوں اور قبائلی مجاہدین کی شان میں فضائد سن رہے تھے۔

ابو عبد اللہ کے الحمراہ میں داخل ہونے کے تھوڑی دیر بعد سارے شہر میں اس کی شکست کہ خبر مشہور ہو گئی اور لوگ محل کے دروازے کے سامنے جمع ہونے لگے۔ پہریداروں نے دروازہ بند کر دیا۔

محل میں داخل ہوتے ہی ابو عبد اللہ کو اس کے نائب السلطنت نے بتایا کہ میں دونوں محاذوں پر عیسائی فوج کی شکست کی تصدیق کر چکا ہوں۔ فرڈی نینڈ کی شکست خورده افواج کے چند پاہی بھٹکتے ہوئے غرناطہ کے پاس ایک بستی میں پہنچ گئے تھے۔ بستی کا سردار انہیں میرے پاس لے آیا۔ ان میں سے ایک وہ تھا جس کی فوج عقاب کی وادی میں تباہ ہو چکی تھی۔ اور باتی وہ تھے جو سیر انویدا میں ازفل کے حملے سے بچ نکلنے میں کامیاب ہوئے تھے۔ غرناطہ کی بہت سی چوکیوں کے مخالفتوں کی طرف سے بھی میرے پاس اس قسم کی اطاعت پہنچی ہیں کہ انہوں نے میدان سے بھاگے ہوئے عیسائیوں کی کئی ٹولیاں دیکھی ہیں۔ اہل شہر میں ان خبروں سے کافی جوش و خروش پیدا ہو گیا ہے اور طلباء نے مفتی اعظم کے علاوہ آپ کے وفادار سرداروں کو قتل کر دیا ہے اور آپ کے ساتھ مہم پر جانے والے کئی سپاہیوں کے گھروں کو آگ لگادی ہے۔

ابو عبد اللہ نے تازہ صورت حالات پر غور کرنے کے لئے امراء کو دارالاسود میں جمع ہونے کا حکم دیا اور خود دوسرے کمرے میں بیٹھ کر ایک غلام کو حکم دیا کہ وہ ابو داؤد کو بلا لائے۔ غلام ابو داؤد کو بلا نے چلا گیا تو عبد اللہ اٹھ کر کمرے میں شہلنے لگا۔

تمہوری دیر کے بعد غلام نے واپس آ کر یہ اطلاع کہ ابو داؤد کہیں جا چکا ہے۔

ابو عبد اللہ نے پریشان ہو کر پوچھا "کہاں؟"

غلام نے جواب دیا "اس بات کا صرف داروغہ کو علم ہے اور شرف باریابی کی بغاوت چاہتا ہے"

ابو عبد اللہ نے کہا "اُسے جلدی بلاو" تمہوری دیر کے بعد الحمرا کا داروغہ کمرے میں داخل ہوا اور ابو عبد اللہ کے سامنے سر جھکا کر کھڑا ہو گیا

ابو عبد اللہ نے سوال کیا "تمہیں معلوم ہے ابو داؤد کہاں گیا ہے؟" اس نے مجھے صرف اتنا بتایا تھا کہ وہ آپ کے حکم کی تعییل میں کہیں جا رہا ہے"

"وہ غرناطہ سے کہیں باہر گیا ہے"

"وہ یہاں سے بکھری پر روانہ ہوا تھا۔ اپنا ضروری ساز و سامان بھی ساتھ لے گیا ہے"

"جاو اس کے گھر سے پتہ کرو نہیں میں خود جاتا ہوں" ابو عبد اللہ دروازے کی طرف بڑھا لیکن داروغہ نے کہا "اس کا مکان خالی ہے"

"کیا کہا؟"

وہ سب جا چکے ہیں

”ابو عبد اللہ نے اپنی بدوہاں میں داروغہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا“ وہ
کب گئے؟“

”آج دوپہر کے وقت“

”تم نے انہیں روکا نہیں؟“

”آپ کے حکم کے بغیر میں یہ جرات کیسے کر سکتا تھا؟“

”ان کے پاس کوئی اٹلچی آیا تھا؟“

”وہ نہیں لیکن معلوم ہوتا تھا کہ وہ عیسائیوں کی شکست کی خبر سن کر پریشان تھے“

”کیا میرے لئے کوئی پیغام چھوڑ گئے ہیں؟“

”وہ نہیں وہ یہ کہتے تھے کہ وہ آپ کے حکم کی تعمیل میں کہیں جا رہے ہیں۔ الحمرا
کے دروازے پر چونکہ لوگوں کا ہجوم تھا اس لئے انہیں عقیبی دروازے سے باہر نکلا پڑا
۔ وہ یہ بھی نہیں چاہتے تھے کہ باہر کوئی انہیں دیکھ کر بیچان سکے اس لئے انہوں نے
ایک مرکاشی تاجر کا لباس پہن رکھا تھا“

ابو عبد اللہ نے داروغہ کو رخصت کیا اور تمہوڑی دری تہائی میں سوچنے کے بعد
امراء کے کمرے میں داخل ہوا۔

ابو عبد اللہ کے ساتھی شکست خورده ذہنیت کے وہ لوگ تھے جنہوں نے آنے
والی جنگوں میں مسلمانوں کی شکست یعنی سمجھ کر اپنا مستقبل عیسائیوں کے ساتھ وابستہ
کر دیا تھا۔ ابو داؤد انہیں یقین دلا چکا تھا کہ فرڈنیڈ وقت آنے پر انہیں ان کی
غداری کا صلح ضرور دے گا لیکن فرڈنیڈ کی شکست اور ابو داؤد کے اچانک غائب
ہو جانے سے ان کی پریشانی کی کوئی حد نہ رہی

جب ابو عبد اللہ دارالاسود میں داخل ہوا تو اس نے دیکھا کہ وہاں بہت سی

کرسیاں خالی ہیں۔ پوچھنے پر اسے پتہ چلا کہ بعض امراء میسا نیوں کی شکست کی خبر سُن کر روپوش ہو گئے ہیں۔ ممکن ہے کہ انفل کے ساتھ جا ملے ہوں اور چند غرناطہ کے مظاہرین کے ساتھ مل گئے ہوں۔“

ابو عبد اللہ نے حاضرین سے پوچھا ”اب آپ کی کیا رائے ہے؟“
وہ ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ بالآخر ایک سردار نے اٹھ کر کہا
”سلطان معظم! انفل کی افواج عنقریب

غرناطہ کے دروازے پر کھڑی ہوں گی۔ عوام کے
جوش و خروش کی یہ حالت ہے کہ اگر الجماعت کی
حافظت کے لئے ناقابل تغیر فصیل اور ہنسی
دروازے نہ ہوں تو آج وہ ہم میں سے کسی کو زندہ
نہ چھوڑیں۔ ہن لوگوں پر ہمیں بہت زیادہ بھروسہ تھا
وہ ان کی رہنمائی کرنے ہے ہیں۔ ہماری فوج مالکہ کی
شکست کے بعد انفل سے جنگ کرنے کی ہمت
نہیں رکھتی۔ اگر وہ غرناطہ پر قابض ہو گیا تو صرف
سرحدی عقاب کے بدالے میں وہ ہم سب کو پھانسی
پر لٹکا دے گا۔ ہمارے لئے صرف ایک ہی راستہ
ہے اور وہ یہ کہ ہم غرناطہ چھوڑ کر فرڈنیڈ نے اس مہم
پر بہت تجوڑی فوج بھیجی تھی اور وہ اس شکست پر
خاموش نہیں بیٹھے گا۔ سر دست غرناطہ ہمارے لئے
غیر محفوظ ہے۔ اگر یہ محفوظ ہوتا تو ابو داؤد اچانک

اس طرح غائب نہ ہو جاتا۔ اب ہمارے سامنے
سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ ہم ازفل کے انتقام
سے کس طرح فتح سکتے ہیں؟۔

دوسراے امراء نے یکے بعد دیگرے اس تجویز کی حمایت کی۔ ابو عبد اللہ سر جھکا
کر دیر تک سوچتا رہا۔ بالآخر اُس نے کہا۔ ”اگر آپ سب کی رائے یہی ہے تو میں
اس کی مخالفت نہیں کروں گا۔“

سردار نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے کہا ”تو بہتر ہے کہ ہم بہت جلد یہاں
سے نکل جائیں۔ میرے خیال میں رات کا وقت بہتر ہے گا لیکن آج مشتعل ہجوم
المحراہ کے گرد گھیرا ڈالے ہوئے ہے۔ اس لئے ہمیں کل رات کے لئے تیار رہنا
چاہیئے۔“

ابو عبد اللہ نے مجلس برخاست کی اور وزیر اعظم کو تھوڑی دیر کے لئے ٹھہر نے کا
حکم دیا۔ کچھ دیر دونوں اپنے مستقبل کے متعلق مختلف تجویز پر غور و خوض کرتے رہے

ابو عبد اللہ نے کہا ”کیا آپ کو یقین ہے کہ فر ڈنیڈ اس قدر نقصان اٹھانے کے
باوجود میرا کھویا ہوا تخت و تاج واپس دلانے کے لئے ایک اور جنگ کے لئے تیار
ہو جائے گا۔ کیا وہ ایک شکست خورده اور کمزور دوست کے لئے جنگ کرنے کے
بجائے میرے چچا کو ایک طاقتور دشمن سمجھ کر اس کی طرف مصالحت کا ہاتھ نہیں
بڑھائے گا؟ فرض کیجئے اگر والد اور چچا کے ساتھ مصالحت کی خواہش میں اُس نے
مجھے اور میرے ساتھ آپ کو ان کے حوالے کر دیا تو؟
وزیر نے سوچنے کے بعد کہا۔ ”اس بات کا فیصلہ مستقبل کے واقعات کریں

گے کہ ہمارا قدم صحیح تھا یا غلط، بہر حال ہم اپنا مستقبل فرڈنیڈ کے ساتھ وابستہ کر چکے ہیں۔ اب ہمارے لئے اس کے سوا کوئی راستہ نہیں کہ ہم اس کے پاس پہنچ جائیں۔ ابو داؤد وہاں پہنچ چکا ہے اور اس کی موجودگی میں اگر فرڈنیڈ، انزل یا آپ کے والد کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھائے تو یہ ایک مجزہ ہو گا۔ آپ پریشان نہ ہوں جب تک فرڈنیڈ اپنی گرزشی شکستوں کا انتقام نہیں لیتا اسے ہماری ضرورت رہے گی۔

الحمد لله کا داروغہ کمرے میں داخل ہوا اور اس نے آگے بڑھ کر ادب سے سلام کرنے کے بعد کہا۔ ”شامی سرحد کا ناظم اعلیٰ شرف بازیابی کی اجازت چاہتا ہے۔“ ابو عبد اللہ نے داروغہ کی طرف دیکھا اور جھنجھلا کر کہا، ”تمہیں معلوم نہیں کہ ہم اس وزیرِ اعظم کے ساتھ باتیں کر رہے ہیں۔“

داروغہ نے کہا ”سلطانِ معظم! میں نے اُسے روکنے کی کوشش کی لیکن وہ ملاقات کے لئے مصر ہے۔ وہ کوئی اہم خبر لے کر آیا ہے۔“

وزیر نے کہا۔ ”لیکن وہ اس وقت الحمد را میں کیونکر داخل ہوا؟

داروغہ نے جواب دیا۔ ”آج شام سلطانِ معظم کی آمد سے تھوڑا دری قبل شہر کی ایک معز زخاتوں جنہیں ملکہ عالیہ نے ہر وقت الحمد را میں آنے کی اجازت دے رکھی ہے ملکہ عالیہ کے پاس اس کا کوئی پیغام لے کر آتی تھیں اور ملکہ عالیہ نے مجھے حکم دیا تھا کہ میں اُسے محل میں بلا لاوں۔“

ابو عبد اللہ نے پوچھا۔ ”ملکہ اس سے مل چکی ہیں؟“

”ہاں۔ اور انہوں نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کے لئے ملاقات کی اجازت حاصل کرلوں۔“

ابو عبد اللہ نے پوچھا۔ ”وہ اس وقت کہاں ہے؟“

”وہ باہر دروازے پر کھڑا ہے۔ وہ اس بات پر مصر تھا کہ میں اسے امراء کی مجلس میں ہی حضور کی خدمت میں پیش کر دوں لیکن میں نے اُسے بڑی مشکل سے روکا۔ وہ سخت پریشان ہے۔“

ابو عبد اللہ نے کہا ”اگر وہ یہ خبر لے کر آیا ہے کہ فرڈنیڈ کی افواج کو شکست ہو چکی ہے تو کہہ دو کہ ہم اس سے نہیں مل سکتے۔“

”سلطانِ معظم! وہ زخمی ہے اور ملکہ عالیہ کا ارشاد ہے کہ اس کا آپ سے مانا اشد ضروری ہے۔“

ابو عبد اللہ نے کہا ”اچھا بناوے“
داروغہ سلام کر کے باہر نکل گیا۔ تھوڑی دیر بعد ایک قوی ہیئت نوجوان کمرے میں داخل ہوا۔ اس کی پیشانی پر سفید پٹی بندھی ہوئی تھی اور گلے میں بندھے ہوئے رومال کے ساتھ وہ اپنے بائیں بازو کو سہارا دئے ہوئے تھا۔

”سلطانِ معظم!“ اس نے ادب سے سلام کرنے کے بعد کہا ”میں اس وقت آپ کے آرام میں مخل ہونے کی گستاخی پر معذرت چاہتا ہوں لیکن میرے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہونا ضروری تھا۔“

ابو عبد اللہ نے کہا تم زخمی ہو
اس نے بے پرواہی سے جواب دیا۔ ”یہ زخم معمولی ہیں میں آپ کی خدمت میں ایک افسوس ناک خبر لے کر آیا ہوں۔“

ابو عبد اللہ نے کہا ”اگر تم یہ خبر لے کر آئے ہو کہ میرا چچا غرناطہ پر حملہ کرنے والا ہے یا فرڈی نیڈ کی فوج میدان چھوڑ کر بھاگ گئی ہے تو تم ہماری معلومات میں اضافہ نہیں کر سکو گے۔“

”سلطانِ معظم! میں صرف اپنے علاقے کے متعلق کچھ کہنے آیا ہوں۔“

”وہاں لوگوں نے ہمارے خلاف بغاوت کر دی ہوگی۔ ہمیں ایسی خبروں سے بھی کوئی دلچسپی نہیں۔ تمہارے علاقہ کے باغی ہمارے خلاف غرناطہ کے باغیوں سے زیادہ پر جوش نہ رہنے نہیں لگاتے ہوں گے۔“

”دنہمیں میں باغیوں کی نمائندگی کرنے کے لئے نہیں آیا حضور کے کانون تک مظلوموں کی آواز پہنچانے آیا ہوں۔ شکست کھا کر بھاگنے والی عیسائی فوج نے انتقامی جذبہ کے تحت سرحد پر تباہی مچا دی ہے۔ انہوں نے ہماری پندرہ بستیاں جلاڑالی ہیں۔ لوگوں کے مال و متاع کے علاوہ چالیس کے قریب نوجوان اٹکیاں چھین کر لے گئے ہیں۔ سرحد پار کی بہت سی چوکیوں کے عیسائی سپاہی بھی ہمارے علاقے میں داخل ہو گئے ہیں۔ میرے پاس کل پانچ سو سپاہی تھے۔ جن میں سے تین سو کے قریب مارے جا چکے ہیں۔ حملہ آوروں کی تعداد میں ہر گھری اضافہ ہو رہا ہے اور وہ عورتوں، بچوں اور بوڑھوں میں سے ہر ایک کو موت کے گھاٹ اتار رہے ہیں۔ انہوں اعلان کئے بغیر ہمارے خلاف جنگ شروع کر دی ہے۔ سرحد کا علاقہ خالی ہو رہا ہے۔ اگر ہم نے اس وحشت اور

بربریت کے طوفان کو فوراً نہ روکا تو دو تین دن میں
کئی ہزار پناہ گزین اپنے گھر بارچھوڑ کر غرناطہ پہنچ
جائیں گے۔

ابو عبد اللہ نے کہا ان حالات میں تم مجھ سے کیا توقع رکھ سکتے ہو؟
نوجوان نے قدرے ہوش کے ساتھ کہا۔ میں اپنی طرف سے کچھ میں کہوں گا
— میں سلطانِ معظم کے کانوں تک اپنی قوم کی ان بیٹیوں کی آواز پہنچا چکا ہوں جن کی
عصمت لک رہی ہے، جن کے کم سن بچے ان کے سامنے قتل کئے جا رہے ہیں اگر
سلطانِ معظم مجھ سے یہ پوچھتے ہیں کہ وہ کیا چاہتی ہیں تو میں یہ جواب دوں گا کہ
ہمیں ان ڈاکوؤں اور اسیروں کے خلاف فوراً اعلانِ جنگ کر دینا چاہتے ہیں۔

ابو عبد اللہ نے کہا ”ہمارے لئے اس وقت سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ مشتعل
لوگوں کو الحمراء سے کیونکر دور کھا جائے۔ اگر تمہیں ہماری مشکلات کا اندازہ نہیں تو
خود جا کر دروازے کے سامنے جمع ہونے والے لوگوں کو دیکھ لو۔“

میں انہیں دیکھ چکا ہوں اور یہاں بھی ان کی آواز میرے کانوں تک پہنچ رہی
ہے۔ وہ سب یہ کہہ رہے ہیں کہ نصراللہ ہمارے دشمن ہیں۔ انہوں نے ہسپانیہ میں
اپنی مسلم رعنایا پر عرصہ حیات تنگ کر رکھا ہے اور اب وہ مملکتِ غرناطہ میں بھی یہ کھیل
کھیلنا چاہتے ہیں۔ ابو عبد اللہ نے کہا ”تمہارے کان اس قدر تیز ہیں لیکن تم یہ نہیں
سکتے کہ ابو عبد اللہ غدار ہے۔ الحمراء کی ایسٹ سے ایسٹ بجا دو۔“

ناظم نے کہا ”میں سب کچھ سن چکا ہوں لیکن میں جانتا ہوں کہ وہ ہمارے ہیں
— وہ آپ کو اپنا محافظ اور نگران سمجھتے ہیں۔ وہ یہ چاہتے ہیں کہ ان کا سلطان، ان کا
محافظ اور نگران آنے والے خطرات کا مقابلہ کے لئے ان کی راہنمائی کرے گا۔ اگر

وہ آپ کو غیر سمجھتے تو قاعده کے دروازے پر اس طرح جمع نہ ہوتے۔ وہ مشتعل ہیں لیکن آپ کے چند الفاظ ان کا جوش و خروش ٹھنڈا کر سکتے ہیں نہیں بلکہ ان کے جوش کا رخ دوسری طرف پھیر سکتے ہیں مجھے یقین ہے کہ اگر انہیں، ”اپنے سرحدی بھائیوں کی مصیبت کا علم ہو جائے اور ان کے سامنے یہ اعلان کر دیں کہ نصرانیوں کو اس ظلم کی سزا دی جائے گی تو ان میں سے ہر شخص آپ کے جھنڈے تل لڑنے مرنے کے لئے تیار ہو گا اور نہ——؟

ابو عبد اللہ نے ناظم کو ندب دیکھ کر سوال کیا ”ورنہ کیا“۔

ناظم نے جواب دیا ”ورنہ آپ جانتے ہیں کہ وہ اپنی تمام تو قعاتِ الزحل سے وابستہ کرنے میں حق بجانب ہوں گے۔“

ابو عبد اللہ نے کہا ”وہ اپنی تو قعاتِ الزحل سے وابستہ کر چکے ہیں“ لیکن سرحد پر نصرانیوں کے طرزِ عمل نے یہ واضح کر دیا ہے کہ مسلمانوں کے متعلق ان کے کیا ارادے ہیں۔ اس کے بعد یہ ضروری ہے کہ ہم ایک ہو جائیں۔ اگر اسی وقت آپ فوج کو سرحد کے حملہ آوروں کی سرکوبی کا حکم دیں تو آپ دیکھیں گے کہ ہر سپاہی کے بد لے میں غرناطہ کے عوام سے دس رضا کار مل جائیں گے۔ یہ ہماری تمام گذشتہ ناطیوں کا نارہ ہو گا اور مجھے یقین ہے کہ آپ کے بچپن میں چھپلی تمام رنجشوں کو بھول جائیں گے۔“

وزیر نے ابو عبد اللہ کو متاثر ہوتا دیکھ کر کہا ”سلطانِ معظم کے کسی فعل کو غلطی کہنا جرم ہے اور تم فوج کے ذمہ دار افسر ہو۔“

”اگر مجھے اپنی ذمہ داری کا حساس نہ ہوتا تو شاید یہ باتیں میرے منہ سے نہ نکلتیں۔“

ابو عبد اللہ نے کہا ”اس وقت ہم کوئی فیصلہ نہیں کر سکتے۔ تم جا کر آرام کرو گلی
دیکھا جائے گا۔ ناظم نے کہا ”سلطان معظم! میں فوراً سرحد پہنچنا چاہتا ہوں۔ اس
وقت ہماری کئی بستیاں تباہ ہو چکی ہوں گی۔ اگر صحیح تک کوئی فیصلہ نہیں کر سکتے تو مجھے
کم از کم فوج کے پانچ سو سوار دے دیجئے۔ مجھے یقین ہے کہ میں طلوع آفتاب سے
پہلے کم از کم دو ہزار رضا کار تیار کر لوں گا۔ لوگوں کو صرف یہ معلوم ہونا چاہتے ہی کہ آپ
عیسائیوں کے مظالم برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں“۔

وزیر نے کہا ”ہم فرڈی نینڈ کے ساتھ دوستی کا معہدہ کر چکے ہیں“۔

”اگر یہ بات نہ ہوتی تو میں سلطان معظم سے پوچھئے بغیر رضا کاروں کی ایک
فوج لے کر چلا جاتا۔“

وزیر نے کہا ”ہم علی الصباح فرڈی نینڈ کے پاس اپنا ایلچی بھیج کر احتجاج کریں
گے۔ مجھے یقین ہے کہ ہماری سرحد پر عیسائیوں کا یہ حملہ اسی کی مرضی اور علم کے بغیر
ہے۔“

ناظم نے جواب دیا ”بکری کا احتجاج بھیڑیے کی خصلت نہیں بدل سنتا۔“

ابو عبد اللہ نے بگزر کر کہا ”تم جا سکتے ہو۔ اگر ہمیں کسی وقت تمہارے مشوروں کی
ضرورت ہوئی تو ہم تمہیں بالایں گے۔ اس وقت ہمیں آرام کی ضرورت ہے۔“

”تو کیا سلطان معظم کا یہ حکم ہے کہ ان بے کس لوگوں کو ان کے حال پر
چھوڑ دیں؟

ابو عبد اللہ نے زرج ہو کر کہا ”ہم نے ابھی تک تمہیں کوئی حکم نہیں دیا تم صحیح تک
انتظار کرو۔ کل تک تم ہمارے مہمان ہو۔“ ابو عبد اللہ نے تالی بجائی۔ الحمراء کا داروغہ
کمرے میں داخل ہوا ابو عبد اللہ نے کہا انہیں مہمان خانے میں لے جاؤ۔

ناظم سرحد نے پریشانی اور انصراب کی حالت میں وزیر اور سلطان کی طرف دیکھا اور کچھ کہے بغیر باہر نکل گیا۔

----- اختتام ----- حصہ اول -----

شاہین

حصہ دوم

نسیم حجازی

محبت مجھے ان جوانوں سے بے
ستاروں پر جو ڈالتے ہیں کمند

ترتیب

04	ایک کروٹ	۱۳۔
33	الزحل کی مایوسی	۱۴۔
56	طریف بن مالک	۱۵۔
80	نئے ولولے	۱۶۔
115	لوشہ کانیا حاکم	۱۷۔
149	جرم اور راس کی سزا	۱۸۔
185	انجلا اور ربیعہ کا باپ	۱۹۔
209	آنسو اور مسکراشیں	۲۰۔
234	احمر کا آخری محافظ	۲۱۔
254	قوم کے ترکش کا آخری تیر	۲۲۔



ہسپانیہ، تو خون مسلمان کا ایں ہے
مانند حرم پاک ہے تو میری نظر میں
پوشیدہ تری خاک میں سجدوں کے نشان ہیں
خاموش اذائیں ہیں تری باد سحر میں
اقبال

ایک کروٹ

(۱)

وزیراعظم کو رخصت کرنے کے بعد ابو عبد اللہ انتہائی پریشانی کی حالت میں حرم سرا میں داخل ہوا جب وہ اپنی بیگم کے کمرے کی طرف بڑھا تو ایک کنیز نے ادب سے سلام کرنے کے بعد کہا ”ملکہ تعالیٰ اور حضور کی والدہ الحمراء کے بڑے دروازے کے برج میں تشریف فرمائیں۔

ابو عبد اللہ تذبذب کی حالت میں تھوڑی دیر کھڑا رہا اور پھر بولا۔ وہ مظاہرین کی آوازیں یہاں پہنچ کر بھی سن سکتی تھیں۔ ابو عبد اللہ کے الفاظ میں تلخی سے زیادہ بے بسی تھی۔

کنیز نے کہا ”اگر حضور کا حکم ہو تو انہیں حضور کی آمد کی اطاعت دی جائے“
ابو عبد اللہ نے جواب دیا ”نہیں ہم خود ہاں جاتے ہیں۔“

ابو عبد اللہ سر جھکائے گھری سوچ میں حرم سرا سے باہر نکلا دروازے کے پہرے دار حسب معمول اس کے پیچھے پیچھے چل دینے لیکن اس نے مذکران کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ہم تخلیہ چاہتے ہیں پہرے دارلوٹ گئے۔ ابو عبد اللہ سنگ مرمر کی روشن پر آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ہوا بڑے دروازے کی طرف بڑھا۔

باہر مظاہرین کے نعرے اُسے صاف سنائی دینے لگے۔ برج کی سیڑھیوں کے قریب پہنچ کر وہ رُکا اور تذبذب کی حالت میں دیر تک وہاں کھڑا رہا۔ وہ اپنی بیوی کو اپنی زندگی کے ایک تلخ اور اہم فیصلے سے آگاہ کرنے جا رہا تھا اور ابھی تک اُسے خود بھی یہ یقین نہ تھا کہ وہ اپنے فیصلے پر کہاں تک عمل کر سکے گا۔ اس کی زندگی کے بہت تھوڑے لمحات ایسے تھے جو اس نے الحمراء کی چار دیواری سے باہر گزارے تھے

- یہی اس کی دنیا اور یہی اس کی جنت تھی اور اب حالات اُسے اس جنت کو خیر باد کہنے پر مجبور کر رہے تھیاں نے دل میں کہا کیا یہ ممکن ہے کہ میں جیتے جی الحمراء کو چھوڑ دوں؟ کیا یہ ممکن ہے کہ میرے لیے الحمراء کے دروازے ایک بار بند ہونے کے بعد پھر کھل جائیں۔ مجھے اس مقصد کے لیے فرڈی نیڈ کی مدد لینا پڑے گی۔ اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں اور وہ خوشی سے میری مدد کرے گا۔ لیکن اب مجھے صرف اپنے چچا اور باپ کے خلاف ہی نہیں بلکہ اپنی رعایا کے خلاف بھی فرڈی نیڈ کی تلوار کا سہارا لینا پڑے گا۔ لیکن کیا ان شکستوں کے بعد فرڈی نیڈ صرف میرے لئے ایک ایسی جنگ کے لئے آمادہ ہو جائے گا جس کے نتائج اس کے لئے بھی خطرناک ہو سکتے ہیں۔ کیا اس کی آخری شکست میری اور میرے ساتھیوں کی عبرتناک تباہی کا باعث نہ ہو گی؟ اور اگر اُسے فتح حاصل ہوئی تو کیا وہ مجھے اپنی فتح کے تمام انعامات کا حق دار تسلیم کر لے گا؟

وہ خود ہی ان سوالات کا جواب دے رہا تھا۔ ”ابو عبد اللہ! تم غرناطہ کے آسمان پر ایک منحوس ستارہ ہو۔ فرڈی نیڈ کے ہاتھوں سے اپنے لئے غرناطہ کے بند دروازے کھلوانے کا یہ مطلب ہوگا کہ غرناطہ کے مسلمانوں کی تمام قوت مدافعت کچل دی جائے۔ الحمراء کے دروازے پر مسلمانوں کی لاشوں کے انبار لگادئے جائیں۔ یہ لوگ جو اس وقت اندرے لگا رہے ہیں تمہارے اس تحنت کا احترام نہیں کریں گے جو تمہیں فرڈی نیڈ کی مدد سے حاصل ہوگا۔ وہ تحنت جس کے نیچے مسلمانوں کی لاشیں ترب پر ہیں گی وہ تمہیں غدار کہیں گے۔ لیکن اب میرے سامنے صرف اپنی جان بچانے کا مسئلہ ہے۔ میں یہاں ایک یادو سے زیادہ نہیں رہ سکتا۔ میرا چچا یقیناً غرناطہ پر حملہ کرے گا۔ یہ مشتعل لوگ اس کا ساتھ دیں گے اور پھر وہ میرے مفلوج باپ کو

کئے پتلی بنا کر غرناطہ پر حکومت کرے گا۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ اس مقصد کے حصول کے بعد وہ فرڈنیڈ سے صلح کر لے۔ کیا فرڈنیڈ صرف میرے لئے اس کی دوستی کا ہاتھ ٹھکرا دے گا۔ کیا وہ اپنے مفاد کی خاطر مجھے ازٹل کے سپرد نہیں کر دے گا؟ کیا میں نے اپنی خواہشات پر اپنے باپ تک کو قربان نہیں کیا؟ مالکہ کی معمولی فوج سے شکست کھانے کے بعد فرڈنیڈ کے دل میں میری کیا وقعت ہو گی؟

اس کے قسم کے پریشان خیالات کا رُخ بد لئے کے لئے وہ ابو داؤد کی جادو بیانی کا سہارا لیا کرتا تھا۔ ابو داؤد کی موجودگی میں اس نے کبھی زیادہ سوچنے کی ضرورت محسوس نہ کی تھی۔ اب تک اس نے جونغل طیاں کی تھیں وہ زیادہ تر اس لئے تھیں کہ ابو داؤد نے اسے ان نعلطیوں کے بھیانک پہلوؤں پر غور کرنے کا موقع نہیں دیا تھا۔ وہ اسے سنجیدہ دیکھتا تو فوراً کہہ دیتا تا جدار اندرس کو اپنے دماغ میں ایسے خیالات کو جگہ نہیں دینی چاہیے۔ بادشاہوں کو ایسے مراحل سے گزرنا ہی پڑتا ہے۔ ایک حکمران کا دل بہت مضبوط ہونا چاہیے۔ وہ ابو داؤد ہی تھا جس نے اس کی زندگی کی پرسکون کشتوں کے ساتھ بادباں باندھ کر اسے حوادث کے سمندر کی طرف دھکیا اتھا۔ اور وہ ابو داؤد ہی تھا جو ہر نئے بھنوں میں اسے تسلی دیا کرتا تھا اور اب یہ کشی اس خطرناک چٹان کے قریب پہنچ چکی تھی جسے ابو داؤد نے آج تک اپنے شاگرد کی آنکھوں سے اوچھل کر رکھا تھا۔

ابو عبد اللہ آہستہ آہستہ پیچ در پیچ سیڑھیوں میں سے گزرتا ہوا اوپر پہنچا۔ برج کی گیاری میں اس کی والدہ اور بیوی کے علاوہ چند اور خواتین کھڑی نیچے جھاںک رہی تھیں۔ مظاہرین کی تیج و پکار کے باعث کسی کو ابو عبد اللہ کے پاؤں کی آہٹ سنائی نہ دی۔ وہ کچھ دیر گنبد کے نیچے خاموش کھڑا رہا۔ نیچے دروازے کے سامنے وسیع

میدان میں عوام کا بے پناہ ہجوم یعنی رے لگا رہا تھا۔ ”ابو عبد اللہ غدار ہے“، ”ابو عبد اللہ قوم فروش ہے“، ”ابو عبد اللہ کو پھانسی پر لٹکا دو۔ الحمرا کو جلا دو۔

بعض لوگوں کے ہاتھوں میں مشعلیں تھیں اور بعض اپنے نیزے اور تلواریں بلند کر رہے تھے۔ ابو عبد اللہ نے اپنے دل سے سوال کیا۔ ”کیا فرڈی نیڈ کی مدد سے میں ان لوگوں پر حکومت کر سکوں گا؟“، ”نہیں نہیں“، ”اس نے خود ہی جواب دیا“، یہ ممکن ہے کہ فرڈی نیڈ میرے لئے غرناطہ کی اینٹ سے اینٹ بجادے اور غرناطہ کے ہر چورا ہے پران لوگوں کی لاشوں کے انبار لگادے لیکن یہ ممکن نہیں کہ وہ انہیں میری اطاعت پر مجبور کر دے۔ کیا میرے ہاتھوں غرناطہ کی تباہی مقدر ہو چکی ہے؟“، وہ اس خیال سے کپکپا اٹھا۔ وہ اپنے آپ سے کہہ رہا تھا ”ابو عبد اللہ! تمہارے لئے اب ایک ہی راستہ ہے اور وہ یہ کہ تم اس تخت و تاج سے ہمیشہ کے لئے دست بردار ہو جاؤ۔“ تم اندرس کی سرز میں سے روپوش ہو جاؤ لیکن تم کہاں جاؤ گے؟ فرڈی نیڈ کے پاس نہیں وہاں جانے کا مطلب یہ ہو گا کہ تم اس کے ہاتھوں غرناطہ کو تباہ کروانے کا عزم کر چکے ہو۔ وہ تمہیں ہمیشہ اپنے مقاصد کے لئے استعمال کرتا رہے گا۔ تم اس کی خواہشات کی تکمیل سے انکار نہیں کر سکو گے اور اس کی سب سے بڑی خواہش یہ ہے کہ اندرس کو مسلمانوں کے وجود سے پاک کیا جائے۔ تم بھیڑوں کی گلہ بانی کے لئے ایک بھیڑے کی مدد چاہتے ہو تم فرڈی نیڈ کے پاس نہیں جاؤ گے۔ آج تک تم اس کے آله کا رتھے اور وہ ابو داؤد بھی شاید اس کا آله کا رتھا اور تم نے شاید اس شخص کے اشاروں پر ناپنے کی حماقت کی جو فرڈی نیڈ کا معمولی نوکر تھا۔ تمہیں اس پر بھروساتھا لیکن جب وقت آیا وہ تمہارا ساتھ چھوڑ کر بھاگ گیا تم اس کے ہاتھ میں ایک کھلونا تھا۔ اس نے تمہیں ابو موسیٰ کو گرفتار کرنے کا مشورہ دیا اور تم نے اپنے بہترین

دوست کو قید میں ڈال دیا۔ اُس نے تمہیں سرحدی عقاب کے قتل کا مشورہ دیا اور تم انلس کے مسلمانوں کے ان کے بہترین دوست سے محروم کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ اس نے تمہارے ہاتھ میں مشعل دی اور تم اپنے خرمن میں آگ لگانے پر تیار ہو گئے۔ اُس نے تم سے وہ جرم کروائے جو تمہارے وہم و گمان میں بھی نہ تھے اور جب سزا کا وقت آیا تو وہ تمہیں غرناطہ کے عوام کی عدالت کے سامنے چھوڑ کر بھاگ گیا۔

ابو عبد اللہ کے دل میں پہلی بار ابو داؤد کے خلاف انفرت کا جذبہ بیدا ہوا۔ وہ تصور میں دیکھ رہا تھا کہ اس کا اتا یق فرڈی نیڈ کے قریب بیٹھا ہوا اُس کی بھی اڑا رہا ہے۔ وہ کہہ رہا ہے کہ ابو الحسن کا بیٹا میری اور آپ کی توقع سے زیادہ بیوقوف تھا۔ میں اس لئے چلا آیا کہا ب اس سے کوئی اور کام نہیں لیا جائے تھا۔“

”کمینہ، دنیا باز، ملعون۔۔۔۔۔ کاش میرے ہاتھ میں اس کی گردن تک پہنچ سکتے“ ابو عبد اللہ نے محبویت کے عالم میں یہ الفاظ اس قدر بلند آواز میں کہے کہ وہ خواتین جو گیلری میں اُس کی آمد سے بخبر کھڑی تھیں چونک پڑیں“

کچھ دیر تذذب کے بعد ابو عبد اللہ کی والدہ آگے بڑھی اور اُس سے دو تین قدم کے فاصلے پر کھڑی ہو گئی۔ کچھ دیر ماں اور بیٹا چاند کی دھنڈلی روشنی میں ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے۔

ابو عبد اللہ نے سخیف آواز میں کہا ”اگر اجازت ہو تو یہ مجلس برخاست کر دوں مجھے آپ سے کچھ کہنا ہے“

ابو عبد اللہ کی ماں نے مرکر خواتین کی طرف دیکھا اور وہ اس کا متقصد سمجھ کر شیخ اُتر گئیں۔ ابو عبد اللہ کی بیوی بھی ان کے پیچے چل پڑی لیکن ابو عبد اللہ نے کہا ”بیگم ٹھہر و تم بھی“

وہ رک گئی اور گنبد کے ایک سرے پر کھڑی ہو گئی۔ چاند کی دھنڈلی روشنی میں ماں اور بیوی تینوں خاموشی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہے تھے اور نیچے ہجوم کے نعرے بتدربنج باندھو رہے تھے۔ ابو عبد اللہ غدار، ابو عبد اللہ اسلام کا شمن ہے۔ لیکن الفاظ کی نسبت ابو عبد اللہ کے لئے اپنی بیوی اور ماں کی خاموش نگاہیں کہیں زیادہ ناقابل برداشت تھیں۔

ابو عبد اللہ نے اس خاموشی کو ناقابل برداشت محسوس کرتے ہوئے کہا ”غناطہ کاغدار اپنی والدی اور اپنی بیگم کے سامنے کھڑا ہے اور یہ پوچھتا ہے کہ کیا انہوں نے بھی غناطہ کے عوام کی طرح اس کے لئے کوئی سزا تجویز کی ہے؟“ ابو عبد اللہ کی ماں نے جواب دیا ”غناطہ کے غدار کی ماں صرف یہ سوچ رہی تھی کہ اس نے اپنے بیٹے کو ہمیشہ اپنی چھاتی سے دودھ پلایا تھا اور وہ یہ بھی سوچ رہی تھی کہ کاش وہ عوام کے ہجوم کے سامنے جا کر انہیں یہ بتاسکتی کہ وہ ایک ایسی ماں کا بیٹا ہے جس کے بھائی اور جس کا شوہر اس کی عصمت کی قسم کھا سکتے ہیں۔“

اگر برج کا گنبد ٹوٹ کر اس کے سر پر آگ رتا تو بھی شاید عبد اللہ اس قدر بوجھ محسوس نہ کرتا۔ اس نے انتہائی بے بسی کی حالت میں اپنی ماں کی طرف دیکھا اور کہا ”امی! آج میں اپنا مقدمہ آپ کی عدالت میں پیش کرتا ہوں میرے لئے سزا تجویز کیجئے مجھے کہنے کہ میں اس برج سے چھلانگ لگادوں۔ مجھے کہنے کہ میں اپنے ہاتھوں سے اپنا گلا گھونٹ ڈالوں۔“

اولوالعدم ماں کو بیٹے کے یہ الفاظ متاثر نہ کر سکے۔ اس نے کہا ”یہ تم صرف اس لئے کہ رہے ہو کہ ماں میں صرف حرم کی التجا میں سن سکتی ہیں انصاف کے تقاضے پورے نہیں کرسکتیں۔ ابو عبد اللہ تم نے جس درخت کی آبیاری کی تھی وہ خاردار تھا۔

کاش! تمہاری ماں اس کے کانتوں سے تمہارا دامن چھپڑا سکتی۔ تم اپنی نسلیوں سے
نادم نہیں ان کے تنانج سے بدحواس ہو۔ تم چاہتے ہو کہ میں تمہیں تسلی دوں لیکن آج
تمہاری ماں کو تمہیں تسلی دینے کے لئے الفاظ نہیں ملتے۔ یہاں تک کہہ کر ابو عبد اللہ کی
ماں کی آواز بیٹھ گئی اور اس کی آنکھوں میں آنسو جمع ہونے لگے۔

ابو عبد اللہ نے آبدیدہ ہو کر کہا ”امی اب میرے لئے نجات کا کوئی راستہ نہیں۔
میں گل تک یہاں سے چلا جاؤں گا اور پھر کوئی میری صورت نہیں دیکھے گا! اس نے
بیگم سے پوچھنا چاہتا ہوں عائشہ! کیا تم میرا ساتھ دینا چاہتی ہو؟“

عائشہ ایک لمحے کے لئے خاموش رہی اور پھر ایک قدم آگے بڑھ کر بولی ”
آپ ہماری قوم کے دشمن کے پاس پناہ لینا چاہتے ہیں لیکن میں فرڈی نید کے محل
میں رہنے کی بجائے غرناطہ کے قبرستان میں دفن ہونے کو ترجیح دوں گی۔“

ابو عبد اللہ کے ہوتنوں پر ایک دردناک مسکراہٹ نمودار ہوئی اور اس نے اپنے
آنسو چھپانے کے لئے منہ پھیر لیا۔ نیچے سے اب نعروں کی بجائے کسی کی تقریر سنائی
دے رہی تھی۔ ابو عبد اللہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا گیلری کی طرف بڑھا اور جھک کر
نیچے دیکھنے لگا چند مشتعل برداروں کے درمیان ایک قد آور نوجوان کھڑا تقریر کر رہا تھا
اور لوگ اس کے ہاتھ کے اشاروں پر اپنی اپنی جگہ بیٹھ رہے تھے اس کی آواز میں
رعاب اور کشش تھی۔ ابو عبد اللہ نے غور سے دیکھنے پر اسے پہچان لیا۔ یہ وہ ناظم سرحد
تھا جو تھوڑی در قبل اس کے دربار سے مایوس ہو کر نکلا تھا۔

(۲)

سرحد کا ناظم باند آواز میں تقریر کر رہا تھا:-

”تم جس عبد اللہ کے خلاف نعرے لگا رہے

ہو وہ مرچکا ہے۔ وہ اس دن مرچکا تھا جب اس نے اپنے باپ سے غداری کر کے غرناطہ کے تخت و تاج پر قبضہ کیا تھا۔ میں اس کی لاش دیکھ آیا ہوں۔

تمہارے نظرے اُس کی زندگی میں حرارت پیدا نہیں کر سکتے۔ ایک مردہ لاش کو چاکب رسید کرنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ کاش تم اُس وقت آنکھیں کھولتے جب تمہارے بعض سرداروں نے اس لاش کو غرناطہ کے تخت پر بٹھا دیا تھا۔ آج وہ نصرانی جنہیں خوش کرنے کے لئے ابو عبد اللہ نے مالکہ پر حملہ کیا تھا ہماری سرحدی بستیوں کو تباہ و بر باد کر رہے ہیں اور تم یہ محسوس کر رہے ہو کہ ابو عبد اللہ بے حس ہے لیکن تمہیں اس وقت اس کی بے حسی کا احساس نہ ہوا جب اُس نے اپنے باپ کے خلاف بغاوت کی تھی۔ تم نے ایک نااہل کو غرناطہ کے تخت پر قابض ہوتے دیکھا اور خاموش رہے۔ ابو عبد اللہ نے اپنا مستقبل ہماری قوم کے دشمنوں کے ساتھ وابستہ کر دیا ہتنا لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ اسی قوی گناہ میں تم بھی اس کے ساتھ شریک ہو۔ تمہاری بے حسی اور تمہاری مجرمانہ غفلت کے باعث غرناطہ کی حکومت ایسے شخص کے ہاتھ میں آگئی جو فرڈی نیڈ

کے ہاتھوں میں ایک کھلوٹا ہے۔ اگر تم ابو عبد اللہ کو
یہ احساس دلا سکتے کہ تم زندہ ہو اور تم اپنے مستقبل
کے متعلق آنکھیں بند نہیں کرو گے تو وہ یقیناً ایسی
غلطیاں کرنے کی جرأت نہ کرتا۔ لیکن مجھے افسوس
ہے کہ تم اس جگہ جمع ہو کر ابو عبد اللہ کی بے حسی کا ماتم
کر رہے ہو اور تمہاری اپنی بے حسی کا یہ عالم ہے کہ
اس وقت سرحد پر عیسائیٰ حملہ آور ہیں ہماری بستیاں
تابہ کر رہے ہیں وہاں عورتوں، بچوں اور بیویوں کا
قتلِ نام جاری ہے۔ ہزاروں گھر جلانے گئے ہیں
اور سینکڑوں عورتوں کی عصمت لوٹی گئی ہے۔ میں
تمہارے پاس ان کی فریاد لے کر آیا ہوں اور تم
سے پوچھتا ہوں کہ میں تمہاری طرف سے ان کے
پاس کیا جواب لے کر جاؤں؟ کیا میں واپس جا کر
تمہاری بے کس بہنوں کو تمہاری طرف سے یہ
جواب دوں کہ تمہاری عصمت کے رکھوا لے اس
وقت الحمراء کے دروازے پر کھڑے ابو عبد اللہ کو
گالیاں دینے کا مقدس فریضۃ ادا کر رہے ہیں؟
میں تمہیں ابو عبد اللہ کو بُرا بھلا کہنے سے منع نہیں کرتا
شاید فرصت کے وقت میں اس کے خلاف تم سے
زیادہ بلند آواز میں نعرے لگاؤں لیکن اب نعروں کا

وقت نہیں عمل کا وقت ہے۔“ میرے دوستو! قوم کا راہنما قوم کے کردار کا آئینہ ہوا کرتا ہے۔ اگر تم یہ کہتے ہو کہ ابو عبد اللہ بے حس ہے تو اس قوم کے متعلق کیا کہو گا جس نے اُسے اپنا حکمران تسلیم کر لیا تھا۔ ابو عبد اللہ بزدل ہے اور اس پر نصرانیوں کے خوف کا بھوت سوار ہے لیکن یہ درست نہیں کہ جب تک سرحد کے جانبازوں اور انفل کے مجاہدین نے تم پر یہ ثابت نہیں کیا کہ مسلمان کا لوہا آج بھی ہر لو ہے کو کاش سنتا ہے۔ تم بھی ابو عبد اللہ کی طرح نصرانیوں سے خائف تھے اور اس سے قبل جب تک ابو الحسن نے زبردستی تمہیں میدانِ جنگ کی طرف نہیں گھیسا تھا تم نصرانیوں کے با جگہ اڑ رہ کر ذلت کی زندگی گزارنے پر مشتمل تھے؟

یاد رکھو جب مستقبل کا سورخ یہ لکھے گا کہ ابو عبد اللہ ایک غلط اندیش اور پست ہمت انسان تھا تو اُسے یہ بھی لکھنا پڑے گا کہ ابو عبد اللہ کی قوم میں ذلیل انسانوں کا ایک بہت بڑا گروہ ایسا تھا جس نے اپنے مخلص، بہادر اور دشمند حکمران سے غداری کر کے اس کے نالائق اور بزدل بیشے کو اپنا راہنما تسلیم کر لیا ہے۔ میرے دوستو! ابو عبد اللہ

سزا ہے تمہاری بد اعمالیوں کی ۔ ابو عبد اللہ تمہارے
ان اکابرین کے ہاتھوں میں کھلوٹا ہے جو فرڈنیڈ کی
غایمی کے طوقِ اعنت کو اپنا زیور سمجھتے ہیں ۔

ابو عبد اللہ تمہارے جسم میں ایک ناسور ہے
اور ناسور ہمیشہ اس جسم میں پیدا ہوتا ہے جس کا
خون گندہ ہو چکا ہو جس درخت میں قوتِ نموبانی نہ
ہواں جنگل کی بیلیں قبضہ جماعتی ہیں ۔ جب تک تم
اپنے جسم میں صاحبِ خون پیدا نہیں کرتے تمہارے
جسم پر ایسے ناسور ظاہر ہوتے رہیں گے ۔

یاد رکھو! اگر تمہارے دلوں میں زندہ رہنے
کی خواہش ہے اور تم اپنی عزت اور آزادی کی
قیمت ادا کرنا جانتے ہو تو ابو عبد اللہ کی زندگی کی
سرگزشت ایک انفرادی حادثہ بن جائے گی ۔
مورخ لکھیں گے کہ ایک آوارہ مزاج اور بد طینت
شہزادے نے ایک قوم کو اس کے دشمن کے ہاتھ
فروخت کرنے کی کوشش کی لیکن اُسے ذلت کے سوا
کچھ نصیب نہ ہوا لیکن اگر تم اپنی آزادی کی قیمت
ادا کرنا نہیں جانتے تو مستقبل کے مورخ لکھیں
گے کہ وہ قوم ہی ذلیل تھی اور اس کا انجام وہی ہو جو
کسی ذلیل قوم کا ہونا چاہیے تھا ۔ مئنے والی قوموں

کی سب سے بڑی افسوسناک خصوصیت یہ ہوا کرتی ہے کہ وہ حقائق کی تلخیوں کو کھو کھلنے عروں میں چھپایا کرتی ہیں۔ اپنی اجتماعی ذمہ داریوں کا سارا ابو جہد کسی نااہل فرد پر ڈال دیتی ہیں۔ ذرا غور کرو تم یہ سمجھتے ہو کہ دشمن کے قاعوں کے دروازے توڑنے کی بجائے الحمراء کا دروازہ توڑنا آسان ہے تم یہاں اس لئے جمع نہیں ہوئے کہ تمہارا اس جگہ جمع ہونا ضروری تھا۔ نہیں بلکہ تم یہاں اس لئے جمع ہو کہ دشمن کے مقابلہ میں جنگ کی کلفتیں اٹھانے کی بجائے یہاں کھڑے ہو کر شور مچانا آسان ہے اور یہ بات ابو عبد اللہ کو بھی معلوم ہے کہ یہاں چند نعرے لگانے کے بعد تمہارا جوش و خروش ٹھنڈا ہو جائے گا اور تم اپنے گھروں کو واپس چلے جاؤ گے۔ وہ جانتا ہے کہ تم وہ سیااب نہیں جو اپنے سامنے آنے والی رکاوٹوں کو خس و خاشاک کر طرح بیالے جاتا ہے۔ وہ یہ بھی سمجھتا ہے کہ تمہاری مثال جو ہڑکے پانی کی سی ہے جس میں پتھر پھینکنے سے ایک ہلاکاں مونج پیدا ہوتا ہے اور تمہوڑی دیر کے بعد وہی موت کا سکوت طاری ہو جاتا ہے۔

میں یہ نہیں کہتا کہ ابو عبد اللہ کے خلاف

نعرے نہ لگاؤ لیکن یہ بھی تو دیکھو اس وقت تمہارے
گھر جل رہے ہیں۔ تمہاری بہنوں اور بیٹیوں کی
عصمتیں لٹڑھی ہیں اور وہ یہ پوچھ رہی ہیں کیا تم
اسی قوم کے بیٹھے ہو جو انسانیت کے محافظ بن کر
اٹھتی تھی۔ کیا تم ہی وہ غیرت مند ہو جن کی تلواریں
ظلماں کے ہاتھ کاٹنے کے لیے بلند ہوتی تھیں؟
تمہاری ماں میں یہ سوال کرتی ہیں کہ جوانمرد بیٹھے
کہاں ہیں؟ تمہاری بہنیں یہ سوال کرتی ہیں کہ اس
وقت جب ظلم کے ہاتھ ہماری عصمت کی طرف
بڑھ رہے ہیں ہمارے غیور بھائی کہاں ہیں؟ اور
تمہارے بوڑھے یہ پوچھتے ہیں کہ ہماری سفید
داڑھیوں کی لاج رکھنے والوں کو کیا ہو گیا؟

کیا میں ان کے پاس تمہاری طرف طرف
سے یہ جواب لے جاؤں کہ تمہاری عزت، آزادی
اور عصمت کے نگہبان اس وقت تمہارے نالائق
حکمران کے خلاف نعرے لگانے میں مصروف ہیں
اور انہیں تمہاری طرف توجہ دینے کی فرصت نہیں؟
خاموش کیوں ہو گئے؟ بولو ”جواب دو“۔

ایک نوجوان جذبات سے مغلوب ہو کر آگے بڑھا اور اس نے مقرر کے قریب
پہنچ کر بلند آواز میں کہا ”آپ میدان کی طرف را ہنمانتی کریں ہم میں سے کوئی ایسا

بے غیرت نہیں جو آپ کا ساتھ دینے کے لیے تیار نہ ہو، دوسروں نے اس کی تقلید کی
تحمودی دیر میں چاروں طرف سے آوازیں آنے لگیں۔ ”هم سب تیار ہیں،“! ہم
دشمن سے انتقام لیں گے!

سرحد کے ناظم کا نام ابو محسن تھا۔ اس سے قبل اُسے کبھی اس بات کا احساس نہ
ہوا تھا کہ اُس کی زبان میں اس قدر تاثیر ہے۔ لوگوں کا جوش و خروش دیکھ کر اُس نے
ہاتھ اٹھائے اور آسمان کی طرف دیکھنے لگا۔ لوگوں کو اپنے الفاظ سے مسحور کرنے والا
مقرر تھوڑی دیر خاموش کھڑا رہا۔ اس کی آنکھوں میں تشكیر کے آنسو جمع ہو رہے تھے۔
اُس کے ہونٹ کانپ رہے تھے۔ وہ انتہائی کوشش کے بعد فقط یہ کہ سکا ”میرے اللہ
میری قوم کو فتح دے۔“

تحمودی دیر بعد ابو محسن پھر سنبھل چکا تھا۔ اس نے عوام سے مخاطب ہو کر کہا ”تم
میں سے جو مسلح ہیں وہ قطاریں باندھ کر کھڑے ہو جائیں۔ جو مسلح نہیں وہ فوراً اپنے
ہتھیار لے کر یہاں پہنچ جائیں۔ سر دست میں صرف نوجوانوں کو ترجیح دوں گا۔ جو
بڑی عمر کے ہیں انہیں ضرورت کے وقت بلالیا جائے گا۔ آپ وقت ضائع نہ کریں
ہمیں بہت جلد کوچ کرنا ہے۔“

(۳)

تیرے پہلے الحمراء کے دروازے کے سامنے پانچ ہزار مسلح رضا کار قطاریں
باندھے کھڑے تھے اور ابو محسن گھوڑے پر سواران کی صفوں کا معاشرہ کر رہا تھا۔
دروازے کے اوپر ابو عبد اللہ اس کی بیوی اور والدہ برج میں کھڑے یہ تمام واقعات
دیکھ رہے تھے ابو عبد اللہ کی نگاہیں ایک تکلیف دہ احساس کی ترجیحی کر رہی تھیں۔
جب ابو محسن کی تقریر کے اختتام پر اس کی ماں نے یہ کہا ”بیٹا! تم تھکے ہوئے ہو جاؤ“

آرام کرو، تو ابو عبد اللہ ضبط نہ کر سکا۔ اس نے سراپا التجا بن کر کہا ”امی! مجھے معاف کر دیجئے اور اب بتائیئے مجھے کیا کرنا چاہتے۔

بہادر ماں نے بیٹے کی طرف متوجہ ہونے کی بجائے اپنی بہو کی طرف دیکھا اور ”عائشہ اپنے ننگن اتار کر اپنے شوہر کو پیش کر دو۔ تم غرناطہ کی ملکہ ہو جب سلطان غیر حاضر ہو تو ملکہ سلطنت کا بوجھ اٹھایا کرتی ہے۔ الحمراء کا دروازہ کھول دو اور اپنی رعنایا سے کہو کہ میرے شوہر کی ماں نے اُسے دودھ پلانے میں بخل سے کام لیا ہے اور اس کے باپ نے بھی اُسے مردوں کے کھیل نہیں سکھائے لیکن غرناطہ کی ملکہ تیروں کی بارش میں تمہارا ساتھ دے گی۔

عائشہ نے اپنے شوہر کی طرف دیکھا اور پھر اپنی ساس سے مخاطب ہو کر کہا میں اپنے شوہر کو ننگن پیش نہیں کر سکتی لیکن اگر یہ مجھے اپنی تلوار پیش کرنا چاہیں تو میں حاضر ہوں۔

ابو عبد اللہ کی قوت برداشت جواب دے چکی تھی۔ اُس نے بلند آواز میں کہا ”عائشہ! خدا کے لئے خاموش رہو،“

ابو عبد اللہ کی والدہ نے کہا ”ہاں عائشہ! میرا بیٹا بہت حساس ہے اسے پریشان نہ کرو۔“

ابو عبد اللہ نے انتہائی کرب کی حالت میں اپنی ماں اور عائشہ کی طرف دیکھا اور کچھ کہے بغیر تیزی سے قدم اٹھاتا ہوا سڑھیوں کی طرف بڑھا جب تک سڑھیوں سے اُتر نے کی آہٹ سنائی دیتی رہی ساس اور بہو خاموشی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھتی رہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد عائشہ نے کہا ”امی! اگر واقعی آپ کی اجازت ہو تو میں ان مجاہدوں کا ساتھ دینے کے لیے تیار ہوں۔“

ابو عبد اللہ کی ماں نے کہا ”بیٹی! ان باتوں کے بعد میر ادل گواہی دیتا ہے کہ ابو عبد اللہ ہمیں مایوس نہیں کرے گا لیکن قدرت نے ہماری قسمت میں ذلت کے سوا کچھ نہیں لکھا تو میں عزت میں تمہارا ساتھ دوں گی۔ دعا کرو کہ خدا! ابو عبد اللہ کے بھنکے ہوئے پاؤں کو صحیح راستے پر ڈال دے۔“

ساس اور بہو کچھ دیر باتیں کرنے بعد گیلری میں کھڑی ہو کر دروازے کے سامنے قطار در قطار کھڑے ہونے والے مجاہدین کی طرف دیکھنے لگیں۔ ابو محسن نے رضا کاروں کی صفوں کا معاشرہ کرنے بعد محل کے دروازے کے سامنے گھوڑا روکا اور کچھ دیر سوچنے کے بعد باند آواز میں کہا۔

”مجاہدو! کچھ دن قبل میں یہ خیال کر رہا تھا کہ ہم اپنے زوال کی اس منزل تک پہنچ چکے ہیں جہاں سے کوئی قوم دوبارہ نہیں اٹھا کرتی لیکن ازفل اور سرحد کے مجاہدین کی شاندار فتوحات نے میری مایوسی کو امید میں بدل دیا ہے۔ تمہوڑی دیر قبل جب میں آپ کے سامنے کھڑا تھا تو مجھے معلوم نہ تھا کہ مجھے کیا کہنا چاہیے۔ تاہم میں نے آپ سے کچھ کہنا ضروری سمجھا اور خدا معلوم میں کیا کچھ کہہ چکا ہوں۔ مجھے اس بات کا اعتراف ہے کہ میں تقریر کے فن سے نا آشنا ہوں لیکن آپ کا یہ جذبہ اس بات کا ثبوت ہے کہ آپ زندہ ہیں اور کوچ کرنے سے پہلے میں الحمراء کے ہسپی دروازوں کے پیچے آرام کی نیند سونے والے ابو عبد اللہ تک یہ پیغام پہنچانا چاہتا ہو کہ اے ابو عبد اللہ میری قوم زندہ ہے تم اسے فرڑی نینڈ کا غلام نہیں بناسکتے۔ تم وہ بد نصیب ہو جس نے اپنی غیور قوم کا ساتھ چھوڑ کر اپنا مستقبل ایک ذلیل دشمن کے ساتھ وابستہ کر دیا۔ ابو عبد اللہ! تمہاری قوم بہت فیاض ہے۔ اگر اب بھی تم راہ راست پر آ جاؤ تو وہ تمہاری گزشتہ خطائیں معاف کر دے گی۔ آؤ اور بیشتر اس کے

کہ تمہارے لئے بخشش کے تمام دروازے بند ہو جائیں اپنی قوم سے معافی مانگ لوورنہ یا درکھوتم زیادہ دیر اس محل میں آرام کی نیند نہیں سو سکو گے جس کی تغیر میں قوم کے نوجوانوں کا خون اور ہڈیاں صرف ہوتی ہیں۔ تم اپنے جھوٹے وقار کی خاطر قوم کی عزت اور آزادی فروخت نہ کرو۔ خدا کی قسم جو عزت قوم دے سکتی ہے وہ کوئی اور نہیں دے سکتا اور جسے قوم اگر دے گی اُسے کوئی نہیں اٹھا سکتا۔ غرناطہ کے لوگو! تم گواہ رہنا کہ ہم ابو عبد اللہ کے محل کے ہمیں دروازوں پر دستک دے کر جا رہے ہیں۔

ابو محسن کچھ اور کہنا چاہتا تھا کہ اچانک الہمراء کا دروازہ کھلا اور چند سپاہی ہاتھوں میں مشعلیں اٹھائے نمودار ہوئے۔ ان کے پیچھے پیادہ سپاہیوں کا ایک دستہ تھا اور ان کے پیچھے بس سوار تھے۔ سب سے آخر میں سفید گھوڑے پر ایک سوار نمودار ہوا۔ اس کے سر پر سفید عنامہ تھا اور اس کے ہاتھ میں غرناطہ کا شانی جھنڈا تھا۔ قلعہ سے باہر نکلنے والے باقی سوار اور سپاہی اس کے دائیں اور بائیں دو قطاریں بناؤ کر کھڑے ہو گئے۔ اس نے دروازے سے باہر نکل کر گھوڑا روکا۔ گھوڑی دیر کے لئے جھجھکا اور بالآخر ایک فیصلہ کن انداز میں اپنے گھوڑے کو واٹا لگا کر ابو محسن کی طرف بڑھا۔ یہ ابو عبد اللہ تھا! اس نے کہا ”ابو محسن! میرے متعلق تم نے جو کچھ کہا سب درست تھا لیکن ایک بات غلط تھی۔ اپنے محل کے ہمیں دروازے بند کر کے کوئی حکمران آرام کی نیند نہیں سو سکتا۔ میں قوم کی عدالت کے سامنے حاضر ہوں۔ میں قوم سے رحم کی درخواست نہیں کرتا صرف یہ چاہتا ہوں کہ مجھے اپنی نسلیوں کی تلافی کا موقع دیا جائے۔ تم اس فوج کے سالاہ ہو۔ اگر تمہیں اعتراض نہ ہو تو میں بھی ان رضا کاروں کی جماعت میں شامل ہونا چاہتا ہوں۔ میں آج سے غرناطہ کے تحت کا دعویدار نہیں میرا پچا اور میرا والد غرناطہ پہنچ کر میرے لئے جو سزا تجویز کریں گے میں خوشی کے

ساتھ قبول کروں گا۔ ایک لمحہ کے لئے مجمع پر سکوت طاری ہو گیا اور پھر حاضرین دبی آوازوں میں ایک دوسرے سے کچھ کہہ رہے تھے۔ ابو محسن سکتے کے عالم میں ابو عبد اللہ کی طرف دیکھ رہا تھا۔ ابو عبد اللہ نے خیف آواز میں کہا ابو محسن میں جانتا ہوں میرا جرم ناقابل تلافی ہے۔ میں قوم کی عدالت کے سامنے کھڑا ہوں۔ قوم سے کہو کہ میری بوٹیاں فوج ڈالے۔ میں قوم سے رحم کی التجانیں کرتا لیکن تم مجھے اگر ساتھ لے چلو تو ممکن ہے کہ میرے خون کے چند قطرے میرے دامن کی سیاہی دھو سکیں۔

ابو محسن نے حاضرین کی طرف دیکھا اور ابو عبد اللہ کی طرف متوجہ ہو کر کہا آپ کی قوم تشرک کے آنسوؤں سے آپ کے دامن کی سیاہی دھوری ہے۔

تحوڑی دیر بعد پانچ ہزار سپاہی شہر کے مغربی دروازے سے باہر نکل رہے تھے۔ ابو عبد اللہ اور ابو محسن سب سے آگے تھے۔ شہر سے تھوڑی دور باہر اس فوج نے صح کی نماز ادا کی۔ دوبارہ کوچ کرنے سے پہلے ابو محسن نے ابو عبد اللہ کو ایک طرف لے جا کر کہا۔ میں نے سنا ہے کہ ابو موسیٰ آپ کی قید میں ہے۔ اگر یہ درست ہے تو اس فوج کی قیادت کے لئے اس سے زیادہ موزوں اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ اگر آپ کو ابھی تک خیال نہیں آیا تو اب بھی ہم زیادہ دور نہیں آئے۔

ابو عبد اللہ نے انتہائی پریشانی کی حالت میں ابو محسن کی طرف دیکھا اور کہا۔ ابو موسیٰ الحمراء میں نہیں۔۔۔ اور میں جنگ سے واپس آنے سے قبل اس کے متعلق شاید کسی سوال کا جواب نہ دے سکوں۔۔۔ بہر حال تم تسلی رکھو کہ ابو موسیٰ زندہ ہے اور میں وقت آنے پر اس کے سامنے پیش ہو کر کہوں گا کہ ابو موسیٰ! تمہارا مجرم تمہارے سامنے کھڑا ہے۔ میرے لیے سزا تجویز کرو اور مجھے یقین ہے کہ اس وقت میرا نامہ اعمال اس قدر سیاہ نہیں ہو گا۔ اس وقت اگر وہ مجھ سے دور نہ بھی ہوتا تو بھی

مجھے اُس کے سامنے جانے کی ہمت نہ پڑتی۔ میں چاہتا ہوں کہ جب میں اُس کے سامنے جاؤں تو میرا دامن میرے خون سے تر اور میرا چہرہ زخموں سے داندار ہوا اور مجھ میں فقط یہ آخری الفاظ کہنے کی ہمت ہو۔ ابو موسیٰ! تمہار مجرم اب ایک بڑی عدالت کے سامنے جا رہا ہے کیا تم اس کا گناہ معاف نہیں کرو گے؟۔

ابو محسن! ابو عبد اللہ کے الفاظ سے زیادہ اُس کی آواز سے متاثر ہو رہا تھا۔ تمہوڑی دیر سر جھکا کر سوچنے کے بعد ابو عبد اللہ نے ابو محسن کی طرف دیکھا اور کہا تم میرے دل کا حال سمجھ سکتے ہو لیکن مجھے ڈر ہے کہ اگر ان لوگوں نے مجھ سے ابو موسیٰ کے متعلق پوچھا تو شاید میرا کوئی بیان ان کو تسلی نہ کر سکے۔

ابو محسن نے کہا آپ تسلی رکھیں۔ اس وقت یہ لوگ فقط اتنا جانتے ہیں کہ آپ ان کے ساتھ ہیں۔ وہ اس سے زیادہ سوچنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے۔“

(۳)

ازغل نے اپنی شاندار فتوحات کے بعد مالقہ میں پڑا اور ڈال کر اپنی فوج کو ازسر نو منظم کیا۔ اور غرناطہ کا رخ کرنے سے پہلے اپنے تھیجے ابو عبد اللہ کو پیغام بھیجا کہ ابھی تک تمہارے لئے تو بہ کا دروازہ بند نہیں ہوا ہے۔ اب تمہیں یقین ہو گیا ہو گا کہ تم نے عیسائیوں کے ساتھ جو امیدیں وابستہ کی تھیں وہ پوری نہیں ہو سکتیں۔ ہم کھلے دروازوں غرناطہ میں داخل ہونا چاہتے ہیں۔ لیکن اگر تم نے مزاحمت کی تو یقین رکھو کہ الحمراء کے ہنی دروازے ہمارے راستے میں حائل نہیں ہو سکتے۔“

ازغل کے اپنی نے واپس آ کر بتایا کہ غرناطہ میں اُن کے استقبال کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ اور ابو عبد اللہ سرحد پر حملہ آوروں کے مقابلے کے لئے روانہ ہو چکا ہے۔ اپنی نے ازغل کو ابو محسن کی بیوی کا خط پیش کیا اور کہا۔ ”ملکہ عالیہ نے یہ خط سلطان

معظم کی خدمت میں بھیجا ہے۔ الزفل اپنی سے چند سوالات پوچھنے کے بعد انھا اور ابوالحسن کے پاس پہنچا۔ بوڑھا سلطان بسترِ علالت پر زندگی کی آخری گھڑیاں آزار رہا تھا۔ اس کی پیشائی جواب دے چکی تھی۔ اپنے بیٹے کے متعلق غیر متوقع خبر سن کروہ بستر سے اٹھ بیٹھا۔ کیا یہ درست ہے؟ کیا یہ ممکن ہے؟ وہ اپنے بھائی سے بار بار پوچھ رہا تھا۔ ”نہیں۔ نہیں۔ تم اپنی کو بلا و بمحبے یقین نہیں آتا۔“

الزفل نے کہا ملکہ نے یہ خط بھیجا ہے۔“

ابوالحسن نے بیقرار ہو کر کہا کیا لکھا ہے ملکہ نے مجھے پڑھ کر سناؤ۔ الزفل نے خط کھول کر پڑھا۔ مختصر سی تحریر کا مغایوم یہ تھا۔

میرے آقا! میری مامتا نے مجھے ابو عبد اللہ سے مايوں نہ ہونے دیا اور میں نے الحمراہ میں شہر نا ضروری سمجھا قدرت نے میری دعاوں کو اس وقت شرف قبولیت بخشنا جب میں چاروں طرف سے مايوں ہو چکی تھی۔ ابو عبد اللہ دشمن کے مقابلہ کے لئے روانہ ہو چکا ہے۔ اور میری مامتا مجھے دھوکا نہیں دیتی تو اس کا مقصد اپنی نلطیوں کی تلافی کے سوا اور کچھ نہیں۔ غرناطہ آپ کے لئے چشم برآ ہے۔ اگر آپ فوراً پہنچ سکیں تو الزفل کو بھیج دیں۔ مجھے ڈر ہے کہ سرفوشوں کے علاوہ ابو عبد اللہ کے ساتھ وہ لوگ بھی جا چکے ہیں جن کی غداریوں کے باعث ہمیں یہ دن دیکھنے نصیب ہوئے۔ منافقین کا یہ گروہ آخری وقت تک ابو عبد اللہ کو بہکانے کی کوشش کرے گا اس لئے ابو عبد اللہ کی آمد سے قبل غرناطہ پر قبضہ کر لینا ضروری ہے۔

اگلی صبح الزفل نے فوج کو کوچ کی تیاری کا حکم دیا۔ بدربن مغیرہ اور اس کے جانباز سپاہی عیسائیوں کو شکست دینے کے بعد انہیں شمال اور مشرق کی سرحدوں سے دور کھنے کے لئے عقابوں کے مسکن میں پہنچ چکے تھے۔ بشیر بن حسن کو ابوالحسن کے

علاج کے لئے مالقہ ٹھہرنا پڑا۔

اپنی علالت کے باوجود ابو الحسن غرناطہ پہنچنے پر مُصر تھا۔ ازشل کو مجبوراً بکھی پر اس کے سفر کا انتظام کرنا پڑا۔ مالقہ کی حفاظت الزیغی کے سپرد کی گئی۔

ازشل کی فوج فتح اور کامرانی کے پرچم اہر اتی ہوئی غرناطہ میں داخل ہوئی۔ شہر کے دروازے سے لے کر الحمراء کے دروازے تک ازشل کے گھوڑے کے سامنے پھولوں کی تیج بکھی ہوئی تھی۔ ابو الحسن کی علالت کے باعث معمولی رفتار سے ایک بکھی پر سفر کرنے کی وجہ سے ابھی غرناطہ سے کئی منزل دور تھا تاہم لوگ ”ازشل زندہ باد“ کے ساتھ ساتھ سلطان ابو الحسن زندہ باد کے نعرے بھی لگا رہے تھے۔

لوگوں کے جوش و خروش کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ وہ شمال مغربی سرحد سے ابو عبد اللہ کی شاندار فتوحات کی خبریں سن چکے تھے۔ حاذجنگ سے غرناطہ میں خبریں لانے والے لوگ انہیں یہ بتا چکے تھے کہ ابو عبد اللہ سرحد کو حملہ آوروں سے پاک کرنے کے بعد دشمن کے علاقے میں داخل ہو چکا ہے اور چند قلعوں پر قبضہ کر چکا ہے۔

ازشل کو یقین تھا کہ تازہ شکست کے بعد فرڈی نیڈ کی فوج ایک لمبی تیاری کے بغیر کسی وسیع پیانہ پر نقل و حرکت نہیں کر سکتی اس لئے اُس نے ابو عبد اللہ کے پاس پیغام بھیجا کہ میں چند دنوں تک فوج کو ازسرِ نو منظم کر کے تمہاری مدد کے لئے پہنچ جاؤں گا۔ فی الحال تم دشمن کے علاقہ میں پیش قدمی کرنے کی بجائے سرحد کے کسی محفوظ مقام پر پڑاؤ ڈال کر دشمن کے ساتھ معمولی چھیڑ چھاڑ جاری رکھو۔ فیاض چچا نے اپنے بھتیجے کو یہ لکھا کہ تم اپنی گزشتہ خطاؤں کا نارہ ادا کر چکے ہو اور جب تم واپس آؤ گے تو اپنے والد اور بچا کو غرناطہ کے عوام سے کم فیاض نہیں پاؤ گے۔ ابو موسیٰ لاپتہ

ہے۔ ہمارا خیال تھا کہ وہ تمہارے ساتھ ہو گا لیکن مجاز سے آنے والے لوگوں نے ہمارے اس خیال کی تصدیق نہیں کرے۔ وہ کہاں ہے؟ غرناطہ کے لوگ اُس کے متعلق بہت بے چین ہیں۔

(۵)

چاروں کے بعد غرناطہ میں کہرام مچا ہوا تھا۔ طلوع آفتاب کے ساتھ ہی غرناطہ کے لوگوں کو یہ المٹاک خبر ملی کہ ابو عبد اللہ شمسن کے ہاتھوں شکست کھا کر گرفتار ہو چکا ہے اور غروب آفتاب تک غرناطہ کے لوگوں کو اس خبر کی بہت سی تفصیلات معلوم ہو چکی تھیں۔

غرناطہ میں ازفل کی آمد سے خوفزدہ ہو کر چند غدار سردار اور ان کے ساتھی ابو عبد اللہ کے ساتھ روانہ ہو چکے تھے۔ باقی غداروں نے بھی جب یہ دیکھا کہ غرناطہ کے لوگوں پر ان کی اس تبدیلی کا ایک خوشگوارہ عمل ہوا ہے تو وہ بھی غرناطہ چھوڑ کر ابو عبد اللہ کو ساتھ لے کر فرڈی نیڈ کی پناہ میں چلے جائیں۔ لیکن انہوں نے جب یہ دیکھا کہ تازہ فتوحات نے ابو عبد اللہ کی ذہنیت میں ایک غیر متوقع تبدیلی پیدا کر دی ہے تو انہوں ایک سازش کی۔ ایک شام ابو عبد اللہ فرڈی نیڈ کے ایک قلعے پر قبضہ کر چکا تھا۔ اس کے فوج کے دو جاسوس جو ان غداروں کے آله کا رتھے یکے بعد دیگرے اس کے پاس پہنچے۔ ایک نے اُسے اطلاع دی کہ کوئی ہزار نصرانیوں کی ایک فوج مغرب کی طرف سے اس قلعے کا رُخ کر رہی ہے۔ دوسرے نے یہ خبر دی کہ اس نے شمال کی طرف نصرانیوں کے دو ہزار سپاہیوں کو دیکھا اور ان کا رُخ بھی اس قلعے کی جانب ہے۔ یہ اطلاعات سننے کے بعد جب ابو عبد اللہ نے مجلس شوریٰ بیانی تو منافقین نے یک زبان ہو کر یہ کہا کہ ہمیں ان لوگوں کو قلعے کا محاصرہ کرنے کا موقع

دینا چاہتے۔ ممکن ہے کہ فوج آگے بڑھ کر ہمارے رسد و کمک کے راستے کاٹ دے اور ایک دو دن کے بعد ایک بڑی فوج آ کر قلعے پر حملہ کر دے۔

ابو محسن نے رات کے وقت قلعے سے نکل کر دشمن پر حملہ کرنے کی مخالفت کی۔

اُس نے کہا۔ اگر بفرض محال دشمن ہمیں زخم میں لے بھی لے تو بھی ہم کم از کم تین ہفتے قلعہ بند ہو کر دشمن کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ اس دوران میں غرناطہ سے ہمیں کمک پہنچ جائے گی۔ لیکن غداروں نے عبد اللہ کے جذبات کو اُسکایا اور اُس نے رات ہوتے ہی فوج کو تیاری کا حکم دیا۔ فوج کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ ایک حصہ ابو محسن کی قیادت میں مغرب کی طرف روانہ ہوا۔ اور دوسرा ابو عبد اللہ کی قیادت میں شمال کی طرف چل پڑا۔ غداروں کی بہت بڑی اکثریت ابو عبد اللہ کے ہمراہ تھی۔

ابو محسن نے اپنے جاسوس کی راہنمائی میں رات کے وقت مغرب کی طرف کوئی بیس کوں علاقہ چھان مارا لیکن دشمن کا کوئی سراغ نہ ملا۔ تنگ آ کر اُس نے جاسوس کو کو سنا شروع کر دیا۔ تیرے پہر اُس نے تھکے ہوئے گھوڑے کی باگ موڑ لی۔ اور واپس قلعے کا رُخ کیا۔ صبح کے وقت جب ابو محسن قلعے سے چار کوں دور تھا اسے سپاہیوں کا ایک گروہ دکھانی دیا جو ابو عبد اللہ کے ساتھ رات کے وقت گئے تھے۔

ابو محسن کا ماتھا ٹھنکا وہ فوج کو رکنے کا حکم دے کر اپنا گھوڑا بھاگتا ہوا آگے بڑھا۔ جب وہ اس گروہ کے قریب پہنچا تو ایک نوجوان نے جس کی قباق پر خون کے نشان تھے، اس کے سوالات کا انتظار کئے بغیر کہا ”ہمیں شکست ہوئی۔ یہ ایک سازش تھی۔

ہماری فوج میں غدار ہم سے زیادہ تھے۔ جاسوس نے ہمیں ایک ایسے مقام پر پہنچا دیا جو چاروں طرف سے دشمن کے تیروں کی زد میں تھا اور منافقین نے دشمن کا انعرہ سنتے ہی ابو عبد اللہ سے کہا ہم زخم میں آچکے ہیں۔ اب لڑائی بے سود ہے۔ جب ہم نے

ہتھیار ڈالنے سے انکار کیا تو وہ ایک طرف ہو گئے جب دشمن نے گھات سے نکل کر ہم پر حملہ کیا تو کچھ دیر وہ خاموش کھڑے رہے اور پھر دشمن کے ساتھ شامل ہو کر ہم پر ٹوٹ پڑے۔ آن کی آن میں ہمارے آٹھ سو نو جوان قتل ہو گئے اور ہمارے لئے بھاگنے کے سوا کوئی راستہ نہ تھا۔

ابو محسن نے کہا۔ اور ابو عبد اللہ-----؟-----

نو جوان نے جواب دیا۔ اڑائی کے وقت وہ ہمارے ساتھ تھا۔ چند آدمیوں نے اُسے گھوڑے سے گرتا ہوا دیکھا تھا۔ میرے خیال میں اُسے گرفتار کر لیا گیا ہے۔ یہ ایک سازش تھی۔ کاش ہمیں معلوم ہوتا کہ ہمارے ساتھ منافقین کی اتنی بڑی تعداد شامل ہو چکی ہے۔

ابو محسن نے کہا۔ ہمیں بھی دھوکا دیا گیا۔ شہر و میں اس جاسوس سے پوچھتا ہوں

ابو محسن نے فوج کے قریب واپس پہنچ کر ادھر ادھر دیکھنے کے بعد پوچھا۔ وہ جاسوس کہا گیا؟

سپاہیوں نے ادھر ادھر دیکھنے اور ایک دہرے سے سوال کرنے کے بعد جواب دیا اُسے صحیح کی نماز کے بعد کسی نہیں دیکھا۔

ابو محسن نے مایوس ہو کر کہا۔ اب ہمارے لئے اپنی سرحد کا رُخ کرنے کا سوا کوئی چارہ نہیں۔

فوج کی شکست اور ابو عبد اللہ کے لاپتہ ہو جانے کی خبر ابو محسن کی زندگی کے ٹھہراتے ہوئے چراغ کے لئے ہوا کا جھونڈ کا ثابت ہوئی۔ غرناطہ پر ایک بارا دبار کے بادل چھاگنے۔ اگلے دن ایک دردمند نے ابو محسن کا جنازہ دیکھ کر کہا۔ غرناطہ کے

آسمان نے کئی بادشاہوں اور کئی شہنشاہوں کے جنازے دیکھے ہیں لیکن اس مجاہد کی
لحد میں غرناطہ کے مستقبل کی ہزاروں امیدیں بھی سو جائیں گی۔

ان واقعات کے بعد اندرس میں ہلال و صلیب کی جنگ کچھ عرصہ کے لئے
سرد پڑگئی۔ ربیع الثانی ۸۹۰ھ میں فرڈی نید نے ایک لشکر جرار کے ساتھ صوبہ مالقہ
پر یورش کر دی۔ اس کی پیش قدمی اس قدر اچانک تھی ازفل اپنی پوری قوت مدافعت
بروئے کارنہ لاسکا۔ تاہم بقوان اور رُندہ کے تاعوں پر قبضہ کرنے کی کوشش میں
عیسائیوں کو بھاری نقصانات اٹھانا پڑے اور انہیں آگے بڑھنے کی ہمت نہ ہوئی۔
فرڈی نید کی فوج پسپا ہوتے ہوئے سرحد کے اہم قلعہ مثینل پر حملہ کیا لیکن انہیں
ناکامی ہوتی۔ ازفل نے دشمن کو شکست دینے کے بعد جوابی حملہ کیا اور ان کے بہت
سے ساز و سامان پر قبضہ کر لیا۔

ازفل کو اس بات کا احساس تھا کہ جب تک وہ خود فرڈی نید کی مملکت میں
داخل ہو کر اسے ایک فیصلہ کن شکست نہیں دیتا عیسائیوں کے حملے جاری رہیں گے۔
لیکن ایک بڑی جنگ کی تیاری کے لئے وقت کی ضرورت ہتی۔ جنوب مشرقی اور
شمال مشرق کی سرحدوں پر سرحدی عتاب کا پھرا تھا اور اس طرف سے اُسے پوری
تسلا تھی۔ جنوب میں مالقہ کی حفاظت کے لئے الزیفری جیسا تجربہ کار جرنیل موجود
تھا۔ ایک بڑی مہم کے لئے تمام وسائل بروائے کار لانے لئے ازفل کامر کز میں رہنا
ضروری تھا۔ اس لئے شمال مغربی سرحد کی حفاظت کے لئے ابو محسن کو منتخب کیا اور خود
غراطہ پہنچ کر تیاریوں میں مصروف ہو گیا۔

(۶)

ابو عبد اللہ دشمن کے قیدی کی حیثیت میں قسطلہ پہنچا۔ اُسے یقین تھا کہ فرڈی نید

اس کے لئے بدترین سزا تجویز کرے گا لیکن جب پہریدار اسے محل کے سامنے لائے تو فرڑی نیڈ، اس کا ولی عہد اور امراء سلطنت محل کے دروازے پر کھڑے تھے۔ فرڑی نیڈ نے چند قدم آگے بڑھ کر ابو عبد اللہ کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا۔ ابو عبد اللہ نے اضطراری حالت میں اس کے ہاتھ میں ہاتھ دے دیا۔

فرڑی نیڈ نے اپنے امراء کی طرف دیکھا اور کہا۔ ”تم کیا دیکھ رہے ہو غرناطہ کے بادشاہ کی تعظیم کرو۔ یہ ہمارے مہمان ہیں“ اور امراء نے ابو عبد اللہ کی تعظیم میں سرجھ کا دئے۔

فرڑی نیڈ ابو عبد اللہ کی بغل میں اپنا ہاتھ دے محل کے اندر داخل ہوا۔ ملاقات کے کمرے کے دروازے کے سامنے چند خواتین کے درمیان ملکہ ازا بیلا کھڑی تھی۔ فرڑی نیڈ نے اُس کے قریب پہنچ کر کہا۔ ”ملکہ! یہ میرا وہ بیٹا ہے جسے دیکھنے کے لئے تم مدت سے بے قرار تھیں۔ ابو عبد اللہ کا چہرہ ابھی تک یہ ظاہر کر رہا ہے کہ یہ اپنے آپ کو ہمارا قیدی سمجھتا ہے۔ تم اسے یقین دلو“ کہ یہ ہمارا مہمان ہے جس کا راستہ ہم ایک مدت سے دیکھ رہے تھے۔“

ملکہ ازا بیلا نے کہا ہمارے سپاہیوں نے انہیں راستے میں تکلیف تو نہیں۔ فرڑی نیڈ نے جواب دیا۔ ہماری طرف سے انہیں ہدایت تھی کہ ہمارے دوست کا بال بیکانہ ہو۔ لیکن اگر ہمیں پتہ چلا کہ راستے میں انہیں کوئی تکلف ہوئی ہے تو ہم انہیں بدترین سزادیں گے۔

امراء دروازے سے کچھ دور کھڑے رہے۔ اور فرڑی نیڈ، ازا بیلا اور ولی عہد، ابو عبد اللہ کے ساتھ کمرے میں داخل ہوئے۔ جب وہ چاروں ایک نصف دائرے میں کرسیوں پر بیٹھے گئے تو فرڑی نیڈ نے کہا۔ آپ کے تمام ساتھیوں کو شاہی مہمان

خانے میں جگہ دی گئی ہے۔ اور آپ کے لئے ہم نے اپنے محل کے بہترین کمرے
 منتخب کئے ہیں

ابو عبد اللہ نے بیتاب سا ہو کر کہا۔ ایسی دل لگی شاید فرڑی نید کی شان کے
شایان نہ ہو۔ میں اپنی سزا کا حکم سننے کے لئے تیار ہوں۔

فرڑی نید نے کہا۔ ہم ایک بار دوستی کا ساتھ بڑھا کرو اپس نہیں کھینچا کرتے اور
ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ آپ نے جو کچھ کیا مجبوری کی حالت میں کیا۔ ہماری بات پر
یقین کیجئے کہ آپ کے علاقے پر ہمارے پاہیوں کا حملہ ہمارے احکام کی خلاف
ورزی تھی۔ وہ اپنی شکست سے بوکھلانے ہوئے تھیا اور آپ یہ سمجھتے ہوں گے کہ ہم
نے آپ کے ساتھ بد عہدی کی ہے۔ اس صورت میں آپ ان کے ساتھ لڑنے بلکہ
ایک انتقامی جذبے کے ماتحت ہمارے علاقہ پر حملہ کرنے میں حق بجانب تھے۔
ہمیں اگر کوئی افسوس ہے تو اس بات کا ہے کہ ہمارے چند بے وقوف آدمیوں کی
افسوس ناک حرکت نے ہمارے اس حلیف کو ہم سے بدظن کر دیا ہے جسے ہم اپنا بیٹا
سمجھتے تھے۔ ہم ان لوگوں کے لئے بدترین سزا میں تجویز کر چکے ہیں

ابو عبد اللہ کھٹی کھٹی نگاہوں سے اپنے میزبانوں کی طرف دیکھ رہا تھا۔

فرڑی نید نے کہا۔ آپ کو ابھی تک ہماری باتوں پر یقین نہیں آیا۔ شاید ایک
شخص آپ کی تسلی کر سکے۔

فرڑی نید ولی عہد کی طرف متوجہ ہو۔ شہزادے! کسی کو حکم دو کہ ابو داؤد کو بala
لائے۔

ابو داؤد! ابو عبد اللہ نے چونک کر کہا۔

فرڑی نید نے جواب دیا۔ ہاں وہ ہمارے پاس پہنچ چکا ہے اور اس کا یہ مطالبہ

ہے کہ ہم آپ کو آپ کی کھوئی ہوئی سلطنت واپس دلانے کے لئے فوراً کوئی قدم اٹھائیں لیکن اب اس مقصد کے لئے ایک لمبی تیاری کی ضرورت ہے۔

ابو عبد اللہ کے دل میں ابو داؤد کے متعلق بہت سے شکوک پیدا ہو چکے تھے لیکن ایک کمزور انسان ہر طاقت و رسانان کو اپنا آخری سہارا فرض کر لیتا ہے۔ ابو عبد اللہ نے ابو داؤد کو اپنی کشتمان مختسب کیا تھا۔ اُس کے روپوش ہو جانے کے بعد وہ ابو محسن کی تقریر سے مروع ہوا اور اب پھر وہ زندگی کے نئے موڑ پر کھڑا تھا۔ اس احساس کے باوجود کہ اُس کی زندگی کی تمام تجھیاں ابو داؤد کی پیدا کردہ تھیں۔

ابو عبد اللہ کو یہ یقین تھا کہ ابو داؤد سے ہم کلام ہوتے ہی اُسے ڈھنی کوفت سے نجات مل جائے گی۔ فرڈی نیڈ کی مسکراہٹوں نے اُس کے دل میں وہ خطرناک عزم جنمیں وہ غرناطہ سے نکلتے وقت ہمیشہ کے لئے خیر باد کہہ چکا تھا پھر ایک بار بیدار کر دئے تھے۔ وہ فرڈی نیڈ کا آلہ کاربنے سے گھبرا تھا لیکن اس کے ساتھ ہی اُسے یہ بھی احساس تھا کہ فرڈی نیڈ کی مسکراہٹیں کسی نہ کسی دن اُسے پھر ان ٹھکراتی ہوئی راہوں پر دھکیل دیں گی۔ ابو داؤد کے الفاظ اس کے ضمیر کی آواز کو دبایں گے۔

الغرض ایک کمزور آدمی میں منافقت کے سوئے ہوئے جذبات پھر بیدار ہو رہے تھے اور وہ اپنے ضمیر کو لوریاں دینے کے لئے ایک بڑے منافق کے سہارے کی ضرورت محسوس کر رہا تھا۔ ابو عبد اللہ اپنے دل میں کہہ رہا تھا۔ میں اس بے ایمان سے کہوں گا کہ تم نے مجھے رسوایا، تم نے مجھے اپنی ہی قوم کا ندار بنایا۔ میں بیوقوف تھا لیکن اب میری آنکھیں کھل گئی ہیں۔ اب مجھے دھوکا نہیں دے سکتا۔ تم مجھے تباہی کے راستے کی طرف مت دھکیلو۔ مجھے غرناطہ کے تخت کی ضرورت نہیں۔ لیکن نہیں شاید میں اپنے مقدر کے خلاف جنگ نہ کرسکو۔ شاید میری تقدیر کے ستارے میری مرضی

کے خلاف مجھے غرناطہ لے جائیں اور میں فرڑی نید کا آلہ کار بننے پر مجبور ہو جاؤں۔
نہیں نہیں میں ابو داؤد سے کہوں گا کہ خدا کے لئے مجھ پر حم کرو۔ مجھے غلط راستہ نہ
 بتاؤ۔ میں قوم فروشوں کی جماعت میں نام نہیں لکھوانا چاہتا۔ لیکن فرڑی نید نے یہ کہا
 کہ وہ مجھے اپنی قوم کا آزاد حکمران دیکھنا چاہتے ہیں۔ یہ جھوٹ ہے میں ابو داؤد سے
 کہوں گا کہ وہ میرے سامنے فرڑی نید کے جھوٹ کوچ ثابت کرنے کی کوشش نہ
 کرے لیکن یہ ضروری نہیں کہ میں ان لوگوں کے سامنے اپنے جذبات کا اظہار
 کروں۔ میں انہیں غلط فہمیوں میں بتا رکھوں گا اور یہاں سے موقع ملتے ہی فرار
 ہو جاؤں گا۔ ابو داؤد کمرے میں داخل ہوا اور ابو عبد اللہ نے محسوس کیا کہ وہ کسی
 بھی انک خواب سے بیدار ہوا ہے۔ ابو عبد اللہ غیر ارادی طور پر اٹھ کھڑا ہو گیا۔ ابو
 داؤد نے مصحافہ کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ اُس کے چہرے کی مسکراہٹ اپنے شاگرد
 سے یہ کہہ تھی۔ مجھ سے چھپ کر کہاں جاؤ گے بیٹا! میں تمہارے دل کا حال جانتا
 ہوں۔

الزغل کی مایوسی

(۱)

بدر بن مغیرہ ایک پیاڑی قلعہ میں مقیم تھا۔ ایک شام وہ قلعے کے صحن میں کھڑا اپنے گرد جمع ہونے والے سپاہیوں اور افسروں کو رات کے لئے ہدایات دے رہا تھا کہ ایک سرپٹ سوار قلعے کے اندر داخل ہوا۔ بدر بن مغیرہ سے چند قدم کے فاصلے پر اس نے با گیس کھینچ کر گھوڑا روکا۔ بدر بن مغیرہ نے دو تین قدم آگے بڑھ کر کہا۔ بشیر! معلوم ہوتا ہے کہ تم کوئی اچھی خبر نہیں لائے۔

بشیر بن حسن نے گھوڑے سے اتر کر بدر بن مغیرہ سے مصافحہ کیا اور بولا میں ایک ایسی خبر لایا ہوں جسے غرناطہ کے لوگ اچھی سمجھتے ہیں لیکن میں اس کے متعلق بہت پریشان ہوں۔ منصور کہاں ہے؟

وہ ابھی نماز پڑھ کر اپنے کمرے میں گیا ہے۔ آج اُس کی باری ہے۔ وہ تیاری کر رہا ہوگا۔ چلو اُس کے پاس چلتے ہیں۔ یہ کہہ کر بدر بن مغیرہ سپاہیوں کی طرف متوجہ ہوا۔ تمہیں عشاء کی نماز کے بعد ہدایات مل جائیں گی۔

بدر اور بشیر سپرھیوں پر چڑھنے کے بعد دوسری منزل کے ایک کمرے میں داخل ہونے کمرے میں شمع جل رہی تھی اور منصور زرہ بکتر پہنپنے ایک کرسی پر پاؤں رکھ کر موزے کے تسمیے باندھ رہا تھا۔ بشیر بن حسن کو دیکھ کر آگے بڑھ کر مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ بشیر یہ بہت اچھا ہوا کہ تم آگئے۔ میں ابھی یہ سوچ رہا تھا کہ اگر آج رات میں زخمی ہو جاؤں تو میرا اعلانِ کون کرنے گا؟

بشیر بن حسن نے کہا۔ قسطلہ کے اسلیہ خانہ میں ابھی تک وہ تلوار نہیں بنی جو منصور کو زخمی کر سکے۔

تینوں کر سیوں پر بیٹھے گئے۔ منصور نے بشیر بن حسن سے سوال کیا۔ اہل غرناطہ
ہمارے نقاب پوش کے متعلق بہت پریشان ہوں گے۔
ہاں اب غرناطہ کی ہر محفل میں سرحدی عقاب کی جگہ سرحدی نقاب پوش نے
لے لی ہے۔
تو انہیں ابھی تک بدر کی موت کا یقین ہے۔
فوج کے بعض افسروں کو شک ہے کہ یہ زندہ ہیں۔ اور زمیں بہت سے لوگ مجھ
سے کرید کرید کر پوچھتے تھے اور میں یہ جواب دے کر خاموش ہو جاتا تھتا کہ مجاہد
ہمیشہ زندہ رہتا ہے۔
بدر نے کہا اچھا اب وہ خبر سناؤ جس کے متعلق غرناطہ کے لوگ خوش تھے اور تم
پریشان ہو۔
بیشیر نے کہا۔ ابو عبد اللہ فرڑی نیڈ کی قید سے فرار ہو کر غرناطہ پہنچ چکا ہے اور
ازشل نے یہ اعلان کیا ہے کہ وہ بیرونی خطرات سے نجات حاصل کرتے ہی غرناطہ کا
تحت اپنے پہنچنے کے حوالے کر دے گا۔ سر دست اسے لو شہ کا حاکم مقرر کیا گیا ہے۔
بدر بن مغیرہ نے کہا۔ کیا یہ صحیح ہے؟ ازشل ایسی غلطی نہیں کر سکتا۔
بیشیر نے جواب دیا۔ اگر یہ غلطی ہے تو ازشل اس کا ارتکاب کر چکا ہے۔ میں ابو
محسن سے ملا تھا وہ یہ کہتا تھا کہ سرحد پر حملہ کرنے سے پہلے وہ فرڑی نیڈ کی پناہ لینے
کے لئے تیاریاں کر رہا تھا۔ حالات کی مجبوری نے اُسے رضا کاروں کی صفت میں
لاکھڑا کیا تھا۔ اُس کی نیت پر میں شک نہیں کرتا لیکن وہ ایک متلوں مزاج نوجوان
ہے۔ موجودہ حالات میں اُسے کوئی ذمہ داری سونپنا خطرے سے خالی نہیں۔ اس
کے علاوہ ابو داؤد کے متعلق یہ خیال کیا جاتا ہے کہ وہ فرڑی نیڈ کے پاس پہنچ چکا ہے

اور وہ ایک ایسا آدمی ہے جو ابو عبد اللہ کو ہر بُرے سے بُرے کام پر آمادہ کر ستا ہے۔

بدر بن مغیرہ نے پوچھا۔ اور غرناطہ کے لوگ اس پر خوش ہیں؟

ہاں! ان کی نگاہوں میں ابو عبد اللہ کے دامن کی سیاہی داخل چکی ہے بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں جو بے چین ہیں لیکن وہ بھی کسی عملی مخالفت کے لئے تیار نہیں

کیا موسیٰ کے متعلق ان کی بے چینی دور ہو چکی ہے؟

ابو عبد اللہ نے اس کے متعلق یہ مشہور کر دیا ہے کہ وہ اس کی قید سے فرار ہو گیا تھا۔

ازفل کے سامنے اس نے چند گواہ پیش کر دئے تھے۔

اور ازفل نے اس بات پر یقین کر لیا۔

میں نے انہیں کہا تھا کہ اگر وہ فرار ہوتا تو یقیناً آپ کے پاس آتا لیکن ازفل نے کہا۔ ابو موسیٰ بے حد غیور تھا اور ابو عبد اللہ اس کا بچپن کا دوست تھا۔ یہ ممکن ہے کہ ابو عبد اللہ کی بدسلوکی کے بعد اس نے غرناطہ میں کسی کو منہ دکھانا گوارانہ کیا ہو۔ شاید وہ مرکاش چلا گیا ہو قرطبه سے اس کے خاندان کے بہت سے افراد مرکاش ہجرت کر چکے ہیں۔ میں اس کی تلاش کر رہا ہوں اور اگر مجھے یہ معلوم ہوا کہ ابو عبد اللہ نے مجھے سے جھوٹ بولا ہے تو میں اسے نیک سلوک کا مستحق نہیں سمجھوں گا۔

بدر بن مغیرہ نے کچھ دریسو پنے کے بعد کہا۔ منصور! تم غرناطہ جانے کے لئے تیار ہو جاؤ۔

منصور نے جواب دیا۔ لیکن میں تو حملے کی تیاری کر چکا ہوں اور سرحد پر سپاہی میرا انتظار کر رہے ہوں گے۔

تمہاری جگہ میں چلا جاؤں گا۔

لیکن آپ کو آرام کی ضرورت ہے۔ آپ کل ساری رات گھوڑے پر تھے۔

تمہارا فورا غرناطہ پہنچا ضروری ہے۔ ازفل کے پاس میرا خط لے جاؤ۔ اسے ہماری طرف سے غیر مبہم الفاظ میں کہہ دو کہ ہماری جنگ کسی سلطان، امیر یا بادشاہ کے لئے نہیں۔ ہماری قربانیوں کا مقصد صرف یہ تھا کہ ہم غرناطہ کو اپنا دفاعی سورچہ بنا کر اپنے منتشر شیرازے کو اکٹھا کریں اور باقی اندر کے مظلوم اور بے کس مسلمانوں کو نصرانیوں کی غامی سے نجات دلائیں۔ ابو الحسن اور اس کے بعد ہم نے ازفل کو اپنا امیر اسی مقصد کے لئے تسلیم کا تھا۔ لیکن ابو عبد اللہ کو آزمایا جا چکا ہے۔

ایک پچا کی حیثیت میں ازفل کو یہ حق ہے کہ وہ اپنے نالائق بھتیجے کی ہر خطاب معاف کر دے لیکن اسے یہ حق نہیں دیا جاستا کہ وہ قوم سے یہ کہے کہ یہ ملت فروش توبہ کر چکا ہے اس لئے تم اسے اپنا حاکم تسلیم کرلو۔ ازفل سے کہوا گر ابو عبد اللہ خلاوصہ دل سے تائب ہو چکا ہے تو بھی وہ ایک بے جان لاشہ ہے اور وہ اس لاش کو اس قوم کے کندھوں پر نہ لادے جو موت و حیات کی کش مکش میں بتا ہے۔ وہ اپنی زندگی میں اپنا فرض پورا کرے اور اپنے بعد امیر کا انتخاب ان لوگوں پر چھوڑ دے جو غرناطہ کی آزادی اور مسلمانوں کے ناموس کے لئے اپنی جانیں پیش کر چکے ہیں۔ مجھے ابو عبد اللہ سے پر خاش نہیں۔ اس نے مجھے دھوکا دے کر قتل کرنے کی کوشش کی تھی۔

میں اسے معاف کر ستا ہوں لیکن میں قوم کی امانت اس شخص کے سُپر در کرنے کے خلاف ہوں اسے ایک بار دھوکا دے چکا ہوں۔ اگر ابو عبد اللہ نے سرحد سے چند حملہ آوروں کو نکال کر تبدیلی قلب کا ثبوت دیا ہے تو اس کا زیادہ سے زیادہ صلحہ یہ ہو ستا تھا کہ اس کی گز شستہ خطاؤں کی سزا نہ دی جائے لیکن اسے لوشہ کا حاکم اور غرناطہ

کے تخت کا وارث تسلیم کر لیما ایک ایسا انعام ہے جس کا وہ کسی صورت مستحق نہیں۔

منصور نے کہا۔ میں جانتا ہوں ازفل کیا جواب دے گا۔ وہ یہ کہے گا اگر میں ابو عبد اللہ کے ساتھ فیاضانہ برتاو نہ کرتا تو لوگ یہ کہتے کہ میری جدوجہد ذاتی اقتدار کے لئے تھی۔ اس کے علاوہ میں انتشار سے ڈرتا ہوں۔ ابو عبد اللہ کے حامی غرناطہ میں خانہ جنگی شروع کروادیں گے۔

بدر بن مغیرہ نے کہا۔ ابو عبد اللہ کے ساتھ اس سے زیادہ فیاضانہ برتاو کیا ہو سکت تھا کہ اُس کے گلے میں پھندا ڈال کر اُسے غرناطہ کے بازاروں میں نہیں گھینیا گیا۔ ازفل سے کہو کہ وہ ایسے لوگوں کی رائے کو کوئی وقت نہ دے جن کی خود فربتی کا یہ عالم ہے کہ وہ ایک آزمائے ہوئے غدار سے تعمیر ملت کا کام لیتا چاہتے ہیں۔ اور اتحاد کا یہ مطلب نہیں کہ گھوڑے اور گدھے کو ایک ہی بکھری میں جوت دیا جائے۔ اگر پچاس سپاہی اپنے کندھوں پر پچاس لاشیں اٹھا لیں تو وہ سو سپاہی نہیں بن جاتے۔ خانہ جنگی کو روکنے کا یہ طریقہ نہیں کہنا اہل آدمیوں کے ہاتھوں میں اقتدار سونپ دیا جائے بلکہ اس کا اعلان یہ ہے کہ ایسی رائے نامہ پیدا کی جائے کہ نہ اہل لوگ اقتدار کی کرسیوں کی طرف دیکھنے کی جرات نہ کریں۔ وہ قوم جوزندہ رہنا چاہتی ہو، غداروں کی سرکوبی کرتی ہے۔ انہیں رشو تیں دے کر خوش نہیں کرتی۔

منصور نے کہا۔ آپ خط لکھیں میں غرناطہ جانے کے لئے تیار ہوں۔

(۲)

چند دن منصور ازفل کی طرف سے بدر بن مغیرہ کے خط کا یہ جواب لا یا

میرے عزیز! تمہارا خط مجھے اُس وقت ملا۔

جب ابو عبد اللہ ہم پر آخری ضرب لگا چکا تھا۔ ابو

عبداللہ نے لوشہ دشمن کے حوالے کر دیا ہے۔ فردی
نیڈ کے آٹھ ہزار سپاہی اس شہر میں داخل ہو چکے
ہیں۔ میری نیت بری نہ تھی لیکن شاید قدرت سیاسی
غلطیاں معاف نہیں کرتی۔ تمہارے سامنے اور قوم
کے سامنے میرے پاس ندامت کے آنسوؤں کے
سو اکچھے نہیں۔

لوشہ پر فرانسیوں کا قبضہ ہمارے سینے پر خیز
سے کم نہیں۔ شاید غرناطہ کے دن گئے جا چکے ہیں۔
اگر تم میرے پاس ہوتے تو میں شاید اتنی بڑی غلطی
نہ کرتا اور اب ایک دل شکستہ بوڑھا تمہاری اعانت
کا محتاج ہے۔ اپنے لئے نہیں غرناطہ کے لئے غرناطہ
کے تحفظ و تاج کی حفاظت کے لئے نہیں مسلمانوں
کی عزت اور ناموس کی حفاظت کے لئے۔

اپنی اعانت کے لئے میں تمہیں ابھی غرناطہ
نہیں بلاتا۔ تم غرناطہ کی آخری امید ہو۔ تم اس ڈوبتی
کشتی کا آخری سہارا ہو اور میں تمہیں شر سے محفوظ
دیکھنا چاہتا ہوں۔ عقاب کی وادی ہمارا آخری
حصار ہے۔ تم اگر سرحد پر اپنے حملے تیز کر دو تو دشمن
کی توجہ دو محاذوں پر مبذول ہو جائے گی اور میں
لوشہ پر دوبارہ قبضہ کرنے کی کوشش کروں گا۔

میرے خیال میں فرڈی نید کے نزدیک عقاب کی وادی کی اہمیت غرناطہ سے
کم نہیں بہت ممکن ہے کہ وہ غرناطہ پر حملہ کرنے سے پہلے تمہارے علاقے پر حملہ
کرے۔ اس نے اپنی تیاریوں کو تیز کر دی میرے بیٹھے! ہماری کوتا ہیوں سے بد دل
ہو کر کہیں ہمت نہ ہار بیٹھنا۔ اگر تم ما یوں ہو گئے تو مجھے ڈر ہے کہ اندرس میں مسلمانوں
کی امید کے چراغ طلوع سحر سے پہاڑل ہو جائیں گے۔

بدر بن مغیرہ، بشیر اور منصور ایک انتہائی معموم فضاء میں کچھ دریا نفل کے
مکتب کی روشنی میں غرناطہ اور اندرس کے مسلمانوں کے مستقبل پر تبصرہ کرتے رہے
۔ اس کے بعد منصور بن احمد نے اپنی جیب سے ایک اور خط نکال کر بدر بن مغیرہ کو
پیش کرتے ہوئے کہا یہ خط مجھے ابو عبد اللہ کی بیوی نے دیا تھا اور اس نے مجھ سے
درخواست کی تھی کہ جب تک آپ کے دل سے لو شہ کے نکل جانے کا اضطراب دور
نہ ہو جائے میں خط پیش نہ کروں۔ انہوں نے خدا شہ بھی ظاہر کیا تھا کہ آپ اس غلط
نہیں میں آ کر میں نے اپنے شوہر کی وکالت کی ہو گی اس خط کو پڑھنے سے پہلے نہ
چھاڑ دالیں۔

بدر بن مغیرہ نے منصور کے ہاتھ سے خط لے کر بشیر کے ہاتھ میں دیتے ہوئے
کہا۔ تم پڑھو۔

بشیر نے خط کھول کر پڑھنا شروع کیا:

میرے قابل فخر بھائی! میں نے چچا کی
اجازت سے آپ کا مکتب پڑھ لیا تھا اور چچا آپ
کے مکتب کا جواب بھی دکھا چکے ہیں۔ انہوں نے
سارا گناہ اپنے سر لے لیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ

اس قومی گناہ میں زیادہ حصہ میرا ہے اگر میں پچا کو
یہ یقین نہ دلاتی کہ میرا شوہر خلوصِ دل سے تائب
ہو چکا ہے تو وہ یقیناً اس پر اعتماد کرنے سے قبل اُسے
اچھی طرح آزمائ کر دیکھتے۔ ملکہ نے اپنے کی
سفارش کی اور میں نے ان کی تائید کی اور اب آپ
کی خدمت میں میں یہ مکتوب اس لئے لکھ رہی ہوں
کہ کہیں آپ کو پچا کی نیت پر شبہ نہ ہو جائے۔

میں اندرس میں آپ کی ان لاکھوں بہنوں
میں سے ایک ہوں جن کے ناموں کی حفاظت کے
لئے آپ نے تلوار اٹھائی ہے اور یقین کیجئے کہ مجھے
احمراء کی چار دیواری کی نسبت آپ کی تلوار پر زیادہ
بھروسہ ہے۔ کیا آپ کی ایک بہن مدامت کے
آن سو بہانے کے بعد آپ سے یہ توقع رکھ سکتی ہے
کہ آپ اس کی پہلی اور آخری غلطی میں معاف کر دیں
گے اور خدا شاہد ہے کہ جب میں آپ کو بھائی کہتی
ہوں تو میں یہ محسوس کرتی ہوں کہ میرا اور آپ کا
رشته خون کے رشتے سے مضبوط ہے۔

آپ کی بہن عائشہ

بدر بن مغیرہ نے منصور کی طرف متوجہ ہو کر سوال کیا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ
ابو عبد اللہ کی بیوی ابھی تک غرناطہ میں ہے۔

ہاں ابو عبد اللہ اسے اپنے ساتھ لے جانے پر مصروف تھا لیکن اُس نے ماں سے کہا
کہ جب تک جنگ کا خطرہ باتی ہے میری بہو کو الحمراہ سے باہر نہیں جانا چاہتی۔

(۳)

لوشہ میں عیسائیوں کی پندرہ ہزار فوج جمع ہو چکی تھی۔ ابو عبد اللہ نے غرناطہ کے
مختلف شہروں میں اپنے جاسوس بھیج دیئے اور فرڈی نیڈ کی عطا کردہ دولت سے
منافقین کے ضمیر خریدنے کی مہم شروع کر دی۔ وہ لوگ جو پہلے ہی اپنی توقعات فرڈی
نیڈ کے ساتھ وابستہ کر چکے تھے اب زیادہ پر امید ہو گئے اور ابو عبد اللہ کی قوت میں
آئے دن اضافہ ہونے لگا۔

اس کے علاوہ عافیت پسندوں کی وہ جماعت جو ہر قیمت پر امن چاہتی تھی عوام
میں یہ تبلیغ کرنے لگی کہ اگر غرناطہ کے مسلمانوں نے عیسائیوں کے ساتھ جنگ جاری
رکھی تو اس کی سزا وہ اندرس کے باقی مسلمانوں کے دیتے رہیں گے۔ اندرس
عیسائیوں اور مسلمانوں کا مشترکہ وطن ہے اور عیسائی چونکہ قوت اور تعداد میں زیادہ
ہیں اس لئے ہمیں ان کی سر پرستی تسلیم کر لینی چاہتے ہیں۔ وہ یقیناً اپنے ہم وطنوں پر ظلم
نہیں کریں گے۔ یہ مسلمانوں کا وہم ہے کہ انہوں نے عیسائیوں کی حکومت تسلیم
کر لی تو انہیں نگل جائیں گے۔ اگر مسلمان کے دل میں ایمان ہے تو اسے کسی سے
خطروں نہیں۔

ابو عبد اللہ کے متعلق یہ لوگ عوام کو یہ سمجھاتے تھے کہ وہ فرڈی نیڈ کے ساتھ
مصالحت کر کے اندرس کے باقی مسلمانوں کو بتاہی سے بچانا چاہتا ہے۔ فرڈی نیڈ
نے ہماری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا ہے اور ابو عبد اللہ جانتا ہے کہ اگر ہم نے اس
وقت اس کی دوستی کا ہاتھ ٹھکرایا تو کل وہ ایک فاتح کی حیثیت میں ہمارے ساتھ

نیک سلوک نہیں کرے گا۔

عیسائیوں کی فوج کے ساتھ ابو داؤد بھی لوشہ پہنچ چکا تھا۔ اس نے چند دن حالات کا مطالعہ کرنے کے بعد فرڈینیڈ کو لکھا کہ اب غرناطہ پر فیصلہ کن ضرب لگانے کا موقع ہے۔ فرڈی نیڈ نے بذاتِ خود لوشہ پہنچ کر فوج کی قیادت سنپھال لی اور اچانک الپیرہ اور شنیل کے قلعے فتح کرنے کے بعد صحرہ کا محاصرہ کر لیا۔ الزفل اپنی ایک تہائی فوج غرناطہ میں چھوڑ کر صحرہ کی طرف بڑھا اور شہر سے چند میل دور پڑا داؤدال دیا۔ چند دن فریقین میں معمولی جھٹر پیس ہوتی رہیں۔ اہل شہر قلعہ بند ہو کر لڑتے رہے اور الزفل و شمن کے عقب سے معمولی حملوں پر اکتفا کرتا رہا۔ شمال مشرق میں بدر بن مغیرہ نے اچانک ایک وسیع پیش قدمی شروع کر دی ہے۔ فرڈی نیڈ نے مجبوراً صحرہ کا محاصرہ اٹھایا اور اس کے ساتھ ہی فرڈی نیڈ کو اطلاع ملی کہ شاہ فرانس نے زبردست لشکر کے ساتھ پیر سیز کی طرف پیش قدمی شروع کر دی ہے۔ فرڈی نیڈ نے مجبوراً صحرہ کا محاصرہ اٹھایا اور دس ہزار فوج کو شمال کی طرف پیش قدمی کرنے والے مجاہدین روکنے کے لیے بھیج دیا۔ لوشہ الپیرہ اور شنیل کی حفاظت کے لئے جس قدر فوج کی ضرورت تھی وہ اس نے ابو عبد اللہ کے پاس چھوڑ دی اور خود شاہ فرانس کے حملہ کے خطرے کی روک تھام کے لئے واپس چلا گیا۔

(۳)

شاہ فرانس کے ساتھ صلح کرنے کے لئے فرڈی نیڈ نے پادریوں کا ایک وفد اس کے پاس بھیجا اور اسے اس بات کا احساس دلایا کہ غرناطہ اور ہسپانیہ کی جنگ ہلا ل و صلیب کی جنگ ہے اور اس نازک موقع پر صلیب کے دو علم برداروں کی اڑائی سے مسلمان فائدہ اٹھائیں گے۔ قسطلہ اور فرانس کے بشپ نے ایک دوسرے کی

بغل گیر ہو کر دو بادشاہوں کو مصافحہ کرنے پر مجبور کر دیا۔ فرانس کے بادشاہ نے مسلمانوں کے خلاف جنگ کے ثواب میں حصہ دار بننے کے لیے دو ہزار سوار اور نیس بھری جہاز فرڑی نیڈ کے سپرد کر دئے۔

فرڑی نیڈ کو مدت سے اس بات کا احساس تھا کہ جبتک وہ مالقہ پر قبضہ نہیں کر لیتا غرناطہ کی قوت نہیں ٹوٹے گی۔ مالقہ غرناطہ کی اہم ترین بندرگاہ تھی اور اس پر قبضہ کرنے کے بعد وہ غرناطہ کے تمام ساحلی علاقہ پر قابض ہو ستا تھا۔ اس صورت میں الٹیر یہ کی بندرگاہ کے سوا وہ اندرس اور مرکاش کے درمیان تمام راستے کاٹ سنتا تھا اور مسلمانوں کی اس امید کو خاک میں ملا سنتا تھا کہ اسلامی دنیا ان کی پشت پر ہے۔ اُسے یقین تھا کہ مالقہ چھپن جانے کے بعد غرناطہ کے مسلمان یہ محسوس کریں گے کہ وہ عیسائیوں کے رحم و کرم پر ہیں۔ مالقہ سے وہ سیرانویدا کے سرکش قبائل کی سرکوبی کر سنتا تھا فرانس سے بیس جہاں مل جانے کے باعث اس کا بھری بیڑہ مضبوط ہو چکا تھا۔ اس نے ابو عبد اللہ کو لکھا کہ میری فوج اچانک مالقہ پر حملہ کرے گی اور مالقہ کی اہمیت کے پیش نظر ازفل فوراً غرناطہ چھوڑ کر وہاں پہنچنے کی کوشش کرے گا۔ تم کسی مزاجمت کے بغیر غرناطہ پر قبضہ کر سکو گے۔

چند دنوں کے فرڑی نیڈ کا بھری بیڑہ مالقہ کی طرف روانہ ہو چکا تھا اور وہ خود بھی فوج کے ساتھ جنوب مغرب سے ایک لمبا چکر کا ٹنے کے بعد مالقہ کا رُخ کر رہا تھا۔ مالقہ پر بھری حملہ اس قدر غیر متوقع تھا کہ نصرانی فوج نے معمولی مزاجمت کے بغیر ساحل پر اُتر کر شہر کا محاصرہ کر لیا۔

ازفل کی ساری توجہ لوشه کی طرف تھی۔ اُسے اچانک مالقہ کے محاصرے کی خبر ملی تو اس نے غرناطہ کو مٹھی بھر پا ہیوں کی حفاظت میں چھوڑ کر مالقہ کا رُخ کیا لیکن وہ

ابھی مالکہ سے ایک منزل دور ہی تھا کہ اُسے یہ اطلاع ملی کہ ابو عبد اللہ آٹھ بزار فوج کے ساتھ غرب ناطہ کا رخ کر رہا ہے۔ وہ مایوسی کی حالت میں اپنی فوج کا بیشتر حصہ مالکہ کی طرف روانہ کر کے غرب ناطہ لوٹ آیا۔ لیکن اس کے پہنچنے سے پہلے غداروں کی جماعت ابو عبد اللہ کے لئے شہر کے دروازے کھویں چکی تھی اور الحمرا پر ابو عبد اللہ کا جھنڈا ہمارا رہا تھا۔ ازفل نے شکستہ دل ہو کر پھر مالکہ کا رخ کیا لیکن دغا باز بھتیجے نے اُس کی فوج کی معمولی تعداد سے باخبر ہوتے ہی اس پر عقب سے حملہ کر دیا۔ ازفل کے سپاہی بہادری سے لڑے لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ ان کی تلواریں فقط نفرانیوں کے ساتھ ہی نہیں بلکہ اپنے بھائیوں کی تلواروں کے ساتھ بھی ٹکر رہی ہیں تو وہ دیر تک ثابت قدم نہ رہ سکے۔ ازفل نے شکست کھا کر اپسرا کے علاقہ میں پناہ لی۔ اگلے دن اُسے خبر ملی کہ مالکہ کے راستے میں اس کی باقی فوج فرڈنیڈ کے ہاتھوں شکست کھا چکی ہے اور مالکہ اور اس کے درمیان خشکی اور سمندر کے تمام راستے بند ہو چکے ہیں۔ اپسرا کے جنگجو قبائل کی ایک مختصر سی فوج منظم کرنے کے بعد ازفل نے بسط کو اپنا مستقر بنالیا۔ مالکہ میں الزینغری نے ڈٹ کر مقابلہ کیا لیکن ایک ماہ تک رسد اور کمک نہ ملنے کے باعث لوگ بے بس ہو گئے۔ ازفل نے چند بار پیاؤں سے نکل کر مالکہ کی طرف پیش قدمی کی لیکن میدان میں فرڈنیڈ کے لشکر جرا کے سامنے اس کی پیش نہ گئی۔

بدر بن مغیرہ نے بھی اپنے حملوں کا رخ شمال مشرق کی بجائے جنوب مشرق کی طرف پھیر دیا لیکن فرڈنیڈ کی مذہبی دل فوج کو معمولی نقصانات بدھواس نہ کر سکے اور فرڈنیڈ نے اپنے گز شتم تلخ تجربات کے پیش نظر اپنی فوج کو آگے بڑھ کر اس کے حملوں کا جواب دینے کی اجازت نہ دی۔

اہل مالقہ کی حالت نازک ہو چکی تھی۔ بھوک سے مرتے ہوئے لوگ ہتھیار ڈالے کے حق میں ہور ہے تھے لیکن الزیفری نے ہمت نہ ہاری۔ صلح پسندوں کے سامنے اس کا ایک ہی جواب تھا۔ دشمن میری الاش کو رومندے بغیر شہر میں داخل نہیں ہو سکتا۔ جب سپاہی حوصلہ ہار دیتے تو اُس کی تقریر یہ اُن کی روح تازہ کر دیتیں۔ لیکن جب مالقہ کے ہر افک پر تاریکی کے سوا کچھ نظر نہیں آتا تھا تو شہری آبادی کی طرح فوج میں بھی بھوٹ پڑ گئی۔ چند غداروں نے فرڈنیڈ سے ساز باز کر کے شہر کے دروازے کھول دیئے اور الزیفری کو گرفتار کر کے دشمن کے حوالے کر دیا۔

فرڈنیڈ کے حکم سے الزیفری کو بدترین اذیتیں دے کر قتل کیا گیا۔ اس کے بعد اہل مالقہ نے وحشت اور بربریت وہ دور دورہ دیکھا جو ان کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔ فرڈنیڈ کی فوج کے سپاہیوں نے فتح کے نشہ کے بعد شراب کے نشے میں مدھوش ہو کر مالقہ میں قیامت برپا کر دی۔ عورتوں کو گھروں سے گھسید کر بازار میں لا یا گیا۔ انہیں سور کا گوشت کھانے اور شراب پینے پر مجبور کیا اور بنوک شمشیریہ سمجھایا گیا کہ فاتح کے ہر حکم کی تعمیل مفتوق ہر فرض ہے۔ جن مردوں نے اپنی غیرت کا منظاہرہ کیا انہیں زندہ جلانے کی سزا دی گئی اور جب وہ لوگ جنہوں نے الزیفری سے غداری کر کے دشمن کے لئے شہر کے دروازے کھولے تھے۔ فرڈنیڈ کے پاس شکایت لے کر گئے تو اس نے جواب دیا۔ مالقہ اندلس کا دروازہ ہے۔ میں اُسے دشمن کے وجود سے پاک دیکھنا چاہتا ہوں۔ اگر تمہارے لئے میری فوج کا سلوک ناقابل برداشت ہے تو تم شہر کو چھوڑ کر جاسکتے ہو۔ اگر تم سے کوئی مراکش جانا چاہے تو میرے جہاز موجود ہیں۔

مالقہ چھن جانے کے بعد غرناطہ کی سلطنت کا تمام حصہ عیسائیوں کے قبضہ میں آگیا اور جنوب میں مالقہ کے آس پاس ساحلی علاقوں کے شہر بھی ان کے قبضے میں چلے گئے۔

ازفل کی مختصر سلطنت شمال میں جیان سے لے کر جنوب میں الہمر یہ تک تھی۔ مالقہ کی بندرگاہ چھن جانے کے بعد الہمر یہ کی بندرگاہ مسلمانوں کے لئے شاہراگ کی حیثیت رکھتی تھی اس کے علاوہ گاؤز اور بیغہ ازفل کے قبضہ میں تھے۔ اپنے وسائل کے لحاظ سے یہ مختصر سلطنت کافی خوشحال تھی۔ اپکسر اسکی وادیاں کو سیرا نوید اسکی برفانی چوٹیوں کی ندیوں سے سیراب ہوتی تھیں۔ اس علاقہ میں میوہ جات کی پیداوار سارے اندرس سے زیادہ تھی۔ اور باقی علاقے میں جوزیادہ تر پیماڑی تھا۔ لوگ اپنی ضرورت سے زیادہ مویشی پالنے تھے اور دفائی اعتمدار سے اس علاقے کے جنگل اور پیماڑ کافی محفوظ تھے۔

فرڈی نید نے چند دنوں کی تیاری کے بعد بیغہ پر حملہ کیا اور شہر کو محاصرے میں لے لیا۔ لیکن پیماڑی قبائل نے نیچے اتر کر چاروں اطراف سے جنگ چاول شروع کر دی۔ بیغہ کی اہمیت محسوس کرتے ہوئے بدر بن مغیرہ اپنی سرحد کی حفاظت منصور بن احمد کے سپرد کر کے دو ہزار جانبازوں کے ساتھ یلغار کرتا ہوا بیغہ پہنچا اور پہاڑ شہر خون میں اُس نے فرڈی نید کے پانچ ہزار سپاہیوں کو تباہ کر دیا۔ اگلی رات اس نے دوبارہ عقب سے حملہ کیا اور ازفل نے شہر سے نکل کر دشمن پر دھاوا بول دیا۔ صبح کے وقت فرڈی نید نے محاصرہ اٹھایا اور مالقہ واپس چلا آیا۔

مالقہ میں ایک سال کی تیاری کے بعد فرڈی نید نے پھر بیغہ پر چڑھاتی کی لیکن اس دفعہ نے شہر پر حملہ کرنے کی بجائے اردو گرد کے تمام علاقے میں تباہی چاودی،

کسانوں کے موئیشی چھین لئے اور اُن کی فصلیں اور باغات برپا کر دئے۔ قبائلیوں کے غیر متوقع حملے کی روک تھام کے لئے اس نے بیغہ کے ہر راستے پر مورچے بنادئے۔ بدربن مغیرہ کے جانبازوں اور قبائلیوں کے اچانک حملے فرڑی نید کو کافی نقصان پہنچاتے رہے لیکن وہ اہل بیغہ کی کوئی مدد نہ کر سکے۔ چھ ماہ کے طویل محاصرہ کے بعد اہل بیغہ نے سخت قحط میں بتا ہو کر اطاعت قبول کر لی۔

فرڑی نید نے بیغہ کو اپنا مستقر بنا کر اپسرا کے تمام قلعے ایک ایک کر کے الزشل سے چھین لئے۔

(۶)

بیشربن حسن، بدربن مغیرہ کے زخمی بازو پر پٹی باندھ رہا تھا۔ منصور کمرے میں داخل ہوا۔

بدربن مغیرہ نے سوال کیا۔ منصور تم ابھی تک گئے نہیں؟۔
منصور نے جواب دیا۔ میں قلعے سے نکلا ہی تھا کہ وہ مل گئے۔
الزشل خود یہاں آگیا ہے۔

ہاں میں انہیں نیچے ملاقات کے کمرے میں بٹھا آیا ہوں۔
ان کے ساتھ اور کون ہے؟

ان کے ساتھ ابو محسن ہے وہ اپنے ساتھ چند پاہی بھی لائے تھے لیکن ہمارے آدمیوں نے انہیں پل کے پار روک لیا ہے۔
انہوں نے شکایت تو نہیں کی

وہ اس بات پر پریشان تھے لیکن میں نے یہ کہہ کر اُن کو تسلی کر دی ہے کہ یہ ایک عام حکم تھا اور چونکہ آپ کی آمد غیر متوقع تھی اس نے سپاہیوں کو اس بارے میں کوئی

خاص ہدایت نہیں دی گئی تھی۔

بدر بن مغیرہ نے کہا۔ تم نے انہیں بتایا کہ تم میرا خط لے کر اُن کے پاس جا رہے تھے۔ ہاں میں نے خط پیش بھی کر دیا تھا لیکن انہوں نے پڑھے بغیر مجھے واپس دے دیا۔ وہ یہ کہتے تھے کہ اتنی دور آنے کے بعد میں زبانی بات کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔

تم نے انہیں بتایا نہیں کہ ملاقات کی صورت میں میرا جواب وہی ہو گا جو میں نے خط میں لکھ دیا ہے۔

وہ اس قدر مغموم اور پریشان ہیں کہ میں نے ایسی بات کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ بدر نے کہا۔ میں اس ملاقات سے پچنا چاہتا تھا۔ بہر حال اب یہ ایک مجبوری ہے۔ لیکن تم دونوں میرے ساتھ رہو۔ اگر میں اپنے فرض سے کوتاہی کروں تو میری اصلاح کر دینا تھوڑی دیر بعد بدر بن مغیرہ بشیر اور منصور اس پیماڑی قلعے کے ایک کشادہ کمرے میں گئے تو انہل نے تھوڑی دیر سر جھکا کر سوچنے کے بعد کہا۔ آپ کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ میں کیوں آیا ہوں۔ میں آپ کے جواب کا انتظار نہ کر سکا۔ آپ کی صورت میں بتا رہی ہیں کہ آپ مجھ سے خفاء ہیں میں اپنی صفائی پیش کرنے کی نیت سے یہاں نہیں آیا۔ مجھے افسوس ہے کہ حالات نے مجھے آپ سے مشورہ لینے کا موقع نہ میدا۔ آپ سمجھتے ہوں گے کہ میں نے بزدلی کی لیکن خدا شاہد ہے مجھے اپنی جان بچانے کی فکر نہ تھی۔ میں اس وقت بھی اپنے آپ کو زندوں میں شمار نہیں کرتا۔ میں آپ کو یہ بتانے آیا ہوں کہ میں تلوار اس وقت پھینکی ہے جب کہ میرے بازو کٹ چکے تھے۔ کاش! مجھے چند برس پہلے یہ احساس ہوتا کہ دریا کا پانی روکنے کے لئے ریت کا بند کام نہیں دیتے۔ میرے اندازے غلط تھے اور مجھ جیسے غلط اندازیں آدمی کو

قوم کی قیادت کا حق نہ تھا اور تمہارے سامنے میرے پاس ندامت کے آنسوؤں کے سوا کچھ نہیں۔ میں جانتا ہوں کہ تم مجھے معاف نہ کرو گے۔ ابو عبد اللہ پر اعتماد کرنا ایک ابیا گناہ تھا جس کے لئے میں خود اپنے آپ کو معاف کرنے کے لئے تیار نہیں۔ میرا ضمیر ہمیشہ مجھے ملامت کرتا رہے گا میں نے فرڈی نیڈ کی اطاعت اس وقت قبول کی ہے جب مجھے اس بات کا یقین ہو گیا ہے کہ اب مزید قربانیاں بے سود ہیں۔ ہماری ہوا اکھڑچکی ہے اور دشمن ہمیں چاروں طرف سے گھیر چکا ہے۔ قوم کا ایک حصہ دشمن کی غلامی پر قانع ہو چکا ہے اور جو حریت پسند تھے وہ بھی محسوس کر رہے ہیں کہ اب ان کی قوتِ مدافعت جواب دے چکی ہے۔ میرے لئے دو ہی راستے تھے ایک یہ کہ فرڈ نیڈ کی غلامی قبول کر کے رہے ہے سبے مسلمانوں کو تباہی سے بچاؤں دوسرا یہ کہ میں ایک ایسی جنگ جاری رکھوں جس کا انعام شکست کے سوا کچھ نہیں ہو گا۔ اس صورت میں مر کر بھی اپنے نام کو داغدار ہونے سے بچالیتا۔ لیکن میں نے یہ محسوس کیا کہ میرا یہ فعل اندلس اور غرناطہ کے مفتوحہ علاقوں کے مسلمانوں کے حال اور مستقبل سے آنکھیں بند کرنے کے متراffد ہو گا۔ میرا ساتھ دینے والے مسلمانوں کی ایک مشتملی بھر جماعت فقط چند برس آزاد رہ سکے گی لیکن باقی لاکھوں مسلمان جن کی آزادی چھن چکی ہے دشمن کے انتقام کی آگ میں بھرم ہو جائیں گے ممکن ہے کہ اس قائم ہو جانے کے بعد وہ پھر کبھی اٹھو کھڑے ہوں اور قدرت ان کی راہنمائی کے لئے کسی بہتر انسان کو بھیج دے۔ بہر حال اپنے متعلق مجھے یقین ہو چکا تھا کہ میں اگر اس انتشار کی حالت میں انہیں اڑا تارہا تو ان کی تباہی کے دن قریب تر آتے جائیں گے تو ان کے پاس بھی میری طرح ندامت کے آنسوؤں کے سوا کچھ نہیں ہو گا۔

یہاں تک کہ الزشل نے بدر بن مغیرہ کی طرف دیکھا۔ وہ خاموش تھا۔ تجوڑی

دیر سوچنے کے بعد انڈل نے کہا لیکن کہیں یہ نہ بھجھئے کہ میں آپ سے اور آپ کے
جانبازوں سے مایوس ہو چکا ہوں۔ آپ غرناطہ اور اندرس کے مسلمانوں کی آخری
امید ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ کسی دن یہ وادی ہماری قوم کا آخری قلعہ ہو گی لیکن اس
وقت یہ ضروری ہے کہ آپ کو تیاری کو موقع دینے کے لئے نفرانیوں کے سیاہ کو
اس وادی سے دور رکھا جائے اور اس مقصد کے لئے میں ۔۔۔۔۔
انڈل یہاں تک کہہ کر خاموش ہو گیا۔

بدر نے کہا ہاں کہنے آپ خاموش کیوں ہو گئے؟
انڈل نے بھجھکتے ہوئے کہا۔ میں فرڑی نیڈ کو یقین دلا چکا ہوں کہ آپ کو صرف
میں نے میدان میں گھیسدا تھا۔ اب اگر وہ آپ کے اس علاقے کی آزادی تسلیم
کر لے تو آپ غرناطہ کے لوگوں کے ساتھ کوئی سروکار نہیں رکھیں گے۔

بدر نے پوچھا آپ نے اُسے یہ تو نہیں بتایا کہ میں زندہ ہوں۔
نہیں میں میں نے اُسے یقین دلا دیا تھا کہ آپ کا جانشین میری ہدایات پر عمل
کرے گا۔

تو آپ ہمارے پاس فرڑی نیڈ کی دوستی کا پیغام لے کر آئے ہیں۔
خدا کے لئے اس بارے میں آپ میری نیت کے متعلق کسی غلط فہمی میں بتانہ
ہوں۔ میرا مقصد صرف یہ ہے کہ آپ کو تیاری کا موقع دیا جائے۔ میں آپ کے
پاس فرڑی نیڈ کا خط لے کر آیا ہوں۔

انڈل نے یہ کہتے ہوئے اپنی قباکی جیب میں ہاتھ ڈالا اور ایک کاغذ نکال کر
بدر بن مغیرہ کو پیش کیا۔

بدر بن مغیرہ نے کاغذ بشیر کے ہاتھ میں دیتے ہوئے کہا تم پڑھو۔ بشیر نے گھٹی

ہوئی آواز میں فرڈی نیڈ کا مکتوب پڑھنا شروع کیا۔

سلطان الزغل کی سفارش پر ہم منصور بن احمد
اور اس کے ساتھیوں کی طرف دوستی کا ہاتھ
بڑھاتے ہیں ایک طویل جنگ کے بعد ہم اندرس
کے عوام کی فلاح کے لئے عیساٹیوں اور مسلمانوں
میں صلح اور امن کی ضرورت محسوس کرتے ہیں اور ہم
یہ امید کرتے ہیں کہ ہمارا ایک بپادر دشمن ہماری
طرف سے ایک فیاضانہ پیش کش کے بعد قیام امن
کے لئے ہمارا ساتھ دے گا۔ ممکنہ کے لئے ہماری
پیش کش یہ ہے۔

(۱) کوہ تدمیر اور جبل الشلیر کے درمیان وہ
علاقہ جسے عتاب کی وادی کے نام سے پکارا جاتا
ہے آزاد اور خود مختار ہو گا اور اس علاقے کے
باشندوں کو یہ حق ہو گا کہ وہ منصور بن احمد یا جسے وہ
چاہیں اپنا حکمران بنالیں۔

(۲) بیرونی حملے کی مدافعت کے لئے ہم
اس علاقے کے حکمران کی مدد کریں گے۔
اس انتہائی فیاضانہ پیش کش کے بعد ہم
صرف یہ مطالبه کرتے ہیں۔
ہماری شمالی اور مشرقی سرحدات کے وہ قلعے

جن پر اب تک منصور بن احمد کا قبضہ ہے ہمیں واپس کرنے جائیں اور آئندہ کے لئے ہمیں اس بات کا یقین دلایا جائے کہ منصور بن احمد یا اس کے جانشین ہماری سلطنت کی سرحدوں پر حملہ نہیں کریں گے۔ اس کے علاوہ وہ غرباً طہ اور اندرس کی سلطنتوں کے معاملات میں جن کے حکمران اب ہمارے حليف بن چکے ہیں مداخلت نہیں کریں گے اور ہمارے خلاف کسی باغی کو مد نہیں دیں گے خواہ وہ عیسائی ہو یا مسلمان۔

فرڈی نید کا مکتوب ختم کرنے کے بعد بشیر نے بدر کی طرف دیکھا اور باقی تمام کی نگاہیں اس کے چہرے پر مرکوز ہو گئیں۔ بدر بن مغیرہ نے گردن اٹھا کر اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا اور کہا منصور! تم اس کے متعلق کچھ کہنا چاہتے ہو؟“ منصور نے بشیر کی طرف دیکھا اور پھر بدر کی طرف متوجہ ہو کر جواب دیا۔ اگر آپ کا مطلب یہ ہے کہ میں مسلمانان اندرس کی امیدوں کے جنازے کو کندھا دینے کے لئے تیار ہوں یا نہیں تو میرا جواب نفی میں ہے۔

بدر نے کہا اور بشیر تم؟

بشیر نے جواب دیا۔ اگر مجھے اس بات کا یقین بھی ہو جائے کہ میری قوم کا سفینہ ڈوب رہا ہے تو بھی اُسے چھوڑ کر تنکوں کا سہارا لیتا گوارا نہیں کروں گا۔ بدر بن مغیرہ نے ازنفل کی طرف دیکھا اور کہا فرڈی نید کو یقین ہے کہ ہم تھک چکے ہیں اور ہم پر نید کا غلبہ ہو رہا ہے۔ ہمارا گلا گھونٹنے سے پہلے وہ ہمیں سلانا

ضروری سمجھتا ہے اور ہمیں لوریاں دینے کے لئے اُس نے اُس شخص کو منتخب کیا ہے جس نے غرناطہ کو چھپنے بھوڑ کر خواب غفلت سے جگایا تھا۔ اُس کی فیاضانہ پیش کش ایک خواب آور دوا ہے اور اس دوا کو ہماری حلق میں اتارنے کے لئے اس نے اس شخص کے ہاتھ منتخب کئے ہیں جو کل تک غرناطہ کا بازوئے شمشیر زن تھا۔ آج غرناطہ کی آخری امید ہمیں مایوسی کے گڑھے کی طرف دھکیل رہی ہے۔ ہمارے بزرگ، ہمارے محکم اور ہمارے راہنماء کی زگاہ میں ہماری جانیں بہت قیمتی ہیں۔ اس لئے آپ ہمیں یہ مشورہ دینے کے لئے آئے ہیں کہ ہمیں ذلیل رہ کر بھی زندگی کا ساتھ نہیں چھوڑنا چاہتے۔

سلطان الزمل! آپ کہتے ہیں کہ دشمن کے ساتھ مصالحت کر کے ہمیں تیاری کا موقع مل جائے گا۔ لیکن آپ یہ کیوں نہیں سوچتے کہ دشمن ہم پر آخری ضرب لگانے کی خود تیاری کی ضرورت محسوس کرتا ہے۔ عمل کی دنیا میں طاقتور اور کمزور کے معابدوں کے کوئی معنی نہیں۔ ایسے معابدے کمزور کو پابند سا سل بنادیتے ہیں اور طاقتور کو اپنی تلوار تیز کرنے کا موقع دیتے ہیں۔

اگر ہم طاقتور ہیں تو دشمن کی بری خواہشات کے باوجود بھی زندہ رہ سکتے ہیں اور اگر ہم کمزور ہیں تو دشمن کی طرف سے نیک خواہشات کا اظہار ہماری بقا کے لئے کافی نہیں۔ ہماری عزت، ہماری آزادی اور ہماری بقا کی ضامن فقط ہماری تلوار ہے اور ہماری تلوار ہماری فتح یا موت سے پہلے نیام میں نہیں جائے گی۔ کیا ہم اس دشمن کا اعتبار کریں جس نے ماقبلہ کی فتح کے بعد مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ وہ ساحل کا علاقہ خالی کر دیں۔ کیا آپ ہمیں اس شخص کی تحریر پر اعتبار کرنے کا مشورہ دیتے ہیں جس کے ہاتھ ہماری قوم کے بچوں اور عورتوں کے خون سے رنگے ہوئے ہیں۔ میں

پوچھتا ہوں کہ جب مالکہ کی گلیوں مسلمان اڑکیوں کی عصمت دری ہو رہی تھی تو وہ فیاض اور حرم دل حکمران کہاں سورہا تھا؟ اگر آپ خود فربی میں بتا ہو چکے ہیں تو خدا کے لئے ہمیں خود فربی میں بتانہ کیجئے۔ آپ کو اس بات کی پریشانی ہے کہ ہماری قربانیاں بے مقصد ثابت ہو گئی لیکن میں آپ کو بتاتا ہوں کہ قربانی بذاتِ خود ایک مقصد ہے۔ اگر ہمارے مقصد میں عزت کی زندگی نہیں تو عزت کی موت کا راستہ بند نہیں ہوا۔

بدربنِ مغیرہ جوش کی حالت میں کرسی سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ کسی قوم کی رگوں کا خون بہنے سے ختم نہیں ہوتا۔ یہ صرف اس صورت میں خشک ہوتا ہے جب وہ ذلت کی زندگی قبول کر لیتی ہے۔ فرڈی نید سے کہہ دیجئے کہ ہم اپنی آزادی کی قیمت ادا کرنا جانتے ہیں۔ اب تک فرڈی نید کی فتوحات کے سیاہ نے فقط ریت کے بند توڑے ہیں لیکن اس وادی کا رخ کرنے کے بعد اسے چٹانوں سے واسطہ پڑے گا جو گذشتہ صدیوں میں کئی طوفانوں کا مقابلہ کر چکی ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ آپ کو ہماری ہمدردی کا جذبہ یہاں تک کھینچ لایا ہے۔ آپ یہ نہیں چاہتے کہ ہم اس راستے پر بڑھتے چلے جائیں جس میں کانوں کے سوا کچھ نہیں لیکن یہ پاؤں ان کانوں کے عادی ہو چکے ہیں۔ یہ جسم پھولوں کی سیجوں سے آشنا نہیں۔ اگر آپ کو اس بات کا افسوس ہے کہ آپ کی راہنمائی میں ہماری قربانیاں رائیگاں گئیں تو ہمیں بھی اس بات کا افسوس ہے کہ وہ شخص جو الحمراء میں سنگ مرمر کے مکانوں میں اور مختلیں بستروں پر سونے کا عادی تھا۔ بڑھاپے کے ایام میں ہمارے ساتھ جنگ کی صعوبتیں جھیلتارہا۔ ابو عبد اللہ کو غرناطہ کا تخت اور آپ کو اندرس کی سلطنت مبارک ہو۔ آپ ہماری فکر نہ کریں۔ ہم نے تلواروں کے سائے میں آنکھ کھولی ہے اور تیروں

کی بارش میں سو جائیں گے۔

وہ آنسو جنہیں انفل روکنے کی کوشش کر رہا تھا بے اختیار اُب لپڑے۔ اس کے کانپتے ہوئے ہونتوں سے درد میں ڈوبی ہوئی آواز نکلی۔ بدرا! بدرا! بدرا!! اپنے گرے ہوئے رفیق کو غیر ضروری ٹھوکریں نہ لگاؤ تم مجھے اس شرم و خجالت کی زمین میں دوبارہ نہیں دیکھو گے۔ میں افریقا جا رہا ہوں۔ آپ کو مجھے جیسے کمزور انسان کی ضرورت نہیں اور باقی قوم عبداللہ پر تقاضت کرچکی ہے۔ اندلس میں اگر مسلمانوں کا کوئی مستقبل ہے تو اس کے امین آپ ہیں۔ اندلس کے وہ لوگ جو آپ کے نقش قدم چلنا چاہتے ہیں آپ کے پاس پہنچ جائیں گے۔ میرے پاس کچھ سونا اور جواہرات ہیں۔ میں قوم کی امانت آپ کے پاس بھیج دوں گا۔ رخصت ہونے سے پہلے میں یہ کہوں گا کہ آپ کو میرے آنسوؤں سے غلط نہیں نہ ہو۔ یہ ندامت کے آنسو تھے اور ابو محسن تمہارا مقام بھی یہ وادی ہے۔

انفل یہاں تک کہہ کر اٹھ کھڑا ہو۔ اب میں جانا چاہتا ہوں۔

بدرنے کہا۔ آپ تھکے ہوئے ہیں گل تک آرام کیجئے۔

نہیں میں آج ہی جانا چاہتا ہوں

شام کے وقت بدرا اور اس کے چند ساتھی ایک ندی کے پل پر انفل کو ”خدا حافظ“ کہہ رہے تھے۔

طریف بن مالک

(۱)

ابو عبد اللہ کو جب اپنے چچا کے متعلق یہ اطلاع ملی کہ وہ اندر کس چھوڑ کر افریقا چلا گیا ہے تو اس نے فرڈی نید کو مالکہ میں مبارکباد کا پیغام بھیجا اور غرناطہ میں جشن منانے کا حکم دیا۔

رات کے وقت الحمراء کے درود یواریلوں کی روشنی میں جگنگار ہے تھے محل کے ایک کشادہ کمرے میں ابو عبد اللہ کی طرف سے اپنے وفادار سرداروں اور ارکان سلطنت کی دعوت کا اہتمام تھا۔ طعام کے بعد ناج اور راگ شروع ہوا۔ شراب کے دور چلے اور جب یہ محفل اپنے شباب پر تھی تو ابو عبد اللہ شراب کے نشے میں جھومنتا ہوا اٹھا اور بولاتم میں سے بعض یہ کہا کرتے تھے کہ میں بد نصیب ہوں۔ آج سے مجھے کوئی بد نصیب نہ کہے۔ میں غرناطہ کا بادشاہ ہوں۔ فرڈی نید کے وعدے سچ ہیں۔

مجھے غرناطہ کے تمام علاقے واپس مل جائیں گے۔ تم خاموش کیوں ہو گئے؟ ہنسو، گاؤ اور شراب جی بھر کر پیو۔ میں تمہارے لئے الحمراء کے محل میں شراب کی ایک نہر بناؤں گا۔ الپسرا کے باغات کے تمام انگوروں سے شراب بنائی جائے گی۔ ہم نے اہل شہر کو بھی جشن منانے کا حکم دیا تھا۔ لیکن ہم نے سنا ہے کہ بعض شرپسندوں نے گلیوں اور بازاروں کے چراغ بجھا دئے ہیں۔ یہ ان لوگوں کی وجہ سے ہو رہا ہے جو باہر سے آ کر غرناطہ میں یہ مشہور کر رہے ہیں کہ عیسائیوں نے ان پر بہت مظالم کئے ہیں۔ میں کہتا ہوں یہ جھوٹ ہے۔ آئندہ ایسے لوگوں کو شہر میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ فرڈی نید اعظم کے خلاف کوئرہ برداشت نہیں کیا جائے گا۔ وہ ہمارا محسن ہے۔ آج الحمراء میں جو کچھ تم دیکھ رہے ہو وہ سب اُسی کی بدولت

ہے۔"

لیکن شہر کی حالت الحمراء سے بہت مختلف تھی۔ شام کے وقت سرکاری حکم سے شہر کے کوچوں اور گلیوں میں جو چراغ جلانے گئے تھے وہ ابو عبد اللہ کے خلاف مظاہرہ کرنے والوں نے زبردستی بجھادئے تھے۔ مظاہرین رات بھر گلیوں، کوچوں اور چوراہوں میں جمع ہو کر غدارانِ قوم کے خلاف اندرے لگاتے رہے۔ شہر میں ابو عبد اللہ کے ہن حامیوں نے اپنے گھروں میں چراغاں کیا اُن کے مکانوں پر خشت باری کی گئی۔ علماء کا ایک با اثر گروہ مظاہرین کے ساتھ تھا اور ہن نام نہاد علماء نے اپنی مسجدوں میں جلسے کر کے ابو عبد اللہ کی درازی عمر کے لئے دعا میں مانگیں اُنہیں نوجوان طلباء نے مساجد کے باہر گھسیٹ کر بھی زدو کوب کرنے سے در لغ نہ کیا۔ مردوں کی طرح خواتین کا ایک جلوس بھی رات بھر شہر میں چکر لگاتا رہا اور اس جلوس میں غرناطہ کی خواتین کے علاوہ پناہ گزین عورتیں بھی شریک تھیں۔ ہن کے آنسو اہل غرناطہ کے ماقبلہ اور بیغہ میں عیسائیوں کے مظالم کی داستانیں سُنا چکے تھے۔

ابو عبد اللہ نے تین دن جشن منایا۔ تین دن الحمراء کی دیواریں حکومت کے عشرت پسند اہل کاروں کے قہقہوں اور رعنایا کی آہوں کے درمیان حد فاصل کا کام دیتی رہیں۔ تین دن الحمراء میں ارغوانی شراب کے جام چھکلتے اور غرناطہ کے عوام کے آنکھوں سے خون کے آنسو بہتے رہے اور چوتھے دن ابو عبد اللہ فرڑی نیڈ کا یہ مکتوب پڑھ رہا تھا۔

"ہمیں معلوم ہوا کہ غرناطہ میں ہماری رعنایا تم سے خوش نہیں اور شہر میں ہمارے باغی جمع ہو رہے ہیں۔ ہم مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان آئندہ کسی جنگ کے امکانات ختم کرنے کے لئے یہ ضروری سمجھتے ہیں کہ تم غرناطہ ہمارے

حوالے کر دو۔ اس خط کے جواب میں ہم صرف یہ سننا چاہتے ہیں کہ ہماری فونج کے لئے غرناطہ کے دروازے بند نہیں کئے جائیں گے۔ بصورت دیگر ہم قوت کے استعمال پر مجبور ہوں گے۔ غرناطہ پہنچ کر ہم تمہارے مستقبل کے متعلق کوئی فیصلہ کریں گے۔ اگر تمہیں ہماری طرف سے فیاضانہ برتاؤ کی خواہش ہے تو غیر مشروط اطاعت ضروری ہے۔“

ابو عبد اللہ کی طرح ارکان سلطنت کی آنکھوں سے شراب کا خمار اُتر چکا تھا۔ سب پہنچی آنکھوں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہے تھے۔ الحمراء کے درودیوار پر مایوسی کی لکھتا میں چھار ہی تھیں۔

ابو عبد اللہ نے فرڑی نید کے اپنی کی طرف دیکھا اور نحیف آواز میں کہا۔ دو دن تک شہنشاہ فرڈنیڈ کو ہماری طرف سے جواب مل جائے گا۔

ابو عبد اللہ کانیا وزیر طریف بن مالک بربری قبائل کا سب سے بڑا سردار تھا۔ اُس نے اٹھ کر جواب دیا۔ فرڑی نید کو یقیناً ہمارے متعلق کوئی غلط فہمی ہوتی ہے اور ہمیں یقین ہے کہ غلط فہمی دور ہو جائے گی۔ اگر آپ کامشوور ہو تو میں خود اُس کے پاس جانے کے لئے تیار ہوں۔

دوسرے سردار نے اٹھ کر کہا۔ فرڑی نید نے ہمارے لئے صرف دو ہی راستے چھوڑے ہیں۔ ایک یہ کہ ہم اس کے حکم کی تعییل کریں اور اپنے گھروں میں ان وحشیوں کا استقبال کرنے کے لئے تیار ہو جائیں جن کا اولین مقصد ہماری بہو بیٹیوں کے بے حرمتی کرنا ہے۔ دوسرا یہ کہ ہم ایک باعزت موت کے لئے تیار ہو جائیں۔

ایک اور سردار نے اٹھ کر کہا۔ جنگ ہمارے لئے موت کے مترادف ہے۔

ابو عبد اللہ کو اچانک خیال آیا اور اس نے قدرے پر امید ہو کر کہا۔ ”طریف! تم ابو داؤد کے پاس جاؤ۔ اس وقت اس کے سوا ہمیں کوئی صحیح راستہ نہیں بتا سکتا۔ اگر فرڑی نیڈ کو ہمارے متعلق کوئی غلط نہیں ہو گئی ہے تو وہ یقیناً دور کر سکے گا۔ فرڑی نیڈ اُسے لو شہ کا حاکم بنانے کا ہے۔ تم فوراً اُس کے پاس پہنچ جاؤ۔“

تمہوڑی دیر بعد طریف لو شہ کا رُخ کر چکا تھا۔

(۲)

ابو داؤد نے طریف بن مالک کو دیکھتے ہی پہچان لیا لیکن طریف کی توقع کے خلاف اس نے کسی گرم جوشی سے خیر مقدم کرنے کی بجائے اُسے اپنی کرسی سے اٹھ کر مصافحہ تک بھی نہ کیا فقط اپنے سامنے خالی کرسی کی طرف اشارہ کر دیا۔

طریف نے کرسی پر بیٹھ کر جبکہ ہوئے کہا۔ مجھے ابو عبد اللہ نے آپ کے پاس بھیجا ہے۔

ابو داؤد نے جواب دیا۔ مجھے معلوم ہے آپ مجھ سے مشورہ لینے آئے ہیں۔

تو۔۔۔ تو آپ کو معلوم ہے کہ فرڑی نیڈ نے ہمارے ساتھ عہد شکنی کی ہے۔

ابو داؤد نے جواب دیا۔ میں ایک گورنر کی حیثیت میں اپنے بادشاہ کے خلاف کوئی بات سننے کے لئے تیار نہیں اور میں ابو عبد اللہ کو بھی یہ مشورہ نہیں دے سکتا کہ وہ اپنے شہنشاہ کے حکم سے سرتاسری کرے۔

لیکن میں یہ سمجھ کر آیا ہوں کہ آپ ایک مسلمان ہیں۔ آپ غرناطہ کے خیر خواہ ہیں اور لو شہ کے گورنر ہونے کی حیثیت میں بھی آپ کو غرناطہ کی حکومت کے ایک رکن ہیں۔ یہ شہر ہمارا ہے میں آپ سے پوچھنے آیا ہوں کہ ہمیں کیا کرنا چاہیے۔

ابو داؤد نے جواب دیا۔ طاقتور کے سامنے کمزور کی اطاعت ہمیشہ غیر مشروط

ہوتی ہے ابو عبد اللہ کو میرا بھی مشورہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو فرڈی نیڈ کے رحم و کرم پر چھوڑ دے۔

لیکن آپ نے میرے سامنے ابو عبد اللہ کو کئی بار یقین دلایا تھا کہ فرڈی نیڈ ہمارے ساتھ دھوکا نہیں کرے گا۔ وہ ہمارا خیرخواہ ہے۔ اُسے اپنی سلطنت وسیع کرنے کا لائچ نہیں۔ وہ ازفل کو شکست دینے کے بعد غرناطہ کی تمام سلطنت ابو عبد اللہ کے حوالے کر دے گا۔ اب وہ وعدے کیا ہوئے۔ افسوس آپ لوٹھہ کی گورنری کے شوق میں یہ بھول گئے کہ آپ مسلمان قوم کے ایک فرد ہیں اور اگر غرناطہ میں عیسائی فوجیں داخل ہو گئیں تو ہمارا انعام مالکہ کے لوگوں سے بھی براہو گا۔ ابو داؤد نے پھر اسی لامپروائی سے جواب دیا۔ میں نے ابو عبد اللہ اور فرڈی نیڈ کے درمیان ایک ایلچی کے فرائض انجام دئے تھے۔

نہیں۔ آپ نے ابو عبد اللہ کو فرڈی نیڈ کے جھوٹے وعدوں پر اعتماد کرنے کی ترغیب دی تھی۔

ابو داؤد نے جواب دیا۔ کیا ابو عبد اللہ کی طرح میں بھی غلطی نہیں کر سکتا۔ کیا اس وقت آپ سب میرے ہمنوانہ تھے۔؟ اگر آپ بتاہی سے بچنا چاہتے ہیں تو کیا ضروری نہیں کہ ابو عبد اللہ کی جگہ کوئی زیادہ دوراندیش آدمی اہل غرناطہ کی قیادت سنپھال لے؟ نصرانیوں کے انتقام سے بچنے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ آپ کا کوئی راہنماء نہیں غرناطہ کے لوگوں کی طرف سے کامل وفاداری کا یقین دلانے۔

طریف نے کہا۔ اگر آپ غرناطہ کے لوگ راہنمائی کے لئے بلا میں تو آپ اس خدمت کے لئے تیار ہوں گے؟

جب میں یہ محسوس کروں گا کہ میں اُن کی کوئی خدمت کر سکتا ہوں تو میں بن

بانے بھی چلا آؤں گا۔

لیکن میں نے سنا ہے کہ آپ کے زیر سایہ لوشہ کے مسلمان بھی اپنے آپ کو زندگی کی بجائے موت سے زیادہ قریب محسوس کرتے ہیں۔

اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ انہوں نے ابھی تک خلوص دل سے مجھے اپنا راہنمایتیں کیا اور میں پوری تسلی کے ساتھ ان کی طرف سے فرڑی نیڈ کے ساتھ کوئی بات نہیں کر ستا۔

طریف نے اٹھ کر کہا۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ جب تک غرناطہ کے تمام شہروں کے مسلمان متفق ہر کفرڈی نیڈ کے کسی ادنیٰ جاسوس کو اپنا قائد نہیں بنایتے اس وقت تک ان کی نجات ممکن نہیں۔

طریف کی توقع کے خلاف ابو داؤد نے اطمینان سے جواب دیا۔ ایسے موقعوں پر جذباتی باتوں سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ میں فرڑی نیڈ کا جاسوس سہی لیکن تم نے بھی اس کی خدمت میں کوئی دقتیہ فروگز اشت نہیں کیا۔ اپنے دل کو ٹھوٹ کر دیکھو۔ کیا تم یہ محسوس نہیں کرتے کہ تم ابو عبد اللہ کی جگہ ہوتے تو اہل غرناطہ کے لئے بہتر ہوتا۔
نہیں میں ابو عبد اللہ کے ساتھ غداری نہیں کر ستا۔

بہت اچھا یونہی سہی لیکن اس کی وجہ یہیں کہ آپ ابو عبد اللہ کو غرناطہ کا بہترین راہنمای سمجھتے ہیں۔ بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ وزیر اعظم کے منصب تک پہنچ کے لئے ایسے آدمی کو سلطان بنانا ضروری سمجھتے تھے۔ اگر آپ کو یہ اطمینان ہوتا کہ آپ ابو الحسن اور ارشل جیسے حکمرانوں کی موجودگی میں بھی اس منصب تک پہنچ سکتے ہیں تو آپ ان کے ساتھ غداری نہ کرتے اور اپنے دعویٰ کے ثبوت کے لئے میں صرف یہ کہنا کافی سمجھتا ہوں کہ مویں جیسے آدمی کو آپ نے صرف اس لئے قتل کروایا کہ اس کی

موجودگی میں آپ کسی معمولی عہدے تک پہنچنا بھی محال تھا ورنہ یہ کون نہیں جانتا کہ وہ غرناطہ کا بہترین راہنماء بن سَنَاتا تھا۔ میرے دوست ہم دونوں کے سامنے اپنے مقاصد تھے۔ تم اپنے مقاصد کی تکمیل کے لئے ابو عبد اللہ کے آلہ کار بنے اور میں اپنے مقاصد کے لئے فرڈی نید کا آلہ کار بنا اور اب بھی آپ کو اہل غرناطہ کی تباہی کا خطرہ نہیں، آپ کو صرف اس بات کا اندیشہ ہے کہ اگر ابو عبد اللہ کا تخت چھن گیا تو آپ کی وزارت کی کرسی بھی چھن جائے گی۔

طریف نے کھسیانا ہو کر کہا۔ تم شیطان ہو۔

ابوداؤد کے چہرے پر پہلی بار مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ ایک چھوٹا شیطان بڑے شیطان کی عظمت کی اعتراف کر رہا ہے۔ اور پھر اسے سنجیدہ ہو کر کہا۔ طریف تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ تمہاری منزل مقصود غرناطہ کی وزارت ہے لیکن اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ اس کے لئے ابو عبد اللہ کا بادشاہ رہنا ضروری ہے تو یہ تمہاری غلطی ہے۔ ابھی مجھے یہ معلوم نہیں کہ فرڈی نید نے غرناطہ کی مند کے لئے کس کو منتخب کیا ہے لیکن وقت آنے پر میں اُسے بتاسکوں گا کہ وزارت کے عہدے کے لئے تم سے زیادہ موزوں کوئی نہیں۔ تم ڈوبتی ہوئی کشتی کا سہارا لینے کی بجائے اس ملاح کا سہارا کیوں نہیں لیتے جس کے اشاروں پر ایسی کشتیاں ڈوبتی اور تیرتی رہیں گی۔ تم جانتے ہو کہ اب کسی شخص کے لئے غرناطہ کا بادشاہ یا وزیر بننے کے لئے فرڈی نید کی رضامندی کی ضرورت ہے۔ اگر تم چاہو تو وزارت کے لئے اس کی رضامندی حاصل کرنا مشکل نہیں۔ میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ جو شخص موئی کے قتل پر نادم نہیں ابو عبد اللہ جیسے احمد کو فرڈی نید کے حوالے کر دینے پر کیوں پشیمان ہوگا۔

طریف نے کہا جب میں غدار تھا تو مجھے اس بات کا احساس نہ تھا کہ نصرانی

اس قدر بد عہد اور سفاک ہیں۔ اب اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ مالقہ میں انہوں نے
میری قوم کے ساتھ جو سلوک کیا ہے میں اسے فراموش نہیں کر ستا ہوں تو یہ غلط ہے۔
تم پھر جذبات میں آگئے۔ مالقہ میں الغریزی اگر فوراً ہتھیار ڈال دیتا تو
عیسائی مسلمانوں کے ساتھ یہ سلوک نہ کرتے۔

طریف نے کہا۔ اچھا اب میں جاتا ہوں۔

ابوداؤد نے اٹھ کر مصالحے کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ خدا حافظ۔

لیکن اچاک طریف کے دل میں کوئی خیال آیا اور اس کا ہاتھ ابو داؤد کے ہاتھ کی
طرف بڑھتے بڑھتے رک گیا۔ اس نے کہا۔ نہیں آج سے شاید ہمارے راستے
مختلف ہوں۔

ابوداؤد نے اطمینان کے ساتھ اپنی کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ تمہاری مرضی۔

لیکن میں جانتا ہوں کہ تم ایک لمبا چکر کا شنس کے بعد مجھ سے املوگے۔ اگر تم اپنے
آپ کو دھوکا نہیں دینا چاہتے تو تمہارے لئے ابو عبد اللہ کے پاس جانے کی بجائے
فرڈی نید کے پاس جانا بہتر ہوگا۔

طریف دروازے کے قریب پہنچ کر رکا اور مژ کا ایک ثانیہ کے لئے ابو داؤد کی
طرف دیکھنے کے بعد باہر نکل گیا۔

ابوداؤد نے تھوڑی دریسو چنے کے بعد تالی بجائی۔ ایک نوکر کمرے میں داخل
ہوا اور ادب سے سرجھ کا کراس کے حکم کا انتظار کرنے لگا۔ ابو داؤد نے کہا۔ تم کتوں وال
کے پاس جاؤ اور اُسے کہا کہ مجھے فوراً چار مستعد، سمجھدار اور دلیر آدمیوں کی ضرورت
ہے۔

نوکر چلا گیا اور ابو داؤد قلم اٹھا کر لکھنے میں مصروف ہو گیا۔ تھوڑی دری بعد چار

نصرانی جولباس سے فوجی افسر معلوم ہوتے تھے۔ اس کے کمرے میں داخل ہوئے۔
 ابو داؤد اپنی تحریر پر نظر ثانی کرنے کے بعد ان کی طرف متوجہ ہوا۔ غرناطہ کا اپنی
 ہمارے مہمان خانے میں ٹھہر ہوا ہے اور اب کوچ کی تیاری کر رہا ہوگا۔ تم اُس کا
 اُس وقت تک پیچھا کرنا جب تک تمہیں ی معلوم نہ ہو جائے کہ اُس کا رُخ غرناطہ کی
 طرف ہے۔ یا مالقہ کی طرف۔ اگر وہ مالقہ کا رُخ کرے تو یہ سمجھ لو کہ ہمارے شہنشاہ کا
 دوست ہے۔ اس صورت میں تم میں سے صرف ایک آدمی کو شہنشاہِ معظم کی خدمت
 میں میرا مکتب پہنچانے کے لئے مالقہ جانا پڑے گا اور اگر وہ غرناطہ کا رُخ کرے تو یہ
 سمجھ لینا کہ ہماری سلطنت کے لئے اس کا وجود خطرناک ہے۔ اس صورت میں تمہارا
 فرض ہوگا کہ تم اپنی جان پر کھلیل کر بھی اسے غرناطہ جانے سے روکو۔ اُس کے ساتھ
 صرف پانچ آدمی ہیں۔ تم دو تین ایچھے تیر انداز اپنے ساتھ لیتے جاؤ۔ میں یہ چاہتا
 ہوں کہ اس کے ساتھی اس وقت باخبر ہوں جب تیر اُس کے سینے میں پیوسٹ ہو چکا
 ہو۔ اگر کوئی مجبوری نہ ہو تو اس کے باقی ساتھیوں پر حملہ نہ کیا جائے۔ اس کے بعد تم
 میں سے ایک آدمی مالقہ پہنچ جائے اور شہنشاہ کی خدمت میں میرا خط پیش کرنے کے
 علاوہ باقی واقعات زبانی عرض کر دے۔ اب جاؤ اگر طریف روانہ ہو چکا ہے تو بھی
 وہ زیادہ دور نہیں گیا ہوگا۔

(۳)

لوشه سے نکلنے کے بعد طریف نے کئی کوس تک اپنے ساتھیوں میں سے کسی
 کے ساتھ بات نہ کی۔ رات کے وقت اس نے راستے کی ایک چھوٹی سی سرائے میں
 قیام کیا۔ سرائے کا مالک ایک مرکشی مسلمان تھا۔ طریف نے گھوڑے سے اُترتے
 ہی کہا۔ ہم سے زیادہ ہمارے گھوڑوں کی خوراک اور آرام کی ضرورت ہے۔ ہم پچھلے

پھر یہاں سے روانہ ہو جائیں گے۔

سرائے کے مالک نے کہا۔ آپ معزز آدمی معلوم ہوتے ہیں۔ سرائے کے بہترین کمرے میں نصرانی فوج کے دو افسر ٹھہرے ہوئے ہیں۔ اگر آپ کو اعتراض نہ تو آپ کے لئے میں اپنے گھر کا ایک کمرہ خالی کر ستما ہوں۔ آپ کے فوکروں کو سرائے میں جگہ مل جائے گی۔

طریف نے جواب دیا۔ میں صرف سونا چاہتا ہوں۔

سرائے کے مالک نے کہا۔ مجھے یہ ڈر ہے کہ سرائے میں آپ آرام کی نیند نہیں سوکیں گے۔ وہ فوجی تھوڑی دیر میں بستی کے ایک عیسائی کے گھر سے شراب پی کر آجائیں گے۔ اور رات بھرنہ خود سوئیں گے اور نہ کسی کوسونے دیں گے۔ میرے گھر اور اس سرائے کے درمیان صرف ایک دیوار حائل ہے۔ شور تو آپ کو ہاں بھی سنائی دے گا لیکن وہ رات کے وقت شراب کے نشے میں آپ کا دروازہ نہیں توڑیں گے۔

طریف نے کہا۔ بہت اچھا میں تمہارا مہمان ہوں۔

کھانا کھانے کے بعد طریف بستر پر لیٹنے کا ارادہ کر رہا تھا کہ اُسے سرائے کی طرف سے شور سنائی دیا۔ غور سے سننے کے بعد اسے کسی عورت کی چینیں سنائی دیں۔ اس نے سرائے کے مالک کو آواز دی۔ سرائے کا مالک برابر کے کمرے سے نکل کر اس کمرے میں داخل ہوا اور اس نے طریف کے سوال کا انتظار کئے بغیر کہا۔ معلوم ہوتا ہے کہ آج وہ پھر کوئی شکار پکڑ لائے ہیں۔ تمہارا مطلب ہے کہ وہ زبردستی لوگوں کی لڑکیاں اٹھاتے ہیں۔

سرائے کے مالک نے جواب دیا۔ ہاں ایک فاتح قوم اپنے غامبوں سے اس قسم کے حقوق منوالیا کرتی ہے۔

اور وہ لوگ مزاحمت نہیں کرتے۔

اس بستی میں مسلمانوں کی آبادی بہت تھوڑی ہے اور ہر ایک اپنا گھر بچانے کی فکر میں دوسرے کا گھر جلتا دیکھ کر خاموش رہتا ہے۔

کیا ان کی غیرت جواب دے چکی ہے؟

معلوم ہوتا ہے کہ آپ کسی اور ملک سے آئے ہیں۔ جس قوم کا سلطان بزدل ہوا اور امراء غدار ہوں اس کے لئے غیرت کے الفاظ کوئی معنی نہیں رکھتے۔

طریف نے اپنی تلوار اٹھاتے ہوئے کہا۔ میرے دوست! میں ایک مدت سے بھٹک رہا تھا۔ آج تم نے مجھے راستہ دکھایا ہے۔

طریف بھاگتا ہوا مکان سے باہر نکل کر سرائے میں داخل ہوا۔ عورت کی چینیں اُپر کی منز کے کمرے سے آرہی تھیں۔ طریف کے ساتھ شش و نیج کی حالت میں برآمدے میں کھڑے تھے۔

بُردو! کیا سوچتے ہو! طریف یہ کہہ کر بھاگتا ہو سیڑھیوں پر چڑھا۔ گیاری کے آخری سرے پر کمرے کا دروازہ تھا لیکن ایک دریچہ کھلا تھا جس سے روشنی باہر آرہی تھی۔ مجھ پر رحم کرو۔۔۔ مجھے چھوڑو۔۔۔ مجھے جانے دو۔

طریف نے کھڑکی سے جھانک کر دیکھا اور وہ ایک لخراش منظر کی تاب نہ لاسکا۔ اس نے پوری قوت کے ساتھ دھنکا دے کر دروازہ توڑ دیا۔ شراب کے نش میں مد ہوش سپاہی عورت کو چھوڑ کر اس کی طرف متوجہ ہوئے۔ لیکن پلک چھینکنے کی دری میں طریف کی تلوار ایک کی گردن اڑانے کے بعد دوسرے کے پیٹ سے آرپا ر ہو چکی تھی۔ دہشت زدہ اڑکی ایک لمحہ کے لئے بے حس و حرکت زمین پر پڑی رہی۔ پھر اس نے اپنے عریاں جسم کی طرف دیکھا اور اٹھ کر چینیں مارتی ہوئی کمرے سے

باہر نکل گئی۔ اتنی دیر میں طریف کے ساتھی تلواریں لے کر اور پرچڑھر ہے تھے۔ اڑکی نے انہیں دیکھتے ہی ایک جگر دوز چیخ کے ساتھ گیاری سے نیچے چھلانگ لگا دی۔ طریف بھاگتا ہوا نیچے اترا۔ سرائے کا مالک نیچے کھڑا تھا۔ طریف نے قباء اتار کر اڑکی کے عریاں جسم پر ڈال دی۔ سرائے کے مالک نے جھک کر اس کی بپس پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ یہ زندگی کی قید سے آزاد ہو چکی ہے۔

طریف نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔ گھوڑوں پر زینیں ڈالو۔ ہم ابھی کوچ کریں گے۔ اور پھر وہ سرائے کے مالک کی طرف متوجہ ہوا۔ اگر تم میں سے کوئی پوچھے کہ ان بدمعاشوں کا قاتل کون تھا تو کہہ دینا کہ غرناطہ کے غدار وزیر کو اپنی قوم کی ایک اڑکی کی مظلومیت نے بھرا ایک بار مسلمان بنادیا تھا۔

تحمودی دیر بعد جب یہ لوگ باہر نکل رہے تھے آٹھ سوار سرائے کے سامنے رُکے۔ ان میں سے ایک نے گھوڑا آگے بڑھا کر غور سے طریف کی طرف دیکھا اور کہا۔ اس وقت آپ کہاں جا رہے ہیں؟

طریف نے ترش لبجے میں جواب دیا۔ تم کون ہو؟

ہم سپاہی ہیں۔ خیال تھا کہ رات یہاں قیام کریں گے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ یہاں آپ کو جگہ نہیں ملی۔

بہت جگہ ہے اور ایک کمرہ تو ہم نے ابھی خالی کیا ہے۔

یہ کہہ کر طریف نے گھوڑے کو ایڑا گا دی۔ تحمودی دور جا کر طریف کے ساتھ نے جو دوسروں کی نسبت اس سے زیادہ بے تکلف تھا اپنا گھوڑا اس کے قریب کرتے ہوئے کہا۔

کیا آپ اس واقعہ کے بعد مالقہ جانا مناسب سمجھتے ہیں؟

تمہیں مالقہ جانے کے لئے کس نے کہا؟

آپ نے کہا تھا شاید تمہیں مالقہ جانا پڑے
نہیں ہم غرناطہ جاری ہے ہیں۔

تحوڑی دیر بعد طریف نے اپنے ساتھ سے کہا۔ حسن! تم نے اکثر یہ سوچا ہوگا
کہ میں غرناطہ کا سب سے بڑا خدار ہوں۔

حسن نے پریشان ہو کر کہا آپ میرے آقا ہیں۔

نہیں حسن میں جانتا ہوں۔ تمہاری مجبوریاں تمہیں اپنے دل کی بات کہنے کی
اجازت نہیں دیتیں۔ تم زندگی کی تلخ را ہوں میں بھی میرا ساتھ دینے پر مجبور تھے لیکن
فرض کرو میں آج سے صحیح راستہ اختیار کرتا ہوں تو تم اپنے لئے کیا فرق محسوس کرو
گے؟

حسن نے جھمکتے ہوئے جواب دیا۔ میرے آقا! ضمیر کے بوجھ تسلی دب کر اور
اس کے بوجھ سے آزاد ہو کر چلنے میں بڑا فرق ہوتا ہے۔

طریف نے کہا حسن! انصرانی ہمارے بدترین دشمن ہیں۔

میرے آقا! اگر گستاخی نہ ہو تو میں یہ کہوں گا ہم نے خود اپنے ساتھ دشمنی کی
ہے۔ ایک شخص کو اپنا قاتل تسلیم کر لینے کے بعد اُس سے یہ مطالبہ نہیں کیا جاستا کہ تم
مجھے اس طریقہ سے قتل نہ کرو اور ہماری حالت تو یہ ہے کہ ہم اپنے ہاتھ پاؤں باندھ
کر دشمن کے سامنے کھڑے ہوئے ہیں اور ہم نے اپنا خبر بھی اُس کے ہاتھ میں
دوے دیا ہے۔ اب یہ اُس کی مرضی ہے کہ وہ ہمیں آہستہ آہستہ ذبح کرتا ہے یا ہماری
شہرگ فوراً کاٹ ڈالتا ہے۔

طریف نے جوش میں آکر کہا۔ نہیں ہمارے خبر ابھی تک ہمارے ہاتھوں

میں ہیں۔ ہم اڑیں گے اگر عزت کی زندگی نہیں تو عزت کی موت کا راستہ ہمارے لئے بند نہیں ہوا۔

خدا آپ کو ہمت دے لیکن مجھے ڈر ہے کہ ابو عبد اللہ آپ کا ساتھ نہیں دے گا۔

وہ ہمارا ساتھ دینے پر مجبور ہے۔

چھوڑی دیر بعد حسن نے چونک کر کہا۔ ہمارے پیچھے کوئی آرہا ہے۔

طریف کے اشارے پر اس کے ساتھیوں نے گھوڑے روک لئے۔ پیچھے کچھ فاصلے پر سر پٹ گھوڑوں کی ٹاپ سنائی دے رہی تھی۔

حسن نے کہا۔ یہ وہی سپاہی ہوں گے جو ہمیں سرائے کے دروازے پر ملے تھے۔ سرائے کے مالک نے اپنی جان بچانے کے لئے انہیں بتا دیا ہوگا کہ نصرانی فوج کے دو افسروں کا قاتل کون ہے اور آپ نے بھی سرائے کے مالک سے اپنا راز پوشیدہ نہیں رکھا۔ وہ یقیناً تعاقب میں آرہے ہیں

طریف نے کہا۔ یہ دیر سے ہمارا پیچھا کر رہے ہیں۔ لوشہ سے نکلتے ہی ہم نے انہیں دیکھا تھا۔ راستے میں بھی میں نے انہیں دو تین بار دیکھا ہے۔ تم سب ایک طرف ہٹ کر درختوں کی آڑ میں کھڑے ہو جائے۔

طریف کی قیادت میں اس کے ساتھی راستہ چھوڑ کر گھنے درختوں کی آڑ میں کھڑے ہو گئے۔

سو اگر زر گئے اور طریف اور اس کے ساتھی درختوں کی آڑ سے نکل کر گھوڑوں پر سوار ہو گئے۔

(۳)

پہلے پہر چاند کی دھنڈلی روشنی میں یہ لوگ کشادہ سڑک چھوڑ کر ایک پلڈ مذہبی

پر سے گزر رہے تھے۔ طریف اپنے گھوڑے پر سر جھکائے بیٹھا تھا۔ جوں جوں منزل مقصود قریب آ رہی تھی، اس کا ذہنی انفطراب بڑھ رہا تھا۔ وہ اس منزل سے گزر چکا تھا جب ایک انسان یہ سوچتا ہے کہ اب مجھے کیا کرنا چاہتے۔ جب ابو داؤد سے ملاقات کے بعد وہ لو شہ سے انکا اتحاد تو اُس کے پاؤں ڈگمگار ہے تھے۔ وہ کبھی سوچتا کہ میں غرناطہ جاؤں گا اور ابو عبد اللہ سے کہوں گا کہ ہم نے اپنے آپ کو دھوکا دیا ہے۔ اب ہمارے لئے جنگ کے سوا کوئی راستہ نہیں۔ وہ سیاہ جس کے بند ہم نے خود توڑے تھے اب ہمارے گھروں کا رخ کر رہا ہے۔ جب فرڈی نیڈ کی افواج غرناطہ میں داخل ہو جائیں گی تو نہ تم با دشہار رہو گے اور نہ میں وزیر رہوں گا۔ وہ شاید ہمیں تمام انسانوں کی طرح زندہ رہنے کا بھی حق نہ دے لیکن کیا ہم اس قابل ہیں کہ دشمن کے ساتھ برسکیں۔ اس دشمن کے ساتھ جس کے لئے ہم نے اپنے مضبوط ترین قاعوں کے دروازے کھول دئے۔ وہ ہماری تمام کمزوریوں سے واقف ہے۔ اب ہم اسے دھمکی بھی نہیں دے سکتے۔

پھر وہ یہ سوچتا۔۔۔۔۔ کیا یہ ہو ستا ہے کہ فرڈی نیڈ اس قدر ذلیل ثابت ہو۔ اگر میں اس کے پاس جاؤں اور اسے یہ کہوں کہ ہم تمہارے لئے قوم کی نظروں میں ذلیل ہوئے۔ ہم نے تم پر اعتبار کیا اور تمہارے لئے ابو محسن اور ازالل سے اڑائی کی۔ ہمیں یقین تھا کہ تمہارے سامنے میں ہم امن کی زندگی بسر کر سکیں گے۔ ہم نے اندرس میں امن کے لئے اپنی سلطنت کا بیشتر حصہ تمہارے حوالے کر دیا اور اب تم غرناطہ بھی ہم سے چھین لیا چاہتے ہو۔ تم اندرس کے شہنشاہ ہو۔ یہ عہد شکنی تمہاری شان شایان نہیں دنیا کیا کہے گی۔ سورخ کیا لکھیں گے۔ کیا تم اس بات سے انکار کر سکتے ہو کہ اگر ہم تمہارا ساتھ نہ دیتے تو اندرس میں کوئی طاقت ایسی نہ تھی جو ابو

اگسن کی فتوحات کے سیاہ کوروک سکتی۔ اگر کسی نے تمہارے خلاف آواز اٹھائی تو
ہم نے اُس کا گلا گھونٹنے سے دریغ نہ کیا۔ اگر کسی نے تم سے سرکشی کی تو ہم نے اُسے
ذبح کر کے تمہارے قدموں میں ڈال دیا۔ کیا ہماری خدمت کا یہی صلہ ہے کہ غرناطہ
کے دروازے ان بھیڑیوں کے لئے کھول دئے جائیں جو مالقہ میں انسانیت کا
دامن تارتا کر چکے ہیں؟ آخر ہم نے کیا جرم کیا ہے۔ نہیں۔ نہیں اب ان باتوں
سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ اب فرڈی نیڈ کو ہماری ضرورت نہیں۔ اب اُسے ابو الحسن اور
الاندل سے کوئی خطرہ نہیں۔ اب اس کے لئے وہ قوم بے ضرر بن چکی ہے جس نے
صدیوں تک اندرس کے میدانوں میں اپنے اقبال کے پر چمہ برائے ہیں۔ فرڈی نیڈ
نے تیروں کی بارش میں پتھروں کی آڑی لی تھی۔ اب اس کے خلاف لڑنے والوں کی
سماں میں ٹوٹ چکی ہیں اور وہ ان پتھروں کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ ابو عبد اللہ میں
اور میرے تمام ساتھی وہ پتھر ہیں جن کے مورچے بنا کر فرڈی نیڈ نے جنگ جیتی ہے
۔ اب وہ ہماری ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ پھر اس کے دل میں خیال آیا۔ لیکن
ابوداؤد بھی تو ہماری طرح اس کے مورچے کا پتھر تھا اور اس نے اُسے لو شہ کا گورز
بنادیا۔ طریف نے خود ہی اس سوال کا جواب دیا ہے۔ وہ اُسے ابھی تک کار آمد سمجھتا
ہے۔ فرڈی نیڈ اپنے ہارمانے والے دشمن کو موت کے گھاٹ اٹارنا چاہتا ہے اور ابو
داؤد پتھر کی حیثیت میں بھی اس کی تلوار تیز کرنے کے کام آسناتا ہے۔ فرڈی نینڈ چاہتا
ہے کہ اس کے دشمن کی رگوں میں زندگی کے خون کے ایک قطرہ بھی باقی نہ رہے اور
ابوداؤد اُسے بتا سنتا ہے کہ اُسے کون سی رگ کا ٹنی چاہیے۔ شاید وہ دن بھی آجائے
جب فرڈی نیڈ یہ محسوس کرے کہ اب ہماری طرح اُسے اس کی بھی ضرورت نہیں
رہی۔ لیکن ابھی اُسے اس کی ضرورت ہے۔ ابوداؤد نے مجھے یقین دلایا ہے کہ میں

ابو عبد اللہ کے ساتھ غداری کر کے فرڈی نید کو خوش کر ساتا ہوں۔ لیکن یہ دھوکا ہے۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ وہ فرڈی نید نے ابو عبد اللہ کے خلاف جو فیصلہ کیا ہے اس میں ابو داؤد کا مشورہ شامل ہو۔۔۔ اور اگر ابو داؤد ابو عبد اللہ کو فریب دے ساتا ہے تو کیا وہ مجھے فریب نہیں دے گا۔ میں مالقہ نہیں جاؤں گا۔ میں غرناطہ جاؤں گا لیکن غرناطہ پہنچ کر میں کیا کر ساتا ہوں۔ موئی میری قید میں ہے میں اُسے رہا کرنے کا خطرہ مولے ساتا ہوں۔ میں اس کے پاؤں پر گر کر کہوں گا۔ موئی! قوم کو تمہاری ضرورت ہے لیکن اب موئی بھی کیا کر ساتا ہے۔

اور جب طریف کے لئے یہ ڈینی کش کمش ناقابل برداشت ہو جاتی وہ اپنے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہو کر کوئی بات چھیڑ دیتا۔ بستی کی سرائے میں پہنچنے سے قبل اسے معلوم نہ تھا کہ اس کی منزل مقصود کیا ہے۔ اس کا ایک قدم غرناطہ اور دوسرا مالقہ کی طرف اٹھ رہا تھا۔ لیکن جب وہ سرائے سے انکا ان تو اس کے سامنے صرف ایک منزل تھی۔ ایک مظلوم اڑکی کی المناک موت کا حادثہ اس کے اوپر گھٹتے ہوئے ضمیر کے لئے آخری جھٹکا تھا۔ اس کے ڈگمگاتے ہوئے پاؤں سنپھل چکے تھے۔ قوم کی ایک بیکس اڑکی کی جگہ دوز چینوں نے غرناطہ کے وزیر اعظم کو ان لوگوں کی صفائی میں لاکھڑا کیا تھا جنہیں حالات فتح و شکست سے بے نیاز ہو کر اڑکے پر مجبور کر دیتے ہیں۔ طریف کے سامنے اب صرف ایک ہی راستہ تھا۔

جب صحیح کے آثار نمودار ہو رہے تھے اس نے ایک ندی کے کنارے گھوڑا روکا اور اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھ کر کہا۔ اب نماز کا وقت ہے۔

ندی سے وضو کرنے کے بعد طریف اور اس کے ساتھ قبلہ روکھڑے ہو گئے اور جب نماز کے بعد طریف نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے تو الفاظ کی بجائے اس

کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔ طریف نے اپنا چہرہ ہاتھوں میں چھپا لیا انہیانی کوشش کے بعد اس کے منہ سے یہ الفاظ نکلے۔

میرے مولی! ہم عزت کی زندگی کے راستے سے بہت دور آچکے ہیں۔ اب شاید ہمارے آنسو ہمارے دامن کی سیاہی نہ دھو سکیں۔ ہم نے تیرے احکام سے بغاوت کی اور تیری رحمت سے انکار کیا اور اب جب کہ ہمارے سامنے ذلت و رسالتی کے سوا کچھ نہیں، ہم تجھ سے عزت کی موت مانگتے ہیں نہیں عزت کا لفظ ہم جیسے انسانوں کے لئے نہیں، ہم اس قابل بھی نہیں کہ عزت کی موت کا تصور کر سکیں۔ ہم فقط اپنے ضمیر کے عذاب سے چھکا را چاہتے ہیں۔ ہمارے لئے زندگی کا ہر لمحہ موت سے کہیں زیادہ تlix ہے۔ اب تیری زمین کے لئے ہمارا بوجھنا قابل برداشت ہو چکا ہے۔

یہ دعا جو آنسوؤں کے ساتھ شروع ہوئی تھی آنسوؤں کے ساتھ ختم ہوئی۔ طریف اور اس کے ساتھ اٹھ کر پھر گھوڑوں پر سوار ہو گئے۔

ندی عبور کرنے اور گنجان درختوں میں سے گزرنے کے بعد طریف کو غرناطہ کی مساجد کے مینار اور الحمراء کے گنبد دکھائی دے رہے تھے۔ اس نے افق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ وہ دیکھو! غرناطہ! ہمارا غرناطہ۔ حسن! یہ انلس میں ہمارا آخری قلعہ ہے۔ ہم اس کی حفاظت کریں گے۔ ہمیں خدا کی رحمت سے ما یوں نہیں ہونا چاہتے۔ اگر غرناطہ کی دس لاکھ کی آبادی میں سے ایک لاکھوں جوان زندہ رہنے کا عہد کر لیں تو انہیں کون مٹا سکتا ہے۔ کیا سرحدی عقابوں کی مشتمی بھر جماعت نے بارہا فرڈی نیڈ کی مٹڈی دل فوج کے دانت کھٹھنے نہیں کئے؟ کیا طارق کے ایک ہزار جانبازوں نے راڑک کی سطوت کے ایوانوں کی ایسٹ سے ایسٹ نہیں بجادی تھی۔

جب ہم ہزاروں کی تعداد میں تھے تو ہم نے دشمن کی بڑی سے بڑی طاقت کو شکست دی اور آج ہماری تعداد لاکھوں میں ہے۔ کیا ہم ہمیشہ کے لئے فرڈی نید کی غلامی کی ذلت قبول کر لیں گے۔ کیا ہمارے پاس وہ تلواریں نہیں جو ہمارے اسلاف ۔۔۔

طریف اپنا فقرہ پورا نہ کر سکا۔ درختوں کی آڑ سے ایک تیر سننا تا ہوا آیا اور طریف کی پسلی میں پیوسٹ ہو گیا۔ وہ اُف کہہ کر جھکا لیکن اس کے ساتھ ہی ایک اور تیر اس کی پیٹھ میں لگا۔ طریف کے ساتھیوں نے گھوڑوں کی باگیں موڑ لیں لیکن انہی دیر میں چند تیر آئے اور طریف کا ایک ساتھ زخمی ہو گیا اور اس کے ساتھ ہی درختوں کے عقب میں گھوڑوں کی ناپ سنائی دی۔

طریف نے بلند آواز میں کہا۔ حسن! ان کے تعاقب کے لئے مت جاؤ میرا بہت سا کام باقی ہے۔

طریف نے اپنے گھوڑے کو ایڑ دی اور اس کے ساتھی جو غصہ کی حالت میں ہونٹ کاٹ رہے تھے اس کے پیچھے ہو لئے۔ گھوڑی دور آگے جا کر حسن نے اپنا گھوڑا اطربی کے قریب لاتے ہوئے کہا۔ ذرا گھوڑا روکنے میں یہ تیر نکال دوں۔

نہیں میرے لمحات بہت قیمتی ہیں۔ اب وقت ضائع نہ کرو۔

آپ اس حالت میں زیادہ دور نہیں جاسکتے۔ کم از کم مجھے اپنے زخم دیکھنے دیجئے۔ یہ کہتے ہوئے حسن نے ہاتھ بڑھا کر طریف کے گھوڑے کی باگ پکڑ لی اور دوسرے ہاتھ سے اپنے گھوڑے کی باگ کھینچ لی۔

طریف نے گھوڑے سے اترے ہوئے کہا۔ تم بہت ضدی ہو حسن! وہ گھوڑے کے ساتھ اپنا سینہ لگا کر کھڑا ہو گیا اور زین کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر بولا۔ جلدی کرو۔

حسن نے جلدی سے اپنا عمامہ اٹار کر اپنے ایک ساتھی سے کہا۔ اسے دو حسوس میں پھاڑ ڈالو۔

دو آدمیوں نے گھوڑوں سے اُتر کر طریف کو سہارا دینے کی کوشش کی لیکن اُس نے جھنجھلا کر کہا۔ میں ٹھیک ہوں حسن جلدی کرو۔

حسن نے اچانک ایک تیر نکال کر پھینک دیا لیکن دوسرا تیر نکالتے وقت طریف بیہو ش ہو چکا تھا۔ دونوں زخموں پر پیاس باندھنے کے بعد طریف کو اس کے ساتھیوں نے زمین پر لٹا دیا۔ گھوڑی دیر بعد طریف نے ہوش میں آ کر آنکھیں کھولیں اور پانی کے چند گھونٹ پینے کے بعد اُٹھنے کی کوشش کی۔ لیکن حسن نے کہا۔ اس حالت میں گھوڑے پر سفر کرنا ٹھیک نہ ہوگا۔ کیا یہ بہتر نہیں کہ ہم آپ کو پاس کی بستی میں چھوڑ کر غرب ناطہ سے کوئی جراح لے آئیں

طریف نے اٹھ کر فیصلہ کن انداز میں جواب دیا۔ نہیں میں فقط اپنا آخری فرض پورا کرنے کے لئے زندہ ہوں۔

طریف گھوڑے پر سوار ہوا لیکن کوئی آدھ میل جانے کے بعد حسن نے محسوس کیا کہ اس کا گھوڑے کی زین پر جم کر بیٹھنا مشکل ہے۔ وہ کبھی ایک طرف اور کبھی دوسری طرف جاتا تھا۔ گھوڑی کی باگ دوڑ پر اسکی گرفت ڈھیلی ہو رہی تھی۔ حسن اپنا گھوڑا قریب لے گیا اور اُس نے طریف کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اسے اپنے گھوڑے پر ڈال لیا۔

طریف نے کراہتے ہوئے کہا۔ مجھے موی کے پاس لے چلو!

(۵)

سر بزر باغات میں سے گزرنے کے بعد حسن نے ایک پرانے مکان کی چار

دیواری کے ہمی پھانک کے سامنے گھوڑا روکا۔ ایک جلشی غلام نے پھانک کی ساخوں سے جھانک کر باہر دیکھا۔

حسن نے کہا۔ دروازہ کھولو۔ جلدی کرو۔

جلشی نے حسن اور اس کے ساتھیوں کو پہنچانے ہی دروازہ کھول دیا۔ مکان کی ڈیورٹھی عبور کرنے کے بعد حسن کشادہ ٹھن میں داخل ہو۔ اتنی دیر میں چند غلام اور نوکر جمع ہو گئے اور وہ حسن کے اشارے پر طریف کو گھوڑے سے اٹار کر ایک کمرے میں لے گئے۔ طریف بے ہوش تھا۔ حسن نے نوکروں سے کہا۔ یعقوب کو ذرا بلاو۔

ایک جلشی بھاگ کر باہر نکلا اور جلد ہی واپس آ کر بولا وہ آ رہا ہے۔

ایک ادھیر عمر لیکن قوی ہیکل آدمی اندر داخل ہوا۔ طریف کو بے ہوشی کی حالت میں بستر پر دیکھ کر اس نے جواب طلب زگا ہوں سے حسن کی طرف دیکھا۔
حسن نے کہا یعقوب آقا کا حکم ہے کہ مویں کو فوراً قید سے نکال کر یہاں لے آؤ۔

یعقوب نے تذبذب اور پریشانی کی حالت میں پہاڑے حسن اور پھر اس کے ساتھیوں کی طرف دیکھا۔ اس کی خاموش زگا ہیں اس غیر متوقع حکم کے خلاف احتجاج کر رہی تھیں۔

حسن نے کہا۔ یعقوب! وقت ضائع نہ کرو جلدی کرو۔

یعقوب نے قدرے جرات سے کام لیتے ہوئے کہا۔ لیکن آقا بے ہوش ہیں
اور جب تک وہ خود مجھے حکم نہ دیں۔۔۔۔۔

حسن نے گرج کر کہا۔ آقا کی طرف سے میں تمہیں حکم دیتا ہوں۔ جلدی کرو۔
لیکن وہ مجھے زندہ نہیں چھوڑے گا۔

شیرلو مریوں پر ہاتھ نہیں اٹھایا کرتے۔ چلو میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔

تحوڑی دیر بعد حسن، یعقوب اور ایک غامم اس مکان کے دوسرے سرے پر ایک تنگ برآمدے سے گزرتے ہوئے ایک کوٹھری کے ہمی دروازے کے سامنے رکے۔ بربی نے دروازے کا تالہ کھولا۔ کوٹھری کے ایک سرے پر پھر کی تنگ سیرھی نیچے کی طرف اُترنی تھی۔ کوئی بیس سیڑھیاں اُترنے کے بعد یہ لوگ ایک ہمی ساخوں والے دروازے کے سامنے رکے۔ یعقوب نے دروازہ کھولا۔ اندر سخت انڈھیرا تھا۔ یعقوب نے دروازے کے قریب دیوار کے ساتھ ایک لوہے کی چرخی کو گھمایا تو سامنے کی دیوار میں چھت کے قریب ایک چھوٹا سارو زان کھل گیا اور کمرے میں دھندلی سی روشنی آگئی۔ یہ کمرہ خالی تھا اور ایک آدمی دائیں ہاتھ دوسری کوٹھری کے تنگ دروازے کی ہمی ساخوں کے پیچے کھڑا اپنی تہائی میں مخل ہونے والوں کی طرف دیکھ رہا تھا۔ یہ موکی این ابی غسان تھا۔ سطوت و جبروت کا پیکر جسم جس کا مر جھلایا ہوا چہرہ بھی دیکھنے والوں کے دل دہادینے کے لئے کافی تھا۔

حسن نے ایک قدم آگے بڑھ کر کہا۔ ہم طریف بن مالک کے حکم سے آپ کو قید سے نکالنے آئے ہیں۔

موکی خاموشی سے حسن کی طرف دیکھتا رہا۔ حسن نے پھر کہا۔ وہ زخمی ہے اور اس کی آخری خواہش یہ ہے کہ آپ اسے پاؤں پر گرنے کا موقع دیں۔ ہم اسے بے ہوشی کی حالت میں یہاں لائے ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ آپ اسے معاف نہیں کریں گے۔ لیکن وہ تو بہ کر چکا ہے۔ اور اب تھوڑی دیر میں شاید اس کا معاملہ خدا کے سامنے ہوگا۔ ہم سب آپ کے مجرم ہیں اور اگر آپ سزا دینا چاہیں تو ہماری طرف سے سرتائبی نہیں ہوگی۔

حسن کے اشارے پر یعقوب نے ڈرتے ڈرتے دروازہ کھول دیا۔ موئی کوٹھری سے باہر نکل ایک لمحہ کے لئے خاموش کھڑا رہا۔ اور پھر بولا میری سمجھیں نہیں آتا طریف ابو عبد اللہ کے لئے ہرگناہ کر سنبتا تھا اس پر یہ عتاب کیسے نازل ہوا۔

حسن نے جواب دیا۔ طریف کو فرڑی نید کے آدمیوں نے زخمی کیا ہے۔ آپ تمام معاملات سے باخبر ہونے کے بعد اُسے شاید قابل معافی سمجھیں لیکن اب اس کی زندگی کا چراغ ٹمثمار ہا ہے۔ وہ آپ کا منتظر ہے وہ آپ سے کچھ کہنا چاہتا ہے۔

موئی نے کہا چلو!

(۶)

طریف نے درد سے کراہتے ہوئے کہا، جلدی کرو مجھے موئی کے پاس لے چلو اس کے ایک ساتھی نے کہا حسن موئی کو لینے گیا ہے۔ وہ آہی رہے ہوں گے

طریف نے آنکھیں کھول کر ادھر ادھر دیکھا اور اٹھ کر بستر پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ میں اس حالت میں اُسے دیکھنا نہیں چاہتا۔ مجھے اس کی کوٹھری کے سامنے لے چلو۔ میں اس قابل نہیں کہہ دیمرے پاس آئے جلدی کرو۔

طریف نے اپنے پاؤں بستر سے نیچے لنکا دئے۔ دو آدمیوں نے اُسے سہارا دیا جب اسے دروازے سے باہر نکلا گیا تو ایک جلسی غام نے کہا۔ وہ آرہے ہیں۔

طریف نے کہا مجھے چھوڑ دو۔ مجھے سہارے کی ضرورت نہیں۔ نوکروں نے اپنی مرضی کے خلاف اُس کے حکم کی تعییل کی۔ طریف نے چند قدم اٹھائے۔ برآمدے کے دوسرا سرے پر اُسے موئی دکھائی دیا۔ اس کی نگاہوں کے سامنے اندر ہیرا چھا گیا۔ وہ اڑ کھڑا تھا اسے بڑھا اور برآمدے کے ستون کے ساتھ لپٹ کر

کھڑا ہو گیا۔ موئی اس کے قریب پہنچ کر رکا اور تذبذب کی حالت میں اُس کی طرف دیکھنے لگا۔ طریف کے کانپتے ہوئے ہونتوں سے درد میں ڈوبی ہوئی آواز نکلی۔ موئی تمہارا مجرم موت کے دروازے پر دستک دے رہا ہے۔ لیکن اس سے پہلے ۔۔۔۔۔ اس سے پہلے

طریف ستون کا سہارا چھوڑ کر ایک قدم آگے بڑھا اور بے اختیار موئی کے پاؤں پر گرد پڑا۔ موئی ایک ثانیہ کے لئے بے حس و حرکت کھڑا رہا۔ پھر اس نے پچھے ٹھنے کی کوشش کی لیکن اس کے پاؤں طریف کے بازوں کی گرفت میں تھے۔ بے ہوشی کی حالت میں یہ گرفت کافی مضبوط تھی۔ اچاک موئی نے محسوس کیا کہ اس کے پاؤں بھیگ رہے ہیں۔ طریف اس کے پاؤں پر آنسوؤں کی پونچی لکھا رہا تھا نہیں یہ آنسونہ تھے۔ موئی کا دل پر چڑ کا لگا۔ وہ ماصل کی تمام تلخیوں کو بھول چکا تھا۔ اس نے جھک کر طریف کو اٹھایا۔ آنسوؤں کی بجائے اس کے منہ سے خون کی دھار بہہ رہی تھی۔ موئی اُسے اٹھا کر اندر لے گیا۔ اُسے بستر پر لٹھا کر ہوش میں لانے کی کوشش کی لیکن تھکا ہوا مسافر اپنی آخری منزل پر پہنچ کر دم توڑ چکا تھا۔

موئی نے انا اللہ وانا الیہ راجعون کہا اور ضبط کی کوشش کے باوجود اس کے آنکھوں سے آنسو پیک پڑے۔ یہ آنسو طریف کے چہرے پر گرے۔ ابو موئی نے اُس کا سراپنی گود سے اٹھا کر تکیے پر رکھ دیا اور بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ طریف! تم ہمارے تھے۔

نئے ولے

(۱)

موکی مدت کے بعد پھر ایک بارندی کے اس پل کے قریب کھڑا تھا جس کے دوسرے کنارے سے سرحدی عقاب کی آزاد مملکت شروع ہوتی تھی۔ پل کے پاس اسی درخت کے ساتھ اسی طرح لکڑی کا ایک تختہ لٹک رہا تھا۔ لیکن اس پر کچھی تحریر اس تحریر سے مختلف تھی جسے موکی نے شاہین کی وادی میں پہلی بار داخل ہوتے وقت پڑھا تھا۔ اس تحریر کے الفاظ یہ تھے۔

اس ندی کے پار سرحدی عقاب کی مملکت ہے۔ کسی ایسے شخص کو جو ندر ابو عبد اللہ کی بادشاہت تسلیم کر چکا ہو اس وادی میں داخل ہونے کی اجازت نہیں۔ نصرانیوں کے مظالم سے پناہ لینے والے مسلمانوں کو اس وادی میں داخل ہونے کی اجازت ہے۔ لیکن دشمن کے جاسوس کی سزا موت ہے۔

عصر کی نماز کا وقت ہو چکا تھا۔ موکی نے گھوڑے سے اُتر کر اسے ایک درخت کے ساتھ باندھ دیا اور ندی کے پانی سے خسرو نے کے بعد سر بزگ گاہ پر نماز کے لئے کھڑا ہو گیا۔ کوئی پھیس کے لگ بھگ مسلح نوجوان درختوں کی آڑ سے نمودار ہوئے اور موکی کے قریب جمع ہو گئے۔ موکی نماز سے فارغ ہو کر اٹھا اور ان کی طرف متوجہ ہو کر بولا۔ میں تمہارے امیر سے مانا چاہتا ہوں۔ میرا نام موکی ہے۔

موکی! آپ؟ ایک نوجوان نے آگے بڑھ کر اسے غور کے ساتھ دیکھتے ہوئے کہا آپ زندہ تھے! لیکن اتنی دیر آپ کہاں رہے؟ نوجوان کی پریشانی مسرت میں تبدیل ہو رہی تھی۔

موکی نے کہا اپنے امیر سے کہو کہ میں ان کی خدمت میں حاضر ہونے کی

اجازت چاہتا ہوں۔ میں یہاں ٹھہر کر ان کے حکم کا انتظار کروں گا۔

نوجوان نے جواب دیا۔ غرناطہ کے شیر کو عقاب کی وادی میں داخل ہونے کے لئے اجازت کی ضرورت نہیں۔

یہ نوجوان مجہدین کے اس گروہ کا سالار تھا۔ اُس کے اشارے پر ایک سپاہی موئی کا ساتھ ہو لئے اور باتی پھر درختوں کی آڑ میں روپوش ہو گئے۔ جنگل اور پیماڑ کے تنگ و تاریک راستوں سے گزرنے کے بعد آدمی رات کے قریب وہ ایک قلعے کے دروازے کے سامنے پہنچے۔ موئی کی توقع کے خلاف قلعے کا دروازہ کھلا تھا اور باہر چند آدمی کھڑے ان کا انتظار کر رہے تھے۔ ان میں سے ایک کے ہاتھ میں مشعل تھی۔ موئی دروازے کے قریب پہنچا تو ایک شخص نے آگے بڑھ کر اُس کے گھوڑے کی باغ پکڑ لی۔ موئی گھوڑے سے اُتر اور مشعل کی دھنڈلی روشنی میں اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔ کون بشیر! بشیر بے اختیار اس کے ساتھ لپٹ گیا۔

جذبات کے یہجان میں بشیر بار بار یہ الفاظ دہرا رہا تھا۔ آپ کہاں تھے؟

آپ نے اپنے متعلق ہمیں اتنی دیر بے خبر کیوں رکھا؟ یہ ایک خواب تو نہیں۔

بیشیر کی گرفت سے علیحدہ ہونے کے بعد موئی دوسرے آدمیوں کی طرف متوجہ ہوا۔ ایک سیاہ پوش نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ موئی نے اُس کے ساتھ مصانعہ کرتے ہوئے بشیر کی طرف دیکھا اور بشیر نے کہا۔ یہ منصور بن احمد ہیں۔

منصور کے ساتھ مصانعہ کرنے کے بعد موئی کی نظر ابو محسن پر جا پڑی۔ ابو محسن بے حس و حرکت کھڑا پنے سالار کی طرف دیکھ رہا تھا۔ موئی نے اس کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ ابو محسن! تم مجھے نہیں پہچانتے؟

ابو محسن نے فرطِ عقیدت سے موئی کا ہاتھ اپنے ہونتوں سے لگالیا۔

وہ قلعے کے اندر داخل ہوئے۔ ایک وسیع کمرے میں دسترخوان بچھا ہوا تھا۔
موئی نے کہا۔

آپ نے ابھی تک کھانا نہیں کھایا۔

بیشیر نے جواب دیا۔ ہم آپ کا انتظار کر رہے تھے۔

تو دروازے پر بھی میرا ہی انتظار ہو رہا تھا لیکن آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ میں آرہا ہوں۔ منصور نے جواب دیا۔ جب آپ ہماری سرحد سے چار کوں کے فاصلے پر تھے تو ہمیں معلوم ہو چکا تھا کہ ایک مہماں آرہا ہے اور مغرب کی نماز سے تھوڑی دیر بعد ہمیں یہ اطلاع مل گئی کہ ہمارا مہماں کون ہے؟

دسترخوان پر بیٹھنے کے بعد موئی کی آنکھوں کے سامنے وہ منظر آگیا جب وہ ایزفل کے ساتھ پہلی بار عقاب کی وادی میں داخل ہوا تھا۔ وہ جنگل کی اس دعوت کا تصور کر رہا تھا جس میں ان کا میزبان بدر بن مغیرہ تھا۔ آج جب بدر بن مغیرہ کی بجائے منصور بن احمد نے اس کے ہاتھ دھائے تو اُسے اچانک اس محفل میں اجنبیت کا احساس ہوا۔ بیشیر کی بے تکلفی اور منصور کے خلوص کے باوجود وہ اس محفل میں ایک تہائی محسوس کر رہا تھا۔ اس نے بدر بن مغیرہ کا ذکر چھیڑنا چاہا لیکن وہ بول نہ سکا۔ میزبان اس بات کا انتظار کر رہے تھے کہ ان کا مہماں کھانے کی طرف ہاتھ بڑھائے۔

بیشیر نے کہا۔ شروع کیجئے۔

موئی نے غیر ارادی طور پر ایک لفہ اٹھایا لیکن اس کی بھوک مرچکی تھی۔ اس کا ہاتھ منہ تک پہنچتے پہنچتے رک گیا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے آنسوؤں کے پردے حائل ہونے لگے۔ اس کے منہ سے درد میں ڈوبی ہوئی آواز نکلی۔ بدر! بدر!! اور اُس

نے اٹھایا ہوانوالہ پھر دستر خوان پر رکھ دیا۔

میزبان انتہائی پریشانی کی حالت میں اُس کی طرف دیکھ رہے تھے۔ موئی نے اپنا چہرہ آستین میں چھپا لیا۔ وہ مجاہد جس کے سامنے شیروں کے دل دل جاتے تھے۔ جس نے ساری عمر طوفانوں سے اڑنا اور بجایوں سے کھلنا سیکھا تھا، جوموت کے بھی انک چہرے کے سامنے قہقہہ لگانے کی جرات رکھتا تھا اس بھری محفل میں رو رہا تھا۔ اس معصوم بچے کی طرح کا عزیز ترین کھلوٹا ٹوٹ چکا ہو۔ معاف کیجئے مجھے بھوک نہ تھی۔ موئی بھرا تی ہوئی آواز میں یہ کہہ کر انھا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔

میزبانوں نے ایک دہرے کی طرف دیکھا۔ منصور نے کہا۔ تھوڑی دیر انتظار کرو میں انھی آتا ہوں۔ بیشرا! تم میرے ساتھ آ سکتے ہو۔

موئی اصحاب میں کھڑا آسان کے جگہ گاتے ہوئے ستاروں کی طرف دیکھ رہا تھا۔
بدر! بدر!! اس نسبجگی لیتے ہوئے کہا۔

منصور نے آگے بڑھ کر اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ یہ ما یوسی غرناطہ کے مجاهد اعظم کی شان کے شایان نہیں۔ غرناطہ کا انجام بہت المناک ہے۔
لیکن ہمیں ہمت نہیں ہارنی چاہیے۔

ابو موئی نے مژکر اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ میں اس وقت غرناطہ کے متعلق نہیں سوچتا منصور! تم نہیں جانتے ٹوٹی ہوئی دیواریں پھر کھڑی کی جاسکتی ہیں۔ قلعے دوبارہ تعمیر کئے جاسکتے ہیں۔ اور قوم کی مردم شماری میں بھی اضافہ کیا جائے۔
لیکن وہ مسیح اجمع مردہ اقوام کی رگوں میں ایمان کی حرارت پیدا کرتے ہیں۔ بار بار پیدا نہیں ہوتے۔ بدر ہماری قوم کا مسیح اتحا۔ لیکن ہم نے اُسے تنخیہ دار پر لڑکا دیا۔
وہ اس مردہ قوم کی رگوں میں زندگی کے خون کا آخری قطرہ تھا۔ وہ ہماری تلوار تھا جو

ٹوٹ گئی، وہ ہمارا بازو تھا جو کٹ گیا، وہ ایک آفتاب ہا جو غروب ہو چکا ہے اور ہم تاریکی میں بھٹک چکے ہیں۔

(۲)

قلع سے باہر گھوڑوں کی ٹالپوں کی آواز سنائی دی۔ منصور نے بشیر کی طرف دیکھا اور بشیر اس کا اشارہ سمجھ کر قلعے کے دروازہ کی طرف چل دیا۔

منصور نے موکی سے کہا۔ آپ تھکے ہوئے ہیں چلنے اندر بیٹھیں۔

ابو موکی کچھ کہے بغیر منصور کے ساتھ چل دیا۔ پتھر کی سیڑھیاں چڑھنے کے بعد وہ بالائی منزل کے ایک کمرے میں داخل ہوئے۔ اندر شمعیں جل رہی تھیں۔

منصور کے اشارے پر ابو موکی ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ منصور اس کے قریب دوسری کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ اگر قدرت ایک مجرم کر سکتی ہے تو وہ دوسرا مجرم بھی کر سکتی ہے۔ ہم آپ کے متعلق نا امید ہو چکے تھے۔ آج ہمیں آپ کی آمد کی اطاعت ملی تو ہم یہ سمجھتے تھے کہ ہمارے آدمیوں کا دھوکا ہوا ہے۔ لیکن یہ ممکن نہیں کہ جس طرح ہمیں موکی مل گیا ہے اسی طرح آپ کو بد رمل جائے؟ کیا آپ کی طرح وہ بھی روپوش نہیں ہو ستا۔

موکی نے قدرے پر امید ہو کر منصور کی طرف دیکھا لیکن پھر مایوس ہو کر کہنے لگا۔ حالات نے تمہیں بھی میری طرح شاعر بنادیا ہے۔ مایوسی ہر شخص کو شاعر بنادیتی ہے۔ میں سارا راستہ دل کو یہ جھوٹی تسلی دیتا آیا تھا کہ بدربند مغیرہ زندہ ہے ممکن ہے کہ وہ شخص جسے ابو عبد اللہ نے قتل کیا ہو کوئی اور ہو یہ بھی ممکن ہے کہ وہ قتل ہونے کی وجہ میری طرح قید میں ہو اور تمہارے دستِ خوان پر بیٹھتے وقت بھی میری نگاہیں دروازے پر لگی ہوئی تھیں۔ میں قدرت کے مجرمے کا انتظار کر رہا تھا اور جب تم نے

مجھے کھانے کی طرف ہاتھ بڑھانے کے لئے کہا تو امید کا ٹھیٹھا تاہو اچڑا غ بجھ گیا۔ یہ حقیقت میرے لئے ناقابل برداشت تھی کہ اس محفل میں بدر بن مغیرہ کی جگہ خالی ہو چکی ہے۔ اگر میں آتے ہی اس کا ذکر چھیڑ دیتا تو مجھ سے دستِ خوان پر پھوٹ کیسی حرکت سرزد نہ ہوتی۔ لیکن میں اُسے مردہ نہیں بلکہ زندہ سمجھ کر اس کا انتظار کر رہا تھا۔ اپنے منہ سے پچھ کہنے کی بجائے میں آپ کی زبان سے سُتنا چاہتا تھا۔ منصور! میں زندگی اور موت کے مفہوم سے نا آشنا نہیں۔ مرنے والوں کی یاد نے مجھے کبھی نہیں ستایا۔ خواب میں بھی میں انہیں اس دنیا کی بجائے ہمیشہ کسی اور دنیا میں دیکھا ہے۔ ہماری دوستی کا زمانہ بہت مختصر تھا لیکن اس کے باوجود میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ اس دنیا میں وہ مجھ سے بہت زیادہ قریب تھا بلکہ وہ میرے وجود کا ایک حصہ تھا۔

دروازے سے باہر کسی کے پاؤں کی آہٹ سنائی دی۔ منصور نے اپنے چہرے پر ایک معنی خیز مسکراہٹ لاتے ہوئے کہا۔ آپ بدر بن مغیرہ سے ابھی مانا چاہتے ہیں

ایک لمحہ کے لئے موی مبہوت سا ہر کر منصور کی طرف دیکھتا رہا۔ باہر سے پاؤں کی آہٹ پا کر دروازے کی طرف متوجہ ہوا اور اچانک اس کی تمام حیات سمٹ کر آنکھوں میں آگئیں۔ بدر بن مغیرہ سر سے پاؤں تک لو ہے میں غرق اس کے سامنے تھا۔

ایک ثانیہ کے لئے موی بے حس و حرکت کر کی پر بیٹھا رہا۔ آہستہ آہستہ اس کے دل کی دھڑکنیں تیز ہونے لگیں۔ اس کے ہونٹ کپکپا نے۔ وہ چلا یا۔ بدر! بدر!! بدر نے ایک قدم آگے بڑھ کر ہاتھ پھیلائے۔ موی اٹھا اور اس کے ساتھ لپٹ گیا۔ وہ کہہ رہا تھا۔ بدر! تم زندہ ہو میرے دل نے مجھے دھوکا نہیں دیا۔ میرے

دوست! میرے ریش!! میرے بازو!!

بدر کی آنکھوں میں آنسو آچکے تھے لیکن وہ خاموش تھا اور جب وہ ایک دوسرے کے سامنے بیٹھے گئے تو مویٰ منصور کی طرف متوجہ ہوا۔ تم دونوں بہت ظالم ہو تھے۔ تم نے مجھے یہاں آتے ہوئے کیوں نہ بتایا۔

منصور نے جواب دیا۔ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ اتنی دیر روپوش رہنے کے بعد آپ کسی سزا کے مستحق نہ تھے۔ بدر سے پوچھنے وہ آپ کے لئے کس قدر بے قرار تھا۔ تاہم ہماری نیت یہ تھی کہ آپ کو پریشان کیا جائے۔ بدر ابھی باہر سے آیا ہے اگر ہم آپ کو پہلے بتا دیتے تو آپ کے لئے انتظار کے چند لمحات بھی ناقابل برداشت ہوتے۔

بیشیر نے کمرے میں داخل ہو کر کہا۔ دستِ خوان پر آپ کا انتظار ہو رہا ہے۔ آئیں!

بدر نے مویٰ کی طرف دیکھا اور کہا۔ آپ چلیں میں لباس تبدیل کر کے آتا ہوں۔

کھانا کھانے کے بعد بدر بن مغیرہ، مویٰ، بیشیر اور منصور اور ابو محسن پھر اسی کمرے میں آگئے۔ اور دیر تک باتیں کرتے رہے۔ مویٰ طویل سفر کے بعد یہاں پہنچا تھا۔ اور بدر بھی اپنی ایک دور افتادہ چوکی سے اس قلعے تک پہنچنے میں تین گھوڑے تبدیل کر چکا تھا لیکن اس غیر متوقع ملاقات کے بعد کسی کو نیند یا تھکاوٹ کا احساس نہ تھا۔ دونوں نے اپنی سرگزشت سنائی۔ اس کے بعد حال اور مستقبل کے متعلق بحث شروع ہوئی۔

مویٰ نے ابو محسن سے چند سوالات پوچھنے کے بعد کہا۔ میں قید سے رہا ہو نے

کے بعد ایک تاجر کا بھیں بدل کر غرناطہ گیا تھا۔ وہاں میں نے صرف دو دن قیام کیا اور ان دونوں میں اپنے عوام کے متعلق میں نے جو رائے قائم کی ہے وہ یہ ہے کہ اب وہ ذلت کی موت سے بچنے کے لئے ہمارا ساتھ دیں گے فرڑی نیڈ کے متعلق اب کسی کو غلط فہمی نہیں۔ دوسرے شہروں سے قریباً چار لاکھ مہاجر غرناطہ میں داخل ہو چکے ہیں اور ان کی مظلومیت کی داستانیں سن کر غرناطہ کے ہر باشندے کو یہ یقین ہو چکا ہے کہ اگر ابو عبد اللہ نے فرڑی نیڈ کی افواج کے لئے غرناطہ کے دروازے کھول دے تو ان کا انعام مالقة اور دوسرے شہروں کے مسلمانوں سے مختلف نہ ہوگا۔

رضا کاروں کے دستے شہر کے دروازوں پر پیغمبر دے رہے ہیں۔ الحمرا کے دروازے پر ابو عبد اللہ کے خلاف شب و روز مظاہرے ہوتے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ اگر ابو عبد اللہ نے عوام کے جذبات کا احترام نہ کیا تو فوج عوام کا ساتھ دے گی اور غداروں کی جماعت بھی اب یہ محسوس کر رہی ہے کہ انہیں اپنے محل فرڑی نیڈ کے پاہیوں کے لیے خالی کرنے پڑیں گے۔ پہلے انہیں یہ یقین تھا کہ وہ ابو عبد اللہ کی حکومت اور فرڑی نیڈ کی سرپرستی سے فائدہ اٹھا کر عوام کو دونوں ہاتھوں سے لوٹیں گے۔ لیکن اب ان پر یہ خوف طاری ہو رہا ہے کہ اگر غرناطہ فرڑی نیڈ کے قبضے میں چلا گیا تو انہیں اپنے سے زیادہ خطرناک اور بے رحم ڈاکوؤں سے واسطہ پڑے گا۔

طریف کے ایک ساتھی نے ابو عبد اللہ کو اس کا آخری پیغام پہنچا دیا ہے۔ اور ابو عبد اللہ اور اس کے ساتھی محسوس کر رہے ہیں کہ اگر فرڑی نیڈ کے آدمی طریف جیسے آدمی کو قتل کر سکتے ہیں تو ان میں سے کسی کو بھی اپنے متعلق خوش فہمی نہیں ہونی چاہتے۔ مجھے یقین ہے کہ فرڑی نیڈ غرناطہ پر حملہ کرنے میں تاثیر نہیں کرے گا۔ وقت تھوڑا ہے اور ہمیں ابھی بہت کچھ کرنا ہے۔

بدر نے کہا۔ فرڑی نید کی افواج مالکہ سے روانہ ہو چکی ہیں۔ مجھے آج دو پیریہ
اطارعِ عمل گئی تھی۔

موکی نے چونک کر کہا۔ اگر یہ صحیح ہے تو میرا غرناطہ فوراً پہنچنا ضروری ہے۔

بدر بن مغیرہ نے کہا۔ میرا خیال ہے کہ آپ ابھی تک غرناطہ کے لوگوں کے
متعلق غلط نہیں میں بتتا ہیں

موکی نے کہا۔ جب میں یہ سمجھتا تھا کہ اہل غرناطہ عزت کی زندگی کے حصول
کے لئے ہمارا ساتھ دیں گے تو یہ ایک خوش نہیں تھی لیکن اب وہ ذلت کی موت سے
بچنا چاہتے ہیں اور مجھے یقین ہے کہ جب ان کے سامنے موت کے سوا کوئی راستہ نہ
ہو گا تو وہ ذلت کی موت پر عزت کی موت کو ترجیح دیں گے۔ فرڑی نید کے خلاف
ہماری یہ بیلی جنگ ہو گی جس میں شاید قوم کے پرانے غدار اور تعاونیت پسند لوگ بھی
ہمارا ساتھ دیں گے۔

بدر بن مغیرہ نے کہا۔ اور اس جہاد کے لئے آپ پھر ابو عبد اللہ کے مقدس ہاتھ
پر بیعت کریں گے۔

موکی نے پریشان ہو کر جواب دیا۔ میں ابو عبد اللہ کے لئے نہیں غرناطہ کے
لئے آپ کے پاس آیا ہوں۔ ہو سکت اہے کہ اہل غرناطہ کے متعلق مجھے غلط نہیں ہو
لیکن آپ کے متعلق مجھے غلط نہیں نہیں۔ اگر میں یہاں نہ بھی آتا تو بھی آپ اہل
غرناطہ کی مدد کے لئے پہنچتے۔

بدر بن مغیرہ نے ایک لمحہ کے لئے خاموش رہا اور پھر انٹھ کر کھڑکی کے قریب جا
کر باہر جھانکنے لگا۔ اس کی پیٹھ موسیٰ کی طرف تھی۔

موسیٰ نے کہا۔ بدر! اگر مجھے یہ یقین نہ ہوتا کہ ہم ان حالات میں بھی غرناطہ کی

چار دیواری کی حفاظت کر سکتے ہیں تو میں ایک گمنام سپاہی کی حیثیت میں تمہارے مجاہدین کی جماعت میں شامل ہو جاتا لیکن مجھے یہ یقین ہے کہ ہم تمہاری مدد کے ساتھ یہ جنگ جیت سکتے ہیں غرناطہ میں اس وقت بھی ایک لاکھ سے زیادہ رضاکار بھرتی کئے جاسکتے ہیں۔

بدر بن مغیرہ نے اچانک مرکرمونی کی طرف دیکھا اور کہا۔ موئی! تم جانتے ہو کہ میں غرناطہ کو بچانے کے لئے بڑی سے بڑی قربانی سے درفعہ نہیں کروں گا۔ لیکن گزشتہ واقعات نے مجھے یہ سوچنے پر مجبور کر دیا ہے کہ کیا ہم غرناطہ کو بچا سکتے ہیں۔ کیا غرناطہ کے لئے ہماری گزشتہ قربانیاں کسی کام آسکیں؟ اور اب بھی اگر ہم غرناطہ کو اپنا دفاعی سورچہ بنا سکیں تو کیا ہماری مزید قربانیاں رائیگاں نہ جائیں گی؟ ہم کب تک ان گرتی ہوئی دیواروں کو سہارا دیں گے جن کی بنیادیں ہل چکی ہیں اور ہمارا خون کب تک اس درخت کی آبیاری کرتا رہے گا جس کی جڑوں کو کیڑے لگے ہوئے ہیں۔ میری باتیں ذرا تلنخ ہیں لیکن اب حقیقت کے بھیانک چہرے کو الفاظ کے حسین پردوں میں چھپانے کی کوشش بے سود ہے۔ میں یہ ماننے کے لئے تیار ہوں کہ غرناطہ کے عوام اپنی نسلطیوں کو محسوس کر رہے ہیں۔ ان کے دل میں مدافعت کا جذبہ بھر رہا ہے۔ اور وہ شاید اڑیں گے لیکن بد قسمتی سے آج بھی ان کا امیر ابو عبد اللہ ہے اور آج بھی وہی لوگ بسر اقتدار ہیں جن کی غداریوں کے باعث ہماری شامدار فتوحات شکستوں میں تبدیل ہو کر رہ گئیں۔ اہل غرناطہ کے کندھوں پر لاشوں کا بوجھ ہے جنہیں آج سے کئی برس پہلے دفن کر دینا ضروری تھا۔ تم کہتے ہو کہ لوگ الحمراء کے دروازے پر شب و روز مظاہرے کرتے ہیں۔ لیکن کیا ان مظاہروں سے ان کا مقصد یہ نہیں کہ ابو عبد اللہ اپنے محل سے نکل کر ان کی راہنمائی کرے۔ میں ان

لوگوں کے متعلق کیا کہوں جو میدان جنگ میں راہنمائی کے لیے ایک بو سیدہ لاش اٹھا کر اپنے کندھوں پر رکھ لیں۔ موی! الحمراء کی تغیر میں ہمارے اسلاف کا خون اور پسینہ صرف ہوا ہے۔ لیکن اگر آج اُس کی دیواریں ابو عبد اللہ جیسے غداروں کو پناہ دیتی ہیں تو خدا کے لئے اہل غرباطہ سے کہو کہ وہ ان دیواروں کو گرا دیں۔ اگر الحمراء کے دروازے اُن کے ہاتھوں کو قوم کے غداروں کی شہرگ تک پہنچنے سے روکتے ہیں تو ان دروازوں کو توڑا لو۔ اگر مردوں نے اقتدار سنہال کر کر سیاں سنہال رکھی ہیں تو انہیں کرسیوں سمیت دن کرو۔

آپ کو غلط نہیں نہ ہو۔ ہماری تواریں کسی بادشاہ کے لئے بے نیام نہیں ہوتی تھیں۔ ہمیں غرباطہ کے نام نہادشاہی خاندان سے کوئی محبت نہ تھی۔ ابو الحسن کی دعوت پر ہم نے اس لئے بیک کہا کہ اس نے قوم کو دشمن کی غلامی سے نجات دلانے کا عہد کیا تھا۔ ہم نے ازفل کی قیادت اس لئے قبول کی کہ وہ قوم کی آزادی کے لئے میدان جنگ میں کو دا تھا۔ لیکن ہماری تاکامیوں کا باعث صرف یہ تھا کہ انہوں نے میدان میں کو دنے سے پہلے غرباطہ کو منافقین کے وجود سے پاک کرنے کی ضرورت محسوس نہ کی۔ ازفل کو موقع ملا لیکن اُس نے اپنے بھتیجے کو تختہ دار پر لٹکانے کی بجائے اسے لو شہ کا حاکم بنادیا اور یہ شہر ڈی نیڈ کے حوالے کر دیا۔

ابو الحسن سے پوچھیے۔ اُسے اہل غرباطہ کی راہنمائی کا موقع ملا لیکن اس نے بھی وہ غلطی کی اس نے رضاکاروں کی فوج تیار کی اور ابو عبد اللہ کو اپناراہنمابنالیا لیکن ابو عبد اللہ کے ساتھ غدار بھی میدان میں پہنچ گئے اور ان کی فتوحات شکست میں تبدیل ہو گئیں۔

موی! اگر تم جہاد کی دعوت لے کر آئے ہو تو یہاں سے ما یوں ہو کر نہیں جاؤ۔

گے۔ لیکن کیا یہ ضروری ہے کہ ان تمام واقعات کے بعد بھی ہم عبداللہ اور اس کے ساتھیوں کا تابوت اٹھائے پھر میں آپ اطمینان رکھیں۔ ہم سیاہ کے سامنے آنکھیں بند کرنے والوں میں سے نہیں لیکن تکلوں کی کشتوں پر بیٹھنے کی بجائے ہم اپنے بازووں پر بھروسہ کریں گے۔ ہم ریت کی دیواروں کی پناہ لے کر اپنے آپ کو دھوکا نہیں دیں گے۔

تم کہتے ہو کہ اب ابو عبداللہ اور اس کے ساتھی اپنے مفاد خطرے میں دیکھ کر عوام کا ساتھ دیں گے لیکن اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ کل اگر فرڈی نیدا نہیں یہ یقین دلا دے کہ تمہارا مفاد خطرے میں نہیں تو میں تمہیں عوام کے کندھوں پر سوار رہنے اور قوم کا خون چوستنے کی اجازت دیتا ہوں تو وہ قوم کا ساتھ نہیں چھوڑ دیں گے؟ جب تک یہ لوگ زندہ ہیں غرناطہ کی زندگی خطرے میں ہے اور میں ان کی غیر طبعی زندگی میں اضافہ نہیں کرنا چاہتا۔ مجھے جو کچھ کہنا تھا کہہ چکا ہوں اس کے باوجود اگر تم حکم دیتے ہو تو میں حاضر ہوں اور میرے تمام پاہی حاضر ہیں

بدرن بن مغیرہ اپنی کرسی پر بیٹھ گیا۔ موئی کچھ دری سوچتا رہا۔ بالآخر اس نے کہا۔

آپ کو یہ معلوم ہو چکا ہے کہ فرڈی نیدا غرناطہ پر حملہ کرنے والا ہے۔ اور خدا شاہد ہے کہ اس وقت میرے سامنے صرف یہ سوال ہے کہ اندرس کے مسلمانوں کے اس آخری حصہ کو بچایا جائے۔ ہمارے لئے یہ وقت ابو عبداللہ کے متعلق سوچنے کا نہیں۔ وقت آنے پر ہم سب غداروں سے نپٹ لیں گے۔ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ میرے دل میں ان لوگوں کے لئے کوئی رحم ہو سنتا ہے جن کے باعث ہماری قوم کی ہزاروں بیٹیوں کی عصمت لٹ چکی ہے۔ لیکن اب ایک طرف دشمن ہمارے سینے پر نیزہ تا نے کھڑا ہے اور دوسری طرف یہ مجرم ہیں۔ اگر ہم ان کی طرف متوجہ ہو جائیں تو

دشمن کا وار خالی نہیں جائے گا۔ اگر خدا نخواستہ فرڈی نید نے غرناطہ فتح کر لیا تو ہم ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائیں گے۔ بدر! میرے سامنے اس وقت کئی لاکھ عورتوں کی عصمت بچانے کا سوال ہے۔ اگر ہم نے نصرانیوں کو پسپا کر دیا تو ان منافقین کے لئے صرف دو ہی راستے ہوں گے۔ یا تو یہ قوم کے پیچھے لگ جائیں گے اور یا قوم کے پاؤں تلے کچلے جائیں گے۔ میں صحیح ہوتے غرناطہ چلا جاؤں گا۔ اگر فرڈی نید کا رخ غرناطہ کی طرف ہے تو چند دن تک آپ کو اہل غرناطہ کی قوت مدافعت کا حال معلوم ہو جائے گا۔ اگر مجھے مایوسی ہوئی تو میں یہ سمجھ لوں گا کہ غرناطہ کی بجائے یہ جنگل اور پیماڑ ہمارا آخری حصہ ہے۔ میں آپ کے پاس چلا آؤں گا اور وہ لوگ میرے ساتھ ہوں گے جو دشمن کے ساتھ آخری دم تک اڑنے کا فیصلہ کر چکیں

بدر نے کہا۔ یہ آپ کو معلوم ہے کہ جب آپ دشمن کے خلاف تلوار اٹھائیں گے تو ہماری تلواریں نیام میں نہیں رہ سکیں گی۔ اگر اہل غرناطہ کا کوئی گروہ آخری دم تک اڑنے کا فیصلہ کر چکا ہے تو آپ ان کو یہاں آنے کا مشورہ نہ دیں۔ وہ صرف مایوسی کے وقت یہاں آئیں گے۔ اور یہاں مایوس ہونے والوں کے لئے کوئی جگہ نہیں۔ وہ اگر اپنی جگہ پرڈٹر رہے تو صرف ہم ہی نہیں بلکہ دنیا کے ہر گوٹے سے مسلمان ان کی مدد کے لئے پہنچیں گے۔ ابو عبد اللہ اور اس کے ساتھیوں کے متعلق میں پھر یہ کہوں گا کہ اگر حالات آپ کو ان کی خلاف کسی فوری اقدام کی اجازت نہ دیں تو بھی ان کی کڑی نگرانی ضروری ہے۔

مومن نے کہا۔ اگر آپ کو اعتراض نہ ہو تو میں ابو محسن کو اپنے ساتھ لے جانا چاہتا ہوں۔

ہمیں کیا اعتراض ہو ستا ہے۔ آپ ہم میں سے جس کو چاہیں اپنے ساتھ لے

جاسکتے ہیں۔ صبح کی نماز کے بعد بدر بن مغیرہ اور اس کے ساتھ موسیٰ اور ابو محسن کو الوداع کہہ رہے تھے۔

(۲)

فرڈی نید نے غرناطہ کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ اس کی مددی دل فوج نے بار بار شہر پناہ پر حملہ کئے لیکن ہر بار تیروں کی بارش میں انہیں پیچھے ہٹانا پڑا۔ تاہم فرڈی نید اور اس کے سپاہی طاقت کے نشے میں چور تھے۔ انہوں نے معمولی نقصانات کی پرواہ نہ اور شہر کا محاصرہ جاری رکھا۔ اردوگرد کی بستیوں کے لوگ انصار انہوں کی پیش قدمی کی خبر سنتے ہی شہر میں پناہ لے چکے تھے۔ فرڈی نید کے سپاہیوں نے ان کے سر سبز باغات بربا دا ور فصلی میں تباہ کر دالیں۔

اہل شہر کی قیادت موسیٰ کے ہاتھ میں تھی اور اس کی روح پرور تقریروں سے اہل غرناطہ میں ایک نئی زندگی آچکی تھی۔ قوم کے افراد کی طرح ابو عبد اللہ اور اس کے ساتھی بھی اُسے پناراہنا تسلیم کر چکے تھے اور قوم ان کے گزشتہ گناہ بھول چکی تھی۔ علماء اپنے شاگردوں اور عقیدتمندوں اور سرداراپنے اپنے قبائل کی طرف فرڈی نید کے خلاف اعلان جہاد کر چکے تھے۔ نوجوانوں کے جوش و خروش کا یہ تالم تھا کہ وہ دوبار اثر سرداروں کو فرڈی نید کے جاسوس ہونے جرم میں پھانسی کی سزادے چکے تھے۔

فرڈی نید کو یقین تھا کہ سامان رسید ختم ہونے پر اہل شہر خود بخوبی تھیار ڈال دیں گے۔ لیکن ایک دن طلوع آفتاب سے جھوٹی دیر قبل فرڈی نید کی فوج نید سے بیدار ہو رہی تھی، شہر کے تمام دروازے کھل گئے اور مسلمانوں نے باہر نکل کر حملہ کر دیا۔ یہ حملہ فرڈی نید کی توقع کے خلاف تھا۔ آن کی آن میں مسلمان قریباً چار ہزار

نصرانیوں کو موت کے گھاٹ اُتار چکے تھے۔ اتنی دیر میں فرڈی نید کے تیر انداز خندقوں میں جم کر بیٹھ گئے اور اس کی پیادہ اور سوار فوج کو منظم ہونے کا موقع مل گیا۔ موسیٰ نے ایک ہزار جانباز سواروں کے ساتھ شہر کے مغربی دروازے سے نکل کر حملہ کیا اور دشمن کی کئی صفائی درہم برہم کر ڈالیں اور تیر انداز کے الگ مورچوں پر قبضہ کر لیا۔

جنوبی دروازے سے ابو عبد اللہ نمودار ہوا اور دشمن کی فوج کے سپاہی یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ غرناطہ کا کٹھ پتلی بادشاہ ابھی تک نیزہ بازی اور شہسواری میں اپنے اسلاف کی روایات نہیں بھولا۔

دوپہر تک فرڈی نید کی فوج ہر محاذ سے پیچھے ٹھٹھی رہی لیکن تیرے پہروہ آخری خندق کے پیچھے اپنی سوار اور پیادہ افواج منظم کر چکے تھے اور غرناطہ کے حملہ آوروں کے لئے آگے بڑھنا ممکن نہ تھا فریقین کی صفوں کے درمیان تیر کی پرواز حیر فاصل بن چکی تھی۔ ابو موسیٰ کے پاس پیادہ فوج کی کمی نہ تھی۔ لیکن اس نے حملے کا حکم نہ دیا۔ اس کے تیر انداز شہر پناہ کے ارڈر گرد مورچے بنا چکے تھے۔ اس کے سوار چھوٹی چھوٹی ٹولیوں میں آگے بڑھ کر حملہ کرتے اور دشمن کو نقصان پہنچانے کے بعد واپس آ جاتے۔

فرڈی نید بھاری نقصان اٹھانے کے باوجود اس صورتِ حال سے پریشان نہ تھا۔ اسے یقین ہو چکا تھا کہ فاقہ کشی نے مسلمانوں کو شہر سے باہر آ کر اڑنے پر مجبور کر دیا ہے اور ایک دو دن میں ان کی رہی کہی ہمت جواب دے جائے گی۔ اس نے اس نے جوابی حملہ کرنے کی بجائے اپنے سپاہیوں کو فقط مدافعت کی جنگ اڑنے کا حکم پیدا۔

ظہر کی نماز کے بعد موسیٰ نے شہر کے چاروں طرف اپنی فوج کی صفائی درست کیں اور سالاروں کو حکم دیا کہ وہ آخری حملے کے لیے تیار ہیں۔ وقت آنے پر شہر پناہ کے ہر برج سے نقیب انہیں آوازیں دیں گے اور وہ آواز سنتے ہی دشمن پر حملہ کر دیں۔

تجربہ کا رلوگ اس حملہ کے نتائج کے متعلق پرمیڈنہ تھے بلکہ وہ اس حملہ کو خودکشی کے متراوف سمجھتے تھے۔ دشمن کے تیر اندازوں کے سورچوں پر سیدھا حملہ بہت خطرناک تھا اور اس کے علاوہ فرڑی نیڈ کے سواروں کی تعداد موسیٰ کے سواروں سے کم از کم آٹھ گنا تھی اور پیادہ فوج جس پر موسیٰ کی طاقت کا دار و مدار تھا، اس حملے میں زیادہ کام نہیں دے سکتی تھی۔ لیکن عوام کو موسیٰ پر اعتماد تھا۔ وہ اس کے اشارے پر آگ میں کوئی نہ کے بھی تیار تھے۔

فوج کو ہدایات دینے کے بعد موسیٰ شہر کے دروازے میں داخل ہوا اور گھوڑے سے اُتر کر فصیل پر چڑھ گیا۔ باری باری ہر دروازے کے بُرج پر کھڑے ہو کر اُس نے افق کی طرف نگاہ دوڑائی۔ ڈھلتے ہوئے سائے اُس کی مايوی میں اضافہ کرنے لگے۔ وہ فصیل پر بھاگتا ہوا ایک دروازے سے اُتر کر دوسرے دروازے پر پہنچتا اور پہریداروں سے پوچھتا۔ ابھی تک تمہیں کچھ نظر نہیں آیا؟ اور جب پہریدار نفی میں جواب دیتے تو اطمینان کے لئے خود افق کی طرف دیکھتا۔

دوسری طرف فرڑی نیڈ قسطلہ کے بشپ سے کہہ رہا تھا کہ مقدس باب! آپ دعا کریں کہ دشمن ہم پر حملہ کرنے کا ارادہ ملتوی نہ کرے۔ اگر آپ کی دعا قبول ہوئی تو یہ جنگ آج ہی ختم ہو جائے گی۔ اور بشپ مریم کی سورتی کے سامنے دوزانو ہو کر دعا کر رہا تھا۔

موئی تیری بارشہر کے دروازے کے برج کی سیڑھیوں پر چڑھ رہا تھا کہ اور پر سے پھریدار نے آواز دی۔ اُفق پر گرد کھائی دے رہی ہے۔ شاید کوئی فوج آرہی ہے۔

موئی بھاگتا ہوا برج پر پہنچا اور اُفق کی طرف دیکھ کر چلا یا۔ وہ آگئے۔ وہ آگئے!! ہمارے عقاب آگئے!!! آج خدا نے ہمیں فتح دی ہے۔

اور جب گرد کے بادلوں میں سوار دکھائی دینے لگے تو موئی کی آنکھوں سے تشکر کے آنسو اُبل پڑے۔ اُس نے برج سے نیچے دیکھتے ہوئے بلند آواز میں کہا۔
ہوشیار۔

اور فیصل پر کھڑے ہونے والے نقیبوں نے آن کی آن میں امیر عساکر کی آواز سپاہیوں کے کانوں تک پہنچا دی۔ سواروں نے نیزے تان لیے اور پیادوں نے تداریں سوت لیں۔

موئی نے۔ بزن۔ کہا اور فیصل کے ہر کونے سے بزن کی آواز گونجی۔ موئی بھاگتا ہوا باہر نکلا اور اپنے گھوڑے پر سوار ہو گیا۔

دوسری طرف فرڈی نیڈ قسطلہ کے بشپ سے کہہ رہا تھا۔ مقدس بابا! آپ دعا قبول ہوئی موت کو دشمن کے دروازے پر دستک دینے کی ضرورت نہیں، اب وہ خود موت کی آنکھ کی طرف بڑھ رہا ہے۔

ڈوبتے ہوئے سورج کی آخری نگاہیں ہلال و صلیب کے علم برداروں کا ایک اور معز کہہ دیکھ رہی تھیں۔ اہل غرب ناطہ تیروں کی بارش میں آگے بڑھے۔ فرڈی نیڈ نے سواروں کو حملے کا حکم دیا اور گھمسان کی جنگ ہوئی۔

موکی ابو عبد اللہ اور ابو محسن شہر کی تین اطراف سے سواروں کے دستوں کی راہنمائی کر رہے تھے۔ اور پیادہ فوج تیر اندازوں کے سورچوں پر بیوش کر چکی تھی۔ موکی شامی دروازے کی طرف دشمن کی صفوں کو ٹوٹا ہوا آگے نکل گیا۔ فرڑی نید گھوڑا بھگا کر آگے بڑھا اور باند آواز میں چلا یا۔ اس دستے کے ایک سوار کو بھی واپس شہر تک پہنچنے کا موقع نہ دو۔ عاقب مت کرو وہ واپس آئیں گے۔

موکی پانچ سو سواروں کے ساتھ دشمن کی صفوں سے گزرنے کے بعد ایک باغ کے گئے درختوں کے پیچے غائب ہو گیا اور فرڑی نید کے تیر اندازا اس کی واپسی کا انتظار کرنے لگے۔ لیکن موکی شہر کی دوسری طرف اس کی فوج کے عقب میں جانکل اور اس کے ساتھ ہی شام سے ایک نئی فوج نمودار ہوئی۔ وہ فوج جس کا موکی اور ابو محسن کے سوا کسی کو علم نہ تھا۔

سرحدی عقاب کے مجاہد اہل غرب ناطکی مدد کے لئے پہنچ چکے تھے۔ بدربن مغیرہ نے دشمن کے عقب میں تین ہزار سواروں کے ساتھ حملہ کیا اور آن کی آن میں دشمن کی صفیں رومنڈا لیں۔ فرڑی نید نے بدحواس ہو کر فوج کو دائیں طرف ہٹنے کا حکم دیا لیکن اتنی دیر میں موکی عقب سے حملہ کر چکا تھا۔ اب فرڑی نید کی فوج کے سامنے بدربن مغیرہ کے سوار تھے اور پیچھے موکی کے جانباز تھے۔ تیسرا طرف فرڑی نید کی فوج ابو عبد اللہ کے سواروں کو پیچھے ہٹا چکی تھی۔ لیکن یہاں بھی نصرانیوں کو ایک غیر متوقع مصیبت کا سامنا کرنا پڑا۔ ان کے عقب سے اچانک دو ہزار سوار نمودار ہوئے اور شام کے دھنڈ لکھ میں انہوں نے یہ خیال کیا کہ ان کے لئے کمک پہنچ گئی ہے۔ لیکن جب باہر سے آنے والوں نے اللہ اکبر کے نعروں کے ساتھ حملہ کر دیا تو نصرانی انتہائی انتشار کی حالت میں بائیں طرف ہٹنے لگے۔ ابو عبد اللہ کی قیادت میں جو سوار

شہر کی طرف پسپا ہو رہے تھے۔ انہوں نے صورت حال کی تبدیلی محسوس کرتے ہی پٹ کر حملہ کر دیا۔ اب فرڑی نیڈ کی تمام فوج ہر طرف سے سمت کر ایک طرف جمع ہو چکی تھی۔ ان کے دائیں اور بائیں بازوں پر بدر بن مغیرہ اور منصور بن احمد کے سوار تھے۔ عقب میں موئی کے جانباز اور سامنے غرناطہ کی باتی فوج ابو عبد اللہ اور ابو محسن کی قیادت میں اثر رہی تھی۔ چوتھی طرف شہر پناہ کا وہ حصہ جس کے ساتھ دریا بہتا تھا پر سکون تھا۔

بارھویں رات کے چاند کی روشنی کے باعث جنگ کی تیزی میں کوئی فرق نہ آیا۔ دشمن کی فوج آہستہ آہستہ پچھے ہٹ رہی تھی اور ابو موئی کے ساتھ عقب سے حملہ کرنے والے مشینی بھر جانباز ان کا راستہ روکنے کے لئے کافی تھے۔

منصور گھوڑا دوڑا کر دشمن کی فوج کے گرد ایک چکر کاٹنے کے بعد عقب میں پہنچا اور اس نے موئی سے کہا۔ آپ اپنے دستے کو یہاں سے فوراً ہٹالیں۔

موئی نے کہا۔ لیکن میرے خیال میں یہ بہتر ہو گا کہ میں یہاں سے ہٹنے کی بجائے اپنی فوج کا ایک حصہ یہاں منتقل کرلوں۔ وہ دائیں یا بائیں چکر کاٹ کر یہاں پہنچ سکتے ہیں۔ اگر ہم انہیں دھکیل کر شہر کی طرف لے جائیں تو وہ شہر پناہ پر ہمارے تیراندازوں کی زد میں آ جائیں گے۔

لیکن اگر وہ شہر میں داخل ہو گئے تو؟

میں دروازے بند کرنے کا حکم دے چکا ہوں۔

آپ کی یہ تجویز بُری نہ تھی لیکن شہر کی پیادہ فوج کو اتنی جلدی عقب میں نہیں لایا جاسکتا۔ دشمن کے سواروں کی تعداد ہم سے بہت زیادہ ہے اور اگر وہ دائیں بازوں طرف کترا کر لکھنا چاہیں تو ہم سخت نقصان اٹھائے بغیر انہیں نہیں روک سکیں گے۔

یہ بحث کا وقت نہیں اگر آپ نے تاخیر سے کام لیا تو مجھے ڈر ہے کہ دشمن کو ہماری ایک نہایت اہم چال کا علم ہو جائے گا۔

موکی نے کہا۔ بہت اچھا اگر آپ کی تجویز کے ساتھ بدربن مغیرہ کو اتفاق ہے تو مجھے یہاں سے فوج ہٹانے میں کوئی اعتراض نہیں۔

ہم دونوں ایک ہی دماغ کے ساتھ سوچتے ہیں۔ آپ یہ محااذ چھوڑ کر دوسرا طرف پہنچ جائیں لیکن فوراً ورنہ دشمن چوکنا ہو جائے گا۔ آپ تھوڑی دور پسپا ہوتے جائیں اور پھر دشمن کے پیچے بٹنے کا میدان خالی کر دیں۔

یہ جنگ ایک فیصلہ کن مرحلے میں داخل ہو چکی تھی۔ نصرانیٰ تین اطراف سے دب کر پیچھے ہٹ رہے تھے۔ یہ حالت دیکھ کر فرڑی نیڈ اپنے ان محفوظ دستوں کو میدان میں لانے پر مجبور ہو گیا جو میدان جنگ سے باہر خیموں کی حفاظت کر رہے تھے۔ نصرانیوں کے اکھڑتے ہوئے پاؤں پھر ایک بار جنم گئے۔

اچانک میدان جنگ سے کچھ دور ایک گھنے باغ کے درختوں کی آڑ سے سرحدی مجاہدین کا ایک تازہ دم دستہ نمودار ہوا۔ یہ سوار جن کی تعداد ایک سو کے لگ بھگ تھی۔ اپنے ہاتھوں میں جلتی ہوئی مشعلیں لئے ہوئے تھے اور ان کا رُخ میدان جنگ کی بجائے فرڑی نیڈ کی فوج کے پڑاؤ کی طرف تھا۔ پڑاؤ سے حفاظتی دستوں کا پیشتر حصہ میدان میں آچکا تھا۔ فرڑی نیڈ کے رہے سپاہیوں نے خیموں اور رسد کے ذخیروں کو بچانے کی کوشش کی لیکن برق رفتار سوار ایک طرف سے پڑاؤ میں داخل ہوئے اور خیموں کو آگ لگاتے ہوئے دوسرا طرف نکل گئے۔ محافظ فوج ابھی منجملے نہ پائی تھی کہ مشعل برداروں کا ایک اور دستہ عقب سے نمودار ہوا۔

ایک خیمے میں قسطلہ کا بشپ اور اس کے ساتھ کوئی تیس راہبر مریم مقدس کے

مجسمے کے سامنے جھک کر صلیب کی فتح کے لئے دعا میں مانگ رہے تھے۔ باہر سے پہریداروں نے شور مچانا شروع کر دیا۔ مقدس باب پ خیمے کو آگ لگ چکی ہے۔

خیموں کے علاوہ سوکھی گھاس کے ایک بہت بڑے ذخیرے کو آگ لگ جانے کے باعث روشنی میدان جنگ تک پہنچ رہی تھی۔ نصرانی فوج کے سپاہی اپنے سالاروں اور سالار اپنے سپہ سالار کے حکم کا انتظار کئے بغیر خیموں کی طرف متوجہ ہوئے اور اس کے ساتھ ہی بدربن مغیرہ کے تمام سواروں پر ٹوٹ پڑے۔

پسپا ہونے والی فوج کے لئے اپنے پڑاؤ میں چاروں طرف جلتے ہوئے خیموں کے درمیان کوئی جائے پناہ نہ تھی۔ آگ کی روشنی میں تعاقب کرنے والے انہیں گھیر گھیر کر موت کے گھاث اُتار رہے تھے۔ بدھواں گھوڑے خیموں کی رسیوں میں اُلجھ کر گر رہے تھے۔

فرڈی نیڈ نے پسپاٹی کا بغل بجانے کا حکم دیا اور اس کی رہی سبی فوج پڑاؤ میں جلتے ہوئے خیموں کو چھوڑ کر بھاگ کھڑی ہوئی۔ موکی نے پیادہ فوج کو سامان رسد کے ذخیرے بچانے اور سواروں کو اپنے ساتھ تعاقب جاری رکھنے کا حکم دیا۔

بدربن مغیرہ اور منصور بن احمد نے دشمن کو داٹیں اور بائیں طرف سے گھیر کھا تھا اور غرناطہ کے سواراں کے پیچھے تھے۔ فرڈی نیڈ کی فوج کے لئے فقط سامنے کا راستہ گھلا تھا۔

کوئی تین کوں دشمن کا تعاقب کرنے کے بعد بدربن مغیرہ نے موکی کے قریب پہنچ کر بلند آواز میں کہا۔ یہاں سے تمہوڑے فالے پر ایک ندی ہے۔ اپنے دستوں کو روکئے۔ دشمن ہمارے آخری وار کی زد میں آچکا ہے۔ تیر انداز سواروں کو آگے کر دیجئے۔ دشمن بہت جلد واپس آئے گا۔

موکی نے فوج کو رکنے کا حکم دیا۔ وہ یہ سمجھ چکا تھا کہ بدر بن مغیرہ نے اہل غرناطہ کو مصلحتاً اپنی تجاویز سے آگاہ نہیں کیا۔ وہ یہ بھی اندازہ لگا چکا تھا کہ ندی کے پاس پہنچ کر دشمن کے لئے بدر بن مغیرہ کے تراکش کے آخری تیر کس قدر خطرناک اور تباہ کن ثابت ہوں گے۔

فرڑی نید نے یہ سمجھ کر کہ دشمن ان کا تعاقب چھوڑ چکا ہے ندی سے کچھ فاصلے پر گھوڑا روکا۔ اپنے منتشر دستوں کو جمع کیا لیکن دائیں اور بائیں بازو سے دشمن کے سواروں کی آہٹ پا کر اس نے فوج کو آگے بڑھنے کا حکم دیا۔ ندی کے کنارے پہنچ کر شکست خورده فوج کو ایک نئی پریشانی کا سامنا کرتا پڑا۔ پہلی ٹوٹا ہوا تھا اور اس پاس ان سپاہیوں کی لاشیں بکھری ہوتی تھیں جنہیں فرڑی نید نے اس پہلی کی حفاظت پر متعین کر رکھا تھا۔

اہل قسطلہ کو پہلی بار یہ احساس ہوا کہ ندی کے پار ایک نئی مصیب ان کا انتظار کر رہی ہے لیکن فرڑی نید کے لئے سوچنے کا وقت نہ تھا۔ اُس نے فوج کو ندی عبور کرنے کا حکم دیا۔ ندی کا پاث زیادہ نہ تھا۔ پانی بھی مشکل سے سواروں کی رکابوں تک پہنچتا تھا لیکن کنارے بلند تھے۔

جونہی اگلی صفحہ کے سواروں کے گھوڑے پانی میں کوئے۔ بہتے ہوئے پانی کے دھیمے راگ نے ایک ہنگامے کی صورت اختیار کر لی۔ دوسرے کنارے سے اللہ اکبر کی صد اباند ہوتی اور اُس کے ساتھ ہی درختوں کی آڑ سے تیروں کی بارش ہونے لگی۔

سوار زخمی ہو کر پانی میں گر رہے تھے اور گھوڑے بدحواس ہو کر ادھر ادھر بھاگ رہے تھے۔ انہوں نے اپنے گھوڑوں کی بائیں موڑ لیں اور پیچھے ٹھنے لگے اور ندی

سے جونچ گئے وہ بھی واپس مڑنے لگے۔ اتنی دیر میں دائیں بازو سے تعاقب کرنے والے سواران کے سر پر پنج چکے تھے۔ اب صرف عقب خالی تھا لیکن جب وہ پیچھے مڑے تو تھوڑی دور جانے کے بعد مویٰ کے تیر اندازوں کی زد میں آ چکے تھے۔ تیروں کی زد سے گزرنے کے بعد ان کے سامنے نیزہ بازوں کی دیوار کھڑی تھی۔ منصور بن احمد دایاں بازو چھوڑ کر غرناطہ کے سواروں کے ساتھ چکا تھا۔ اہل قسطلہ دائیں طرف مڑے۔ اب ان کی کوشش یہ تھی کہ ندی کے ساتھ ساتھ جنوب کی طرف بڑھتے جائیں اور کسی محفوظ مقام سے ندی عبور کر لیں لیکن ندی کے دوسرے کنارے اب سواروں کا ایک دستہ ان کے ساتھ ساتھ بڑھ رہا تھا اور وہ بھاگتے ہوئے تیر بھی بر ساتے جا رہے تھے۔ جنوب کی طرف زو نیل عبور کرنے کے سوا اس کے لئے کوئی راستہ نہ تھا۔ یہ ندی جس کے کنارے کے ساتھ ساتھ اس کی فوج کا تعاقب ہو رہا تھا اسی دریا سے نکلتی تھی۔ عقب اور دائیں ہاتھ سے تعاقب کرنے والے انہیں بُری طرح ندی کی طرف دھکیل رہے تھے۔ ندی کے دوسرے کنارے سے تیر اندازوں کا دستہ جوتا زہ دم گھوڑوں پر سوار تھا ان پر لگاتار تیروں کی بارش کر رہا تھا۔

دریا کے قریب پہنچ پہنچ فرڈی نید کی فوج کے بے شمار گھوڑے اپنے سواروں کے بو جھ سے نجات حاصل کر چکے تھے۔ مجاہدین نیزوں کی بجائے تلواروں سے ان کا قتل عام کر رہے تھے۔ ان کے بازو شل ہو چکے تھے لیکن فتح کی خوشی میں ہر شخص دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کر رہا تھا۔ بدربن مغیرہ کو اپنے دائیں ہاتھ غرناطہ کا ایک سوار دکھائی دیا۔ چاند کی روشنی میں اس کی زرہ اور خود چمک رہے تھے لیکن بدربن مغیرہ کو جس چیز نے اس کی طرف متوجہ کیا وہ اس کا خوب صورت گھوڑا تھا۔ یہ سوار دشمن کے چند پا ہیوں کو موت کے گھاٹ اٹا کر آگے نکل گیا۔ قسطلہ کے

ایک سوار نے اُس کے نیزے سے زخمی ہو کر اپنا گھوڑا موڑ کر اُس پر حملہ کیا۔ غرناطہ کے سوار نے اپنی تلوار سے اُس کاوار روکا لیکن اتنی دیر میں پچھے سے قسطلہ کا ایک اور سپاہی اسے نیزے سے زخمی کر کے آگے نکل گیا۔ اس سوار نے زخمی ہونے کے باوجود اپنا گھوڑا نہ روکا اور یکے بعد دیگرے دو اور آدمیوں کو موت کے گھاث اُتار دیا

-

بدر بن مغیرہ کے منہ سے بے اختیار تحسین کے الفاظ نکل گئے۔ اور اس نے قریب پہنچ کر کہا۔ میں تمہاری بہادری پر خوش ہوں۔ لیکن دشمن کے نیچے میں گھسنے کی ضرورت نہیں۔

تمہوڑی دیر بعد جب دوسری دفعہ بدر بن مغیرہ کی نگاہ غرناطہ کے اُس سوار پر پڑی تو وہ نہ حال ہو کر اپنی زین پر جھکا ہوا تھا۔

بدر بن مغیرہ نے گھوڑا آگے بڑھا کر کہا۔ تم زخمی ہو۔ سوار کے ہاتھ سے تلوار گر پڑی۔ اور اُس کے ہتھے پر سرٹیک دیا۔ بدر بن مغیرہ نے اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اُسے اپنے گھوڑے پر ڈال لیا۔

آدمی رات کے وقت فرڑی نید کی رہی۔ سہی فوج دریا عبور کر رہی تھی اور مجہدین ان پر تیروں کی بارش کر رہے تھے۔ یہ فرڑی نید کی زندگی کی سب سے بُری شکست تھی۔

(۶)

اس عظیم الشان فتح کے بعد موکی گھوڑے سے اُتر اور دیر تک سر بجود رہا۔ اس کے ہونتوں سے بار بار یہی دنائلی رہی تھی۔ اے غفور الرحیم! ہم اس قابل نہ تھے۔ یہ تیرا انعام ہے۔ یہ تیری رحمت ہے۔ اور پھر اُس نے اٹھ کر اپنے ساتھیوں کی

طرف دیکھا۔ بدر بن مغیرہ چند قدم کے فاصلے پر بشیر کو آوازیں دے رہا تھا۔ موئی نے بھاگ کر اس کے گھوڑے کی باگ پکڑ لی اور اس کا ہاتھ کھینچ کر ہونتوں سے لگایا اور کہنے لگا۔ بدر! اپنا خود اتار دو اہل غرناطہ اس فرشتے کی صورت دیکھنے کے لیے بیقرار ہیں جو اپنے ساتھ خدا کی ہزاروں حمتیں لے کر آیا ہے۔

بدر نے جواب دیا۔ اس وقت صرف دو صورتیں دیکھنے کے قابل ہیں جن کی پیشانیوں پر شہادت کا خون چمک رہا ہے۔ اس فتح کے بعد مجھے اپنے آپ کو ظاہر کرنے پر اعتراض نہیں لیکن ابھی لوگوں کی توجہ میری طرف مبذول نہ کیجئے۔ فرڈی نید کی پیادہ فوج ابھی تک اس علاقے میں بکھری ہوئی ہے ہمیں انہیں نکل جانے کا موقع نہیں دینا چاہتے۔ یہ کہتے ہوئے بدر بن مغیرہ نے اپنے خود کا نقاب اور پرائحا دیا۔

موئی نے کہا۔ انشاء اللہ ان میں سے بہت سے کم فتح کر جاسکیں گے۔ میں چاہتا ہوں کہ ہمارے گھوڑے ذرا تازہ دم ہو لیں۔

اتنی دیر میں محسن، منصور اور فوج کے دوسرے افسران کے گرد جمع ہو گئے۔ بدر بن مغیرہ نے کہا۔ منصور! آج تم میری تلوار اور میرے گھوڑے کے حقدار ہوں۔ مجھے یقین نہ تھا کہ تم اس زمین کے نشیب و فراز سے اس قدر واقف ہو۔ مجھے تم پر خیر ہے۔

بہادر سالار کے لئے اپنے محبوب قائد کے یہ الفاظ ایک بہت بڑا انعام تھا۔

بدر بن مغیرہ نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔ بشیر ابھی تک نہیں آیا۔ خدا کرے وہ فتح گیا ہو۔

بیشتر کہاں ہے؟ موئی نے چونک کر کہا۔

میں ندی کے پار آپ کے فوج کے ایک زخمی کو چھوڑ آیا تھا۔ میں نے بشیر کو اس

کی مرہم پٹ کے لئے بھیجا ہے۔ اس کا سفید گھوڑا نہایت خوبصورت تھا اور لباس سے بھی وہ آپ کی فوج کا کوئی بڑا افسر معلوم ہوتا تھا۔ وہ بہادر ضرور ہے لیکن بہت زیادہ جو شیما ہے۔ میں اُسے دیکھنا چاہتا ہوں۔ میرے خیال میں وہ بہت بُری طرح زخمی ہوا ہے۔

ایک سوار نے آگے بڑھ کر موئی سے کہا۔ سلطان کا کوئی پتہ نہیں چلتا۔ بعض آدمیوں نے ان کا خالی گھوڑا دیکھا ہے۔

بدر بن مغیرہ کے چہرے پر قدرے اضطراب کے آثار نمودار ہوئے اور اس نے کہا۔ میرا خیال تھا غرناطہ کے سپاہی اب لاشوں کے بوجھ سے نجات حاصل کر چکے ہوں گے۔ اگر سلطان سے مراد ابو عبد اللہ ہے تو مجھے ڈر ہے کہ وہ پھر ایک بار غرناطہ پہنچ کر سپاہیوں کے لئے شہر کے دروازے بند کرنے کا حکم نہ دے چکا ہو۔

منصور نے کہا۔ میں نے اُسے دیکھا ہے لیکن آپ یہ سن کر حیران ہوں گے کہ مجھے اپنی مرضی کے خلاف اُسے دو تین مرتبہ داد دینی پڑی۔ جب ابو محسن نے بتایا کہ ابو عبد اللہ ہے تو مجھے یقین نہیں آتا تھا۔

موئی نے کہا۔ میں شہر کی بجائے اُسے میدان میں بے ضرر سمجھ کر اپنے ساتھ لے آیا تھا۔

بدر کچھ کہنا چاہتا تھا کہ بشیر گھوڑا بھگاتا ہوا اس کے قریب پہنچا اور بولا۔ وہ زخمی آپ سے ملنے کے میقرار ہے۔

بدر نے سوال کیا۔ کسی حالت ہے اُس کی؟
پسلی میں زخم ہے لیکن انشاء اللہ نجح جائے گا۔

زخمی زیتون کے ایک درخت کے ساتھ نیک لگائے بیٹھا تھا۔ چند پاہی اس کے گرد کھڑے تھے۔ بدر بن مغیرہ اور اس کے ساتھیوں کو دیکھ کر سپاہی ایک طرف ہٹ گئے۔ بدر مخواڑے سے اُتر کر زخمی کے قریب پہنچا۔ پہلی نگاہ میں بدر بن مغیرہ اُسے پہچان نہ سکا۔ لیکن جب اُس نے زمین پر ایک زانو نیک کر غور سے اُس کی طرف دیکھا تو اپنے رُگ و ریشے میں ایک کیپکی سی محسوس کرنے کے بعد کھڑا ہو گیا۔ زخمی نے گردن اور پاٹھامی اور خیف سی آواز میں کہا۔

آج آپ نے ایک ایسے آدمی کی جان بچائی ہے جسے زندہ رہنے کا کوئی حق نہ تھا۔ میں آپ کا مجرم ہوں، میں آپ کا قاتل ہوں۔ میں اپنے گناہوں پر نادم ہوں اور آپ کو یہ حق ہے کہ آپ میرے لیے بدترین سزا تجویز کریں۔

بدر بن مغیرہ خاموش کھڑا اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کے سامنے ابو عبد اللہ تھا۔ وہ ابو عبد اللہ حس کی ملت فروشی کی داستان انڈس کے ہرجاہد کے دل پر نقش تھی جسے بھول جانا یا معاف کر دینا بدر بن مغیرہ جیسے انسان کے بس کی بات نہ تھی۔

وہ اپنے دل میں کہہ رہا تھا۔ کاش! اس خوشی کے موقع پر میں تمہاری صورت نہ دیکھتا۔

مویک، بشیر، ابو محسن اور منصور، بدر بن مغیرہ کے پیچھے کھڑے خاموشی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہے تھے۔ بدر بن مغیرہ کے چہرے سے اس کے تاثرات کا اندازہ لگانا مشکل نہ تھا۔

ابو عبد اللہ اچانک اٹھا اور لڑکھڑا تا ہوا ایک قدم بڑھ کر بدر بن مغیرہ کی طرف دیکھنے لگا۔ اس کے ہونتوں سے درد میں ڈوبی ہوئی آوازنگلی۔ تم مجھے قتل کیوں نہیں

کر دیتے۔ میرے گناہوں کا بوجھا ب میرے لئے ناقابل برداشت ہو چکا ہے۔

ابو عبد اللہ کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔ بدربن مغیرہ ایک چٹان کی مانند کھڑا تھا۔ ابو عبد اللہ نے پھر کہا۔ میں زندگی کے عذاب سے نجات حاصل کر چکا تھا۔ دشمن کے گھوڑے میری لاش رومن نے کو تھے لیکن تم نے مجھ پر ظلم کیا۔ خدا کے لیے مجھے قتل کر دو۔ اس زمین کے لئے میر ابو جھنا قابل برداشت ہو چکا ہے۔ وہ رورہا تھا۔

بدربن مغیرہ کے دل میں ابو عبد اللہ جیسے غدار کے لئے رحم کی کوئی گنجائش نہ تھی۔ لیکن مجاہد انہائی غصے کی حالت میں بھی اگرے ہوئے دشمن پر وار کرنے کا عادی نہ تھا۔ اس نے کہا۔ ابو عبد اللہ! تمہارے آنسو مجھے متاثر نہیں کر سکتے۔ لیکن تمہاری قبابر خون کے نشان ہیں۔ میدان جنگ میں تمہارا خون شہیدوں کے ساتھ مل چکا ہے۔ میں تم پر ہاتھ نہیں اٹھا سأتم۔ جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے میں تمہیں معاف کرتا ہوں لیکن قوم کے مجرم کو صرف قوم ہی معاف کر سکتی ہے۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ اہل غرناطہ حماقت کی حد تک فیاض ہیں۔ وہ تمہارے دامن پر خون کے نشان دیکھ کر تمہارا ماضی بھول جائیں گے۔ وہ تمہیں دیکھے سلطان ابو عبد اللہ زندہ باد کے نعرے لگائیں گے۔ لیکن ابو عبد اللہ! خدا کے لئے ایسی فیاض اور ایسی سادہ دل قوم کو دوبارہ دھوکا دینے کی کوشش نہ کرنا۔ میری بات پر یقین کرو کہ اگر اس میدان کی بجائے الحمراء کے ایوانوں میں ہماری ملاقات ہوتی تو میری تلوار شاید تمہیں بو لئے کا موقع بھی نہ دیتی۔ میں اہل غرناطہ کے احتجاج کے باوجود اس شخص کا سر قلم کئے بغیر نہ رہتا جس نے تاج پہننے کے شوق میں دشمن کے ہاتھ قوم کی بیٹیوں کی عصمت فروخت کی تھی۔ لیکن اس وقت تم قوم کے ایک سپاہی ہو۔ تمہاری تلوار دشمن کے خون میں نہہ چکی ہے اور تمہارے خون کے چند قطرے شاید تمہاری ماضی کی سیاہی دھوڈا لیں۔

ابو عبد اللہ کی قوت جواب دے چکی تھی۔ وہ اڑکھڑاتا ہوا پیچھے ہٹا اور درخت کا
سہارا لے کر بولا۔ تم بہت فیاض ہو لیکن میں جانتا ہوں کہ سمندر کا تمام پانی بھی
میرے دامن کی سیاہی دھونے کے لئے کافی نہیں۔ کاش! تم مجھے موت کی آنغوш
سے چھیننے کی کوشش نہ کرتے۔ اس نے نڈھال سا ہو کر آنکھیں بند کر لیں۔ وہ گرنے
کو تھا کہ بشیر نے آگے بڑھ کر اسے سہارا دیا اور آہستہ سے اُسے زمین پر لٹا دیا۔

بدر بن مغیرہ نے گھوڑے کی رکاب میں پاؤں رکھتے ہوئے کہا۔ بشیران کی
حافظت تمہارے ذمے ہے۔ ہمارا بہت سا کام باقی ہے۔ موسیٰ، منصور اور ابو محسن بھی
گھوڑوں پر سوار ہو گئے۔

فرڈی نید کی پیادہ فوج جو سواروں سے پیچھے رہ گئی تھی۔ انہائی انتشار کی
حالت میں ادھر ادھر بھاگ رہی تھی اور غرناطہ کے سواروں کے دستے انہیں لگھیر لگھیر کر
موت کے گھاث اٹا رہے تھے۔ جو باغات اور فضاؤں میں چھیننے کی کوشش کر رہے
تھے ان کا کھونج لگانے کے لئے غرناطہ کی پیادہ فوج کے دستے پہنچ چکے تھے۔ بھاگتے
ہوئے دشمن پر آخری ضرب لگانے کے لئے شہر کے بوڑھے اور کمن اڑکے بھی
میدان میں نکل آئے تھے۔ طلوع آفتاب سے پہلے میدان صاف ہو چکا تھا۔ قدم
قدم پر دشمن کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔ قیدیوں کی تعداد پانچ ہزار کے لگ بھگ تھی
اور ہلاک ہونے والے چار گنازیا وہ تھے۔

(۸)

فاتح اشکر نے دریائے زو نیل کے کنارے صبح کی نماز ادا کی۔ موسیٰ کے اصرار
پر بدر بن مغیرہ نے امامت کے فرائض ادا کئے۔ نماز کے بعد اس کی مختصر سی دعا یہ تھی۔
اے جزا اور سزا کے مالک! ہمیں اپنے اساف کا ایمان عطا کر۔ ہمارا سر تیرے سوا

کسی کے سامنے نہ جھکے، اور ہمارا دل تیرے سو اکسی سے مرعوب نہ ہو۔ ہمیں اپنی اطاعت کے لئے جینے کی توفیق دے اور اپنے پیارے بھی کے دین کا بول بالا کرنے کے لئے مرنے کی ہمت عطا کر۔ آمین!

دعا کے بعد بدربن مغیرہ تھوڑی دیر خاموش کھڑا رہا۔ عقاب کی وادی کے مجاہد ختر کے ساتھ اپنے راہنماء کی طرف دیکھ رہے تھے اور اہل غرناطہ کی خاموش نگاہیں اپنے محسن کے لئے عقیدت، محبت اور تشکر کے جذبات کا اظہار کر رہی تھیں۔ بدربن مغیرہ نے کہا۔

”میرے بزرگوار اور بھائیو! تمہیں یہ شاندار فتح مبارک ہو لیکن یہ سمجھ لیما کہ اس جنگ کے بعد تم مستقبل کے خطرات سے نجات حاصل کر چکے ہو۔ تم نے دشمن کو فقط غرناطہ کی چار دیواری سے پیچھے ہٹایا ہے لیکن تمہاری سلطنت کا پیشتر حصہ ابھی تک دشمن کے قبضہ میں ہے اور یہ کھوئی ہوئی سلطنت دوبارہ حاصل کرنے کے بعد بھی تمہارا کام ختم نہیں ہو گا جب تک تم سارے اندرس پر قابض نہیں ہوئے تم اطمینان کا سانس نہیں لے سکتے۔ اگر تم اس فتح کے بعد سو گئے تو یاد رکھو کہ قدرت سونے والوں کو بار بار نہیں جگاتی۔ جب تک وہ کسی قوم میں زندگی کی علامات دیکھتی ہے تو وہ اُسے جھنجھوڑتی ہے لیکن جب وہ مایوسی ہو جاتی ہے تو اُسے لوریاں دے کر موت کی نیند سلا دیتی ہے۔ اندرس کے مسلمان تمہارے ان حکمرانوں کے اعمال کی سزا بھگت رہے ہیں جو اس عظیم الشان سلطنت کے پیشتر علاقے دشمن کے حوالے کرنے کے بعد غرناطہ کی چپے بھر زمین کو اپنے لئے کافی سمجھ کر آرام کی نیند سو گئے تھے۔ صدیوں تک اندرس کے مظلوم مسلمان اس بات کا انتظار کرتے رہے کہ غرناطہ سے اُن کے بھائی اُن کی مدد کے لئے آئیں گے لیکن تم سوچتے رہے۔ اندرس میں تمہارے بھائی ظلم اور

استبداد کی چکی میں پستے رہے۔ وحشت اور بربریت کا ہاتھ تمہاری قوم کی بیٹیوں کی عصمت اور ناموس کے دامن کوتار کرتا رہا لیکن تم سونے رہے۔ تمہاری غیرت کو جوش نہ آیا۔ ان کے ہونتوں سے فریادِ اُنکھی رہی، ان کی آنکھوں سے آنسو بہتے رہے لیکن تم ٹس سے مس نہ ہوئے۔ تم مسرت کے نغموں سے دل بہاتے رہے۔

ابوالحسن اپنے اسلاف کی کوتا ہیوں کی تلافس کرنے کے لئے اٹھا لیکن رباب کی میٹھی تانوں میں سونے والوں کو تلوار کی جھنگارنا گوار محسوس ہوتی اور تم نے اس مردِ مجہد کے ہاتھ باندھ دئے۔

تم اس وقت بیدار ہیئے جب سیاہ تمہارے گھروں کے دروازوں تک پہنچ چکا تھا۔ تمہارے امراء نے پہلی بار یہ محسوس کیا کہ عوام کی جھونپڑیوں کے علاوہ ان کے محل بھی خطرے میں ہیں۔ میں اُسے خدا کی رحمت سمجھتا ہوں۔ لیکن یاد رکھو! تمہاری یہ فتح منزل کی طرف پہاقدم ہے۔ منزل ابھی دور ہے۔ تمہارے راستے میں ابھی سینکڑوں ایسی خندقیں ہیں جنہیں تم کو اپنی لاشوں سے پاٹنا ہے۔ تم نے اپنی زندگی کے اریک اُفق پر ابھی ہلکی سی روشنی دیکھی ہے۔ اگر تم جا گتے رہے تو صبح دور نہیں لیکن خدا نخواستہ اگر تم پھر سو گئے تو تمہاری یہ فتح ڈوبتے ہوئے سورج کی آخری روشنی ہوگی۔

میں دشمن سے مروع بنه لیکن تمہیں اس کے متعلق غلط فہمی نہیں ہوئی چاہیے۔ اس کے وسائلِ لامحدود ہیں۔ اس کی افواج کی تعداد ہم سے کہیں زیادہ ہے۔ فرانس روم اور یورپ کے دوسرے عیسائی ممالک اُس کی پشت پر ہیں۔ وہ ہمیں مٹانے کے لئے ایک جھنڈے تلے جمع ہو گئے ہیں اور اس کے بر عکسِ المیر یا اور مالکہ چھن جانے کے بعد ہم باقی اسلامی ممالک سے کٹ چکے ہیں۔ دشمن نے ہمیں چاروں طرف

سے گھیر رکھا ہے۔ لیکن ان سب باتوں کے باوجود اگر مجھے اس بات کا اطمینان ہو کہ تم اب اپنی آز شتہ نلطيوں کا اعادہ نہیں کرو گے تو میں یقین کے ساتھ کہہ سئتا ہوں کہ دنیا کی کوئی طاقت تمہیں مغلوب نہیں کر سکتی اور اگر تم نے اپنے مااضی سے سبق نہ سیکھا۔ اگر تم دشمن کو متعدد طاقت کا مقابلہ کرنے کے لئے ایک ہو جانے کی بجائے ان منافقین کے اشاروں پر چل کر آپس میں اڑتے رہے جو تم میں نسلی منافرتوں پھیلاتے ہیں تو یاد رکھو! جس طرح باقی اندلس میں تمہارے بھائی اپنے بزرگوں کی نسلی بھگت رہے ہیں اسی طرح غرناطہ میں تمہاری آنے والی نسلیں تمہارے گناہوں کا بوجھاٹھائیں گی۔

دشمن کی چالوں سے خبردار ہو اور دشمن سے زیادہ اپنے غداروں سے خبردار رہو۔ اس میں شک نہیں کہ اس اڑائی میں ان میں سے اکثر نے تمہارا ساتھ دیا ہے۔ اور بعض کے دامن کی سیاہی اُن کے خون سے ڈھل چکی ہے۔ لیکن یہ ممکن ہے کہ مشکل کے وقت یہ لوگ پھر ایک بار تمہیں دھوکا دے جائیں۔ ان لوگوں پر کڑی گنگرانی رکھو اور انہیں اپنی نلطيوں کو دُھرانے کا موقع نہ دو۔ یہ اُسی صورت میں ممکن ہے کہ تمہاری قوت محاسبہ بیدار ہو اور تمہارے قومی کردار میں غداروں اور ملت فروشوں کے لئے رحم کی کوئی گنجائش نہ ہو۔

یہ پہلی جنگ ہے جس میں ابو عبد اللہ نے شاید خلوصِ دل سے قوم کا ساتھ دیا ہے۔ اور میں یہ دعا کرتا ہوں کہ وہ آئندہ بھی قوم کا ساتھ دیتا رہے لیکن تم اُسے یقین دلا دو کہ وہ آئندہ قوم کو دھوکا دینے میں کامیاب نہیں ہوگا۔

دشمن اس شکست کے بعد خاموش نہیں بیٹھے گا۔ وہ ایک بہت بڑی قوت کے ساتھ دوبارہ حملہ کرے گا اور تمہیں آج ہی سے اس کے مقابلے کی تیاری شروع

کر دینی چاہیے۔ یہ تمہاری خوش قسمتی ہے کہ قدرت نے تمہیں موئی جیسا راہنمادیا
ہے۔

مجھے جلد واپس پہنچنا ہے۔ ممکن ہے کہ دشمن ہمارے علاقے کا رُخ کرے لیکن
میں یہ وعدہ کرتا ہوں کہ جب میری ضرورت ہوگی تم مجھے اپنے پاس موجود پاؤ گے“
بدربن مغیرہ کے بعد موئی نے اٹھ کر تقریر کی۔

مسلمانو! آج سے چار سال قبل جب نصرانیوں نے ہمارے اندر ولی انتشار
سے فائدہ اٹھا کر ہماری سلطنت کے بیشتر حصے ہم سے چھین لئے تھے تو قدرت نے
یوسف بن تاشفین کو ہماری مدد کے لئے بھیجا تھا اور اس مردِ مجاهد نے مسلمانوں کو ایک
ایسے دشمن سے نجات دلائی تھی جس نے ان پر عرصہ حیات ٹنگ کر رکھا تھا اور جب
آج ہماری قوم کے غدار دشمن کے لئے ہمارے گھروں کے دروازے کھول چکے
تھے، جب منافقین کا گروہِ ذلت کے چند نکڑوں کے عوض ہمیں فرڈی نید کی غالی کی
بیڑیاں پہنچا کر تھا۔ بدربن مغیرہ ہمارے لئے فرشتہِ رحمت بن کر آیا۔

کل کا آفتاب تمہارے چھروں پر مایوسی کی لھٹائیں دیکھ رہا تھا اور آج کا
آفتاب تمہارے ہونتوں پر سرست کی مسکراہیں دیکھ رہا ہے۔ سرحد کے مجاهدین نے
تمہیں ایک بھولا ہوا سبق یاد دلایا ہے اور وہ یہ ہے کہ مسلمان کی طاقت کا راز اس کی
تعداد میں نہیں اس کے ایمان میں ہے۔

تاریخ اس بات کی شہادت دیتی ہے کہ مسلمانوں نے اگر کبھی شکست کھائی
ہے تو اپنوں کی غداری کے باعث، دشمن کی طاقت سے نہیں۔ ہماری آج کی فتح اس
بات کا ثبوت ہے کہ ہم اس گئی گزری حالت میں بھی دشمن کی بڑی سے بڑی قوت کو
کچل سکتے ہیں۔ ہم نے آج تک جو کچھ کھویا ہے اپنی ناطقیوں کے سبب کھویا ہے۔ تم

نے غداروں کا کہا مانا، تم نے منافقین کا ساتھ دیا۔ تم نے خدا کا آسرا چھوڑ کر فرڈی نیڈ کا سہارا لیا۔ اور تم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ بسطہ، المیر یا اور مالقہ میں تمہارے اعمال کی سزا تمہارے پچوں، بوڑھوں اور عورتوں کو مل رہی ہے۔ تم اس وقت میدان میں آئے جب تم نے یہ دیکھا کہ اب لڑنے کے سوا کوئی چارہ باقی نہیں رہا۔ تمہیں آگ بجھانے کی فکر اس وقت ہوئی جب تمہارے گھر قریباً جل چکے تھے۔ میں اس خوشی کے موقع پر ماضی کی تخيیلوں کو دُھرانا نہیں چاہتا۔ لیکن یاد رکھو! کہ ہم نے ایک لڑائی جیتی ہے لیکن ابھی جنگ باقی ہے۔ ایک طویل اور صبر آزماجنگ جس سے عہدہ برآ ہوئے بغیر ہم ملک میں چین کا سانس نہیں لے سکتے اور اس جنگ میں آخری فتح حاصل کرنے کے لئے ہمیں اپنی ان تمام بیماریوں کا علاج کرنا پڑے گا جن کے باعث ابو الحسن، الزنفل کی شامدار فتوحات شکستوں میں تبدیل ہو گئیں۔ ہمیں قوم کے ان غداروں سے نجات حاصل کرنا پڑے گی جو ہماری عزت اور آزادی کو چند کوڑیوں کے عوض دشمن کے ہاتھ فروخت کر چکے تھے۔ ہمیں غرناطہ کو ان بُردوں سے پاک کرنا پڑے گا جن پر دشمن کی قوت کارعب چھایا ہوا ہے۔ ہمیں ان شرپسندوں سے باخبر رہنا چاہیے جو غرناطہ میں ہسپانوی، بربری اور عربی کی نزاع پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ الحمراء ابھی تک منافقین کے وجود سے پاک نہیں ہوا اور تم میں سے بعض شاید یہ بھی سمجھتے ہوں کہ ابو عبد اللہ کے ناراض ہو جانے کے خوف سے میں قوم کے ان مجرموں پر ہاتھ نہیں ڈالوں گا جو ابھی تک فرڈی نیڈ کے آله کا رہیں۔ لیکن میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر مجھے ابو عبد اللہ کی نیت پر بھی شک ہوا تو میں اس کا دامن پکڑ کر تمہارے سامنے لے آؤں گا! اور تم سے یہ کہوں گا کہ اس نے توبہ کے بعد قوم کو دھوکا دیا ہے۔ اب اس پر رحم کرنا گناہ ہے۔ ابو عبد اللہ

نے میرے ساتھ وعدہ کیا ہے کہ وہ قوم کے کسی غدار کی سفارش نہیں کرے گا میں تمہارے سامنے اعلان کرتا ہوں کہ میں ہر اُس معاملہ میں جس کاغز ناطہ کی حفاظت کے ساتھ تعلق ہو ابو عبد اللہ کی مداخلت برداشت نہیں کروں گا اور مجھے تم سے یہ امید ہے کہ اگر خدا نخواستہ مجھ سے بھی کسی قومی گناہ کا ارتکاب ہو جائے تو مجھے معاف نہیں کرو گے۔

غرناطہ کے ایک بوڑھے سردار نے اٹھ کر کہا۔ ہم سب کی یہ خواہش ہے کہ
ہمارے سرحدی بھائی غرناطہ سے ہو کر جائیں۔ لوگ بدر بن مغیرہ کو دیکھنے کے لئے
بے تاب ہوں گے۔

موکیٰ نے بدر بن مغیرہ کی طرف دیکھا لیکن اُس نے سر ہلا دیا۔ موکیٰ نے بیوڑھے سے مخاطب ہو کر کہا۔ تھوڑی دیر پہلے میری بھی یہی خواہش تھی کہ میں اپنے محسن کو کم از کم ایک دن کے لئے غرناطہ لے جاؤں لیکن بدر بن مغیرہ سے تبادلہ خیالات کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ تمیں خود بھی ابھی غرناطہ میں جانا چاہتے ہیں۔ ہم اپنی پیش قدمی جاری رکھیں گے۔ اہل غرناطہ کی بجائے ان شہروں کے لوگ زیادہ بے قراری سے ہماری راہ دیکھ رہے ہیں جن پر ابھی تک ہمارے دشمن کا قبضہ ہے۔

لوشہ کا حاکم

(۱)

لوشہ کا گورنر ابو داؤد اپنے محل کے ایک کمرے میں بیٹھا سر کاری کا نزدات دیکھ رہا تھا اس کا دربان کمرے میں داخل ہوا اور کچھ دیر خاموش کھڑا رہا۔ جب چند منٹ تک ابو داؤد اس کی طرف متوجہ نہ ہوا تو دربان نے جھوکتے ہوئے کہا۔ ملاقات کے کمرے میں جان مائیکل آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ اگر حکم ہو تو انہیں یہاں لے آؤ۔

جان مائیکل! ابو داؤد نے اٹھتے ہوئے کہا۔ نہیں میں وہی ملوں گا۔ انہیں آئے زیادہ دیر تو نہیں ہوتی۔
وہ بھی آئے ہیں۔

ابو داؤد باہر نکل کر چند قدم برآمدے میں چلنے کے بعد ایک کشادہ کمرے میں داخل ہوا۔ ایک ادھیر عمر لیکن قوی نیکل آدمی اُسے دیکھ کر گرسی سے اٹھا او! ابو داؤد اس کے ساتھ مصافحہ کرنے بعد اُس کے سامنے دوسری کرسی پر بیٹھ گیا۔

ابو داؤد نے جان مائیکل کی طرف غور سے دیکھنے کے بعد کہا۔ اگر میں غلطی پر نہیں تو آپ محاذ پر تھے۔

جان مائیکل نے جواب دیا۔ ہاں لیکن اب میں قسطلہ سے آ رہا ہوں۔ مجھے بادشاہ سلامت نے بعض امور کے متعلق مشورہ کرنے کے لئے وہاں بُلا لیا تھا۔ تو لوشہ میں میرے قائم مقام آپ ہونگے۔

جان مائیکل نے ایک مراسلہ ابو داؤد کے ہاتھ میں دیتے ہوئے کہا۔ یہ بادشاہ سلامت کا فرمان ہے۔ میں حکم کی تعمیل میں یہاں آگیا ہوں ورنہ ایسے نازک وقت

میں ایک سپاہی کامیدان جنگ سے دور رہنا اس کے لئے بہت تکلیف دہ ہے۔

ابوداؤد نے مراسلمہ کھول کر اُس پر سرسری نظر ڈالنے کے بعد کہا۔ میں خوش ہوں کہ انہوں نے آپ جیسے تجربہ کار آدمی کو یہاں بھیجا ہے۔ میں کل ہی قسطله روانہ ہو جاؤں گا۔

لیکن مجھے آپ سے بہت سی ہدایات لیتا تھا۔

ابوداؤد نے کہا۔ میری پہلی اور آخری ہدایت یہ ہے کہ لوشہ کو ہر قیمت پر دشمن سے بچایا جائے۔

اس کے لئے مجھے آپ پر بھروسہ کر سکتے ہیں۔ کل تک یہاں پانچ ہزار مزید پاہی پہنچ جائیں گے۔

اس کے بعد میں صرف یہ کہوں گا کہ دشمن کی تازہ فتوحات نے مقامی مسلمانوں میں کسی حد تک جوش پیدا کر دیا ہے۔ میں نے خطرناک آدمی گرفتار کرنے لئے ہیں۔ اب بغاوت کا کوئی اندر یہ نہیں۔ مسلمانوں کا جوش ٹھنڈا کرنے کے لئے ان کے اکابر کا ایک گروہ کام کر رہا ہے۔ آپ ان کے ساتھ تعاون کریں اور ان کے راستے میں مالی مشکلات حائل نہ ہونے دیں۔ میں جانے سے پہلے آپ سے ان لوگوں کی ملاقات کراؤں گا۔

جان ماٹیکل نے کہا۔ آپ کتنا عرصہ باہر رہیں گے۔

یہ حالات پر منحصر ہے۔ اگر میرے جانے تک تمام علماء جنہیں قسطله پہنچنے کی دعوت دی جا چکی ہے وہاں پہنچ گئے تو میں جلدی آ جاؤں گا۔ ورنہ مجھے شاید دیر لگ جائے۔

میرے خیال میں قرطبه، اشبيلیہ اور دوسرے شہروں سے پانچ سو کے قریب

علماء وہاں پہنچ گئے ہیں

تو قسطلہ میں میرا کام جلد ختم ہو جائے گا۔ لیکن اس کے بعد مجھے دوسرے شہروں میں جانا پڑے گا۔ اچھا یہ بتائیں اب جنگ کی کیا حالت ہے؟ جنگ کی حالت روز بروز مخدوش ہوتی جا رہی ہے۔ اہل غرناطہ ہم سے بہت سا علاقہ واپس لے چکے ہیں۔ غرناطہ کی شکست کے بعد ہم کہیں بھی پاؤں جما کر نہیں اڑ سکے۔

ابوداؤد نے کہا۔ یہ ڈو بنتے ہوئے سورج کی آخری جھلک ہے۔ لیکن اہل غرناطہ اسے طلوع آفتاب کی ابتدائی روشنی خیال کرتے ہیں۔ ایک انواہ سے ہماری انواع بہت پریشان ہیں۔ وہ کیا؟

لوگوں کا خیال ہے کہ سرحدی عقاب کوئی نیا آدمی نہیں بلکہ وہ بدر بن مغیرہ ہے۔ ہماری فوج کے بعض قیدیوں نے جو فرار ہو کر آئے ہیں اس بات کی تصدیق کی ہے۔ بادشاہ سامت کا بھی یہی خیال ہے۔ ممکن ہے ابو عبد اللہ نے اسے قتل نہ کیا ہو۔ ابو داؤد نے کہا۔ اگر ابو عبد اللہ بیوقوف نہ ہوتا تو یہ ممکن تھا۔

کچھ عرصہ پہلے ابو عبد اللہ کے متعلق میری بھی یہی رائے تھی کہ وہ ایک مخبوط الحواس آدمی ہے لیکن اس کی تازہ فتوحات نے مجھے اپنی رائے بدلنے پر مجبور کر دیا ہے۔

ابوداؤد نے کہا۔ میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ اس کے ہاتھوں غرناطہ کی تباہی مقدر ہو چکی ہے۔ جنون کی مختلف کیفیتیں ہوتی ہیں۔ کبھی اس کے جنون کی یہ کیفیت تھی کہ اس نے اپنے باپ اور پچھا کے خلاف بغاوت کر کے ہمارے لئے غرناطہ کی

چار دیواری تک کا راستہ صاف کر دیا تھا۔ اب اُس کے جنون کی کیفیت میں تبدیلی آئی ہے۔ کچھ عرصہ تک یہ کیفیت بھی جاتی رہے گی۔ آپ چند ماہ تک غرناطہ کے متعلق عجیب و غریب خبریں سنیں گے۔

جان مائیکل نے کہا۔ بادشاہ سامت چند ہفتوں تک غرناطہ پر اپنی پوری قوت سے حملہ کرنے کا فیصلہ کر چکے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ اگر آپ کی تدبیر کامیاب ہوئی تو غرناطہ کا محاصرہ زیادہ طویل نہیں کھینچے گا۔ میں یہ پوچھ سئتا ہوں کہ آپ نے کیا تدبیر سوچی ہے۔ کیا آپ غرناطہ میں اندرس کے علماء کا کوئی وفد بھیجننا چاہتے ہیں؟ ابو عبداللہ کے ساتھ مصالحت کی بات چیت کا تو کوئی ارادہ نہیں؟

میں آپ کو صرف اتنا بتا سئتا ہوں کہ الحمراہ پر شہنشاہ فردی نید کی فتح کا پرچم لہرانا میری زندگی کا سب سے بڑا مقصد ہے۔ اس سے قبل ہم بہت سی غلطیاں کر چکے ہیں جواب کوئی غلطی نہیں ہوگی۔ آندھی صرف ان دیواروں کو گرتی ہے جن کی بنیادیں کھو چکی ہوں۔ غرناطہ کے لئے جو مہم میں تیار کر چکا ہوں اس کی کامیابی کے بعد اہل غرناطہ کی قوت مدافعت اس قدر کمزور ہو جائے گی کہ آپ کی فوج کو کسی پریشانی کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔ تام ابھی آپ مجھ سے تفصیلات نہ پوچھیں تو بہتر رہے گا۔ اب میرا سب سے پہلا کام یہ ہے کہ آپ کے قیام کا بندوبست کیا جائے اور آپ کو ان لوگوں کے ساتھ متعارف کیا جائے۔ جو میری غیر حاضری میں آپ کو مفید مشورے دے سکیں گے محل کا ایک حصہ بالکل خالی پڑا ہے۔ میرے بال پچے یہیں رہیں گے۔ تام اگر آپ کو ضرورت ہو تو چند اور کمرے بھی خالی کئے جاسکتے ہیں۔

جان مائیکل نے کہا۔ میں ایک سپاہی ہوں۔ اس کے علاوہ میں اکیلا ہوں

میری ضروریات بہت مختصر ہیں۔ ایک مختصر سامان میری ضروریات کے لئے کافی ہوگا۔ میں آپ کے پھوٹونکلیف دینا مناسب نہیں سمجھتا۔

ابوداؤد نے کہا۔ محل کتابیاں حصہ بالکل خالی ہے۔ آپ دیکھ لیجئے میرے خیال میں وہ آپ کے کافی ہوگا۔

(۲)

رات کے وقت مائیکل نے ابوداؤد کے ہاں کھانا کھایا۔ اس دعوت میں شہر کے چند امراء کے علاوہ اونچے طبقے کی خواتین بھی شریک ہوئیں۔ ربیعہ علالت کا بہانہ کر کے غیر حاضر ہی۔ انجلیا نے بھی سر درد کا بہانہ کیا۔ لیکن ماں کے سامنے اس کی پیش نہ گئی۔ غرناطہ چھوڑنے کے بعد انجلاء کے مزاج میں بہت تبدیلی آچکی تھی۔ ربیعہ کی طرح وہ بھی کسی مجلس میں شریک ہونا پسند نہ کرتی۔ یہ سوتیلی بہنیں ایک دوسرے کی رازدار اور غم خوار تھیں۔ انہیں تہائی میں باتیں کرنے کے لیے موقع کی تلاش رہتی۔ میریا کو یہ احساس تھا کہ اس کی بیٹی ربیعہ کی عادات اور خیالات سے بہت متاثر ہے۔ اُسے یہ شکایت تھی کہ انجلاء اتوار کے دن بھی عبادت کے لئے گرجے میں جانے کی بجائے گھر پر ربیعہ کے پاس رہنا زیادہ پسند کرتی ہے۔ ربیعہ کی طرح وہ کسی سے مانا جانا پسند نہیں کرتی۔ جب میریا کو زیادہ غصہ آتا وہ ربیعہ کو جی بھر کر کوستی اور انجلاء کو اُس سے دور رہنے کی تاکید کرتی لیکن انجلاء مامتا کی کمزوریوں سے واقف تھی۔ وہ علالت کا بہانہ کرنے لیٹ جاتی اور کھانے پینے سے انکار کر دیتی۔ میریا اُسے منانے کی ناکام کوشش کے بعد چلا اٹھتی۔ ربیعہ! ربیعہ!! میں جانتی ہوں جب تک تم نہ کھوگی وہ کھانے کو ہاتھ نہیں لگائے گی۔ تم نے اُس پر جادو کر دیا ہے۔ وہ کھانے بغیر سو جائے گی وہ پہلے ہی سوکھ کر کاٹا ہو چکی ہے۔ وہ سمجھتی ہے کہ

میں اُس کی دشمن ہوں۔ ربیعہ! آخر میں نے کہا کہا تم ہیں؟ کیا سوتیلی ماں کو اتنا بھی
حق نہیں؟

میریا ہار مان کر اپنے کمرے میں چلی جاتی اور تجوڑی دری بعد خادمہ اُسے آکر
بتاتی کہ وہ دونوں کھانا کھا رہی ہیں۔

اس قسم کے واقعات کے بعد چند دن خیریت سے گزر جاتے۔ بارہا میریا نے
دروازوں کی آڑ میں کھڑی ہو کر ربیعہ اور انجلاء کی کانا پھوسی سننے کی کوشش کی لیکن
انجلاء اپنی سوتیلی بہن سے عربی بولنا سیکھ چکی تھی اور وہ یہ زبان تھی جسے اندرس کے
عیسائی حکومت خلاف قانون قرار دے چکی تھی۔ وہ ابو داؤد سے شکایت کرتی لیکن وہ
اسے یہ کہہ کر ٹال دیتا کہ انجلاء عربی زبان سیکھنے کے بعد سلطنت کی نہایت اہم
خدمات سرانجام دے سکے گی۔ اگر کوئی نازک وقت آیا تو ہمیں دشمن کی صفوں میں
انتشار ڈالنے کے لئے ایسی بڑیوں سے کام لینا پڑے گا۔

آج جب میریا نے انجلاء کو دعوت میں شریک ہونے کے لئے کہا تو وہ کوئی
جواب دینے بغیر ربیعہ کے پاس گئی اور اُس سے کہنے لگی۔ ربیعہ! میں وہاں نہیں جانا
چاہتی۔ اُن کی باتیں میرے لئے ناقابل برداشت ہوں گی۔

ربیعہ نے کہا۔ انجلاء یہ ایک مجبوری ہے۔ ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ ہم ہر کام
اپنی مرضی سے کر سکیں۔ تم وہاں جاؤ شاید اُن کے متعلق کوئی نئی بات معلوم ہو جائے۔

جب انجلاء ربیعہ کے کمرے سے باہر نکلی تو میریا دروازے پر کھڑی تھی۔ اس
نے نے کہا انجلاء خدا کے لئے مجھے پریشان نہ کرو جان مائیکل بہت بڑا آدمی ہے۔

ہسپانیہ کی معزز ترین خواتین اس کے ساتھ بات کرنا اپنے لئے باعث فخر بھختی ہیں۔
تم اب جوان ہو مجھے تمہارے مستقبل کی فکر ہے۔ ایسا موقع بار بار ہاتھ نہیں آتا۔

جان مائیکل کی بیوی مرچکی ہے۔ تم آج دیکھو گی کہ لوشه کی خواتین اُسے اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے کس قدر بے قرار ہیں۔

انجلانے برہم ہو کر کہا۔ امی جان! اگر آپ ایسی باتیں کریں گی تو میں ہرگز اس کے سامنے نہیں جاؤں گیا۔

میریا نے پر امید ہو کر کہا۔ انجلاء! تم سمجھدار ہو۔ میں تمہیں کسی فیصلے پر مجبور نہیں کروں گی۔ لیکن ایک مہمان کی عزت افزائی تمہارا فرض ہے۔ وہ بادشاہ کا نائب اور صلیب کا محافظ ہے۔

امی جان میں آپ کے حکم کی تعقیل میں وہاں جاؤں گی ورنہ مجھے اس کے ساتھ کوئی دلچسپی نہیں۔ مجھے ان وحشیوں سے نفرت ہے جن کے دامن معصوم اڑکیوں کی عصمت کے خون سے داغدار ہیں۔

تمہیں ربیعہ نے اپنے مذہب سے بدظن کر دیا ہے۔

انجلانے جواب دیا۔ اگر کوئی مذہب معصوم بچوں کو موت کے گھاث اٹا رہے، بے گناہوں کو قتل کرنے اور سر بازار عورتوں کی بے حرمتی کی اجازت دیتا ہے تو مجھے ایسے مذہب کے نام سے نفرت ہے۔

میریا نے قدرے نام ہو کر کہا۔ انجلاء! جان مائیکل تمہارے باپ کی غیر حاضری میں اس شہر کا گورنر ہو گا۔ میرے خیال میں ہم اُس کے ساتھ مانوں ہو کر اُسے زیادہ متاثر کر سکتی ہیں۔ اب تم تیاری کرو۔ مہمان آنے والے ہیں

(۳)

کھانا کھانے کے بعد جب مہمان رخصت ہو رہے تھے انجلاء آنکھ بچا کر کمرے سے نکلی اور تیزی سے قدم اٹھاتی ہوئی ربیعہ کے کمرے میں داخل ہوئی۔

اُس نے دروازہ بند کر کے سہی ہوئی آواز میں کہا۔ ربیعہ! میں اس سے ڈرتی ہوں۔
وہ بھوکے بھیڑیے کی طرح میری طرف دیکھ رہا تھا۔ مجھے اپنی مرضی کے خلاف اُس
کے قریب بیٹھنا پڑا۔ وہ شراب میں غرق تھا اور اب وہ اسی محل میں رہے گا۔ ربیعہ!
ربیعہ!! میں ڈرتی ہوں۔ وہ کہتا تھا کہ غرناطہ کی فوج یہاں سے تمیں میل کے فاصلہ پر
ایک قلعہ پر قبضہ کر چکی ہے کاش! ہم وہاں جا سکتیں۔

ربیعہ نے اُسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔ انجلاء! خدا کو ہماری بے بُنی کا علم ہے وہ
ہماری مدد کرے گا۔

کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ انجلاء نے بد حواس ہو کر دروازہ کھولا۔ میریانے
جلدی سے اندر داخل ہو کر کہا۔ انجلاء میں شرمسار نہ کرو۔ تمہیں مہماںوں کو رخصت
کرنے سے پہلے نہیں بھاگنا چاہتے تھا۔ مجھے یہ بیانہ کرنا پڑا کہ تم دردرس کی وجہ سے
وہاں نہیں ٹھہر سکتیں۔ باقی مہماں چلے گئے۔ لیکن جان ماں تکل تمہاری تیارداری کرنے
پر مُصر ہے۔ اب خدا کے لئے اپنے کمرے میں جاؤ۔ میں اُسے وہاں لاتی ہوں۔
انجلاء نے جواب دیا۔ وہ شراب سے مدد ہوش ہے۔ میں اُس سے نہیں ملوں گی

وہ اُسے اپنی بے عزتی خیال کرے گا۔
لیکن مجھے اپنی عزت زیادہ عزیز ہے
کچھ دیر مار اور بیٹی کی بحث جاری رہی۔ اتنے میں ابو داؤد کمرے میں داخل
ہوا۔

میریانے اپنے شوہر کی طرف دیکھ کر کہا۔ انجلاء، ربیعہ کے سوا کسی کہا نہیں
مانے گیا۔

ابوداؤ دمیریا کی طرف توجہ دیے بغیر کرسی پر بیٹھ گیا۔ میریا نے پھر کہا انجلاء
اپنے کمرے میں جانے کو تیار نہیں۔ وہ یہ تصحیح گا کہ اُس نے جان بوجھ کر اُس کی
توہین کی ہے۔

ابوداؤ نے معموم لمحے میں کہا۔ ایک شرابی کو اس قدر ذی الحسن نہیں ہونا
چاہتیے۔ میں اُسے اس کے کمرے میں چھوڑ آیا ہوں۔ میریا شاید میں نے اسے اس
 محل میں ٹھہر نے کی اجازت دے کر غلطی کی ہے۔ کاش! میں تمہیں اپنے ساتھ لے
 جاسوںتا۔ وہ میری غیر حاضری میں تمہارے ساتھ بدسلوکی کی جرأت نہیں کر سوئتا لیکن
 پھر بھی تم اڑ کیوں کو اس کی نگاہوں سے دور رکھو۔ نشے کی حالت میں مجھے وہ اس آدمی
 سے مختلف نظر آتا ہے جس کو اپنے مکان کے ایک حصے میں ٹھہر نے کی اجازت دے
 چکا ہوئ

میریا نے کہا۔ میں شہنشاہ فردوسی نید کے نامہ کو اس قدر زیل نہیں سمجھتی کہ وہ
 ابوداؤ نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ تاہم محتاط رہنے میں کیا نقصان
 ہے۔

میریا نے لا جواب سی ہو کر کہا۔ آپ جانتے ہیں کہ انجلاء ربیعہ کی اجازت کے
 بغیر کسی سے بات تک نہیں کرتی اور ربیعہ کسی عیسائی کے ساتھ خواہ وہ فرشتہ ہی کیوں
 نہ ہوا۔ انجلاء کو ملنے کی اجازت نہیں دے گیا۔ اس لئے آپ کا مجھ سے کوئی بات کہنا
 بے سود ہے آپ جو کچھ کہنا چاہتے ہیں ربیعہ سے کہیں۔

ربیعہ نے کہا امی! میں ابا جان کے کہے بغیر بھی اپنا فرض پورا کروں گی۔

تو تمہارے خیال میں میں انجلاء کی دشمن ہوں
 میں نے یہ نہیں کہا۔

تم اسنجلا کو اُس کے ہم مذہبیوں سے دور رکھنا چاہتی ہو۔

میں اُسے بُری نگاہیوں سے دور رکھنا چاہتی ہو

تم نے اُس پر جادو کر رکھا ہے۔ تم اُسے اپنے مذہب کی تعلیم دیتی ہو۔ تم نے اُسے عربی میں باتیں کرنا سکھایا ہے۔ تم نے میری بھولی بھائی اڑکی کے دل میں میرے خلاف انفرت کا نجج بویا ہے۔ تم میری دشمن ہو تو تم ۔۔۔۔۔

اسنجلا نے چلا کر کہا۔ امی! خدا کے لئے ایسی باتیں نہ کرو۔ اگر تمہاری باتوں سے ربیعہ کو میری ساتھ انفرت ہو گئی تو میں زندہ نہیں رہوں گی۔ میں اس محل کے سب سے اوپرے برج پر چڑھ کر چھلانگ لگاؤں گی۔

اسنجلا مامتا کی دلکشی ہوتی رگ چھیڑ پکی تھی۔ میریا نے مرعوب ہو کر اپنی بیٹی کو دیکھا وہ رو رہی تھی۔ بیٹی کی آنکھوں میں حمکتے ہوئے آنسوؤں نے میریا کے ہونٹ سی دئے اور وہ کوئی بات کہے بغیر باہر نکل گئی۔

ابوداؤد نے اُنھیں ہوئے کہا۔ ربیعہ! میں اسنجلا کو تمہیں سونپ کر جا رہا ہوں میریا کی باتوں سے متاثر نہ ہونا۔

(۳)

قسطلہ کے شاہی محل کے ایک وسیع کمرے میں انڈلس کے وہ اکابر اور علمائے دین جمع تھے جو ابو داؤد کی دعوت پر دُور دراز کے شہروں میں آئے تھے۔ اجلاس سے قبل ابو داؤدان میں سے اکثر کے ساتھ تیلیحہ تیلیحہ مل چکا تھا۔ ابو داؤد نے اس اجتماع کے سامنے تقریر کرتے ہوئے کہا۔

بزرگان دین! آج آپ کو جن مسائل پر غور کرنے لیے بلا یا گیا ہے وہ اپنیں میں مسلمانوں کے مستقبل سے تعلق رکھتے ہیں۔ غرناطہ کی چپے بھر زمین اور جھوٹے

سے پیاری علاقہ کے سواباتی تمام اندلس کے مسلمان شہنشاہ فرڈی نید کی رعایا بن چکے ہیں اور جب تک غرناطہ کے ساتھ ہماری جنگ شروع نہیں ہوئی تھی اندلس کے مسلمان اپنے عادل اور حمدل بادشاہ کے سامنے میں آرام کے دن گزار رہے تھے۔ حکمران قوم کی اکثریت ہم پر مہربان تھی لیکن اب آپ کو شکایت ہے کہ عیسائی حکومت آپ کے ساتھ پہلی سی فیاضی کے ساتھ پیش نہیں آتی۔ آپ میں سے بعض یہ سمجھتے ہیں کہ اندلس کے مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ ہو رہا ہے۔ مسلمانوں کو غرناطہ کے جاسوس ہونے کے جرم میں گرفتار کیا جا رہا ہے عیسائی اپنی حکومت کے ساتھ ان کی وفاداری پر شبہ کرتے ہیں۔ یہ واقعات بہت افسوسناک ہیں لیکن اگر آپ خشنڈے دل سے غور کریں تو آپ یہ محسوس کریں گے کہ کچھ کوتاہی ہم سے بھی ہوئی ہے۔ عوام ہمیشہ کوتاہ نظر ہوتے ہیں لیکن ہماری سب سے بڑی بد قسمتی یہ ہے کہ ابھی تک ہمارے علماء نے بھی وقت کے سیاہ کارخ نہیں پہچان۔ ہم میں سے کون ہے جو یہ نہیں جانتا کہ غرناطہ اور قسطلہ کی جنگ چیوٹی اور ہاتھی کا مقابلہ ہے۔ اہل غرناطہ جس راستے پر گامزن ہوئے ہیں وہ صرف تباہی کا راستہ ہے۔ وہ چند ہفتوں یا چند مہینوں کے لئے اپنی تباہی کی تاریخ ماتوی کر سکتے ہیں وہ اپنی تقدیر تبدیل نہیں بدل سکتے۔

اگر یہ مسئلہ صرف غرناطہ اور قسطلہ کی افواج تک محدود ہوتا تو ہم اس قدر پریشان نہ ہوتے اور میں آپ کو یہاں آنے کی تکلیف نہ دیتا لیکن یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ اس جنگ کا ہمارے حال اور مستقبل کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔ اندلس کے لاکھوں مسلمان عیسائیوں کی اکثریت اور ان کی حکومت کے رحم و کرم پر ہیں۔ قسطلہ اور غرناطہ کی جنگ اب اسلام اور عیسائیت کی جنگ بن چکی ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسی

صورت میں اندرس کے مسلمان عیسائیوں سے کسی اچھے سلوک کی توقع نہیں رکھ سکتے
غرناطہ کی لڑائیوں میں اندرس کے جو عیسائی مارے جاتے ہیں ان کے عزیز ہم سے
آن کا انتقام لیتے ہیں اور یہ جنگ جس قدر طول پکڑے گی اُسی قدر ہمارے خلاف
عیسائیوں کا جذبہ انتقام شدید ہوتا جائے گا۔ مجھے اہل غرناطہ کے متعلق کوئی پریشانی
نہیں انہوں نے ایک طاقتور نمائے کے ساتھ جنگ مول یعنی کی حماقت کی ہے اور
انہیں اس کی سزا ملے گی لیکن ہم اندرس میں لاکھوں مسلمانوں کے مستقبل سے بے
اعتنائی نہیں برداشت سکتے۔ ہمارے بچاؤ کی اب صرف ایک صورت ہے اور وہ یہ کہ
غرناطہ کی جنگ جلد ختم ہو جائے۔ جب تک یہ جنگ جاری رہے گی اندرس کی حکومت
کو ہماری وفاداری پر شک رہے گا اور ہمارے ساتھ ان کا سلوک بد سے بدتر ہوتا
جائے گا۔

آپ مجھ سے یہ سوال کریں گے کہ اندرس کے علمائے اسلام اور بزرگان قوم
اس جنگ کو ختم کرنے کے لئے کیا کر سکتے ہیں؟ لیکن پیشتر اس کے کہ میں آپ کو اس
سوال کا جواب دوں میں آپ سے پوچھتا ہوں کیا آپ اس بات کی ضرورت محسوس
کرتے ہیں کہ یہ جنگ جلد ختم ہو جائے؟
ایک شخص نے جواب دیا۔ اندرس کے ہر مسلمان اس بات کی ضرورت محسوس
کرتا ہے

وہ مرے نے اٹھ کر کہا۔ ہم سب آپ سے متفق ہیں
ابوداؤ دکوان لوگوں سے اختلاف کی توقع بھی نہ تھی۔ یہ سب شاہی مہمان تھے
اور ابو داؤ د اجتماع سے فرد افراد انہیں یہ بتا چکا تھا کہ انہیں کس مقصد کے لئے بلا یا گیا
ہے۔ ان علماء کے ہرگز روہ کے لیڈر نے یہ بعد دیگرے اٹھ کر ابو داؤ د کے خیالات

کی تائید کی اور اس سے مضمون ہو کر اپنی تقریر دوبارہ شروع کی۔

حضرات! میں عیسائیوں کو مضمون کرنے کے لئے لوشه اور دوسرا شہروں کے مسلمانوں کو باڈشاہ سلامت کی فوج میں رضا کارانہ طور پر شامل ہونے کی ترغیب دی تھی۔ گزشتہ حملے میں کوئی پانچ سو مسلمان نوجوانوں نے حکومت کی فوج کا ساتھ دیا لیکن بد قسمتی سے ان میں سے اکثر جذبات میں آکر غرناطہ کی فوج سے جا ملے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں پر عیسائیوں کا رہا۔ سہماً اعتقاد جاتا رہا اور مختلف شہروں میں جو افسوسناک واقعات ہوئے وہ اسی کا نتیجہ تھے۔

مجھ سے یہ غلطی ہوتی کہ میں نے ایسے کوتاہ اندیش لوگوں پر اعتماد کیا جو جذبات کی رو میں بہہ جانے والے تھے۔ اب میں آپ حضرات کو ایک بڑی مہم سونپ رہا ہوں۔ آپ کو اندرس کے مسلمان پناہ گزینوں کی حیثیت میں غرناطہ جانا پڑے گا۔ وہاں پہنچ کر آپ غرناطہ کے حکام اور ان سے زیادہ وہاں کی عوام کو سمجھائیں کہ جنگ ایک سنبھالی لا حاصل ہے۔ تمہاری غلطی کی سزا باقی اندرس کے مسلمانوں کو مل رہی ہے۔ ان پر عرصہ حیات تنگ ہو رہا ہے حضرات! اگر آپ نے اہل غرناطہ کو ہتھیار ڈالنے پر آمادہ کر لیا تو آپ نہ صرف فرڈی نیڈ کی مملکت کی مسلم رعیت بلکہ اہل غرناطہ کو بھی عیسائیوں کے انتقام سے بچا سکیں گے۔ اور یہ ایک بہت بڑا کام ہوگا۔

اس مہم کی تکمیل کے لئے آپ کو حکومت کی طرف سے تمام سہولتیں مہیا کی جائیں گی۔ آپ کو اس مہم کی باقی تفصیلات سے آگاہ کرنے کے لئے کل پھر اسی جگہ ہمارا اجتماع ہوگا اس اجلاس کو برخاست کرنے پہلے میں یہ ضروری سمجھتا ہوں کہ اگر آپ میں سے کسی کو میری باتوں سے اتفاق نہ ہو تو اُسے اپنے خیالات کے اظہار کا موقع دیا جائے۔

حاضرین ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ ایک کونے سے قرطبه کا ایک سفید ریش عالم اٹھا اور باند آواز میں کہا۔

حضرات! میں آج ہی یہاں پہنچا ہوں۔ میں اپنے عیسائی حکمران سے کچھ کہنے کا ارادہ لے کر آیا تھا لیکن معلوم ہوتا ہے کہ میں شاید شاہ فرڈی نیڈ سے براہ راست نہیں ہو سکوں گا۔ تاہم میں اس مجلس کے صدر کا شکرگزار ہوں کہ انہوں نے بادشاہ کے دارالحکومت میں اپنی آزادانہ رائے کے اظہار کا موقع دیا ہے۔ یہ سوچنا صدر مجلس کا کام تھا کہ یہ مقام ایک مسلمان کی آزادانہ رائے کے لئے موزوں ہے یا نہیں۔ بہر حال اس دعوت کے بعد انہوں نے مجھ پر ایک فرض عائد کر دیا ہے اور میں یہ فرض پورا کروں گا۔ میں اپنے جذبات کے اظہار کی بجائے علمائے اسلام کے اجتماعی احساسات کی ترجمانی کروں گا۔

حضرات! اندرس کے بیشتر حصے میں ہمارے اقتدار کا خاتمه ایک بہت بڑا نقصان تھا۔ اس کے بعد دوسرا نقصان یہ ہوا کہ ہماری قوم کا ایک بڑا حصہ ذلت کی زندگی پر مضمون ہو گیا۔ لیکن یہ نقصانات ناقابلِ تلافی نہ تھے۔ امید مظلوموں، ناداروں اور بے کسوں کو زندہ رکھتی ہے جب ہماری محفل کے تمام چراغ بجھ گئے تو ہمیں غرناطہ میں ایک مشعل دکھانی دی۔ ایک طوفان مدت سے غرناطہ کی اس مشعل کو بجھانے کی فکر میں ہے اور کئی ناکام کوششوں کے بعد یہ طوفان اب ہم سے مطالبه کر رہا ہے کہ ہم اپنے ہاتھوں سے اس مشعل کو بجھادیں۔ آج قوم کا جنازہ اٹھانے کے لئے ان علمائے دین کو منتخب کیا گیا ہے مردہ قوم کے کانوں میں صورِ اسرائیل پھوڑ کر تے تھے۔

ابوداؤد قیامت کے دن تم میرے گواہ ہو۔ یہ سب اکابر علماء جو یہاں بیٹھے

ہوئے ہیں میرے گواہ ہیں کہ میں نے اپنی تمام کمزوریوں کے باوجود ان لوگوں کا ساتھ دینے سے انکار کیا جو حق کی جنگ سے منہ پھیر کر باطل کی فتح کے انعامات میں حصہ دار بننا چاہتے تھے۔

ابوداؤد! تم نے مجھے اپنی آزادانہ رائے کے اظہار کی دعوت دی ہے تو سنو! شاید قسطلہ میں حق کی یہ آخری آواز ہو جس دن غرناطہ پر عیسائیوں کی فتح کا پرچم لہرائے گا اندلس کے ہر مسلمان کے مکان پر موت کا پیرا ہو گا۔ تم کہتے ہو کہ غرناطہ کے لوگوں کی مدافعت جنگ کے باعث عیسائی ہم سے بدلن ہو گئے ہیں۔ لیکن میں پوچھتا ہوں کہ جب فرڈی نیڈ کی غرناطہ کے ساتھ جنگ نہ تھی اس وقت ہمارے ساتھ کیا سلوک ہوتا تھا۔ کیا اُس وقت بے گناہوں کو قتل نہیں کیا گیا؟ اُسوقت ہماری بہو، بیٹیوں کی بے عزتی نہیں کی گئی۔ کیا غرناطہ کے ساتھ دوستی کے باوجود اندلس کے عیسائی حکمرانوں نے لاکھوں مسلمانوں کو ملک بدر نہیں کیا؟ کیا انہیں زبردستی عیسائی نہیں بنایا گیا؟ کیا ہماری مساجد کو گرجوں میں تبدیل نہیں کیا گیا؟ کیا ہمارے لئے عربی زبان بولنا حرام قرار نہیں دیا گیا اور دنیا میں وہ کون سائلم تھا جو ہم پر روانہ رکھا گیا۔

ابوداؤد! ہر قوم کی عزت کی محافظ اُس کی قوت مدافعت ہوا کرتی ہے۔ مجھے معلوم ہے جب ابو الحسن کی افواج لوشہ کا رُخ کر رہی تھیں۔ ہمارے عیسائی حکمران نے یہ اعلان کیا تھا کہ اندلس کے مسلمانوں کے ساتھ برا سلوک کرنے والے افسروں کو بدترین سزا میں دی جائیں گی۔ اس کے بعد جب ابو عبد اللہ نے غداری کی اور ہماری حکومت کی نظر میں غرناطہ کا خطرہ کم ہوا تو ہمیں بدترین سلوک کا مستحق سمجھا گیا۔

غرناط انگلیس کے مسلمانوں کا آخری حصہ ہے۔ اگر یہ حصار ٹوٹ گیا تو یاد رکھئے انگلیس میں مسلمانوں کے زندگی کے دن موت سے زیادہ المذاک ہوں گے۔ صدرِ مجلس نے کہ کہا کہ اب چونکہ غرناط کے مسلمانوں کی موت یقینی ہے اس لئے ہم دشمن کو خوش کرنے کے لئے اپنے ہاتھوں سے ان کا گلا کیوں نہ گھونٹ ڈالیں لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ جب ہمارے ہاتھ ان کی شرگ تک پہنچیں گے ہماری اپنی شرگ خود بخوبی کر جائے گی۔

سامعین کی طرف سے احتجاج کے نعرے باندھ ہو رہے تھے لیکن ان کی توقع کے خلاف ابو داؤد انتہائی اطمینان سے اُس کی تقریر مستعار ہے۔ تقریر کے دوران میں چند بار لوگوں نے سورچانے کی کوشش کی لیکن ابو داؤد نے ہاتھ کے اشارے سے انہیں خاموش کر دیا جب ابوڑھانالم خاموش ہو گیا تو ابو داؤد اطمینان سے کہا۔ میرے بزرگ! آپ کچھ اور کہنا چاہتے ہیں؟

نہیں۔ اُس نے بیٹھتے ہوئے جواب دیا۔

ابو داؤد نے کہا۔ حضرات! میں ان کی صاف گوئی کی داد دیتا ہوں لیکن مجھے افسوس ہے کہ میری تقریر سے ان کے دل میں چند غلط فہمیاں پیدا ہو گئی ہیں۔ میں ان کے ساتھ الگ بیٹھ کر گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ اگر ان کی تقریر کے بعد کسی اور بزرگ کے دل میں شکوک پیدا ہو گئے ہوں تو میں ان کے ساتھ بھی تباہ لہ خیالات کرنے کے لئے تیار ہوں۔ اگر آپ میں سے کوئی ان خیالات کی تائید کرتا ہے تو مجھے بتا دے۔

اشبیلہ کے چار علماء اُٹھ کھڑے ہو گئے۔

ابو داؤد نے کہا۔ اس مجلس میں صرف پانچ حضرات میرے ساتھ متفق نہیں۔

مجھے امید ہے کہ ہم ایک آزاد بحث کے بعد کسی نتیجہ پر پہنچ جائیں گے۔ میں آپ کو شام کے بعد اپنے پاس بلالوں گا۔ یہ جلسہ برخاست کرنے سے پہلے حاضرین سے یہ درخواست کروں گا کہ وہ کسی سے اس جلسے کی کارروائی کا ذکر نہ کریں۔

رات کے وقت ابو داؤد کا ایک خادم ان پانچ علماء کو اپنے ساتھ لے گیا اور اس کے بعد کسی کو یہ معلوم نہ ہو سکا کہ وہ کہاں گئے۔ اگلے دن ان کے بعض ساتھیوں کا خیال تھا کہ وہ کسی اور ہی دنیا میں پہنچ چکے ہیں

قریباً دو ہفتوں میں نام نہاد علماء اور اکابر کا یہ گروہ ابو داؤد سے تربیت حاصل کرنے بعد غرناطہ کی طرف روانہ ہوا۔ اس کے بعد ابو داؤد نے فرڈی نیڈ سے ہرسوبہ کے گورز کے نام احکام حاصل کرنے اور نئے رضا کا بھرتی کرنے کی غرض سے دوسرے شہروں کا دورہ کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ ہر شہر میں اپنے ہم خیال لوگوں کی ایک جماعت بنانے کے بعد اس نے اشبيلیہ کو اپنی سرگرمیوں کا مرکز بنالیا۔ دوسرے شہروں کے گورز قابل اعتماد لوگوں کو بھرتی کر کے اس کے پاس پہنچ دیتے اور وہ انہیں تربیت دینے کے بعد غرناطہ روانہ کر دیتا۔

عیسائیوں کے مظالم کی وجہ سے مسلمان اپنے شہر اور بستیاں چھوڑ کر غرناطہ کا رُخ کر رہے تھے۔ ابو داؤد کے جاسوس ان پناہ گزینیوں کے قافلوں میں شامل ہو جاتے ارکسی دقت کے بغیر غرناطہ جا پہنچتے۔ غرناطہ کی حکومت کے لئے پناہ گزینیوں کا مسئلہ بہت سی مشکلات پیدا کر رہا تھا لیکن عوام نے اپنے ایثار اور خلوص کے باعث حکومت کو پریشان نہ ہونے دیا۔ وہ پناہ گزینیوں کو اپنے گھروں میں جلمہ دیتے اور اپنی روٹی کے ہر نواں میں انہیں برابر کا حصہ دار سمجھتے۔ اپکسر کا تمام علاقہ آزاد ہو چکا تھا اور وہاں مہاجرین کے بہت خاندان آباد ہو چکے تھے۔

غرناطہ اور گردونواح کی بستیوں میں قریباً دس لاکھ پناہ گزیں آچکے تھے اور ان میں قریباً دو ہزار کے قریب وہ بار اثر لوگ تھے جن کا پیر و مرشد اشبلیہ سے انہیں ہدایات بھج رہا تھا۔ یہ لوگ اہل غرناطہ کے سامنے اُن دس کے مسلمانوں کی زبوں حالت کے قصے بیان کر کے انہیں اپنی طرف متوجہ کرتے اور پھر ان کے ذہن میں اس قسم کے خیالات ٹھونسنے کی کوشش کرتے۔ یہ جنگ کب ختم ہو گی؟ اس کا انجام کیا ہو گا؟ افسوس افریقہ سے مسلمانوں سے کئی گنازیادہ ہیں لیکن کاش ہمارا مقابلہ صرف ان دس کے عیسائیوں کے ساتھ ہوتا۔ اب نہ صرف اہل ہسپانیہ بلکہ یورپ کے دوسرے عیسائی بھی غرناطہ میں ہماری چھوٹی سی سلطنت کا نام و نشان مٹانے کا عہد کر چکے ہیں مسلمانوں کے دل ٹوٹ چکے ہیں مسلمان بزدل نہیں وہ مارنا اور مرتا جانتا ہے۔ آج بھی اگر فرڈی نینڈ اپنی مملکت کے تمام عیسائی سپاہی لے کر میدان میں آجائے تو ہم انہیں چند دن میں کچل کر رکھ دیں۔ لیکن اب تمام یورپ کے عیسائی اس کی مدد کے لئے جمع ہو رہے ہیں۔ اس کے بر عکس افریقہ میں ہمارے بھائی ہمارے حال سے بے خبر ہیں۔ ہم کب تک اڑیں گے؟

اس جنگ کا نتیجہ کیا ہو گا؟“؟

صحیح کے وقت غرناطہ کی مساجد میں اس قسم کے اشتہار دیواروں کے ساتھ چسپاں ہوتے۔

”کیا فرماتے ہیں علمائے دین! کیا ایسی جنگ جاری رکھنا جائز ہے جس کا انجام ہلاکت کے سوا کچھ نہ ہو؟“

منافقین کی ان کوششوں سے غرناطہ شکست خورده ذہنیت کے لوگوں کی تعداد بڑھنے لگی۔ ان دس کے اکابر سے غرناطہ بھی متاثر ہونے لگے۔ ان زہریلے اثرات

سے فوج ابھی تک محفوظ تھی لیکن ابو داؤد کے آدمی فوج میں بھی بھرتی ہو رہے تھے۔
اشدیا یہ سے بعض یہودی تاجر پناہ گزیوں کے بھیں میں آگئے تھے اور وہ فرڑی نینڈ
کے سونے اور چاندی سے بااثر امراء کے ضمیر خرید رہے تھے۔

(۵)

لوشہ کا قائم مقام گورنر جان مائیکل مڈبر کی بجائے طاقت سے کام لینے کا قائل
تھا۔ ابو داؤد کی موجودگی میں بھی لوشہ کے مسلمان اپنے آپ کو عیسایوں کے ظلم و تشدد
سے محفوظ نہیں سمجھتے تھے تاہم ابو داؤد کی حکمت عملی کے باعث مسلمانوں کے خلاف
ان کا جذبہ انتقام کسی حد تک دبارہا لیکن ابو داؤد کے جاتے ہی مسلمان یہ محسوس
کرنے لگے کہ لوشہ میں ان پر عرصہ حیات تک ہو گیا ہے۔

وہ پانچ ہزار سپاہی جو لوشہ کی حفاظت کے لئے ائے تھے شراب سے بد مست
ہو کر شہر کی گلیوں میں چکر لگاتے۔ مساجد میں گھس کر نماز پڑھنے والوں کو زد کوب
کرتے۔ رات کے وقت وہ مسلمانوں کے گھروں کے دروازے توڑ کر اندر گھس
جاتے اور ان کی عورتوں کو زبردستی گھسیٹ کر فوجی اڑوں میں لے جاتے۔

ایک دن ایک نوجوان نے غیرت میں آکر اپنے پڑوی کے گھر پر حملہ کرنے
والے سپاہیوں میں سے تین کو قتل کر دیا۔ اس کے بعد جان مائیکل نے شہر پر جو جی
حکومت مسلط کر دی۔ شہرے ایک نیک طینت راہب کی قیادت میں سر کوہہ
عیسایوں کا ایک دندگو روز سے ملا اور انہوں نے گورنر سے درخواست کی کہ فوج کے
شہر میں داخل ہونے پر پابندی عائد کی جائے شراب سے بد مست سپاہی نہ صرف
مسلمانوں بلکہ کبھی کبھی عیسایوں کے گھروں میں بھی جا گھستے ہیں۔ گورنر نے یہ حکم
صادر کر دیا کہ عیسائی اپنے گھروں کے دروازوں پر صلیب کے انشان لگا دیں تاکہ

سپاہیوں کو غلط فہمی نہ ہو۔

لوشہ کا ایک متمول تاجر عیسائی جان مائیکل کا دوست تھا۔ جان مائیکل رات کے وقت اکثر اس کے ہاں چلا جاتا۔ ہر رات سپاہی اس تاجر کے مکان پر کوئی نہ کوئی بد نصیب اڑکی پکڑ لاتے۔

ایک رات جان مائیکل شراب کے نشے میں بد مست تھا۔ اُس نے اپنے میز بان سے کہا۔ میں نے اب شادی کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔
تاجر نے قہقہہ لگایا۔ شادی! تم شادی کرو گے۔

جان مائیکل نے گرج کر کہا۔ خاموش! تم سمجھتے ہو کہ میں نشے کی حالت میں بک رہا ہوں لیکن میں نے شادی کا فیصلہ کیا ہے۔ میں اندرس کی سب سے خوبصورت اڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہوں اور وہ لوشہ میں ہے۔ جاتے ہو وہ کون ہے؟

”میں جانتا ہوں“

”اچھا بتاؤ کون ہے؟“

وہ ابو داؤد کی اڑکی ہے۔

”اس کا نام جانتے ہو؟“

”اس کا نام ربیعہ ہے۔“

گورنر نے شراب کا جام اٹھاتے ہوئے کہا تم کچھ نہیں جاتے اس کا نام آئندھلا ہے۔“ تاجر نے کہا۔ میں نے آئندھلا کو دیکھا ہے لیکن میں نے سنا ہے کہ ربیعہ اس سے بھی زیادہ خوبصورت ہے۔“

جان مائیکل نے گرج کر کہا۔ یہ ربیعہ کون ہے؟

”وہ آنجلہ کی سوتیلی بہن ہے۔ وہ مردوں کے سامنے نہیں آتی وہ گر جے میں بھی نہیں آتی۔ میں نے سنا ہے کہ اُس کی مان مسلمان تھی۔“

”تم بکتے ہو اندرس کی کوئی اڑکی آنجلہ سے زیادہ خوبصورت نہیں۔ میں اس کی تو ہین برداشت نہیں کر سکتا۔ اگر تم نے دوسرا مرتبہ یہ کہا کہ کوئی اڑکی آنجلہ سے زیادہ خوبصورت ہے تو تمہاری جان کی خیر نہیں۔“

تو آپ آنجلہ کے سعہر شادی کرنے کا فیصلہ کر چکے ہیں“

”ہاں میرا فیصلہ اٹل ہے لیکن وہ مجھ سے نفرت کرتی ہے۔“

”آپ سے نفرت؟“

”ہاں وہ مجھ سے نفرت کرتی ہے۔“

”میری سمجھ میں نہیں آت کہ فرڈی نینڈ کے نائٹ سے ایک اڑکی کیسے نفرت کر سکتی ہے۔ اس کی مان عیسمائی ہے اور وہ یقیناً اُسے اپنی خوش قسمتی تمجھے گی۔ اگر اجازت ہو تو میں بیشپ کو اس کے ساتھ بات کرنے کے لئے آہوں۔“

”میں خود اس کی مان کے ساتھ بات کر چکا ہوں اور اُسے کوئی اعتراض نہیں۔ لیکن اڑکی کو مجھ سے نفرت ہے۔ پرسوں میں نے اُسے دعوت دی تھی۔ اس کی مان آئی تھی لیکن اس نے دردرس کا بہانہ کیا۔ جانتے ہو خوبصور اڑکیاں کس وقت دردرس کا بہانہ کرتی ہیں؟ تم نہیں جانتے تم بیوقوف ہو۔ جب وہ کسی کو دیکھنا پسند نہیں کرتیں تو دردرس کا بہانہ کرتی ہیں۔ میں نے اپنی خادمہ کے ہات اسے پھول بھجوائے تھے۔ جانتے ہو اس نے کیا کیا؟۔۔۔۔۔ تم نہیں جانتے ٹھہرو میں بتاتا ہوں۔“

جان ماٹیکل نے اٹھ کر مز پر رکھے ہوئے گلدستہ کو اٹھایا اور تاجر کے سر پر دے مارا اور قہقہہ لگاتے ہوئی کہا۔ ”اس نے پھولوں کا گلدستہ میرے خادمہ کے سر

پر دے مارا اور اسے کہا اگر تم دوبارہ کوئی چیز لے کر این تو تمہاری جان کی خیر نہیں۔“

تاجر نے کہا۔ لیکن آپ کو ما یوس نہیں ہونا چاہیے۔

جان مائیکل نے شراب کا ایک جام حلق سے اٹارتے ہوئے کہا۔ ما یوس اور میں؟ تم مجھے نہیں جانتے میرے اور اس کے درمیان صرف چند قدم کا فاصلہ ہے لیکن اگر ہمارے درمیان ساتھ دسمندر بھی حائل ہوتے تو بھی میں ما یوس نہ ہوتا۔ وہ میری ہے۔ آنجلا میری ہے میری بنے کے سوا اس کے لئے کوئی راستہ نہیں۔ جانتے ہو میں کون ہوں؟ تم نہیں جانتے۔ تم ایک بیوقوف تاجر ہو۔“

(۶)

عام حالات میں شاید میرا یا آنجلا کی مرضی کے خلاف کوئی قدم نہ اٹھاتی لیکن ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس نے اُسے آنجلا کے مستقبل کے متعلق جلد کوئی فیصلہ کرنے پر مجبور کر دیا۔

میریا دیر تک سونے کی عادت تھی لیکن ایک رات طبیعت کی خرابی کے باعث اُسے نیند نہ آئی۔ آنجلا کا کمرہ اس کے ساتھ تھا پچھلے پہر اس نے پیاس محسوس کی۔ پانی صراحی برآمدے میں تھی۔ میریا نے خادمہ کو آواز دینے کی بجائے خود اٹھ کر پانی پیا۔ واپس جاتے ہوئے اُسے کوئی خیال آیا اور وہ آنجلا کے کمرے کی طرف چل دی۔ دروزاہ کھلا تھا لیکن آنجلا کا بستر خالی تھا۔

اس سے آگے ربیعہ کا کمرہ تھا اور اندر سے بولنے کی آواز آرہی تھی۔ میریا دبے پاؤں دروازے کے قریب پہنچ کر کھڑا ہو گئی۔ اس نے آہستہ سے دروازے کو دھکیا اور تھوڑی سی دراڑ بنا کر اندر جھانکنے لگی۔ اندر مشع جل رہی تھی۔ آنجلا ایک کتاب ہاتھ میں لئے ربیعہ کے سامنے قالین پہنچھی آہستہ پڑھ رہی ہتھی وہ کسی

لفظ پر رُک جاتی تور بیعہ اسے بتا دیتی۔ یہ وہ کتاب تھی جسے میریا نے اکثر ربیعہ کو انتہائی سوزو گداز کے ساتھ پڑھتے ہوئے دیکھا تھا۔ یہ قرآن تھا۔

میریا کچھ دیر مبہوت کھڑی رہی۔ اینجلا اس کے نزدیک بدترین گناہ کی مرتكب ہو چکی تھی اس کا جی چاہتا تھا کہ وہ بھاگ کر اپنی بیٹی کے ہاتھ سے قرآن چھین لے لیکن اس کے پاؤں زمین سے پیوست ہو کر رہ گئے۔ اس کی قوت فیصلہ جواب دے چکی تھی۔

انجلا نے قرآن بند کیا اور اسے اور اسے محمل کے جز دان میں لپیٹ کر الماری میں رکھ دیا۔ اس کے بعد دونوں نماز کی نیت باندھ کر کھڑی ہو گئیں۔

میریا انتہائی رنج و کرب کی حالت میں اپنے کمرے کی طرف لوٹ آئی۔ بارہا اس کے جی میں آیا کہ وہ اینجلا کو بالوں سے گھسیتی ہوئی اپنے کمرے میں لے آئے لیکن اس نے محسوس کی کہ یہ معاملہ خطرناک حد تک آگے جا چکا ہے اور اس کی جلد بازی اینجلا کو کھلی بغاوت پر آمادہ کر دے گی۔ دیر تک وہ بے حس و حرکت بیٹھی رہی۔ اچانک اسے خیال آیا اور وہ اٹھ کر باہر نکل گئی۔ بیرونی دروازے سے گزرنے کے بعد اس کا رُخ بشپ کی قیام گاہ کی طرف تھا اس سے قبل اسے محل کے کسی ملازم یا سپاہی نے پیدل باہر جاتے نہیں دیکھا تھا۔

تحوڑی دیر بعد وہ لو شہ کے بشپ سے کہہ رہی تھی۔ مقدس باب! میں چاہتی ہوں کہ اینجلا کی شادی کردی جائے لیکن وہ بہت سر کش ہے۔ وہ میرا کہا نہیں مانتی۔

“

بشب نے سوال کیا وہ راہبہ بننا چاہتی ہے؟
نہیں مقدس باب! اسے کوئی رشتہ پسند نہیں۔”

”میں اس بارے میں خود تم سے ملنے والا تھا۔ جان ماں یکل نے مجھ سے کئی بار یہ کہا ہے کہ اُسے تمہاری لڑکی پسند ہے۔“

”مقدس باب! میں اُسے اپنی عزت افزائی سمجھتی ہوں لیکن آنجلہ بہت ضدی ہے۔ آپ اسے سمجھا میں۔“

بشبہ نے کچھ سوچ کر کہا، ”میرے خیال میں آگر تم جان ماں یکل کو اپنی بیٹی سے ملاقات کا موقع دیتیں تو شاید یہ مشکل خود بخوبی حل ہو جاتی۔“

میریا نے جواب دیا۔ ”مقدس باب! اگر یہ معاملہ اس قدر آسان ہوتا تو میں آپ کو تکلیف نہ دیتی۔ آنجلہ پر تیری لڑکی نے جادو کر رکھا ہے۔ وہ مسلمان ہے اور اس نے آنجلہ کے دل میں ہمارے ہم ندیوں کے خلاف سخت نفرت پیدا کر دی ہے مجھے ڈر ہے کہ وہ گمراہ نہ ہو جائے اس لئے میں فوراً اس کی شادی کرنا چاہتی ہوں۔ میں اُسے ربیعہ سے دُور کھانا چاہتی ہوں۔“

بشبہ نے کہا، ”اگر یہ بات ہے تو ہمیں سُستی نہیں کرنی چاہیے لیکن میں یہ بپوچھنا چاہتا ہوں کہ اگر آنجلہ کو اس کی مرضی کے خلاف شادی پر مجبور کیا جائے تو تمہارا خاوند رضا مند ہو گا؟“

میریا نے جواب دیا۔ ”وہ اس بات کا مقابل نہیں کہ آنجلہ کی شادی کسی معزز عیسائی خاندان میں کردی جائے لیکن مجھے ڈر ہے کہ اگر آنجلہ نے انکار کر دیا تو وہ اس کی طرفداری کرے گا۔“

”آنجلہ صرف جان ماں یکل سے شادی کرنے کے خلاف ہے یا ہر عیسائی سے نفرت کرتے ہے۔“

میریا نے گھبرا کر جواب دی۔ ”مقدس باب! وہ شراب پینے والوں سے نفرت

کرتی ہے اور ایسا کسی سوتیلی بہن کی صحبت کا اثر ہے۔ جان مائیکل جب پہلے دن ہمارے گھر آیا تھا وہ شراب میں مدھوٹ تھا اور شاید اسی وجہ سے انجلاء کو اس سے نفرت ہو گئی ہے۔“

بشب نے کہا،“ میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ تمہارے گھر کا ماحول عام عیسائیوں کے ماحول سے مختلف رہا ہے تمہیں اس قدر پریشان نہیں ہونا چاہیے یہ معاملہ ٹھیک ہو جائے گا۔

آج شام میں تمہارے ہاں آؤں گا۔ تم جان مائیکل کی دعوت کا انتظام کرو۔ سردست کسی اور کوبلانے کی ضرورت نہیں۔

میریا نے کہا،“ مقدس باب! مجھے ڈر ہے جان مائیکل کا نام سُننتے ہی وہ عدالت کا بہانہ کر کے لیٹ جائے گی۔“

تو اس کے سامنے جان مائیکل کا ذکر کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ وہ اس وقت آئی گا جب ہم کھانے کی میز پر بیٹھے چکے ہوں گے۔

(۷)

لوشہ کے بشب سے ملنے کے بعد میریا باقی سارا دن ربیعہ اور انجلاء کے پاس بیٹھی رہی انجلاء کو اس بات کا افسوس تھا کہ وہ اپنی ماں کی موجودگی میں ربیعہ کے ساتھ نماز میں شریک نہ ہو سکی تاہم اُسے اس بات کی خوشی تھی کہ اس کی سوتیلی بہن کے ساتھ اس کی ماں کے طرز عمل میں ایک خوشگوار تبدیلی آچکی ہے۔

آج میریا ربیعہ پر بہت مہربان تھی۔ وہ اس کے بال سنوارنے اور اس کا لباس تبدیل کرنے پر مصروف تھی۔ وہ کہہ رہی تھی۔ ربیعہ تم لباس کے معاملے بہت پروا ہو۔ دیکھنے والے کہتے ہوں گے کہ تمہاری سوتیلی ماں کو تمہارے ساتھ کوئی دلچسپی

نہیں۔ تم سارا دن مغموم بیٹھی رہتی ہو۔ دیکھو تمہارا رنگ کیسا زرد ہو رہا ہے۔ تمہارا باپ آکر دیکھے گا تو شاید یہ خیال کرے گا کہ میں تمہیں تنگ کرتی رہی ہوں۔ خدا کے لئے اپنی صحت کا خیال رکھا کرو۔

ربیعہ کے لئے اپنی ماں کے دل میں اتنی بڑی تبدیلی دیکھ کر انجلہ اس قدر متاثر ہوئی کہ رات کے وقت جب میریا نے اس سے بشپ کے ساتھ کھانا کھانے کا مطالبہ کیا تو وہ انکار نہ کر سکی۔

کھانے کی میز پر ادھر ادھر کی باتیں کرنے کے بعد بشپ نے جان مائیکل کا ذکر چھینگر دیا۔ انجلہ نہایت بتو جہی سے اس کے بہادرانہ کارناموں کی داستانیں سنتی رہی۔ بشپ نے اس کے مختلف معروفوں کا ذکر کرتے ہوئے کہا۔ ”جان مائیکل کے متعلق مجھے اس بات کا فسوس ہے کہ شراب پینے کے معاشرے میں اعتدال سے کام نہیں لیتا ورنہ اپسیں کا کوئی نام۔ اس کا ہم پلہ نہیں۔ تا ہم وہ لوگ جو اس کی کمزوری کی وجہات جانتے ہیں اُسے قابلِ معافی سمجھتے ہیں۔ اُسے اپنی بیوی کے ساتھ ازحد محبت تھی۔ اس کی موت کے بعد وہ شراب میں غرق رہ کر اپنا غم غلط کرنے کی کوشش کرتا ہے اُسے کوئی اسی رفیقتہ حیات نہیں ملی جو اس کی زندگی کی تلخیوں کو کم کر سکتی۔ اندرس کے معزز ترین گھر انے اس کے ساتھ رشتہ کرنا اپنے لئے باعث عزت سمجھتے ہیں لیکن اُسے کوئی اڑکی پسند نہیں آتی۔ یہاں تک کہ شاہی گھرانوں کی اڑکیاں بھی اس کے معیار پر پوری نہیں اُترتیں۔ اب مجھے اس کے ایک دوست نے بتایا ہے کہ وہ ایک نہایت معصوم اڑکی کے ساتھ شادی کرنا چاہتا ہے۔ اگر وہ اڑکی ذہین بھی ہے تو مجھے یقین ہے کہ وہ جان مائیکل کی تمام عادات میں تبدیلی لا سکے گی اور یہ کیسی کی بہت بڑی خدمت ہوگی۔ کیسا کے فرزند اس وقت دشمن کے ساتھ اڑ رہے ہیں اور

لیکس کی بیٹیوں کا فرض ہے کہ وہ ان کی تسلیم کا سامان مہیا کریں۔ جان ماں نے کی
شراب نوشی پر نکتہ چینی کرنے کی جبا جئے، میں ان تمام وجہات پر غور کرنا چاہیے جن
کے باعث وہ ہمیشہ شراب میں غرق رہنا پسند کرتا ہے۔ اُسے اپنی بیوی کی موت کا
صدمہ ہے۔ اس کے علاوہ اس نے وحشی مسلمانوں کے خلاف جنگ میں اپنے
بہترین دوستوں کو مرتبے ہوئے دیکھا ہے۔ اگر قوم کی بیٹیاں اس کی حالت پر حرم
کھانے کی بجائے اس سے نفرت کریں تو یہ قابلِ افسوس ہے۔“

انجلا کا اندراب بڑھ رہا تھا۔ وہ یہ محسوس کر رہ تھی کہ اس کے لئے کوئی جال
بچھایا جا رہا ہے۔ اس نے اپنی ماں اور پھر بشپ کی طرف دیکھا۔ وہ کچھ کہنا چاہتی تھی
لیکن خادمہ نے میریا کے کان میں کچھ کہا اور میریا نے بڑھم ہو کر اسے جواب دیا تم
نے انہیں ملاقات کے کمرے میں کیوں بٹھا رکھا ہے انہیں یہاں لے آؤ۔“

خادمہ نے بذب کی حالت میں میریا کی طرف دیکھنے لگی۔ میریا اس کی وجہ سے سمجھ
سکی۔ وہ بڑھم ہو کر بولی۔“ جاتی کیوں نہیں، میری طرف کا یہ دیکھ رہی ہو۔

لیکن خادمہ نے جھک کر پھر میریا کے کان میں کچھ کہا اور میریا کے چہرے پر
اچانک زردی چھا گئی۔ بشپ اور انجلہ میریا کی طرف جواب طلب نگاہوں سے
دیکھ رہے تھے۔

بشپ نے پریشان س ہو کر سوال کی۔ کیا بات ہے؟

میریا نے اٹھتے ہوئے جواب دیا۔ کچھ نہیں میں ابھی آتی ہوں۔

لیکن برآمدے میں کسی کے پاؤں کی آہٹ سن کر میریا ڈک گئی اور اُس کے
ساتھ ہی اُسے اپنا حنشی غلام یہ کہتا ہوا سنائی دیا۔ میں آپ کو ایسی حالت میں اندر نہیں
جانے دوں گا۔

اس کے جواب میں شراب کے نشے میں ڈوبی ہوئی آواز سنائی دی۔ ”تم میر راستہ نہیں روک سکتے۔ میں اس شہر کا گورنر ہوں۔ ہبھ جاؤ ورنہ تم ہمیں پھانسی پر لے لکا دوں گا۔

میریا کے پاؤں زمین کے ساتھ پیوست ہو کر رہ گئے۔ ایک ثانیہ بعد جان مائیکل دروازے میں کھڑا تھا۔ اس کے ایک ہاتھ میں سونے کی صراحی اور دوسرا ہاتھ میں پیالہ تھا۔ اُس کی آنکھوں سے وحشت بر سر رہ تھی میریا، انجلاء اور بشپ بہوت ہو کر اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔

میریا نے سہی ہوئی آواز میں کہا۔ انجلاء! تم پیچھے کے کمرے میں چلی جاؤ۔ لیکن انجلاء کی غیرت نے ماں کو تنہا چھوڑنا گوارانہ کیا بشپ اس غیر متوقع صورت حالات کا سامنا کرنے کے لئے تیار رہا۔ وہ کبھی غصے اور ندامت کے ساتھ جان مائیکل اور کبھی معذرت طلب نہ گا ہوں۔ سے میریا کی طرف دیکھ رہا تھا۔

جان مائیکل نے دروازے میں کھڑے کھڑے صراحی سے ایک جام بھر کر پیا اور اڑ کھڑا تا ہوا آگے بڑھا۔ وہ صراحی اور پیالہ میز پر رکھ کر بشپ کے قیرب خانی کرسی پر بیٹھ گیا۔ انجلاء اپنی جگہ سے کھسک کر اپنی ماں کے قریب کھڑی ہو گئی۔

جان مائیکل نے کہا۔ آپ کھڑی کیوں ہیں بیٹھ جائیں۔ آپ کے نوکر بہت بد تیز ہیں لو شہ کا ہر آدمی جانتا ہے لیکن آپ کو نوکروں کو یہ معلوم نہیں کہ میں اس شہر کا گورنر ہوں۔

مقدس بابا! میں آج اس بات کا فیصلہ کر کے جاؤں گا لیکن یہ کھڑی کیوں ہیں۔ میں کوئی بھوت ہوں۔ انجلاء! تم مجھ سے خوف زدہ ہو؟ خدا کے لئے بیٹھ جاؤ میں تمہارا شمن نہیں ہوں اور اپنی ماں کی طرف دیکھو۔ اس نے مجھے یہاں آنے کی

دعوت دی تھی اور اب یہ میری صورت دیکھ کر کانپ رہی ہے۔

بشب نے کہا۔ میریا بیٹھ جاؤ۔ آنجلہا بیٹی! ڈرو نہیں۔ مائیکل ایک نائم ہے کیسا کی بیٹی کو اس سے خوف کھانے کی ضرورت نہیں۔

مائیکل نے کہا۔ مقدس باب! ان کا احترام میرا فرض ہے لیکن کوئی نائم یہ برداشت نہیں کر ستا کہ کوئی گھر میں بلا کر اُس کی بے عزتی کرے کیا انہوں نے مجھے یہاں آںے کی دعوت نہیں دی؟

آنجلہ نے حقارت کے ساتھ اپنی ماں کی طرف دیکھا۔ بشب نے پھر کہا۔ میں ابھی تمہیں یہ بتا رہا تھا کہ موجودہ حالت ایسے ہیں جن کے باعث ہمارے بہترین سپاہی بہت زیادہ شراب پینے کے عادی ہو چکے ہیں۔ جب حالات بد لیں گے یہ تادات بھی بدل جائیں گی۔ میریا آنجلہا!! بیٹھ جاؤ۔ جان مائیکل کے دل میں تمہاری تو ہیں کا خیال نہیں آ ستا۔

میریا ایک لمحہ جھگکنے کے بعد کری پر بیٹھ گئی۔ لیکن آنجلہا کھڑی رہی مائیکل نے اپنا لہجہ تبدیل کرتے ہوئے کہا۔ مقدس باب! میں نے آپ کے ساتھ وعدہ کیا تھا کہ میں آج شراب پینے میں احتیاط برتوں گا لیکن مجھے افسوس ہے یہ میرے بس کی بات نہیں۔ میں جانتا ہوں کہ آنجلہا شراب سے انفرت کرتی ہے مقدس باب! میں اسے چھوڑ دوں گا آنجلہا کے لئے میں سب کچھ کر ستا ہوں۔ آنجلہا! خدا کے لئے بیٹھ جاؤ! تم نہیں بیٹھو گی؟

تمہیں بیٹھنا پڑے گا۔ میں تمہارے گھر آ کر اپنی تو ہیں برداشت نہیں کر ستا!! جان مائیکل نے لرزتے ہوئے ہاتھوں سے ایک اور جام بھر کر منہ سے لگالیا۔ میریا نے آنجلہا کا ہاتھ پکڑتے ہوئے آہستہ آہستہ سے کہا۔ یہ ایک شرابی کی ضد ہے

خدا کے لئے بیٹھ جاؤ۔“

اُنجلہ اپنی ماں کے الفاظ سے زیادہ اس کی ملتی نگاہوں سے متاثر ہو کر بیٹھ گئی
ماں سے متعلق اس کا خوف انفرت میں تبدیلی ہو چکا تھا۔ چند لمحات قبل حیا کا تقاضا
یہ تھا کہ وہ وہاں سے بھاگ جائے اور اب غیرت کا تقاضا یہ تھا کہ وہ صورت حالات
کا مقابلہ کرے۔

جان ماں سے پچھہ دیر خاموشی سے آنجلہ کی طرف دیکھنے کے بعد بولا۔ تم نے
کھانا کیوں چھوڑ دیا۔ کھاؤ! میری فکر نہ کرو۔ میں اسوقت کھانا نہیں کھاتا میں صرف
پیا کرتا ہوں، مقدس بابا! اگر آپ میرے ساتھ شرکت کرنا چاہیں تو یہ صراحی حاضر
ہے۔ اس دن مجھے جو شراب مل تھی آپ بھی وہ بہت پلکی قسم کی تھی۔ اس لئے آج میں
اپنی صراحی اٹھا لایا ہوں۔ آنجلہ کی طرح شاید آپ بھی شراب سے انفرت کرتے
ہویں لیکن اگر آمیری جگہ ہوتے تو بہت زیادہ پیتے مجھ سے بھی زیادہ۔ آپ ہمیشہ
مد ہوش رہتے ہو شی میں انسان کو طرح طرح کے خیالات ستاتے ہیں میرے متعلق
آپ یہ خیال نہ کریں کہ میں ہمیشہ اسی طرح شراب پیتا تھا نہیں کسی زمانے میں
شراب سے میری انفرت کا یہ عالم تھا کہ میں مذہبی رسومات میں بھی اُسے ہاتھ نہیں
لگاتا تھا۔ لیکن اب میں سب سے زیادہ پیتا ہوں۔ آنجلہ کو میری یہ عادت پسند نہیں۔
اُسے شاید میری یہ عادت بھی پسند نہ ہو کہ میں رات کے وقت لوگوں کے گھروں میں
چلا جاتا ہوں۔ آنجلہ شاید مجھے ظالم کہے گی۔

بشبھ نے ماں سے کوٹونے کی ضرورت محسوس کرتے ہوئے کہا۔ میں آنجلہ کو بتا
چکا ہوں کہ آپ اپنی بیوی کی وفات کے بعد شراب کے عادی ہو گئے ہیں۔
ماں سے متعلق نے جواب دیا۔ یہ غلط ہے یہ بالکل غلط ہے میں جانتا ہوں کہ میری

بیوی کی موت کا باعث میری شراب نوشی تھی۔ صرف شراب نوشی ہی نہیں اُسے میری بہت سی عادتوں سے انفرت تھی۔ الحمہ کی فتح کے بعد جو پچھہ ہوا اُس کے بعد وہ کہا کرتی تھی کہ تم وجہی ہو لیکن یہ میرا قصور نہ تھا۔ الحمہ کی فتح سے پہلے میں بہت کم شراب پیا کرتا تھا لیکن اس دن فتح کی خوشی میں میں نے کئی صراحیاں خالی کر دیں اور اس کے بعد وہ واقعہ پیش آیا۔ نشے کی حالت میں مجھے معلوم نہ تھا کہ میں کیا کر رہا ہوں۔ وہ بہت خوبصورت تھی۔ میں نے اس کے ساتھ وعدہ بھی کیا کہ میں تمہاری جان بچالوں گا۔ اس کا جرم معمولی نہ تھا۔ اُس نے ہمارے دو سپاہی قتل کئے تھے۔ اس کے چار بھائی جنگ میں مارے گئے تھے۔ شہروالہ تھیا رڈال چکے تھے۔

ان کا فرض تھا کہ ہمارے لئے اپنے گھروں کے دروازے کھول دیتے لیکن اُس خوبصورت اڑکی کے گھر کا دروازہ بند تھا۔ میں نے دروازہ توڑ رہے تھے مکان کی چھٹ سے چند تیر آئے۔ میرے آٹھ سپاہی زخمی ہوئے اور وہ وہیں ڈھیر ہو گئے۔ ہم مکان میں داخل ہوئے تو وہاں صرف ایک اڑکی تھی۔ اُس نے مجھ پر خبر کے ساتھ حملہ کیا لیکن میں نے اس کے ہاتھ سے خبر چھین لیا۔ اگر میں منع نہ کرتا تو سپاہی اس کی بوٹیاں نوج ڈالتے سپاہی چلے گئے لیکن میں وہیں رہا میں نے اور شراب منگوانی میں نے اُسے ایک پیالہ پیش کیا میں نے کہا میں تمہاری جان بچانے کا وعدہ کرتا ہوں۔ میں تمہیں شہر سے باہر چھوڑ آؤں گا لیکن وہ بہت ضدی تھی بالکل انجلاء کی طرح۔ اس نے شراب کا پیالہ مرے منہ پر دے مارا۔ اُس نے میرا منہ نوج ڈالا۔ اُس کی گالیاں میرے لئے ناقابل برداشت تھیں اس کے بعد مجھے ہوش نہ رہا مجھے معلوم نہ تھا کہ میں کیا کر رہا ہوں۔ وہ ترقی رہی اور اس کے گلے پر میرے ہاتھوں کی گرفت سخت ہوتی گئی۔ صبح کے وقت جب مجھے ہوش آیا تو اس کی لاش میرے قریب

پڑی ہوئی تھی۔ اس کی خوبصورت گردن پر میری انگلیوں کے نشانات تھے۔ میں یہ سمجھ رہا تھا کہ وہ سورہ ہی ہے اُس کی صورت دیکھ کر مجھے یقین نہیں آ رہا تھا کہ میں نے اُسے اپنے ہاتھوں سے ہلاک کیا ہے۔ میں اُسے جگانے کی کوشش کر رہا تھا۔

اس کے بعد میں سارا دن شراب پینا رہا۔ اس کے بعد میں ہمیشہ شراب میں غرق رہتا ہوں لیکن یہ ایک ایسی تھنگی ہے جو کبھی دور نہ ہو گی۔ میں نے پہلی بار آنجلہ کو دیکھا تو مجھے وہ اڑکی یاد آگئی آج تک میں جو پکھ کیا ہے اس کی ذمہ دار وہ اڑکی ہے اور اب آئندہ جو پکھ کروں گا اس کی ذمہ دار آنجلہ ہو گی۔ میں آج اس بات کا فیصلہ کرنے آیا ہوں۔ آنجلہ تمہیں اس بات کا جواب دینا پڑے گا کہ میرے ساتھ شادی کرنا منظور ہو یا نہیں؟

آنجلہ کی آنکھوں میں آنسو آچکے تھے۔ وہ تصور میں اس بے کس اڑکی کی جگہ دوز چینیں سن رہی تھیں۔ جان ماٹیکل کے سوال پر وہ چونک اٹھی۔ تمہیں میرا جواب معلوم ہے۔ آنجلہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔

ماٹیکل نے گرفتہ ہوئے کہا۔ اگر یہ وہی جواب ہے جو مجھے اس اڑکی نے دیا تھا تو سنو! جس پھول کی مہک میرے لئے نہیں میں اُسے اپنے ہاتھوں سے ملنے کا شادی ہو چکا ہوں۔

آنجلہ نے جواب دیا۔ اس اڑکی کے ساتھ تم اپنا منہ کالا کرنا چاہتے تھے اور مجھے تم نے شادی کا پیغام دیا ہے۔ فردی نہیں کے نائٹ اور کلیسا کے بہادر کو میرا یہ جواب ہے کہ میری نگاہ میں تمہاری نسبت لو شہ کا ایک بھکاری زیادہ قابل عزت ہے۔ اس بے کس اڑکی کے لئے تم ایک بھوکے بھیڑیئے تھے لیکن میرے سامنے تم ایک پاگل کتے ہو۔ تم اس وقت بھی قابلِ انفرت تھے اور بھی قابلِ انفرت ہو۔

”انجلا!! انجلہ!! بشپ اور میریا نے ایک زبان ہو کر کہا۔ لیکن وہ ان کی طرف متوجہ نہ ہوتی۔ وہ کہہ رہی تھی، تم انسانیت کے نام پر ایک بدنماد اغ ہو۔ تم مجھے دھمکیاں دیتے ہو لیکن جب تک مجھ پر خدا کا ہاتھ ہے تم میرا بال بیکا نہیں کر سکتے۔ تم نے جس زمین پر کیسا کی شاندار عمارتیں بنائی ہیں اُسی زمین پر بے گناہوں کا خون گرا یا ہے۔ وہ وقت آئے گا جب یہ عمارتیں پیوند خاک ہو جائیں گی اور آنے والی نسلوں کو ان کے گھنڈر بھی نظر نہ آئیں گے لیکن یہ وقت کا ہاتھ تاریخ کے صفحات پر ان بیگناہوں کے خون سے لکھی ہوتی تحریریں نہیں مٹا سکے گا۔

انجلا بشپ کی طرف متوجہ ہوتی۔ اور تم مریم کے بُت بنایا کر پوچھتے ہو لیکن اپنے سپاہیوں کے ہاتھوں معصوم اڑکیوں کی عصمت دری کروانا مریم کے بیٹے کے دین کی بہت بڑی خدمت سمجھتے ہو۔ تم اس صلیب کی پوچھتے ہو لیکن میں پوچھتی ہوں اندرس کے ہر شہر میں سکتنے بے گناہ ہیں جنہیں تم ہر روز چھانسی دیتے ہو۔

بشپ نے اُنھتے ہوئے کہا۔ یہ اڑکی گمراہ ہو چکی ہے۔ اُس کی بہن نے اس پر جادو کر دیا ہے۔ اُسے معلوم نہیں یہ کی کہہ رہی ہے۔ ماں! چلو چلیں!

”نہیں میں فیصلہ کر کے جاؤں گا۔ ماں! آخری جام پینے کے بعد اب بیہوشی کی حد تک پہنچ چکا تھا۔ وہ اٹھ کر انجلہ کی طرف بڑھا۔ اُس کے پاؤں اڑکھڑا رہے تھے۔ انجلہ میز پر سے بھاری پھولدان اٹھا کر ایک طرف ہٹ گئی میریا نے اپنے جبشی غلام کو آواز دی وہ بھاگتا ہوا داخل ہوا اتنی دیر میں ماں! انجلہ کے قریب پہنچ چکا تھا۔ انجلہ نے پھولدان اس کے سر پر دے مراماں! کو گرنے کے لئے فقط ایک بہانہ چاہئے تھا۔ پھولدان کی معمولی ضرب سے وہ اپنا تو اوزن نہ رکھ سکا۔

اس کے گرتے ہی بشپ نے آگے بڑھ کر جبشی غلام سے کہا۔ تم انہیں فوراً اٹھا

کران کے کمرے میں چھوڑ آؤ۔ اُن کے نوکر پوچھیں تو یہ کہہ دینا کہ شراب سے بے ہوش ہیں۔ قوی ہیکل جبشی نے جان مائیکل کو اٹھا کر اپے کندھوں پر لا دلیا اور باہر نکل گیا۔

بشب نے آنجلہ کی طرف دیکھا اور کہا۔ آنجلہ! جان مائیکل کو میں نے یہاں آنے کی دعوت دی تھی تمہاری ماں کا اس میں کوئی قصور نہیں اور میرا یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ تمہاری سو یتی بہن نے تمہیں گراہ کیا ہے۔ اگر یہ باتیں اُس نے تمہیں سکھائی ہیں تو تمہیں اس سے بہت کچھ سیکھنا چاہیے۔ میں مائیکل کو قابل اصلاح سمجھتا تھا لیکن میرا خیال غلط انکا تمہیں اس سے دور رہنا چاہیے۔ میں کل اپنے عہدہ سے استغفار دے رہا ہوں مجھے مدت سے اس بات کا احساس تھا کہ ایک بشب کی حیثیت میں میں کیساں کی کوئی خدمت نہیں کر سکتا۔ لیکن میرے ضمیر کو ایک ٹھوکر کی ضرورت تھی۔ میں تمہارا شکر گزار ہوں کہ تم نے ایک اوپنگتھے ہوئے انسان کو جگا دیا ہے۔ اور میرا تم اپنے خاوند کو لکھوکہ اگر وہ فوراً یہاں نہیں آ سےتا تو تمہیں اپنے پاس بلا لے۔

جُرم اور اُس کی سزا

(۱)

اگلے دن جان مائیکل کی خادمہ میریا کے پاس اُس کی طرف سے ایک خط لے کر آئی۔ خط پڑھ کر میریا کو یہ یقین نہیں آتا تھا کہ یہ مائیکل نے لکھا ہے۔ وہ بار بار خادمہ سے پوچھ رہ تھی۔ کیا یہ واقعی انہوں نے لکھا ہے۔ اور خادمہ کو اسے یقین دلانے کے لئے مریم کی قسم کھانی پڑی۔

جان مائیکل نے انتہائی عجز و انسار کے ساتھ معافی مانگی تھی۔ اُس نے لکھا تھا کہ مجھے اپنے طرز عمل پر نہ امت اور افسوس کے اظہار کے لئے الفاظ نہیں ملتے۔ میں بے حد شرمسار ہوں۔ آپ کو معلوم ہے کہ میں نشے کی حالت میں تھا۔ اس لئے مجھے امید ہے کہ آپ میری خطاط قبل معافی سمجھیں گی۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ کبھی شراب پی کر آپ کے گھر میں قدم نہیں رکھوں گا اور اتنجلا کے ساتھ میں اس وقت تک ہم کلام ہونے کی جرات نہیں کروں گا جب تک وہ خود اپنی زبان سے یہ نہ کہے کہ میرے اخلاق میں ایک بہت بڑی تبدیلی آچکی ہے۔ میں اطمینان سے اس وقت کا انتظار کروں گا۔ جب میرے طرز عمل سے وہ مجھے ایک انسان سمجھنے پر مجبور ہو جائے گی۔ میں جانتا ہوں کہ رات کے واقعہ کے بعد مجھ پر آپ کے گھر کا دروازہ بند ہو چکا ہے لیکن آپ اطمینان رکھیں جب تک آپ خود نہ بلا کیں گی میں دروازہ کھٹکھٹانے کی جرات نہیں کروں گا۔

جان مائیکل کی خادمہ کی آمد سے تھوڑی دیر پہلے میریا اپنے خاوند کے نام ایک طویل خط لکھ چکی تھی مائیکل کا خط آنے پر اُس نے اپنا مکتوب فاصلہ کے سپرد کرنے کا ارادہ تبدیل کر دیا۔

جب وہ جان مائیکل کے خط کا جواب سوچ رہی تھی اُس کی خادمہ نے اطلاع دی کہ ملاقات کے کمرے میں داخل ہوئی چند رسمی باتوں کے بعد بشپ نے کہا۔ مجھے تمہوری دیر ہوئی جان مائیکل کا خط ملا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ رات کے وقت اُسے ہوش نہ تھا اور وہ بہت نادم ہے۔ اس نے مجھ سے یہ درخواست کی ہے کہ میں آپ کے سامنے اُس کی طرف سے معدودت پیش کروں۔

”اُس نے میرے پاس بھی یہ خط بھیجا ہے۔ آپ پڑھ بیجھے۔ بشپ نے میریا کے ہاتھ سے خط لے کر اس پر سری نظر دور ڈانے لگا کے بعد کہا۔ مجھے بھی اُس نے اسی طرح کی باتیں لکھی ہیں اور میں یہ پوچھنے آیا ہوں کہ آنے اپنے شوہر کو رات کے واقعات کی اطلاع بھیج تو نہیں دی۔ نہیں میں خط لکھ چکی تھی لیکن ابھی تک بھیجا نہیں۔“

انجلا نے خط پڑھ لیا ہے۔

”نہیں،“

”اُسے بلاو میں اس سے چند باتیں کرنا چاہتا ہوں۔“

”مجھے آپ کے حکم کی تعییل سے انکار نہیں لیکن اس وقت شاید وہ جان مائیکل کے متعلق کوئی بات سننا پسند نہیں کرے گی۔“
میں جان مائیکل کا ایلچی بن کر نہیں آیا۔

”اچھا میں اُسے بلاٹی ہوں۔“

بشپ نے کہا۔ یہ خط لے کر جاؤ بہتر ہے کہ انجلا میرے پاس آنے سے پہلے اس خط کو پڑھ لے۔

میریا انجلا کو بلاٹے کے لئے اوپر چلی گئی۔

رات کو رخصت ہوئے وقت بشپ نے جو باتیں کی تھیں اسنجلا ان سے بہت متاثر ہوئی تھی لیکن اجب میریا نے اس کے ہاتھ میں جان مائیکل کا خط دینے کے بعد اسے یہ بتایا کہ بشپ تم سے ملتا چاہتا ہے۔ تو اس نے فوراً کہا اگر بشپ اس شرالی کا اٹچی بن کر آیا ہے تو میں اس سے ہرگز نہیں ملوں گی۔ کل وہ کہتا تھا کہ میں لوشه کے بشپ کے عہدہ سے مستغفی ہو جاؤں گا اور اب اُسے ایک انتہائی قابل نفرت آدمی کی ذلیل تین خدمت بجالانے سے غاریب ہیں۔

میریا نے جواب دیا۔ اسنجلا یہ خط میرے پاس مائیکل کی خادمہ لائی تھی۔ اگر تمہیں یقین نہیں آتا تو تم اپنی خادمہ سے پوچھلو۔ بشپ کا اس خط سے کوئی تعلق نہیں

تو آپ نے اس خط کا کیا جواب دیا ہے؟

”میں نے ابھی تک کوئی جواب نہیں دیا۔ میں نے یہ خط بشپ کو دکھایا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ مائیکل نے انہیں اسی طرح کا ایک خط لکھا ہے۔“

تواب وہ ہمارے درمیان مصالحت کروانے کا ارادہ لے کر آئے ہوں گے۔

ان سے ملے بغیر تمہیں ان کی نیت پر شک نہیں کرنا چاہئے۔

”چلنے! اسنجلا نے اٹھنے ہوئے کہا۔

بشپ نے اسنجلا کو دیکھتے ہی سوال کیا۔ بیٹھی! میں نے کمال تمہیں بتایا تھا کہ میں اپنے عہدے سے مستغفی ہونے کا ارادہ کر چکا ہوں لیکن مجھے مائیکل کا ایک خط ملا ہے۔ اس نے اپنے طرزِ عمل پر سخت ندامت کا اظہار کیا ہے۔ اگر یہ تبدیلی ہنگامی اور غارضی نہیں تو میں یہ بھی سوچتا ہوں کہ جب تک تمہارا باپ غیر حاضر ہے مجھے لوشه میں رہنا چاہئے ابھی تمہاری ماں نے بھی مجھے اس کا ایک خط دکھایا ہے۔“

انجلا نے کہا۔ میں بھی یہ خط دیکھ چکی ہوں۔“

بشپ نے سوال کیا، ”اس خط کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے؟

انجلا نے جواب دیا۔ میں صرف اتنا سمجھتی ہوں کہ حالات نے اُسے ایک بھیڑ نے کی درندگی کی بجائے ایک لومڑی کی چالاکی سے کام لینے پر مجبور کر دیا ہے۔ اس نے اپنا طریق کا ردلا ہے خون ہمیں بد لی۔ وہ جس شکار کو اپنے پنجہ سے ہلاک نہیں کر سکا اُس کے لئے اب جال بن رہا ہے۔ اور پھنکارنے والے اژدہا کی نسبت خاموشی کے ساتھ جالا شنے والی نکڑی کو زیادہ خطرناک سمجھتی ہوں۔

ممکن ہے تمہارا خیال صحیح ہو۔ کسی کے دل کا حال خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

اس معاملہ میں میری ہمدردی تم لوگوں کے ساتھ ہے۔ میں تمہیں اور تمہاری ماں کو یہ مشورہ دینا چاہتا ہوں۔ کہ اس خط کے بعد آپ کو ایسا جواب دینا چاہیے جس سے وہ مشتعل نہ ہو۔ میں آپ کو اس کے ساتھ رہا وہ رسم رکھنے کا مشورہ دیتا لیکن میں مشورہ بھی نہیں دوں گا کہ آپ اس کے خط کے جواب میں سخت الفاظ استعمال کریں بعض ٹھوکریں ایسی ہوتی ہیں جو انسان کو سیدھا کر دیتی ہیں۔ ممکن ہے کہ کل کا واقعہ اس کی زندگی بدل ڈالے۔ اگر اس کے طرزِ عمل میں یہ تبدیلی عارضی اور وقتنی ہے تو بھی میں یہ چاہتا ہوں کہ جب تک وہ اس شہر کر گورز ہے اور تم سے اس قدر قریب رہتا ہے وہ ایک پر اُمکن ہمسایہ بنارہے۔ ہماری افواج غرناطہ پر حملہ کرنے والی ہیں۔ اشبیلیہ میں ابو داؤد کی مصروفیات کچھا ایسی ہیں کہ وہ شاید غرناطہ کی فتح تک واپس نہ آسکے۔ اس کی غیر حاضری میں اگر آپ قدر سے تدبیر سے کام لیں تو مجھے امید ہے وہ اُن کو پریشان نہیں کرے گا۔

انجلا نے کہا۔ اس نے وعدہ کیا ہے کہ وہ آئندہ ہمیں پریشان نہیں کرے گا اور

جب تک وہ اپنے وعدے پر قائم ہے ہمیں اُس کے ساتھ اٹھنے کی ضرورت نہیں۔
اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ میری ماں کا کافی جواب اسکی وحشیانہ طرف بدل سئتا ہے تو
آپ لکھوادیں لیکن جہاں تک میرا تعلق ہے خدا گواہ ہے کہ اگر ماں سیکل ایک
ہزار سال تک عبادت میں مصروف رہے اور میں اپنی آنکھوں سے یہ دیکھوں کہ
فرشتہ آسمان سے اُتر کر اُسے سلام کرنے آتے ہیں تو بھی میں اُسے قابل نفرت
سمجھوں گی۔

(۲)

اس واقعہ سے ایک ماہ بعد فردی نینڈ غرناطہ پر حملہ کر چکا تھا۔ ملکہ از ایلا اور
بادشاہ غرناطہ کو فتح کئے بغیر واپس نہ جانے کا حلف اٹھا کر اپنی ساری قوت کے ساتھ
میدان میں آپکے تھے ابو داؤد شبیلیہ چھوڑ کر غرناطہ کی سرحد سے چند میل کے فاصلے
پر ایک شہر کو اپنی سرگرمیوں کو مرکز بنا چکا تھا۔ وہ گزشتہ ماہ میں سینکڑوں جاسوسوں کو
تربیت دے کر غرناطہ تھیج چکا تھا۔ اس نے اپنی بیوی کو یہ خط لکھا کہ غرناطہ ہماری توقع
سے پہلے فتح ہو جائے گا اور بادشاہ سلامت مجھے غرناطہ میں اپنا غائب السلطنت
بنانے کا وعدہ کر چکے ہیں۔

لوشہ میں قریباً ایک ماہ تک جان مائیکل کی طرف سے میریا کو کسی قسم کی پریشانی
کا سماں نہ کرنا پڑا۔ آخری ملاقات کے بعد اس کے طرزِ عمل میں کافی تبدیلی آپکی تھی
۔ اس کی خادمه دن میں ایک بار میریا کے پاس آتی اور پوچھ کر چلی جاتی کہ آپ کو
کوئی تکلیف یا کسی چیز کی ضرورت تو نہیں میریا اس کے جواب میں اس کا شکریہ ادا
کرتی بذات خود جان مائیکل ان سے الگ تھلگ رہتا تھا۔ چند ہفتوں کے بعد میریا
کو اس بات کا یقین ہو چکا تھا کہ وہ اپنے قول کا پکا ہے اور بن بلائے ان کے گھر میں

نہیں آئے گا۔ کبھی کبھی اس بات پر خوشی ہوتی کہ اسکی اس تبدیلی کا باعث انجلہ ہے لیکن جب وہ سوچتی کہ انجلہ کسی صورت میں بھی اُس کے ساتھ شادی کرنے پر رضا مند نہیں ہو گی تو اُس کا دل بیٹھ جاتا اُسے جان مائیکل پر حم آتا۔

جان مائیکل اب اپنی اکثر راتیں اپنے تاجر دوست کے ہاں گزارتا تھا اور شہر کی بیکن اڑکیوں کے ساتھ اُس کا برتاؤ زیادہ وحشیانہ تھا۔ میریا ان باتوں سے بے خبر تھی لیکن شہر میں مسلمانوں کی زبوں حالی کی خبریں کسی نہ کسی طرح ربیعہ اور ربیعہ سے انجلہ تک پہنچ جاتی تھیں اور جان مائیکل سے انجلہ کی انفرت روز بروز زیادہ شدید ہوتی گئی۔

ایک دن بشپ نے میریا کو بتایا کہ جان مائیکل ایک دور روز تک محاڈنگ پر جا رہا ہے۔ اور اس کی جگہ قسطلہ سے ایک نیا آدمی آ رہا ہے اگلے دن میریا نے شہر کے کوتوال کی بیوی کی طرف سے شام کے وقت جان مائیکل کے اعزاد میں الوداعی ضیافت میں شریک ہونے کی دعوت ملی۔ میریا نے انجلہ اور ربیعہ کو اپنے ساتھ اس دعوت میں لے جانے کی کوشش کی لیکن انہوں نے انکار کر دیا۔ میریا نے انجلہ کو سمجھایا۔ بیٹھی اب وہ جنگ پر جا رہا ہے۔ تمہارے دل میں اس کے خلاف کوئی بغرض نہیں ہونا چاہیے شہر کے تمام معززین وہاں جمع ہوں گے اگر تم وہاں نہیں جاؤ گی تو لوگ یہ محسوس کریں گے کہ تمہارے اور اُس کے درمیان کوئی ناخوشنگوار بات ہو چکی ہے۔

لیکن انجلہ اپنی ضد پر قائم رہی۔ میریا کو مجبوراً تنہا جانا پڑا۔ شام کے دھنڈ لکھ میں جب میریا اپنی بکھری پرسوار ہو کر قلعے سے باہر نکلی تو اُسے دروازے پر جان مائیکل دکھائی دیا۔ اور وہ فوج کے چند سپاہیوں کے درمیان کھڑا اُن سے با تیں کر رہا

تھا۔ میریا نے نوکر کو بگھی روکنے کا حکم دیا اور باہر جھانکتے ہوئے ہاتھ کے اشارے مائیکل کو اپنی طرف بُلایا۔

جان مائیکل نے اس کے قریب پہنچ کر کہا۔ آپ غالباً کوتواں کے ہاں جا رہی ہیں؟

”ہاں! لیکن مجھے اس بات کا گلہ رہے گا کہ آپ نے مجھے یہ نہیں بتایا کہ آپ جا رہے ہیں۔

”آپ کو الوداع کہے بغیر میرے لئے لو شہ چھوڑنا آسان بات نہیں لیکن میں یہ عہد کر چکا تھا کہ جب تک انجلاء مجھے نہیں بلائے گی میں آپ کو پریشان نہیں کروں گا اور ایک نائم کو اپنے عہد کا پاس کرنا پڑتا ہے۔

میریا نے کہا۔ انجلاء اب بہت بدل چکی ہے۔ جب آپ جنگ سے واپس آئیں گے اُسے شاید اپ کو بُلانے پر اعتراض نہیں ہوگا۔ میں شاید وقت سے پہلے جا رہی ہوں۔ آپ وہاں کب پہنچیں گے؟

”میں چند دوستوں کا انتظار کر رہا ہوں۔ آپ چلیں میں ابھی آتا ہوں لیکن آپ اکیلی ہیں۔

ہاں مجھے افسوس ہے کہ انجلاء کی طبیعت ٹھیک نہیں ورنہ وہ میرے ساتھ آنے کے لئے تیار تھی۔

مائیکل نے کہا۔ اس کی طبیعت اکثر خراب رہتی ہے۔ اُسے علاج کی ضرورت ہے۔ اچھا آپ چلیں،“

جب میریا کی بگھی کچھ دُور چلی گئی تو مائیکل اپنے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہوا۔ اُسے ایک طبیب کی ضرورت ہے اور میں کئی مریضوں کا علاج کر چکا ہوں۔

ربیعہ اور آنجلہ اور پر کی منزل کے ایک کمرے میں کھانا کھا رہی تھی اچانک نیچے انہیں شور سنائی دیا۔ ربیعہ نے چونک کر کہا۔ شاید احمد کے ساتھ کوئی اثر رہا ہے۔

آنجلہ نے کہا۔ یہ جمیں ہو گا۔ آج اس کی خبر لوں گی۔ کبھی کبھی مجھے احمد پر بھی غصہ آتا ہے وہ ہاتھی کی طرح مضبوط ہے لیکن پھر بھی ہر نوکر سے مار کھالیتا ہے۔

ربیعہ نے کہا۔ یہاں ہر مسلمان ہر عیسائی کو اپنا سمجھتا ہے۔

آنجلہ نے خادمہ سے کہا۔ جاؤ جمیں کو بلا لاؤ آج میں اس کی خبر لیتی ہوں۔

لیکن اچانک سیڑھیوں پر کسی کے پاؤں کی آہٹ سنائی دی اور آنجلہ نے کاہ۔

ٹھہر وہ شاید خود ہی آرہا ہے، اب وہ احمد کی شکایت کرے گا۔

ایک ثانیہ کے بعد ربیعہ، آنجلہ اور خادمہ بہوت ہو کر دروازے کی طرف دیکھ رہی تھیں۔ نوکر کی بجائے ان کے سامنے جان مائیکل کھڑا تھا۔ آنجلہ اُٹھا کر کھڑی ہو گئی۔

تم! اس نے سہی ہوئی آواز میں کہا۔

ہاں میں! لیکن تمہارا چہرہ زرد کیوں ہو گیا۔ میں تمہاری تیارداری کے لئے آیا ہوں یہاں تمہارے علاج کے لئے آیا ہوں۔ تم ہمیشہ بیمار رہتی ہو۔

جان مائیکل ایک قدم آگے بڑھا اور آنجلہ چار قدم پچھے ہٹ گئی۔ اس دوران میں ربیعہ بھاگ کر عقب کے کمرے کے دروازے کے قریب پہنچ گئی۔ خادمہ اپنی جگہ پر کھڑی بُری طرح کانپ رہی تھی۔

جان مائیکل نے کہا۔ آنجلہ! بھاگنے اور شور مچانے سے کوئی فائدہ نہیں اس وقت تمہاری مدد کے لئے کوئی نہیں آ ساتا۔ تمہارے نوکر میرے آدمیوں کی حرast

میں ہیں۔ تمہاری ماں کتوال کے ہاں میری الوداعی ضیافت میں گئی ہے۔ جب تک
میں وہاں نہیں جاؤں گا وہ یہاں نہیں آسکے گی۔

جان مائیکل چند قدم آگے بڑھا اور انجلہا بھاگ کر ایک کونے میں جا کھڑی
ہوئی وہ چلائی تم حشی ہو۔ تم کہنے ہو۔ تم شراب سے مدد ہو شہ ہو۔

جان مائیکل اینجال کو جواب دینے کی بجائے خادمہ کی طرف متوجہ ہوا۔ تم کیا
دیکھ رہی ہو۔

بھاگ گو یہاں سے؟ خادمہ سر پر پاؤں رکھ کر بھاگی۔

مائیکل پھر آگے بڑھا اور انجلہا کو گھیر کر کمرے کے دوسرا کونے میں لے آیا
پھر وہ ربیعہ کی طرف متوجہ ہوا۔ تم اس کی بہن ہو! لوگ غلط نہیں کہتے۔ اندرس کے
حصے کا تمام حسن خدا نے تم دونوں پر عطا کر دیا ہے۔ لیکن اس وقت صرف انجلہا کے
لئے آیا ہوں۔ تم جا سکتی ہو۔

لیکن ربیعہ اپنی جگہ سے نہ ہی۔ مائیکل چلا یا۔ جاؤ!

ربیعہ نے خوارت سے اُس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ تم بہت بہادر ہو۔
عورتوں کے مقابلہ تم واقعی بہت بہادر ہو۔ ایک اڑکی پر حملہ کرنے کے لئے تم نے فقط
چند آدمیوں کو اپنے ساتھ لانے کی کوشش کی ورنہ اس مہم کے لئے ایک پوری فوج
درکار تھی۔ تم اپنا خبر کیوں نہیں زکا لئے۔ انجلہا! اسے بتاؤ کہ تمہارے ہاتھ خالی ہیں۔
فرڈی نینڈ کے نام کاوار خالی نہیں جانا چاہیے۔ ورنہ کیسا کی تاریخ میں بہادری کا
ایک کارنامہ کم ہو جائے گا۔

مائیکل نے غصے سے کانپتے ہوئے کہا۔ بدزبان اڑکی! خاموش رہ تو مجھے نہیں
جانتی۔

ربیعہ نے کہا۔ میں تمہیں جانتی ہوں تم ایک بہادر نامہ ہو۔ تم اس شہر کے گورنر ہو لیسا کو تم پر ناز ہے۔ لیسا کو اس بات پر ناز ہے کہ تمنے اس کا جھنڈا معصوم اڑکیوں کی عصمت کے خون میں رنگا ہے۔ لیسا کو اس بات پر ناز ہے کہ تم جیسے بہادروں کی بدولت اس کا سفینہ بے گنا ہوں کے خون کے سمندر میں تیر رہا ہے۔ میں تمہیں جانتی ہوں تم مردوں کے مقابلوں میں بھیڑ اور عورتوں کے مقابلے میں شیر ہو۔

مائیکل زخمی درندے کی طرح آگے بڑھا اور اس نے ربیعہ کو دونوں بازوؤں سے پکڑ کر چھپھوڑنے کے بعد عقبی کمرے کی طرف دھکیل دیا۔ ربیعہ منہ کے بل گری۔ اتنی دیر میں انجلاباھاگ کر سیڑھیوں کی طرف کھانے والے دروازے سے باہر نکل چکی تھی۔ مائیکل اس کی طرف متوجہ ہوا تو ربیعہ نے جلدی سے اٹھ کر دروازے کو بند کر کے کنڈی لگادی۔

مائیکل انجلاب کے پیچے بھاگا۔ انجلاب تیزی کے ساتھ یخچ اُترتے ہوئے چلا چلا کر لوگوں کو مدد کیا نہیں بلکہ ہی تھی۔ نصف سیڑھیاں اُترنے کے بعد اس نے محسوس کیا کہ محل میں اس کی آواز پرلبیک کہنے والا نہیں۔ اسے ربیعہ کا خیال آیا اور اس کے پاؤں وہیں رک گئے اچانک اسے یخچ سے چند آدمیوں کے قبیلے سنائی دئے۔ سیڑھیوں کی شمع جل رہی تھی۔ اس نے جلدی سے اتہاٹ مار کر شمع یخچ گرا دی مائیکل کے آدمی قبیلے لگاتے ہوئے اوپر آرہے تھے۔ انجلاب کو خیال آیا کہ اگر وہ بالائی منزل کی باہر کی گیلری تک پہنچ جائے تو وہاں سے اکی چیخ پکار قلعے کے دروازے کے پہر یہاروں تک پہنچ سکے گی۔ وہ بے پاؤں اوپر چڑھی۔ زینے کے آخری موڑ پر اسے ایک خوفناک قبیلہ سنائی دیا۔ وہ مائیکل کے مضبوط بازوؤں کی گرفت میں آچکی تھی۔

وہ چلا رہی تھی۔ ظالم! دغا باز کمینے چھوڑ دو! مجھے چھوڑ دو!!

جان مائیکل نے اور پرانے والے سپاہیوں کو آواز دی۔ تم قلعے کے دروازے پر کھڑی رہ جب تک میں اجازت نہ دوں اس طرف کوئی نہ آئے۔

سپاہی لوٹ گئے اور مائیکل ترپتی چھینٹ چلاتی ہوتی انجلاء کو اپنے بازوؤں کی ہنگی گرفت میں لئے پھر اسی کمرے میں داخل ہوا جہاں تھوڑی دیر پہلے ربیعہ اور انجلاء کھانا کھا رہی تھیں اس نے ایک ہاتھ سے دروازہ بند کرتے ہوئے کہا۔ شور مچانے سے میرا سچھنیں بگز نے والا تمہاری ہی رسوانی ہو گی میں تمہارے باپ سے نہیں ڈرتا اس نے ہمارے ساتھ اپنے ضمیر کا سودا کیا ہے۔ اور ہم اس کی قیمت ادا کر چکے ہیں۔ بادشاہ میرے خلاف اس کی کوئی شکایت نہیں سنے گا۔

انجلاء نے دونوں ہاتھوں سے اس کامنہ نوچتے ہوئے کہا۔ مجھے چھوڑ دو! حشی ظالم! کمینے، مجھے چھوڑ دو! وہ اس کے مضبوط ہاتھوں کی گرفت میں ترپ رہی تھی۔

اچاکنک جان مائیکل بلبلہ کر اٹھا۔ اس کے ہاتھ کی انگلی انجلاء کے دانتوں میں آچکی تھی۔ اس نے دوسرے ہاتھ سے انجلاء کا گلاد باکرا پینی انگلی چھڑانی۔ اس کے بعد مائیکل پا گل ہو چکا تھا۔ اس نے ایک ہاتھ سے انجلاء کو گنے سے پکڑ رکھا تھا۔ اور دوسرے ہاتھ سے اُس لباس نوچ رہا تھا۔

اچاکنک عقب کے کمرے کا دروازہ کھلا۔ ربیعہ ہاتھ چھپا لئے دبے پاؤں آگے بڑھی۔ مائیکل کی پیٹھے اس کی طرف تھی لیکن انجلاء اُسے دیکھ چکی تھی۔ ربیعہ نے مائیکل کے قریب پہنچ کر پوری قوت سے برچھا مارا اور وہ ایک پلٹا کھانے کے بعد نیچے گر پڑا۔ برچھے کی تیز نوک اس کے سینے کے آر پار ہو چکی تھی۔ وہ ترپ رہا تھا۔ انجلاء ربیعہ کے ساتھ لپٹ گئی۔ وہ سکیاں لے رہی تھی۔ ربیعہ! ربیعہ! میں

سمجھ رہی تھی کہ تم مجھے چھوڑ کر بھاگ گئی ہو
وہ کہہ رہی تھی۔ مجھے برچھا تلاش کرنے میں دیر لگی۔ مجھے باہر کے کونے کی
سیڑھی سے اٹر کر احمد کے کمرے میں جانا پڑا۔

”لیکن تم نے اُسے قتل کر دیا۔ اب کیا ہو گا؟ نہیں! نہیں ربیعہ تم نے اُسے قتل
نہیں کای۔ اُسے میں نے قتل کیا ہے۔ اور میں بڑی سے بڑی عدالت کے سامنے
اس بات کا جواب دے سکوں گی کہ میں نے اُسے کیوں قتل کیا ہے، ابھی اس کے
پا ہیں جائیں گے تم اپنے کمرے میں چلی جاؤ، ربیعہ جلدی کرو۔ خدا کے لئے۔
ربیعہ نے اطمینان کے ساتھ جواب دیا۔ نہیں آنجلا! تم مجھے اس نیکی کے
ثواب سے محروم نہ کرو،

”نہیں ربیعہ! میں تمہیں ایسا نہیں کرنے دوں گی۔ کبھی نہیں۔ آنجلا پھوٹ
پھوٹ کر رو رہی تھی۔

”ربیعہ نے کہا۔ آنجلا تمہارا لباس! تمہارا سارا جسم غریاں ہو رہا ہے چلو اپنا
لباس تبدیل کرو۔

آنجلا نے کہا۔ پہلے یہ وعدہ کرو کہ تم اس معاملے میں خاموش رہو گی۔
ربیعہ جواب دینے کی بجائے اُسے بازو سے پکڑ کر کھینچتی ہوتی اس کے کمرے
کی طرف فلے گئی گیارہ میں کوئی نہ تھا۔ مائیکل کے آدمی نیچے شور مچا رہے تھے۔
وہ چھوٹا سا کمرہ جس میں آنجلا کے کپڑے اور آئش کا دوسرا سامان تھا اس
کے سونے کے کمرے کے پیچے تھا۔ آنجلا نے اس کرمے کا دروازہ کھوالا۔ اندر تاریکی
تھی اس لئے ربیعہ نے دوسرے کمرے سے شمع اٹھا کر اندر رکھ دی اور آنجلا سے کہا
تم جلدی سے اندر جا کر لباس تبدیل کرو۔ میں یہاں کھڑی ہوں۔

جب آنجلہ لباس تبدیل کر رہی تھی۔ ربیعہ نے دروازہ بند کر کے باہر سے کنڈی لگا دی آنجلہ اندر چلا رہی تھی، ”ربیعہ! ربیعہ! خدا کے لئے دروازہ کھول دو۔ اس نے اندر سے کہا۔ نہیں نہیں! زندگی اور موت میں میرا اور تمہارا ساتھ تھا تم میرے ساتھ دھوکا کر رہی ہو۔ ربیعہ! میری ربیعہ! میری بہن! آنجلہ رورہی تھی۔

ربیعہ نے اپنے آنسو پوچھتے ہوئے کہا۔ آنجلہ تمہارے دل میں خیال کیونکر پیدا ہوا کہ میں تمہیں اپے لئے خود کشی کی اجازت دے سکتی ہوں۔ تمہیں یاد ہے تم نے الہمرا میں ان کی جان بچائی تھی، اس وقت مجھے ان پر کسی کا احسان گوارانہ تھا۔ مجھے تمہاری جرات پر رٹک آتا تھا۔ آنجلہ! یہ ایک ایسا احسان تھا جو کسی مبدلہ شاید میں اس زندگی میں نہ دے سکتی۔ میرے متعلق تمہارا ہمیشہ یہ خیال رہا ہے کہ میرا دل کمزور ہے اور اب بھی تمہیں شاید میری کمزوری پر ترس آ رہا ہے لیکن میں اپنا فرض پہچانتی ہوں

آنجلہ نے اندر سے کہا۔ ربیعہ دروازہ کھول دو۔ میں وعدہ کرتی ہوں کہ میں خاموش رہوں گی۔

نہیں آنجلہ! میں جانتی ہوں جب وہ بھیڑیوں کی طرح میری بوٹیاں نوچیں گے تم سے دیکھا نہیں جائے گا۔ تم خاموش نہیں رہ سکو گی۔

آنجلہ نے کہا۔ ربیعہ! میری بات سنو! کیا یہ ممکن نہیں کہ ہم یہاں سے فرار ہو جائیں۔

تم جانتی ہو کہ اس قسم کی کوئی کوشش کامیاب نہیں ہو سکتی۔ اول تو یہ ممکن نہیں لیکن اگر ہم کسی طرح قلعے سے باہر بھی نکل جائیں تو شہر میں ہمارے لئے کوئی جائے پناہ نہیں صبح تک ہر گھر پر فوج کا پپرا ہو گا۔ اگر ہم شہر سے نکلنے میں بھی کامیاب ہو

جائیں تو صحیح تک سارا شہر شکاری کتوں کی طرح ہمارا تعاقب کر رہا ہوگا۔ اسنجلا! میں نے کوئی گناہ نہیں کیا۔ میں موت سے کیوں بھاگوں۔ میں لوشہ کی عدالت میں یہ کیوں نہ ہوں کہ میں نے اپنا فرض ادا کیا ہے۔ میں ان سے رحم کی التجا بھی نہیں کروں گی۔ میرا باپ قوم کا غدار ہے۔ اسے غداری کا صلمہ مانا چاہیے ممکن ہے کہ میری قربانی کے بعد اس پر تو بے کا دروازہ کھل جائے۔

ربیعہ کو محل کے دروازے کی طرف آدمیوں کا شور سنائی دیا۔ وہ گیلری کی طرف بھاگی اور ایک لمحہ پیچھے جھانکنے کے بعد واپس آکر بولی۔ اسنجلا! لوگ دروازے پر جمع ہو رہے ہیں۔ شاید کوتوال کے گھر سے کوئی اس کا پتہ کرنے آیا ہے اور ماں تیکل کا کوئی آدمی اُسے باخبر کرنے کے لئے اوپر آجائے۔ میں جاتی ہوں۔ اسنجلا! خدا حافظ!

”دنیں نہیں رہیں ربیعہ! میری بات سنو! میں موت کی آنغوٹ تک تمہارا ساتھ دوں گی۔ ربیعہ ٹھہرو۔ ربیعہ! ربیعہ!
ربیعہ جا چکی تھی ☆

(۳)

اسنجلا کو خدا حافظ کہنے کے بعد ربیعہ اس کے کمرے میں پہنچی جہاں ماں تیکل کا لاش پڑی تھی اس کا خون قالین پر مخدود ہو چکا تھا۔ اس کی شکل سخت بیت تاک بن چکی تھی۔ ربیعہ نے دوسرے کمرے سے ایک چادر لائکر اس کے منہ پر ڈال دی اور خود ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔

تحوڑی دیر بعد اُسے سیڑھی پر کسی کے پاؤں کی آہٹ سنائی دی کسی نے دروازے کے قریب پہنچ کر کہا۔ آقا! بہت دیر ہو گئی، کوتوال کے آدمی آپ کے متعلق

پوچھر رہے ہیں۔

ربیعہ اپنے دھڑ کتے ہوئے دل پر قابو پا کر اٹھی اور دروازہ کھول کر باہر جانتے ہوئے بولی۔ ادھر آؤ میرے کمرے میں ایک شرابی کی لاش پڑی ہوئی ہے۔ دیکھو تم اُسے پہچانتے ہو؟

سپاہی بد حواس ہو کر اندر داخل ہوا۔ ایک ثانیہ کے لئے اس نے ربیعہ کی طرف دیکھا اور پھر جھک کر کپڑا اٹھادیا۔ جان مائیگل۔ وہ بد حواس ہو کر چلا گیا۔

ربیعہ نے کہا۔ تم اسے جانتے ہو؟

سپاہی نے جواب دیا۔ یہ شہر کا گورنر ہے، یہ فرڈی نینڈ کا مشہور نام ہے۔ یہ ملکہ کارشنہدار ہے اسے کس نے قتل کی؟

ربیعہ نے کہا۔ تمہیں مجھ سے اس کے متعلق کوئی سوال پوچھنے کا حق نہیں۔ تم جا کر کوتواں کو اطلاع دو۔

لیکن اس کے بد لے ہم سب کو پھانسی دی جائے گی۔ ہم جانے سے پہلے اس کے قاتل کو گرفتار کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔

اس کو میں نے قتل کیا ہے۔

سپاہی ایک لمحے کے لئے بہوت ہو کر ربیعہ کی طرف دیکھتا رہا۔

ربیعہ نے چلا کر کہا۔ جاتے کیوں نہیں۔ میری طرف کیا دیکھ رہے ہو کیا تم یہ نہیں جانتے کہ اس شہر کا اصلی حاکم میرا باپ ہے۔ وہ اس شہر کا حاکم ہی نہیں فرڈی نینڈ کا دوست بھی ہے۔ تم ایسے شخص کی حفاظت کا ذمہ کیوں لیتے ہو جو شراب پی کر شرافا کے گھروں میں گھس آتا ہے۔ میں پوچھتی ہوں تم اس وقت کہاں تھے جب اس کمرے میں ایک بے بس اڑکی چینیں مار رہی تھیں۔ تم نیچے تھے لگا رہے تھے۔ میں

تمہیں حکم دیتی ہوں جاؤ! اور نہ تمہارے لئے اچھانہ ہوگا اور دیکھو جب تک کوتواں نہ آجائے تمہارے کسی ساتھی کو اُپر آنے کی اجازت نہیں۔

سپاہی پریشانی کی حالت میں فیصلہ نہ کر سکا کہ اُسے کیا کرنا چاہیے۔ وہ ربیعہ کی طرف گھر کر دیتا ہوا باہرنکل گیا



(۵)

سپاہی کے جانے سے تھوڑی دیر بعد ربیعہ اٹھ کر کمرے سے باہرنکل اور باہر کی گلیاری میں کھڑی ہو کر نیچے جھانکنے لگی۔ انخلاء کے کمرے سے دروازہ کھٹکھٹانے کی آواز آرہی تھی۔ ربیعہ اس کے کمرے کی طرف بڑھی لیکن دروازے پر اسکے پاؤں رُک گئے۔ انخلاء کی آواز سنائی دی۔ ربیعہ! ربیعہ! کچھ دیر تذبذب کی حالت میں وہاں کھڑی رہی اور پھر دبے پاؤں واپس چلی آئی۔

گلیاری کے کونے سے وہ تنگ و تاریک سیڑھیوں پر چڑھتی ہوئی مکان کی چھت پر جا پہنچتی۔ چاند کی افربیب روشنی میں اس نے چاروں طرف رُکاہ دوڑائی اور پھر آسمان کی طرف دیکھنے لگی۔ چاند کی پیشانی سے نور کے چشمے پھوٹ رہے تھے، ستارے مسکرار ہے تھے۔ یہ دنیا اسی طرح قائم تھی اور اس دنیا میں زندگی کی تمنابیدار کرنے کے لئے ہزاروں سامان تھے۔ ربیعہ ان تمام چیزوں کو خیر باد کہہ رہی تھی۔ لیکن ان تمام دل چیزوں کا مرکزاً پنی جگہ پر موجود تھا۔ زندگی کے حادثات ربیعہ کے دل سے بد میرہ کی تمنانہ چھین سکے۔ طوفان گزر چکتے تھے۔ اب وہ ٹھنڈے دل سے اپنے مستقبل کے متعلق غور کر رہی تھی۔ اُسے قید خانے کی تاریکی کا خوف نہ تھا۔ اُسے پھانسی پر لکھنے یا آگ جلانے جانے کا ذرہ نہ تھا۔ موت کا چہرہ اس کے لئے

بھیا کنک نہ تھا۔ لیکن اپنے دل میں بدر بن مغیرہ کی تمنا لے کر موت کے دروازے پر
دستک دینا اس کے لئے ہمت آزماض رو رتھا۔ کاش وہ مر نے سے پہلے اُسے دیکھ سکتی
کاش وہ اُس سے یہ کہہ سکتی کہ میں ایک نئی زندگی میں تمہارا انتظار کروں گی کاش وہ
اس کے لئے زندہ رہ سکتی! کاش اس کی موت کے بعد یہ چاند یہ ستارے بدر کو اس کی
یاد دلا سکتے۔ یہ بتا سکتے کہ اس کی زندگی میں کوئی شام الیسی نہ تھی جب وہ اس کی یاد
سے غافل تھی۔

ربیعہ نے اپنے دل میں کہا۔ لیکن میں کیا سوچ رہی ہوں۔ بدر صرف میرے
لنٹھیں وہ قوم کا سپاہی ہے۔ وہ مجھ چیسی ہزاروں لڑکیوں کی ناموس اور عصمت کی
حافظت کے لنٹھ رہا ہے۔ میں کس قدر نادان ہوں میں یہ سمجھ رہی ہوں اس وقت
وہ بھی کسی پیاری پر کھڑا اس چاند، ستاروں کو دیکھ رہا ہوگا۔ اور یہ اس کے دل میں
میری یاد تازہ کر رہے ہوں گے۔ میں سوچ رہی ہوں کہ وہ میری آہیں سن رہا ہے،
میرے آنسو دیکھ رہا ہے لیکن یہ اس کی توہین ہے۔ اس کا تصور میرے ذات تک
محدود نہیں رہ ستا، وہ اس وقت ہزاروں بے کس لڑکیوں کی چینیں سن رہا ہوگا۔ ان
کے آنسو سودیکھ را ہوگا۔ آنسوؤں اور آہوں کے اس طوفان میں اس کے لئے میری
آواز پہچانا بھی مشکل ہوگا۔ وہ کسی پیاری کی چوٹی پر کھڑا چاند سے میرا ذکر کرنے کی
بجائے اس سے یہ کہہ رہا ہوگا۔ تم نے میری قوم کا عروج بھی دیکھا ہے۔ آج اس کا
زوال بھی دیکھ لو۔ تم نے اس سر زمین پر طارق اور عبد الرحمن کا جاہ و جلال دیکھا ہے
آج ابو عبد اللہ کی ذلت اور رسولی دیکھ لو۔ تم نے اندلس کے ساحل پر ان مجاہدوں کو
دیکھا ہے جنہوں نے اپنا سفینہ جلا دیا تھا۔ آج ان ملت فرمشوں کو بھی دیکھ لو جو دشمن
سے قوم کی عزت اور آزادی کی قیمت وصول کر رہے ہیں۔ تم نے ہمارے شہسواروں

کومیدان کارخ کرتے دیکھا ہے۔ جو شہنشاہوں کے تاج اُتار کر غامبوں کے سر پر رکھ دیا کرتی تھی۔؟ کیا یہ وہی قوم ہے جس کے فرزند اپنی غریب بہن کی عزت کی خاطر بڑی سلطنتوں کو زیری و زبردیا کرتے تھے۔

تحمودی دیر بعد جب ربیعہ نیچے اُتر رہی تھی اس کے دل کا بوجھ اُتر چکا تھا۔ وہ کہہ رہ تھی۔ ربیعہ! اجتماعی مصائب کے اس دور میں تیری زندگی کی کوئی اہمیت نہیں لیکن اگر تو چاہے تو اپنی موت کو اندرس کی تاریخ کا ایک قابل ذکر واقعہ ضرور بنا سکتی ہے۔ اگر موت ناگزیر تو تجھے بہادری سے اس کا سامنا کرنا چاہیے۔ تجھے یہ ثابت کرنا چاہیے کہ ظلم کے ہاتھ قابل نفرت ہیں خونناک نہیں تیرا اور بدر کی زندگی کا منتصد ایک ہے۔ اور وہ باطل کے خالف لٹر رہا ہے اور تحقق کے لئے قربانی دے رہی ہے۔ قیامت کے دن تو اس کا دامن تھا کریہ کہہ سکے گی کہ ہم دنیا میں ایک دوسرے کے ساتھی تھے۔

(۶)

شہر کا کوتوال، فوج کے چند افسروں، بشپ اور چند بااثر لوگ مائیکل کی لاش کے گرد کھڑے تھے۔

کوتوال اس سپاہی کو جو اسے اس حادثے کی خبر دینے گیا تھا ڈانٹ ڈپٹ رہا تھا تم بیوقوف ہوا س مکان سے باہر نکلنے کے کئی راستے ہوں گے وہ یقیناً قلعے سے نکل چکی ہے۔ تم نے اپنے ساتھیوں سے قلعے کا دروازہ بند کرنے کے لئے بھی کہا میں پوچھتا ہوں کہ تم نے اُسے گرفتار کوئی نہ کر لیا۔

کوتوال فوج اور پولیس کے دوسرے افسروں کی طرف متوجہ ہوا۔ تم یہاں کی دیکھ رہے ہو جاؤ ہر کی تاکہ بندی کر دوا اور مسلمانوں کے گھروں کی تلاشیاں شروع کر

دو۔ کچھ آدمیوں کو اس محل کی تلاشی لینے کے لئے چھوڑ دو۔

محل کی تلاشی لینے کی ضرورت نہیں۔ ربیعہ نے گیلری کی طرف سے اندر داخل ہوتے ہوئے کہا۔

سب دم بخود ہو کر اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔ وہ اطمینان کے ساتھ آگے بڑھی۔ اس کے چہرے پر ایک غیر معمولی وقار تھا۔

کوتال نے کہا۔ جان ماں یکل کوم نے قتل کیا ہے۔

ہاں اس آدمی کو جو ہمارے گھر میں شرمناک ارادہ لے کر آیا تھا میں نے قتل کیا ہے۔

اس قتل میں تمہارے ساتھ کوئی اور بھی شریک تھا۔

”نہیں،“

میریا بھتی کا نبی کمرے میں داخل ہوئی ربیعہ! انخلاء کہاں ہے؟ کہاں گئی۔ اُسے کیا ہوا ہے؟ بتاؤ خدا کے لئے بتاؤ۔

”اس لاش کو دیکھ کر اُسے بہت صدمہ ہوا۔ وہ چینیں مارتی ادھر ادھر بھاگ رہی تھیں۔ میں نے اُسے اُس کے سونے کے کمرے میں ساتھ والی ٹھیڑی میں بند کر دیا ہے لیکن آپ اُسے ابھی یہاں نہ لائیں تو اُس کے لئے بہتر ہو گا۔ مجھے ڈر ہے کہ یہاں آ کر اُسے پھر غشی کا دورہ نہ پڑ جائے۔“

میریا نے بھاٹھی ہوئی انخلاء کے کمرے میں پہنچی اور انخلاء! انخلاء کہتی ہوئی کوٹھڑی کے دروازے کی طرف بڑھی۔

انخلاء اندر سے چلائی۔ ربیعہ نے کہاں ہے؟ خدا کے لئے میرا دروازہ کھولو۔

اُسے میں نے قتل کیا ہے۔ اُسے میں نے قتل کیا ہے۔ ربیعہ بے گناہ ہے۔

میریا کا ہاتھ کنڈی تک پہنچ کر رک گیا اور اس نے بھاگ کر گیاری کی طرف
کھانے والا دروازہ بند کر دیا۔

دوسری طرف شہر کا کوتوال محبب کش مکش میں تھا۔ جان ماٹیکل کا قتل معمولی
بات نہ تھی لیکن اس کا قاتل ایک اسے آدمی کی بیٹی تھی جس پر فر ڈنینڈ بہت مہربان تھا
۔ عدالت کے فیصلہ سے پہلے اس کے لئے گورنر کی اڑکی کو گرفتار کر کے عام قیدیوں کی
طرح رکھنا مشکل تھا اور اس کے ساتھ ہی اُسے اس بات کا ڈر تھا کہ اگر اس نے تذ
بذب سے کام لیا تو نہ صرف عیسائیوں کی رائے عامہ اس کے خلاف ہو جائے گی بلکہ
اُن لوگوں کے تمام نائٹ اس کے دشمن ہو جائیں گے۔ شام کو میریا کو بھی پر تنہا جاتے
دیکھ کر ماٹیکل نے اُسے یہ پیغام بھج دیا تھا کہ مجھے شاید ایک ضروری کام کی وجہ سے
دیر ہو جائے گی لیکن میں میریا سے چند باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ اس لئے میری آمد
تک اسے ہر ممکن طریقے سے روکنے کی کوشش کرو۔ اب کوتوال پر یہ بات واضح ہو
چکی تھی کہ وہ ضروری کام کیا تھا۔ لیکن وہ ایک شرالی اور بد چلن ہونے کے باوجود ایک
نائٹ تھا اور ربیعہ ابو داؤد کی بیٹی ہونے کے باوجود ایک مسلمان اڑکی تھی۔ تاہم اُسے
اک بات کا اندر شہر ہوا تھا کہ ابو داؤد اپنی خدمات کے عوض اپنی بیٹی کے خلاف بڑی
سے بڑی عدالت کا فیصلہ تبدیل کروا سکے گا۔

کوتوال نے بشپ سے مشورہ لیا تو اس نے کہا۔ میرے خیال میں جب تک
عدالت کوئی فیصلہ نہیں دیتی اس اڑکی کو اسی قلعے کے کسی نیلیحدہ کمرے میں بند کر دیا
جائے یا کم از کم جب تک نیا گورنر نہیں آتا اس وقت تک اُسے عام قیدیوں کے ساتھ
نہ رکھا جائے۔ اس دوران میں آپ بادشاہ سلامت سے بھی اس اڑکی کے متعلق ہدایتا
لے سکیں گے

ایک ہفتہ آنجلاء شدید بخار میں بتا رہی۔ اُسے جب کبھی کبھی ہوش آتا وہ ربیعہ! ربیعہ! کہتی ہوئی اٹھ پڑھتی۔ کبھی کبھی وہ جوش میں اپنے کمرے سے بھاگ کر باہر نکلنے کی کوشش کرتی لیکن چند قدم چلنے کے بعد بے ہوش ہو کر گر پڑتی۔ کبھی میریا کو نوکوری کی مدد سے اُسے زبد دستی بستر پر اٹانا پڑتا۔ وہ بے بسی کی حالت میں چلاتی۔ مجھے چھوڑ دو، مجھے اُسکے پاس جانے دو مائیکل کو میں نے قتل کیا ہے۔ وہ میری وجہ سے قتل ہوا ہے۔ وہ میری جان بچانے کے لئے اپنی قربانی دے رہی ہے۔ میریا گھبرا کر دروازے بند کر لیتی۔ شہر کی خواتین اس کی تیاداری کے لئے آتیں لیکن میریا کسی نہ کسی بہانے انہیں آنجلاء کے کمرے میں جانے سے روک دیتی۔ میریا کو یہ پریشانی بھی تھی کہ کہیں ان دنوں ابو داؤ دنہ آجائے۔ اُسے اس بات کا ڈر تھا کہ وہ آنجلاء کے لئے ربیعہ کو قربان نہیں ہونے دے گا۔ آنجلاء کی نسبت وہ ربیعہ سے زیادہ پیار کرتا تھا۔ اس لئے میریا نے اُس کو اس واقعہ کی اطاعت نہ بھیجی۔

پہلے اُسے ربیعہ کی طرف سے بھی خطرہ تھا کہ کہیں عدالت میں وہ اپنے بیان سے پھرنا جائے لیکن یہ خطرہ اب مل چکا تھا۔ ربیعہ دریوں کی عدالت میں اپنے جرم کا مقابل کر چکی تھی۔

عدالت کے نام ازا بیلا کا یہ حکم آچکا تھا کہ مائیکل کے قاتل کو سخت سزا دی جائے مائیکل کے قتل کی پید عیسائیوں نے جوش و خروش کا یہ عالم تھا کہ وہ اس کے جنازے میں شریک ہونے سے پہلے کئی مسلمانوں کو موت کے گھاث اٹا رچکے تھے۔ شہر کا کوتوال اشبيلیہ کے حاکم اعلیٰ کو لکھ پکا تھا کہ اگر اس لڑکی کو فوراً سزا نہ دی گئی تو شہر میں سخت بد منی کا خطرہ ہے۔ فری نینڈ کو میدان جنگ میں اس واقعہ کی اطاعت ملی

اگر مقتول کوئی اور ہوتا تو شاید وہ اس معاٹے کو دبانے کی کوشش کرتا لیکن مانگل اسکا نامٹ تھا۔ وہ ملکہ کا قریبی رشتہ دار تھا۔ اور ملکہ یہ سننے کے لئے تیار نہ تھی کہ قاتل کون ہے اور اس کے باپ کی خدمات کیا ہیں۔ جان مائیکل بہر حال ایک نامٹ تھا۔ اور اس کی قاتل ایک مسلمان اڑکی تھی۔

چھ ماہ قبل یہ واقعہ رونما ہوتا تو شاید فرڈی نینڈ یا ملکہ ابو داؤد کی دل آزاری سے بچنے کی کوشش کرتے لیکن اب اس سے کام لیا جا چکا تھا۔ اب اس کی ان تھک کوششوں کے باعث اندرس کے ہر شہر میں کئی ملت فروش پیدا ہو چکے تھے۔ وہ سردار اور علاماء ہمیں اہل غرناطہ میں انتشار ڈالنے کے لئے ابو داؤد نے تربیت دے کر بھیجا تھا اب برادر است فرڈی نینڈ سے تعلق پیدا کر چکے تھے۔ وہ زیادہ تعلیم حاصل کرنے کے لائق میں ابو داؤد کی بجائے فرڈی نینڈ اور ملکہ کو اپنی کارگزاری سے مطلع کرتے تھے۔ بادشاہ اور ملکہ کو اب یہ اطمینان تھا کہ ان کے پاس سینکڑوں آدمی ایسے ہیں جو ابو داؤد کی جگہ لے سکتے ہیں۔ وہ یہ بھی جانتے تھے کہ غرناطہ کی روہی کہی قوت مدافعت سکھنے کے لئے انہیں سپاہیوں کی تلواروں کی ضرورت ہے اور اگر مائیکل کے قاتل کو سزا نہ دی گئی تو فوج میں بد دلی پھیل جائے گی۔ بڑے بڑے نامٹ مخالف ہو جائیں گے۔

ملکہ نے بادشاہ سے کہا۔ آخر ہماری جنگ کا مقصد اس کے سوا اور کیا ہے کہ مسلمانوں سے کیسا کی عظمت کا لوہا منوایا جائے۔ کیا کیسا کے لئے یہ بات باعثِ رسوائی نہیں کہ ایک مسلمان اڑکی مائیکل جیسے نامٹ کو قتل کرے اور ہم انتقام نمی لے سکیں۔ ابو داؤد نے کیسا سے وفاداری کا حلف اٹھایا ہے۔ وہ ہمارے سامنے کئی باریہ کہہ چکا ہے کہ اُسے مسلمانوں سے قطعاً کوئی ہمدردی نہیں وہ صرف اس لیے

مسلمان ہے کہ اس لباس میں وہ مسلمانوں کو دھوکا دے دے کر کلیسا کی بہت بڑی خدمت کر ستا ہے۔ اب اس کے امتحان کا وقت آیا ہے، اگر وہ ہمیں فریب نہیں دیتا تو اُسے اس اٹرکی کے ساتھ کوئی ہمدردی نہیں ہونی چاہیے۔ جس نے ہمارے بہترین سپاہی کو قتل کیا ہے۔ وہ اٹرکی مسلمان ہے اور اُس نے مائیکل کو مذہبی جنون میں قتل کیا ہے۔ ہم نے ابو داؤد کی خدمات کا اُسے کوئی صلح نہیں دیا۔ ہم نے اُسے لوشہ کا گورز بنایا۔ ہم نے اُسے یہ اختیار دے رکھا ہے کہ وہ ہمارے خزانے سے جتنا چاہے خرچ کرے۔ اب وفاداری کا تقاضہ یہ ہے کہ اگر ہم اسی مقدمے کے فیصلہ کرنے کا اختیار دے دیں تو بھی وہ اپنی بیٹی کو سزا دینے سے نہ چکچائے۔

فرڈی نینڈ نے کہا۔ مجھے ڈر ہے کہ جب وہ میرے پاس آئے گا میں عدالت کا فیصلہ تبدیل کرنے پر مجبور ہو جاؤں گا۔

ملکہ نے برہم ہو کر کہا۔ تم بادشاہ ہو اور تمہاری ملکہ یہ برداشت نہیں کرے گی کہ ایک نوکر تمہیں کلیسا کی کسی عدالت کا فیصلہ تبدیل کرنے پر مجبور کر دے۔

ملکہ کے اصرار پر بادشاہ نے نئے گورز کو یہ ہدایت بھیجی کہ وہ مجرم کو عدالت سے سزا دلانے میں آخیر نہ کرے۔

(۸)

ربیعہ عدالت کے سامنے کھڑی تھی۔ کمرے کے اندر اور باہر آدمیوں کا ہجوم تھا۔ پادریوں کی جیوری بشپ کو اپنا فیصلہ دے چکی تھی۔ ربیعہ اپنے جرم کا اقبال کر چکی تھی۔ کوتوال اور مائیکل نے نوکروں کی شہادت کے بعد عدالت نے کسی اور گواہی کی ضرورت محسوس نہ کی دو دن قبل ربیعہ نے عدالت کے سامنے جوابیان دیا۔ اس سے وہ اپنے آپ کو بدترین سزا کی مستحق ثابت کر چکی تھی۔ اس نے عدالت تھا۔

کامڈا ق اڑا یا تھا۔ اس نے کلیسا کی توہین کی تھی۔

اس نے کہا تھا۔

میں اس عدالت کو تسلیم نہیں کرتی جو ایک
شرابی اور بد معاش کو یہ اجازت تو دے دیتی ہے کہ
وہ لوگوں کے گھروں میں گھس کر من مانی کرے
لیکن ایک بے کس اڑکی کو اپنی عصمت کی حفاظت
کے لئے ہاتھ انہا نے کی اجازت نہیں دیتی۔ تم اس
وقت کہاں تھے جب تمہارا یہ نائٹ لوگوں کے
گھروں کے دروازے توڑا کرتا تھا۔ جب معصوم
اور بے کس اڑکیاں چلا چلا کر تمہیں مدد کے لئے پکارا
کرتی تھیں۔ جب وہ کہا کرتی تھیں۔ عدل و
انصار کے اجارہ دارو! آؤ ہماری عصمت اُٹ
رہی ہے۔ ہمیں بچاؤ تمہیں مجھ پر مقدمہ چلانے کی
ضرورت نہ تھی۔ تم مجھے مقدمہ چلانے بغیر بھی تو سزا
دے سکتے تھے۔ کلیسا کی عظمت کا لوہا منوانے کے
لئے تم مجھ جیسی سینکڑوں اڑکیوں کو مقدمہ چلانے
بغیر موت کے گھاٹ اُتار چکے ہو۔ تمہارا دامن بے
گناہوں کے خون سے تر ہے۔ میرے خون کے
چند چھینٹے اُس کی بدنمائی میں اضافہ نہیں کر سکتے۔ تم
انصار نہیں کر سکتے اور میں تم سے رحم کی بھیک مانگنا

انسانیت کی توہین سمجھتی ہوں۔ تم نے اب تک مجھ سے یہ نہیں پوچھا کہ میں نے اسے قتل کیوں کیا تم نے مجھ سے یہ نہیں پوچھا کہ وہ کس ارادے سے میرے کمرے میں داخل ہوا تھا۔ تمہارے لئے فقط یہ جانا کافی ہے میں نے اسے قتل کیا ہے ایک مسلمان اٹھ کی نے اپنی عصمت کی حفاظت کے لئے تمہارے ایک نائٹ کو قتل کیا ہے۔ تم یہ سمجھتے ہو کہ اس درندے کی موت کے بعد تمہارے کلیسا کا ایک ستون گر چکا ہے۔ تم مجبور ہو کہ مجھے سزا دو۔ میرے ساتھ انصاف کرنا تمہارے بس کی بات نہیں۔ تم اندرس میں کلیسا کی نئی عمارت کے معمدار ہو تم نے اس کی بنیاد بے گناہوں کے خون اور ہڈیوں پر رکھی ہے میری موت کا فتویٰ دینے کے لئے تم صرف یہ جانا کافی سمجھتے ہو کہ میں بے گناہ ہوں میں نے اپنی عزت بچانے کی کوشش کی ہے۔ میں ایک مسلمان ہوں اس لئے میرا خون اور میری ہڈیاں کلیسا کی عمارت کی تعمیر کے کام میں لا میں جاسکتی ہیں۔ میں نے صرف ایک جان مائیکل کو قتل کی ہے لیکن سب جان مائیکل ہو۔ وہ شراب میں بد مست ہو کر بے بس مسلمانوں کو موت کے گھاٹ اُتارتا تھا

اور تم انصاف کی کر سیوں پر بیٹھ کر بے گناہوں کی
موت کے فتوے دیتے ہو۔ وہ انسانیت کا منہ نوچتا
خاتم حق و صافت کی آواز کا گلاکا ٹھتے ہو۔

دو دن پہلے یہ بیان دینے کے بعد آج ربیعہ اپنے مقدمے کا فیصلہ سننے کے
لئے عدالت میں کھڑی تھی۔ لو شہ کا بشپ جان لوس اس مقدمے کے بڑے نج کی
حیثیت میں نئے گورنر دا ان لوٹی کا وہ فیصلہ پڑھنے کے لئے تیار نہ تھا جس پر باقی
پادری متفق ہو چکے تھے۔ اس کا فیصلہ یہ تھا کہ لڑکی کو جلاوطن کر دیا جائے۔ اس نے
جان مائیکل پر بھی جرم عائد کرنے کی کوشش کی تھی۔ گورنر اور پادریوں کا یہ خیال
تھا کہ جان لوس پر ربیعہ نے جادو کر دیا ہے۔ اس لئے فیصلہ کے دن بڑھے نج کی
کرسی پر ایک اور پادری رونق افروز تھا۔

عدالت کے اندر اور باہر جو لوگ جمع تھے انہیں معلوم تھا کہ اس مقدمے کا
فیصلہ کیا ہوگا۔ ربیعہ کیسا کی عدالت کی تو ہیں کی چکی تھی۔ اس نے کیسا کے ایک
پاہی کو قتل کیا تھا۔ بعض لوگوں کو بشپ لوق کی غیر حاضری کی وجہ معلوم ہو چکی تھی اور
وہ ربیعہ کو ایک خطرناک جادوگر نی سمجھتے تھے۔ لوگ ایک دوسرے سے کانا پھوسی کر
رہے تھے۔ اُسے چھانسی پر لٹکا دیا جائے گا۔ اُسے ہمنی شکنے میں کساجائے گا۔ اُسے
زندہ جلایا جائے گا۔

لوگوں کو خاموشی کا حکم دینے کے بعد نج نے اپنا فیصلہ پڑھ کر سنایا۔ حاضرین
ربیعہ کی طرف دیکھ رہے تھے۔ اُس کی موت کا حکم صادر ہو چکا تھا۔ لیکن وہ خاموش
کھڑی تھی۔ جب نج نے یہ کہا کہ ملزمہ کیسا اور عدالت کی تو ہیں کے بعد سخت سے
سخت سزا کی مستحق تھی لیکن اس کے باپ کی خدمات کا الحاطر کھتے ہوئے عدالت

اُسے زندہ جلانے کی بجائے اُس کے قتل کا حکم صادر کرتی ہے۔ ایک نوجوان اڑکی هجوم کو چیرتی ہوئی آگے بڑھے اور ربیعہ کے قریب پہنچ کر چلانی ٹھہرو! انصاف اور انسانیت کا خون نہ کرو۔ جان مائیکل کو میں نے قتل کیا ہے۔

عدالت میں سنانا چھاگیا۔

ربیعہ نے چونک کراس کی طرف دیکھا۔ یہ اتنجا تھی۔ نج پادری اور حاضرین عدالت تھوڑی دیر کے لئے سائل میں آگئے۔ اتنجا اپنی بغل میں ایک چھوٹی سی گلڑی دبائے ہوئے تھی۔

ربیعہ نے نج سے مخاطب ہو کر کہا۔ آپ پریشان نہ ہوں۔ یہ میری سوتیلی بہن ہے۔ اس کے دماغ پر ان واقعات کا بہت اثر پڑا ہے۔

اتنجلا نے ایک قدم بڑھتے ہوئے کہا۔ یہ غلط ہے! یہ جھوٹ ہے ربیعہ نے میری جان بچانے کے لئے یہ سب کچھ کیا ہے۔ یہ بے قصور ہے۔ مائیکل کو میں نے قتل کیا ہے اُسے قتل کرنا میرا فرض تھا۔

نج نے سوال کیا۔ تم آج تک کہاں تھیں۔

اتنجلا نے جواب دیا۔ مائیکل کے قتل کے بعد ربیعہ نے مجھے ایک کمرے میں بند کر دیا تھا۔ اس کے بعد چند دن بے ہوش رہی۔ میری ماں نے میرے کمرے پر پہپڑہ بٹھا کر کھا تھا۔ میری بہن کی طرح وہ بھی میری جان بچانا چاہتی تھی۔

نج نے کہا۔ تم اب بھی یہاں نظر آتی ہو۔ تمہارا بیان لینے سے پہلے عدالت کے لئے تمہاری دماغی حالت کا امتحان لینا ضروری ہے۔

اتنجلا نے کہا۔ میرے دماغ پر صرف یہ بوجھ ہے کہ میری بے گناہ بہن میرے لئے اپنی زندگی کی قربانی دے رہی ہے۔ اب یہ بوجھ اُتر چکا ہے۔

”عدالت کو ثبوت کی ضرورت ہے۔“

ثبوت؟ یہ دیکھئے؟! آنجلانے آگے بڑھ کر کپڑے کی چھوٹی سی گلڑی نج کی میز پر رکھتے ہوئے کہا۔ اسے غور سے دیکھو۔ یہ وہ لباس ہے جو میں اس رات پہنے ہوئے تھی۔ اسے تمہارے بہادر نام نے تازتا رکیا تھا۔ یہ لباس اس بات کی گواہی دے گا کہ اس رات قتل ہونے سے پہلے کیسا کے بہادر سپاہی نے کس کے دامن پر ہاتھ ڈالا تھا۔

عدالت میں پھر ایک بار سننا چھاگیا۔

میریا یا اپنی ہوئی کمرے میں داخل ہوئی اور آگے بڑھ کر آنجلانے ساتھ پہنچ گئی۔ آنجلانے نے میری بیٹی تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں چلو گھر۔ میریا یہ کہتے ہوئے اسے بازو سے پکڑ کر باہر کی طرف کھینچ کی کوشش کر رہے تھیں۔

نج نے کہا۔ ٹھہرو! ہم چند سو الات پوچھنا چاہتے ہیں۔

آنجلانے اپنی ماں کا ہاتھ جھٹک دیا، میریا ٹھیک نگاہوں سے نج کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔ میری بیٹی کا اس قتل کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ یہ بیمار ہے اس کے حواس ٹھیک نہیں۔

نج نے گلڑی کھوی کر میریا کو پہنچتے ہوئے کپڑے دکھاتے ہوئے کہا۔ تم پہچانتی ہو یہ کس کا لباس ہے؟

میریا جواب دینے کی بجائے آنجلانے کی طرف دیکھ رہی تھی۔ آنجلانے کہا۔ امی! خاموش کیوں ہو؟ تم نے خود میرے لئے یہ لباس خریدا تھا۔ تمہیں سب واقعات کا علم ہے۔ تم جانتی ہو کہ وہ میری تلاش میں آیا تھا اور یہ اُس کا دروسرا حملہ تھا۔ پہلی بار جب تم نے اسے دعوت دی تھی ل اس نے تمہارے سامنے میری بے عزتی

کرنے کو کوشش کی تھی قسطلہ کا بشپ اس بات کا گواہ ہے کہ میں نے اُس کے سر پر پھولداں مار کر اپنی جان بچائی تھی۔ تمہارے پاس وہ خط ہے جس میں اُس نے اپنی حرکت پر ندامت کا اظہار کیا تھا۔ اس کے گھر سے دور آنے اپنے ذلیل مقاصد کی تکمیل کے لئے تمہیں بڑی ہوشیاری کے ساتھ گھر سے دور رکھنے کی کوشش کی تھی۔ تم گھر آنا چاہتی تھیں لیکن کوتواں نے تمہیں روکے رکھا۔

پھر بھی آنجلانے نج کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے کہا۔ میری ماں کی محبت شاید اُسے حق گوئی کی اجازت نہ دے لیکن بشپ لوں اس بات کی گواہی دے گا کہ میرے متعلق مائیکل کی نیت ٹھیک نہ تھی۔ میں نے بشپ لوں کی موجودگی میں اُس کے ساتھ شادی کرنے سے انکار کیا تھا اور وہ مجھ سے اپنی توہین کا بدلہ لینے کے لئے موقع کی تلاش میں تھا۔

میریا نے انتہائی بے انسکی کی حالت میں نج کی طرف دیکھا اور کہا۔ مقدس باب! میری اٹر کی بقصور ہے۔ اس پر ربیعہ کے جادو کا اثر ہے۔ اس نے میری بیٹی کو نہ ہب سے گراہ کیا ہے۔ ربیعہ کے جادو کا یہ اثر ہے کہ میری بیٹی پچھپ پچھپ کر قرآن اور نمازیں پڑھتی ہے، میں مائیکل کے ساتھ اس کی شادی کرنا چاہتی تھی لیکن ربیعہ نے اسے بہکایا۔ ربیعہ اپنے جادو کے زور سے اُس سے جو چاہتی ہے کرواتی ہے۔ آنجلاء معصوم ہے۔ اُسے معلوم نہیں کہ وہ کیا کہہ رہی ہے۔ یہ سب ربیعہ کے جادو کا اثر ہے مجھے ڈر ہے کہ بشپ لوں پر بھی کہیں ربیعہ کے جادو کا اثر نہ ہو۔ جس دن سے مائیکل قتل ہوا ہے میری بیٹی جنون کے مرض میں بتتا ہے۔ یہ دروازے توڑ کر باہر بھاگنے کی کوشش کرتی ہے۔ یہ لباس جو آپ دیکھ رہیں ہیں اس نے جنون کی حالت میں تار تار کیا ہے۔

انجلانے خوات کے ساتھ اپنی ماں کی طرف دیکھ اور پھر نج کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگی۔ میری بہن میرا جرم اپنے سر لے چکی ہے۔ میرے متعلق اگر اس کی نیت بُری ہوتی تو وہ ایمانہ کرتی لیکن میری ماں اس کے ایثار سے متاثر ہونے کی وجہ سے صرف میری جان بچانے کے لئے حقیقت کے چہرے پر نقاب ڈالنے کی کوشش کر رہی ہے۔ میری ماں کا خیال ہے کہ ربیعہ چونکہ مسلمان ہے اس لئے عدالت اس کے متعلق ہر غلط بات مان لے گی۔ اُسے یقین ہے کہ ایک مسلمان اڑکی پر اگر کوئی اور جرم عائد نہ ہوتا تو اُسے جادو گرنی ثابت کرنا بہت آسان ہے لیکن میں اس عدالت میں اعلان کرتی ہوں کہ اپنی سوتیلی بہن کی طرح میں بھی ایک مسلمان ہوں۔ اگر اسلام ایک جادو ہے تو مجھ پر اس جادو کا اثر ہو چکا ہے۔ اور دنیا کی کوئی طاقت اس جادو کا اثر زائل نہیں کر سکتی۔ مجھے اگر کوئی افسوس ہے تو اس بات کا کہ میں نے اس سے قبل چھپ چھپ کر نمازیں پڑھی ہیں۔ یہ میری بزدلی تھی لیکن اب میں زندگی اور موت کے مغبوم سے آشنا ہو چکی ہوں۔ اب مجھے کسی کا ڈر نہیں۔ اگر مسلمان ہونے کی کوئی سزا ہے تو میں اس کے لئے تیار ہوں لیکن جہاں تک مائیکل کے قتل کا سوال ہے یہ کوئی جرم نہیں۔ وہ ایک حشی تھا۔ وہ ایک بد معاش تھا۔ یہ عدالت اس کے متعلق اس لئے پریشان ہے کہ وہ ملکہ کارشنہ دار ہے۔ کاش! ملکہ کو یہ معلوم ہوتا کہ دنیا کی ہر عورت بالخصوص وہ عورت جو کلمہ تو حید پڑھ چکی ہوا اپنی عصمت کو جان سے عزیز سمجھتی ہے۔ لیکن اس کی عدالت کو اس بات کا افسوس ہے کہ لوگوں کے دلوں پر کلیسا کی ہیبت بٹھانے والا ایک ہاتھ کٹ گیا۔ لیکن کاش وہ ہاتھ جنہوں نے میرا لباس تار تار کیا تھا کبھی کلریا کے نمبرداروں کی بہوبیلیوں کی طرف بھی بڑھے ہوتے۔

نجھ، پادریوں اور حاضرین عدالت کی قوت برداشت جواب دے چکی تھی۔ نجھ نے گرج کر کہا۔ گستاخ اڑکی زبان بند کرو!

لیکن آنجلہ کی آواز باند ہوتی گئی۔ بخار کی صورت میں اُسے یہ معلوم نہ تھا کہ وہ کیا کہہ رہی ہے شہر کا گورنر ڈان لوئی جسے اس مقدمے میں ایک نئی پیچیدگی کی اطاعت مل چکی تھی عدالت کے دروازے میں کھڑا آنجلہ کی تقریر سن رہا تھا۔ آنجلہ کیسا کے عدل و انصاف کا مذاق اڑا رہی تھی۔ وہ یہاں تک کہہ چکی تھی کہ تم غریبوں اور نہتوں پر ظلم کرتے ہو لیکن طاقت ور کے سامنے بھیڑ بن جاتے ہو۔ تمہیں آئندھ برس کی غایمی کے بعد حکومت کا موقعہ ملا ہے لیکن تم نے ثابت کر دکھایا ہے کہ اسکے اہل نہیں ہو۔

ڈان لوئی نے آگے بڑھ کر کہا۔ میں عدالت کی یہ تو ہیں برداشت نہیں کر سکتا۔ یہ اڑکی اپنے آٹو کو بدترین سزا کی مستحق ثابت کر چکی ہے۔ یہ کیسا کو بد نام کر رہی ہے۔ یہ سلطنت کی غدار ہے۔ یہ ہمیں جانے کی ضرورت نہیں کہ ماںیکل کے قتل کے ساتھ اس کا کیا تعلق ہے۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ ان دونوں اڑکیوں کے مقدمے پر نئے سرے سے غور کیا جائے۔

آنجلہ نے ڈان لوئی کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ اگر تمہارے وحشانہ کارناموں سے بد نام نہیں ہوتا تو اسے میرے الفاظ سے پریشان نہیں ہونا چاہئے اگر تمہاری حکومت ظالموں کی پشت پناہی کرتی ہے اور مظلوموں کو فریاد کرنے کا حق نہیں دیتی تو میں ایک باغی ہوں، میں اس عدالت کی تو ہین کرنے میں حق بجا ہوں۔ جو ایک پا گل کتے کو میری بوٹیاں نوچنے کی اجازت دیتی ہے لیکن مجھے اس کی کھوپڑی توڑنے کی اجازت نہیں دیتی۔

گورنر نے اشارے پر سپاہی آنجلہ کو دھکیلیتے ہوئے باہر لے گئے۔ وہ بدستور چلا رہی تھی۔ تم ظالم ہو! تم حشی ہو! تم وہ بزدل ہو جو آئینے میں اپنی صورت دیکھنا پسند نہیں کرتے۔ میریا بے ہوش ہو کر گر پڑی۔ سپاہی اُسے اٹھا کر باہر لے گئے۔ ربیعہ ابھی تک عدالت میں کھڑی تھی۔ گورنر نے آگے بڑھ کر نجح کے کان میں کچھ کہا اور وہ سر ہلانے کے بعد ربیعہ کی طرف متوجہ ہوا

کیا تم یہ تسلیم کرتی ہو کہ آنجلانے جان مائیکل کو قتل کیا ہے۔

ربیعہ نے جواب دیا۔ میں اپنا بیان ختم کر چکی ہوں،۔ میرے متعلق عدالت اپنا فیصلہ دے چکی ہے،۔ اس لئے میں مزید کچھ کہنے کی ضرورت نہیں سمجھتی۔ آنجلانے جو کچھ کہا ہے عدالت کی حالت میں کہا ہے۔ مائیکل کے قتل کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں۔

نجح نے سوال کیا۔ کیا یہ درست ہے کہ آنجلہ اپنے مذہب سے گمراہ ہو چکی ہے

؟

نہیں، وہ گمراہ نہیں ہوتی۔ وہ ایک سچا دین اختیار کر چکی ہے۔

گورنر نے آگے بڑھ پھر نجح کے کان میں کچھ کہا اور وہ سر ہلانے کے بعد بولا۔ اس مقدمے کی نوعیت میں ایک متوقع تبدیلی کے پیش نظر عدالت ملزمہ ربیعہ کے متعلق اپنا فیصلہ واپس لیتی ہے۔ ملزمہ کی سوتیلی بہن کا بیان سننے کے بعد عدالت کی رائے ہے کہ یہ دونوں بہنیں جان مائیکل کی قتل کی سازش میں شریک ہیں اور اس کے علاوہ حکومت کے خلاف بغاوت اور کلیسا کے خالف افراد پھیلانے کی مجرم ہیں۔ پولیس کو تحقیقات کا موقع دینے کے لئے عدالت مقدمے کی کارروائی کل پر ماتوی کرتی ہے۔

شام تک میریا نے بے ہوشی کی حالت میں چلاتی رہی۔ جب اُسے ہوش آیا تو وہ اپنے کمرے کی بجائے ایک چھوٹے سے کمرے میں لیٹھی ہوئی تھی۔ اُس کی خادمہ اس کے قریب ایک کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی۔ ایک ثانیہ کے لئے وہ کمرے کی بوسیدہ چھت کی طرف دیکھتی رہی پھر اچانک اٹھ کر بیٹھتے ہوئے بولی۔ انجلہ کہاں ہے۔ میں کہاں ہوں۔

خادمہ نے آنکھوں میں آنسو بھرتے ہوئے کہا۔ انجلہ ربیعہ کے ساتھ قید میں ہے۔ میریا کو عدالت کے تمام و اتعات یاد آگئے اور وہ بستر سے اتر کر کھڑی ہو گئی۔ میں گورنر کے پاس جاتی ہوں وہ میری بیٹی کے ساتھ یہ سلوک نہیں کر ستا۔ خادمہ نے اٹھ کر اس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔ آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں، آپ باہر نکلنے کے قابل نہیں ہیں۔

میریا نے کہا۔ نہیں میں بالکل ٹھیک ہوں لیکن میں ہوں کہا؟ عدالت میں شاید بے ہوش ہو گئی تھی، یہ کس کامکان ہے؟

خادمہ کے جواب کا انتظار کئے بغیر میریا دروازے سے باہر جھا نکلنے لگی اور پھر خادمہ کی طرف متوجہ ہو کر بولی۔ یہاں کوئی بھی نہیں۔ مجھے اس ٹوٹے ہوئے مکان میں کون لے آیا ہے کای میں خواب دیکھ رہی ہوں، میرے گھر کا سامان اس مکان کے سخن میں کیسے آگیا۔

خادمہ جواب دینے کی بجائے بچھوٹ بچھوٹ کر رورہی تھی۔

بشب پوس سخن میں داخل ہوئے اور میریا اُسے دیکھ کر باہر نکل آئی۔ اس نے سہی ہوئی آواز میں کہا۔ مقدس باب! یہ کیا معااملہ ہے میں کہاں ہوں۔ میرے گھر کا سامان یہاں بکھرا پڑا ہے۔ خادمہ مجھے کوئی جواب نہیں دیتی۔

بشب پ نے سر دھری سے جواب یا۔ یہ سب تمہارے اعمال کی سزا ہے۔

میریا ششدہ ری ہو کر ایک قدم پیچھے ہٹی اور انہی کی حالت میں بشب کی طرف دیکھنے لگی۔ ایک ثانیہ کے بعد وہ بھاگ کر باہر کے دروازے کی طرف بڑھی اور باہر جھانکنے کے بعد پر بشب کی طرف متوجہ ہوئی۔ مقدس بابا! مجھ پر حرم کر مجھے بتاؤ یہ کاہی معاملہ ہے میں یہاں کیسے آئی آنجلہ کا کیا ہو گا؟ میری بیٹی کا بچاؤ۔

تمہاری بیٹی کو بچانا اب کسی کے بس کی بات نہیں تم نے اپنی سوتیلی بیٹی کے ایشار کی قدر نہ کی۔ تم نے اس پر جاؤ گرنی ہونے کا الزام لگایا، یہ قوف عورت! تمہارا خیال تھا کہ اگر تم ایک مسلمان اڑکی پر بہتان لگاؤ گی تو عدالت کی نگاہ میں آنجلہ کا جرم چھپ جائیگا۔ کاش تم پہلے دن ہی آنجلہ کو عدالت میں جانے سے نہ روکتیں، اس وقت کسی کو یہ معلوم نہ ہتا کہ وہ مسلمان ہو چکی ہے۔ تمہارے پاس اس بات کے کافی ثبوت تھے کہ ماں سیکل آنجلہ کے متعلق بُری نیت لے کر تمہارے گھر میں داخل ہوا تھا اگر تم یہ حماقت نہ کرتیں تو اس مقدمے کی نوعیت بالکل مختلف ہوتی لوگوں کو یہ احساس ہوتا کہ آنجلہ ایک عیسائی اڑکی ہے اور بادشاہ اور ملکہ کو بھی یہ کہنے کی جرأت نہ پڑتی کہ اپنی عزت بچانے کے لئے اُس نے جو کچھ کیا ہے وہ قابل سزا ہے سب وہ دونوں قید میں ہیں اور تمہیں اس حماقت کا یہ صلمہ ملا ہے کہ گورنر نے تمہی بے ہوشی کی حالت میں محل سے نکال کر اس کنیا میں بھجوادیا ہے میریا کی پتھرائی ہوئی آنکھوں میں آنسو جمع ہو رہے تھے۔ اُس نے آگے بڑھ کر بشب کے پاؤں پر گرتے ہوئے کہا۔

مقدس بابا! مجھ پر حرم کیجئے۔ آنجلہ کو بچائیئے۔ خدا کے لئے آنجلہ کو بچائے۔ مجھے یقین نہیں آتا کہ اُس نے ماں سیکل کو قتل کیا ہے۔ لیکن اگر اُس نے واقعی قتل کیا ہے تو بھی وہ بے گناہ ہے۔ آنجلہ نے جو کچھ کیا ہے اپنی عصمت کی حفاظت کے لئے کیا

ہے۔

لوقس میریا کے آنسوؤں سے متاثر نہ ہوا۔ وہ ایک قدم پیچھے ہٹ کر بولا۔ بے
وقوف عورت! اب رونے سے کیا فائدہ۔ انجلہ کو اس قتل کے باوجود بے گناہ ثابت
کیا جائے گا۔ لیکن اب تمہاری حماقت سے اس پر قتل سے زیادہ سنگین الزامات تائید
ہو چکے ہیں۔ کیسا کی تو ہیں اپنے مذہب سے انفرت اور حکومت کے خلاف بغاوت!
یہ معمولی الزامات نہیں۔ اب اس کی جان بچانا میرے بس کی بات نہیں۔

میریا نے اٹھ کر لوقس کا دامن پکڑتے ہوئے کہا۔ نہیں نہیں آپ بہت کچھ کر
سکتے ہیں۔ آپ لوشہ کے بیشپ ہیں

”آج سے میں لوشہ کا بیشپ نہیں ہوں میں نے کلی عدالت میں گورنر کی
خواہش کے مطابق بیان دینے سے انکار کر دیا ہے اور اس کے ساتھ ہی میں نے لارڈ
بیشپ کو اپنا استعفای بھیج دیا ہے۔ تا ہم انجلہ اور ربیعہ کے متعلق میں اپنا فرض پورا کر چکا
ہوں۔ میں نے عدالت کو اپنا تحریری بیان بھیج دیا ہے۔ میں نے یہ لکھ دیا ہے کہ انجلہ
کے متعلق جان مائیکل کے ارادے کس قدر شرمناک تھے۔ اپنے بیان میں میں نے
ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ انجلہ مائیکل کو قتل کرنے میں حق بجانب تھی۔ لیکن
میرا بیان چونکہ گورنر کی مرضی کے مطابق نہیں اس لئے مجھے یقین ہے کہ عدالت اسے
دبا لے گی۔ میں ابو داؤد کے پاس جا رہا ہوں۔ ممکن ہے کہ وہ بادشاہ اور ملکہ سے رحم
کی درخواست کر سکے۔ اگرچہ جس متصدی کے لئے بادشاہ نے اُسے اس قدر رواہیت
دی تھی وہ بہت حد تک پورا ہو چکا ہے۔ فر ڈینڈ غرناطہ کا محاصرہ کر چکا ہے۔ ابو داؤد کی
کوششوں سے اہل غرناطہ کا ایک با اثر طبقہ جنگ کا مخالف ہو چکا ہے اور بادشاہ کو
یقین ہے کہ غرناطہ کی فتح کوئی دن کی بات ہے۔ ابو داؤد کی جماعت میں اب کئی

لوگ اس کے رقیب، بن چکے ہیں۔ ان حالات میں مجھے یہ امید نہیں کہ بادشاہ رحم کے لئے اس کی درخواست پر غور کرنے کے لئے تیار ہو گا لیکن ہو سنتا ہے کہ اس کے تذہب کے ترکش میں ابھی تک کوئی تیر باقی ہوا اور بادشاہ اُسے کار آمد سمجھ کر اس کی درخواست پر غور کرنے کے لئے تیار ہو جائے اب میں تم سے جو ضروری بات کہنے آیا تھا وہ یہ ہے کہ تم کافی عدالت میں جاگر یہ کہو کہ جب تک میں گواہی نہیں دیتا اُس وقت تک عدالت اس مقدمے کا فیصلہ نہیں کر سکتی۔ اگر عدالت تمہارا اعتراض رد کر دے اور مقدمے کا فیصلہ دینے میں جلد بازی سے کام لے تو تم اس فیصلے کے خلاف بادشاہ سے اپیل کرنے کی مہلت مانگو۔ ممکن ہے کہ عدالت تمہیں اپیل کے لئے مہلت نہ دے۔ لیکن تمہارے اس مطالبے کے بعد عدالت اپنے فیصلہ پر بادشاہ کی اصدقیق حاصل کرنے پر مجبور ہو جائے گی اتنی دیر میں تمہارے خاوند کو دوڑ دھوپ کرنے کا موقع مل جائیگا

میریا نے سر اپا التجا بن کر کہا۔ ! مقدس بابا! آپ بہت رحم دل ہیں آپ کا احسان نہیں بھولوں گی۔ آپ کب جا رہے ہیں؟
”میں آج رات روانہ ہو جاؤں گا۔“

انجلہ اور ربیعہ کا باپ

(۱)

ماہ اپریل ۱۷۹۳ء میں فرڈی نینڈ نے غرناطہ پر اپنی پوری فوجی قوت کے ساتھ حملہ کیا بادشاہ اور ملکہ کی طرح اندرس کے تمام نائب یہ حلف اٹھا کرائے تھے۔ کہ وہ غرناطہ فتح کئے بغیر واپس نہیں جائیں گے۔ شاہین کی وادی اور اپسرا کے مجاہدین کو اپنے علاقوں میں مصروف رکھنے کے لئے وہ سواروں کی ایک فوج روانہ کر چکا تھا۔ غرناطہ کی فوج کی قیادت موسیٰ کے ہاتھ میں تھی۔ اگر چہ غرناطہ میں منافقین اور غداروں کی ایک بہت بڑی جماعت کام کر رہی تھی۔ تاہم عوام کی اکثریت موسیٰ کے اشاروں پر جان دینے کے لئے تیار تھی۔

فرڈی نینڈ اپنی گزشتہ ناکامیوں سے سبق سیکھ چکا تھا۔ اس نے اپنی قت کی برتری کے باوجود شہر پر براہ راست حملہ کرنے کی بجائے کچھ دور پڑا اڈال کر قریب و جوار کی بستیوں میں ماردھاڑ شروع کر دی۔ وہ تین اطراف سے غرناطہ جلانے اور فصلیں تباہ کرنے میں مصروف تھی۔ فرڈی نینڈ کو یہ یقین تھا کہ ایک طویل محاصرے کے بعد اہل غرناطہ فاقہ کشی سے تنگ آ کر ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہو جائیں گے۔ اس لئے وہ باہر کے کسانوں کی بستیاں جلانے کے بعد انہیں غرناطہ میں پناہ لینے پر مجبور کر رہا تھا۔ دو ماہ میں گرناطہ کے تین اطراف میلوں تک سر سبز و شاداب علاقہ ویران کر چکا تھا۔ صرف جبل البشارت کی طرف سے غرناطہ کے لئے باہر کی رسدوں کمک کے راستے کھلے تھے، اس راستے سیر انویدا کی زرخیر وادیوں سے ایک محدود مقدار میں انتاج سبزیاں اور پھل غرناطہ میں پہنچ رہا تھا لیکن یہ غرناطہ کے لاکھوں انسانوں کے لئے کافی نہ تھا۔ روز بروز اہل غرناطہ کی حالت نازک ہو رہی تھی۔ موسیٰ کے لئے شہر

سے ابھر نکل کر کھلے میدان میں فرڑی نینڈ کی مٹڑی دل کا مقابلہ کرنا آسان نہ تھا۔ اس کے سواروں کے چھوٹے چھوٹے دستے شہر نکلتے اور فرینڈ کی فوج کی نقصان پہنچانے کے بعد واپس آ جاتے۔ موئی کا خیال تھا کہ آئے دن اپنی فوج کے نقصانات میں اضافہ دیکھ رفرڑی نینڈ شہر پر حملہ کرنے پر مجبور ہو جائے گا لیکن فرڑینڈ پر ان نقصانات کا کوئی اثر نہ ہوا۔ اس کی فوج شہر کے گرد خندقیں اور مرور پر بنانے میں مصروف رہی۔

محاصرے کے زمانہ سے متعلق غرناطہ کے شہسواروں کی انفرادی شجاعت کی بے شمار داستانیں مشہور ہیں ایک سوار گھوڑا بھگا ہوا شہر سے نکلتا اور دور سے بلند آواز میں فرڑینڈ کے کسی مشہور نائب کا نام لے کس اُسے مقابلے کی دعوت دیتا۔ ایک نائب کے لئے مقابلے کی دعوت پر لبیک نہ کہنا باعث تاریخ تھا۔ اُسے مجبوراً میدان میں آنا پڑتا۔ ایسے معزکوں میں عام طور پر غرناطہ کے شہسواروں کا پلہ بھاری رہتا ایک نائب سے بنٹنے کے بعد غرناطہ کا شہسوار کسی دوسرے کو مقابلے کے لئے پکارتا۔ ان انفرادی معزکوں میں فرڑی نینڈ کے کئی نائب مارے جا چکے تھے۔ ایک دن غرناطہ کا ایک سوار میدان میں آیا۔ اس کی زرہ چمک رہی تھی ارا انگھوں کے سوا اس کا تمام چہرہ خود میں چھپا ہوا تھا۔ اس کا گھوڑا انہیت خوبصورت تھا۔ اُس نے فرڑینڈ کی فوج کی اگلی صاف سے کچھ دور اپنا گھوڑا اردو کا اور بلند آواز میں کہا۔ کوئی ہے جسے موت کی تمنا ہے؟ جب دشمن کی طرف سے تھوڑی دری کے لئے کسی نے جواب دیا تو اس نے کہا۔ میرا گھوڑا دیکھو! دیکھو! ایسے گھوڑے کی سواری تماہرے بادشاہ کے تاج میں بھی نہیں تتم میں کوئی ہے جسے اس تلوار اور گھوڑے کی خواہش ہے؟

کاؤنٹ ٹنڈیلانے اپنا گھوڑا آگے پڑھاتے ہوئے جواب دیا۔ میرے دل

میں اس گھوڑے اور تلوار سے زیادہ اس گستاخ زبان کو نوچنے کی خواہش ہے لیکن ایک ثانیہ کے بعد فرڈینینڈ کے بہترین نائٹ کی لاش خاک و خون میں رٹپ رہی تھی۔ مار کوکس آف قاوس میدان میں آیا لیکن اس کا بھی وہی حشر ہوا۔ اس کے بعد غرناطہ کا شہسوار فرڈینینڈ کی فوج کے سات بہترین نائٹ یکے بعد دیگرے موت کے گھاٹ اُتار چکا تھا۔ غرناطہ کی فصیل پر سے تمثالتی خوشی کے اندرے بلند کر رہے تھے۔ شہسوار نے تھوڑی دیر کے لئے مقابل کا انتظار کای اور پھر بولا تمہارا بادشاہ کہاں ہے۔ ان بیادروں کی اراوح دوسری دنیا میں کب تک اس کا انتظار کریں گی۔ اُسے کہوا یک مرد کی تلوار اس کے خون کا رنگ دیکھنا چاہتی ہے۔

ایک نائٹ کو جو شہسوار نے اس کے گھوڑے کی باغ پکڑ لی اور کہا

نہیں تمہیں اس کے مقابلے پر جانے کی اجازت نہیں۔

غرناطہ کے شہسوار نے شہر کے دروازے کے قریب پہنچ کر اپنا خود اُتار دیا۔ پھر بیادروں نے اس کی تعظیم میں سر جھکا دیئے۔ یہ موکی بن ابی غسان تھا۔ غرناطہ کے مسلمانوں کی آخری تلوار۔

(۲)

ابو داؤد فرڈی نینڈ کے سامنے کھڑا تھا۔ وہ انتہائی بے بُسی کی حالت میں بادشاہ کے چہرے پر اپنی التجاویں کا اثر دیکھ رہا تھا۔ بادشاہ کی مذہبی عدالت کے فیصلہ کے خلاف اُس کی اپیل کر چکا تھا۔ انصاف سے مایوس ہو کر ابو داؤد نے رحم کی درخواست کی تھی۔ بادشاہ کی خاموشی اس کے لئے صبر آزماتھی۔ وہ محسوس کر رہا تھا کہ اس کے مقدر کا ستارہ گردش میں آچکا ہے۔ یہ پہاام موقع تھا کہ وہ فرڈی نینڈ کے

سامنے کری پر بیٹھنے کی بجائے کھڑا تھا۔ جب وہ اس خیسے میں داخل ہوا تھا تو اُسے یقین تھا کہ فرڈی نینڈ حسب معمول آگے بڑھ کر اس کے ساتھ مصافحہ کرے گا، اُسے کر لیں پر بٹھائے گا اور اس کی آمد کی وجہ معلوم کرنے کے بعد یہ کہے گا کہ لوشہ کے پادری پاگل ہو گئے ہیں لیکن جب فرڈی نینڈ نے اُسے دیکھتے ہی یہ کہا۔ ابو داؤد! مجھے تمہارے ساتھ ہمدردی ہے لیکن یہ کیسا کی عدالت کا فیصلہ ہے عدالت نے میرے پاس یہ فیصلہ اُندھیق کے لئے بھیجا ہے۔ میں مجبور ہوں۔ تمہاری اڑکیوں سے مجھے یہ تو قع نہ تھی۔ ابو داؤد کو اپنے کانوں پر یقین نہ آیا۔ وہ دریک بادشاہ کی طرف دیکھتا رہا۔ بالآخر اس نے ٹوٹو پھوٹے الفاظ کے ساتھ اپنی تقریر شروع کر دی۔ چند جملوں کے بعد اُس کی تقریر میں رومنی آچکی تھی۔ اس نے ربیعہ اور آنجلہ کو بے گناہ ثابت کرنے کے لئے دلائل دیے۔ لیکن فرڈی نینڈ نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ تم مجھے قائل نہیں کر سکتے۔ تمہاری اڑکیوں نے اپنے جرم کا اقبال کی ہے۔ یہ ممکن تھا کہ میں مائیکل کے قتل کا جرم معاف کر دیتا لیکن کیسا کی تو ہیں اور حکومت کے خلاف بغاوت ایسے جرائم ہیں جو کسی حالت میں بھی قابل معافی نہیں۔ تمہاری دوسری اڑکی کا جادو ہے لیکن حکومت کیسا اور عدالت کے متعلق اس کے الفاظ میرے لئے بھی ناقابل برداشت ہیں۔ اگر لارڈ شپ کی صاحبزادی بھی یہ الفاظ کہتی تو اس کا انعام بھی تمہاری پتھری سے مختلف نہ ہوتا۔

ابو داؤد کی آواز بیٹھ گئی۔ تاہم اُس نے دوبارہ ہمت سے کام لیتے ہوئے رحم کی درخواست کی۔ اُس نے اپنی خدمات کا واسطہ دی۔ اُس نے کہا۔ عالی جاہ! میں نے یہ بال آپ کی خدمت میں سفید کئے ہیں۔ اور یہ اڑکیاں میرا آخری سہارا ہیں۔ مجھ پر رحم کیجئے۔ ان التجاویں کے جواب میں فرڈی نینڈ کچھ دیر خاموش رہا، بالآخر اس نے

کہا۔ میرا رحم کیسا کی عدالت کا فیصلہ رہ نہیں کر سئتا ابو داؤد مجھے افسوس ہے۔ اب تم صبر سے کام لو۔ یہ تمہاری وفاداری کے امتحان کا وقت ہے۔

اس نے کہا۔ عالی جاہ! میری وفاداری میں کوئی فرق نہیں آیا لیکن وہ میری بیٹیاں ہیں۔ وہ آپ کے اُس وفادار خادم کی بیٹیاں ہیں جس کی کوششوں کے باعث آپ کی انواع آج غرناطہ کی چار دیواری کے سامنے کھڑی ہیں۔ یہ اُس شخص کی بیٹیاں ہیں جو آپ کے لئے الحمراء کے دروازے کھولنے کے انتظامات مکمل کر چکا ہے جو آپ کے لئے غرناطہ کے راستے سے ابو الحسن اور الزفل جیسی چنانیں ہتھاچکا ہے۔ میرے آقا! میں نے ان انعامات کے لئے ابھی تک دامن نہیں پھیلایا جن کا آپ میرے ساتھ وعدہ کر چکے ہیں۔ میں تو ایک چھوٹی سی التجالے کر آیا تھا۔ مجھے آپ غرناطہ میں اپنا نائب بنانے کا فیصلہ کر چکے ہیں۔ کیا میری لڑکیاں اتنا بھی حق نہیں رکھتیں کہ وہ میری غیر حاضری میں اپنی عصمت بچا سکتیں۔

لیکن انہوں نے مائیکل کو قتل کیا ہے اور وہ ملکہ کا عزیز ہے۔ ہمیں تمہاری خدمات کا اعتراف ہے لیکن ہم مائیکل کی خدمات کو بھی فراموش نہیں کر سکتے۔

ملکہ ازا بیلا جو پردے کے پچھے یہ باتیں سن رہی تھیں کمرے میں داخل ہوئی۔

ابوداؤد نے سراپا التجا بن کر کہا۔ ملکہ عالیہ! مجھ پر حرم تک بخنز۔

ملکہ کوئی جواب دئے بغیر بادشاہ کے قریب بیٹھ گئی۔ فرڈینینڈ نے کہا۔ ابو داؤد اگر ہم کیسا کی عزت کی حفاظت نہیں کر سکتے تو ہماری فتوحات کا کیا فائدہ؟

ملکہ نے کہا۔ اگر تم ہمیں اس بات سے ڈرانا چاہتے ہو کہ تمہارے بغیر ہم غرناطہ فتح نہیں کر سکتے تو یہ تمہاری بھول ہے۔ ہم نے تمہاری وساطت سے نقط چند آدمیوں کے ضمیر کا سودا کہا ہے لیکن اگر تم نہ بھی ہوتے تو بھی ہم یہ کام کر سکتے تھے۔

تم نے فقط سودا چکایا ہے لیکن قیمت ہمارے خزانے سے ادا ہوئی ہے۔ اب اگر تم دھمکی دیتے ہو کہ تم ہمیں چھوڑ چلے جاؤ گے تو سنو! غرناطہ میں ایسے لوگ موجود ہیں جو تم سے زیادہ ہوشیار و اور زیاد دودھ کا رآمد ہیں۔

ابو داؤد نے کچھ سونج کر بادشاہ کی طرف دیکھا اور کہا۔ عالی جاہ! شاید میں آپ کی تمام توقعات پوری نہیں کر سکا۔ ممکن ہے کہ غرناطہ کی فتح کے لئے اب آپ میری ضرورت محسوس نہ کریں لیکن ابھی ایک محاذ ایسا ہے جہاں آپ کو میری ضرورت ہے۔ سرحدی عقابوں کے پروں میں ابھی تک جان ہے۔ بعد بن مغیرہ کی موت کے بعد بھی ان کی تندی اور تیزی میں کوئی فرق نہیں آیا۔

فرڈی نینڈ نے چونک کر ابو داؤد کی طرف دیکھا اور کہا۔ تم جانتے ہو کہ بدربن مغیرہ زندہ ہے۔ تم نے ہمیں دھوکا دیا تھا۔

ابو داؤد نے جواب دیا۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے وہ مر چکا ہے۔ میں نے اُسے گرفتار کر دیا ہے۔ ابو عبد اللہ نے اُسے جلا دکے حوالے کیا تھا۔ لیکن اگر قدرت کا کوئی معجزہ اُسے بچا چکا ہے تو میں اس بات کا ذمہ لیتا ہوں کہ اُسے زندہ آپ کے سامنے پیش کروں گا۔ اس مقصود کے لئے مجھے بہت بڑا خطرہ مول لیتا پڑھے گا۔ لیکن اگر آپ میری اڑکیوں کی جان بچانے کا دعوہ کریں تو میں اس مہم پر جانے کے لئے تیار ہوں۔ اگر بدربن مغیرہ زندہ ہے تو میں اُسے آپ کے پاس لے آؤں گا۔ اگر وہ زندہ نہیں تو میں اس کے جانشین کو قتل کر کے اس کی جماعت میں انتشار ڈالنے کا ذمہ لیتا ہوں۔

فرڈی نینڈ نے کہا۔ غرناطہ کی فوج کے چند قیدیوں نے ہمیں بتایا ہے کہ وہ زندہ ہے۔ لیکن تم ایک بار اسے دھوکا دے چکے ہو۔ ہم تمہارے ساتھ کوئی وعدہ کرنے

سے پہلے یہ جاننا ضروری سمجھتے ہیں کہ اس مہم میں تمہاری کامیابی کے امکانات کی ہیں؟

عالیٰ جاہ! میں گستاخی کے لئے معافی چاہتا ہوں لیکن یہ سودا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ میری کامیابی کے امکانات بہت روشن ہیں لیکن میں اس وقت تک آپ کو کچھ نہیں بتاؤں گا جب تک آپ میری اڑکیوں کی جان بخشی کا وعدہ نہیں کرتے۔

فرڈی نینڈ نے ملکہ کی طرف دیکھا اور پھر تمہاری دریسوچنے کے بعد کہا۔ ابو داؤد بیٹھ جاؤ سنو! اگر تمہاری اڑکیوں پر کیسا کی تو ہیں کا جرم عائد نہ ہوتا تو ہمارے کئے جان مائیکل کا قتل بھول جانا مشکل نہ تھا۔ تاہم تمہاری اس مہم کی کامیابی کے بعد لارڈ بیشپ سے تمہاری اڑکیوں کی سزا معاف کر سکیں گے۔

”عالیٰ جاہ! آپ کو اس غایم کے ساتھ وعدہ کرنا ہوگا۔

”ہم وعدہ کرتے ہیں کہ تمہاری اڑکیوں کی سزا معاف کردی جائے گی لیکن اگر تم شرف پوری نہ کر سکتے تو دوبارہ ہمارے سامنے کان کا ذکر نہ کرنا۔

ابو داؤد نے کہا۔ عالیٰ جاہ! میں ایک مہینے کی مہلت چاہتا ہوں۔ آج قمری کی پانچ تاریخ ہے۔ آج عدالت کو حکم دیں کہ وہ اگلے مہینے کی چار تاریخ تک ان کی سزا ماتوی رکھے! اگر میں اس مدت کے اندر اندر کامیابی کے ساتھ و پس نہ آؤں تو عدالت کو یہ حق ہے کہ میری اڑکیوں کو اگلے مہینے کی چار تاریخ کو غروب آفتاب کے وقت سزادے دے۔ میری غیر حاضری کا مطلب یہ ہوگا کہ میں زندہ نہیں ہوں اور دوسری دنیا میں اپنی بیٹیوں کا انتظار کر رہا ہوں۔

فرڈی نینڈ نے کہا۔ میں آج ہی اپنی ہدایات لو شہ کے گورنر کو بھیج دوں گا لیکن اس سے پیشتر تمہیں یہ بتانا چاہتا ہوگا کہ تمہاری کامیابی کے امکانات کیا ہیں؟

ابو داؤد نے جواب دیا۔ بدر بن مغیرہ میری بڑی لڑکی کے ساتھ شادی کرنا چاہتا تھا۔ اگر وہ زندہ ہے اور اس میں اُسے یقین دلانے میں کامیاب ہو گیا کہ بادشاہ سامت تمہاری گزشتہ خطا میں معاف کر دیں گے تو ربیعہ کی خاطر وہ میرے ساتھ آنے پر تیار ہو جائے گا۔

ملکہ اور بادشاہ اس بات پر یقین کرنے کے لئے تیار نہ تھے لیکن ابو داؤد نے سرحدی قلعہ میں اپنے قیام اور اُس کے بعد الحمرا میں بدر بن مغیرہ کی آمد کے واقعات ضروری رو بدل کے ساتھ بیان کیے تو انہیں کسی حد تک یقین آگیا۔

بادشاہ نے کہا۔ اگر وہ زندہ نہ ہوا تو؟

ابو داؤد نے جواب دیا۔ اگر وہ زندہ نہ ہوا تو یا آپ یہ سنیں گے کہ اس کا جانشین مارا جا چکا ہے اور یا آپ یہ دیکھیں گے کہ ان کا ایک با اثر گروہ آپ کی طرف صلیخ کا ہاتھ بڑھا رہا ہے۔

فرڈی نینڈ نے کہا۔ میں دونوں صورتوں میں تمہاری لڑکیوں کی جان بچانے کا وعدہ کرتا ہوں۔ اس کے علاوہ میں تمہیں اپنی طرف سے بڑے سے بڑے انعام کا مستحق سمجھوں گا لیکن اگر تم اس مہم میں کامیاب نہ ہوئے تو لڑکیوں کو یقیناً سزا دی جائے گی۔ تمہیں چاند کی چارتارخ سے کم از کم دو دن پہلے میرے پاس پہنچ جانا چاہیے۔ تا کہ میں بروقت لوٹھہ کے حاکم کو عدالت کے حکم کی تعییں میں منع کر سکوں۔

ابو داؤد نے جواب دیا۔ ممکن ہے کہ میں دونوں صورتوں کے اندر اندر ہی پہنچ جاؤں۔ اگر میں کسی وجہ سے رُک بھی گیا تو بھی میں مہینے کے اختتام سے پہلے آپ کو اپنی کار گزاری سے مطلع کروں گا۔

اگر ضرورت ہوئی تو شاید مہلت مانگوں اور مجھے یقین ہے کہ جہاں پناہ ایسی

صورت میں مجھے چند دنوں کی مہلت ضرور دیں گے۔ لیکن اگر اس مہینے کی آخری تاریخ تک حضور کی خدمت میں میری طرف سے کوئی پیغام نہ آئے تو حضور سمجھ لیں کہ یہ غلام آپ پر شار ہو چکا ہے۔

فرڈیننڈ نے کہا۔ تمہاری درخواست آنے پر ہم چند دن کی اور مہلت دے سکیں گے۔ ابو داؤد آگے اور دوز انو ہو کر فرڈیننڈ کے دامن کو بوسہ دینے کے بعد بولا۔ عالیجاہ! میری کامیابی کے لئے دعا کریں۔ پھر وہ ملکہ کی طرف متوجہ ہوا۔ ملکہ نے اُس کی طرف ہاتھ بڑھادیا اسے پھر ایک بار گھٹنے لیکتے ہوئے ملکہ کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور اٹھتے ہوئے بولا۔ ملکہ عالیہ! میں جانتا ہوں کہ ماںِ گل آ کا عزیز تھا، مجھے اس کی موت کا افسوس ہے۔ امید ہے کہ آپ کا یہ غلام سرانجام دینے کے بعد اپنے آپ کو اسی نظرِ کرم کا مستحق ثابت کر سکے گا۔

ملکہ نے کہا۔ میں اس میں تمہاری کامیابی کو ماںِ گل کے قتل کی تلافی سمجھوں گی ہمیں عقب سے قبائلوں کے اکاڈ کا حملہ پر بیشان کر رہے ہیں۔

تمہوڑی دیر بعد ابو داؤد ایک تیز رفتار گھوڑے پر بیٹھ کر عقاب کی وادی کا رُخ کر رہا تھا۔ اُسے ایک طرف الحمراء کی شامدار عمارتیں اور دوسری طرف فرڈیننڈ کی فوج کے خیموں کی قطاریں دکھاتی دے رہی تھیں۔ ایک ٹیکے پر چڑھ کر اُس نے گھوڑا روکا۔ کچھ دیر وہ الحمراء کی طرف دیکھتا ہا۔ اور پھر ایک ٹھنڈی سانس لینے کے بعد بولا۔ الحمرا! تیری چار دیواری سے بڑے بڑے بادشاہوں جس جنازے نکلے ہیں۔ میری طرف دیکھ میں کسی کی امنگوں کا جنازہ ہوں۔ میری طرف دیکھا اور اپنے دل میں کہا۔ سورخ یہ کہیں گے کہ غرناطہ کو فرڈیننڈ نے فتح کیا تھا۔ تاریخ یہ لکھا جائے گا کہ فرڈیننڈ کی افواج غرناطہ کی افواج سے طاقت و تھیں۔ کاش! میں جانے

سے پہلے الحمرا کے ہر پتھر پر یہ لکھ سنتا کہ ابو داؤد نہ ہوتا تو سورخ فرڑی نینڈ کو غرناطہ کے فاتح کی حیثیت سے یاد نہ کرتے۔ غرناطہ کے آسمان تم گواہ ہو کر کسی قوم کو دشمن کے فرڑی نینڈ تباہ نہیں کرتے بلکہ اُس کے اپنے ابو داؤد اسے موت کے گھاٹ اُتارتے ہیں۔ الحمرا، خدا حافظ! غرناطہ الوداع!!۔

(۳)

عشاء کی نماز کے تھوڑی دری بعد بدر بن مغیرہ اپنے پیاری قلعے کے ایک کمرے میں بشیر بن حسن منصور بن احمد اور چند اور چیدہ چیدہ سالاروں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ ایک دن قبل اُس کی فوج سرحد پر ایک کامیاب حملہ کرنے کے بعد واپسی آئی تھی۔ اور اب ایک تازہ حملہ کی تفصیلات طے ہو رہی تھیں۔

ایک سپاہی نے کمرے میں داخل ہو کر ادب سے سلام کرنے کے بعد کہا۔ سرحد سے چار سپاہی ایک آدمی کو گرفتار کر کے لائے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ وہ کوئی جاسوس ہے۔ سپاہی یہ کہتے ہیں کہ سرحد کے سالار کے سامنے اس نے بیان دینے سے انکار کر دیا تھا۔ اس کا مطالبہ ہے کہ مجھے سالار اعظم کے سامنے پیش کیا جائے۔ بدر بن مغیرہ نے کہا۔ اُسے سر دست قید میں رکھو! اور صبح میرے سامنے پیش کر

69۔

سپاہی نے کہا۔ لیکن وہ ابھی آپ سے ملنے پر مصروف ہے۔ وہ یہ کہتا ہے کہ میں ایک اہم خبر لے کر آیا ہوں، اس کا نام کیا ہے؟

وہ اپنا نام بتانے سے بھی انکار کرتا ہے۔ وہ یہ کہتا ہے کہ اگر سالار اعظم مجھ سے نہ مل سکیں تو مجھے بشیر بن حسن کے سامنے پیش کیا جائے۔

بعد بن مغیرہ نے کچھ سوچ کر کہا۔ وہ کون ہو ستا ہے۔ اچھا بala۔

تحوڑی دیر بعد پاہی نے ابو داؤد کو مرے میں لے آئے۔ بعد اور اُس کے ساتھی چند ثانیے غصے کے بجائے حیرت اور پریشانی کی حالت میں اس کی طرف دیکھتے رہے۔ ابو داؤد کو اب تک یہ یقین نہ تھا کہ بعد بن مغیرہ واقعی زندہ ہے۔ وہ سہمی ہوئی زگا ہوں سے اس کی طرف چند بار دیکھنے کے بعد بولا۔ آپ مجھے یہاں دیکھ کر حیران ہوں گے لیکن مجھے آتا پڑا۔

بدربن مغیرہ نے کہا۔ کیا تم نے اپنی جرات کا مظاہرہ کرنے میں زیادتی سے کام نہیں لیا!

میں یہ کہنا جانتا ہوں کہ میں بدترین سزا کا مستحق ہوں لیکن جو سز میں نے خود اپنے لئے تجویز کی ہے وہ شاید آپ بھی میرے لئے تجویز نہ کریں لیکن اس سے پہلے میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔

تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ فرڈینینڈ کی فوج بہت زیادہ ہے اس لئے ہم ہتھیار ڈال دیں۔

”دنیمیں میں آپ کو یہ بتانے آیا ہوں کہ لوشہ کی عدالت ربیعہ اور آنجلہ کو زندہ جلانے کی سزادے چکی ہے اور آپ اگر چاہیں تو انہیں بچاسکتے ہیں۔

بدربن مغیرہ اور بشیر بن حسن کبھی ایک دوسرے کی طرف اور کبھی ابو داؤد کی طرف دیکھ رہے تھے۔ ان کی زگا ہیں یہ کہہ رہی تھیں کہ ابو داؤد جھوٹ کہتا ہے۔ یہ ان کے لئے کوئی نیا پھنسا لے کر آیا ہے لیکن ان کے دلوں کی دھڑکنیں یہ کہہ رہی تھیں کہ اگر یہ خبر درست ہوئی تو؟ ابو داؤد ان کی زگا مس دنai کا ایک ذلیل ترین انسان تھا لیکن اس یقین کے باوجود کہ یہ سب جھوٹ ہوگا۔ ربیعہ اور آنجلہ کو زندہ جلانے

جانے کو اقصو را نہیں افسوس اور پریشانی کی انہتا تک پہنچا دینے کے لئے کاگی تھا۔ ابو داؤد نے پھر کہا۔ میں جانتا ہوں کہ آپ کو یقین نہیں آئے گا۔ آپ مجھے، قربتی، دعایا باز اور منافق سمجھنے میں حق بجانب ہیں لیکن آپ اور بشیر جس قدر مجھے جانتے ہیں اس سے کہیں زیادہ ربیعہ اور آنجلہ کو جانتے ہیں۔ ربیعہ پہلے ہی مسلمان تھی اور اب آنجلہ بھی مسلمان ہو چکی ہے۔ آپ یہ جاتے ہیں کہ ان کے دلوں میں نسوائی حیا اور غیرت ہے۔ میں آپ کو یہ بتانے آیا ہوں کہ فرڈینینڈ کے ایک نائٹ نے ان کی عزت پر حملہ کیا تھا اور انہوں نے اس نائٹ کو قتل کر دیا۔ عدالت نے قتل کے جرم میں ربیعہ پر مقدمہ چلاایا تھا۔ اور اسے موت کی سزا دی تھا لیکن فیصلے کے دن اچانک آنجلہ نے عدالت میں پہنچ کر کہ بیان دے دیا کہ فرڈینینڈ کے نائٹ کے قتل کی اصلی مجرم میں ہوں۔ اس نے اپنے بیان میں یہ بھی تسلیم کیا ہے کہ وہ مسلمان ہو چکی ہے۔ اس کے علاوہ اس نے عدالت اور کلیسا کی توہین کی ہے اور حکومت کے متعلق اس کی تقریر نہایت باغبانہ تھی۔ عدالت نے ربیعہ کو جادوگرنی اور حکومت اور کلیسا کی دشمن قرار دیا ہے اور آنجلہ کو حکومت کے خلاف بغاوت، اپنے مذہب سے ارتدا اور کلیسا اور عدالت کی توہین کے جرائم عائد کئے ہیں اور فرڈینینڈ کے نائٹ کے قتل کا جرم بھی ان دونوں پر عائد کی ہے۔ اب انہیں زندہ جانے کی سزا دی جا چکی ہے۔

بدر بن مغیرہ نے سوال کیا۔ کب؟

ابو داؤد نے پریشان سا ہو کر کہا اس سوال کا جواب دینے کے لئے میں مناسب موقع کا منتظر تھا۔

بدر بن مغیرہ نے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ بشیر اور منصور کے

سواباتی سب جا سکتے ہیں۔

جب وہ کمرے سے باہر نکل گئے تو بدر نے کہا۔ ابو داؤد! مومن ایک ہی سوراخ سے دوبارہ نہیں ڈسا جا سکتا۔ اگر لوشہ کا شہر آسمان پر نہیں تو میری بات پر یقین کرو کہ میرے آدمی ایک ہفتہ کے اندر اندر اس واقعہ کی چھان بین کر لیں گے اور یہ میں اس لئے کہہ رہا ہوں کہ اگر تم مجھے دھوکا دینے کی نیت سے آئے ہو تو تمہیں اپنے انعام سے بے پرواہ نہیں ہونا چاہیے۔

ابو داؤد نے جواب دیا۔ میں آپ کو یہ مشورہ نہیں دوں گا کہ آپ کو کیا کرنا چاہئے۔ میرے گزشتہ اعمال کے پیش نظر آپ میری ہربات پر شک کرنے میں حق بجانب ہیں۔ آپ یہ سوچ رہے ہوں گے کہ اس دفعہ میں نے احمدرا کی بجائے آپ کے لئے لوشہ میں ایک پھندا تیار کیا ہے لیکن طلوع آفتاب سے پہلے یہ ثابت کر سکوں گا کہ ربیعہ اور اینجلا کے متعلق میں نے جو کچھ کہا ہے وہ صحیح ہے۔ مجھے آپ صح تک اپنی قید میں رکھیں صحیح تک میں اپنا تحریری بیان آپ کے سامنے پیش کروں گا۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ مجھے قید میں لکھنے کی اجازت دی جائے۔

بیشتر نے کہا۔ تم ہمارے لئے ایک معما بننے کی کوشش نہ کرو اگر تمہاری زبان کا جادو ٹوٹ چکا ہے تو تمہاری تحریر بھی ہمیں بے قوف نہیں بناسکے گی۔ ہم لوشہ سے تمہاری ہربات اصدقیں کریں گے۔ تم نے بدر کے سوال کا جواب نہیں دیا۔ انہیں کب سزادی جائے گی۔

”انہیں اگلے چاند کی چارتارخ کو غروب آفتاب کے وقت زندہ جلایا جائے گا۔“

منصور نے کہا۔ تم یہ چاہتے ہو کہ ہم اس دن لوشہ پر حملہ کریں۔ ہم فرڑی نینڈ کی یہ خواہش بھی پوری کر دیتے لیکن افسوس یہ ہے کہ لوشہ ہم سے ذرا دور ہے۔ تم

لوگوں نے فوجی معاملات میں ہماری ذہانت کا غلط اندازہ لگایا ہے۔ اگر وہ سرحد کے آس پاس کسی شہر میں فریب کا جال بچھاتا تو ممکن تھا کہ ہم اس کی خواہش کا احترام کرنے پر مجبور ہو جاتے اب اگر ہم دھکا کھانے کے لئے تیار نہ ہوں تو تمہیں اس شخص کی حماقت کا ماتم کرنا چاہئے جس نے جال بچھاتے وقت یہ نہیں سوچا کہ یہ شاہین جنہیں وہ پھنسانا چاہتا ہے میانی سے محروم نہیں۔

بدر نے کہا۔ ابو داؤد! اگر میں یہ فرض بھی کر لوں کہ عدالت ربیعہ اور آنجلاء کو سزادے چکی ہے تو تمہیں جانتے ہوئے میں اس بات پر کیونکر یقین کر سَتا ہوں کہ ہمیں لوشہ پر حملہ کرنے کی ترغیب دینے کے لئے جو سازش کی گئی ہے اس میں تم نے عدالت اور حکومت کے ساتھ تعاون نہیں کیا۔ میں یہ کیوں نہ سوچوں یہ سب ایک کھیل ہے۔ حکومت نے تمہاری مرضی سے انہیں گرفتار کیا ہے اور عدالت نے تمہاری مرضی سے ان پر مقدمہ چلایا ہے اور لوشہ میں اگلے چاند کی چارتارخ تک ہماری راہ دیکھی جائے گی ہوسَتا ہے کہ اُس سن ایک فرضی چتابھی تیار کی جائے اور تم اپنی اڑکیوں کو چتا کے سامنے کھڑا کرتے ہوئے بھی شرم محسوس نہ کر لیکن ہماری آمد سے مايوں ہو کر تم فریب کا جال سمیئنے پر مجبور ہو جاؤ۔ کاش! تم میں تھوڑی بہت انسانیت ہوتی اور تم ذلت کے چند نکڑوں کے لئے اپنی اڑکیوں کو لوشہ کے باشندوں کے سامنے سامان تفصیلیک نہ بناتے۔ یاد رکھو! اگلے چاند کی چارتارخ کو میرے آدمی لوشی میں موجود ہوں گے۔ وہ اس کھیل کے اختتام تک وہاں رہیں گے اور جب مجھے یہ اطلاع ملے گی کہ ربیعہ اور آنجلاء دکھاوے کی چتا سے نکال کر گھر پہنچا دی گئیں ہیں تو تمہیں پھانسی دی جائے گی اس وقت تک تم میری قید میں ہو۔ تم اس نے جرم کے بغیر بھی بدترین سزا کے مستحق ہو۔ لیکن میں تمہیں اس شرط پر چھوڑنے کے لئے

تیار ہوں کہ تم مجھے اس سازش کی تمام تفصیلات بتا دو۔ مجھے یہ گوارانہیں کہ لوٹھے کے عوام تمہاری اڑکیوں کا تماشہ دیکھیں۔

ابوداؤد نے جواب دیا۔ اگر موجودہ حالات میں اپنی جان کو کوئی قیمت سمجھتا تو یہاں نہ آتا۔ میں نے اپنی تحریر پیش کرنے کے لئے صبح تک مہلت مانگی ہے۔ سر دست میں جو کچھ کہہ چکا ہوں اُسے کافی سمجھتا ہوں
بدر نے کہا۔ میں تمہاری درخواست روٹھیں کرتا لیکن مجھے یقین ہے کہ تمہاری تحریر تمہاری زبان سے زیادہ موثر نہیں ہو گی۔

بدر بن مغیرہ نے تالی بجائی، ایک سپاہی اندر داخل ہوا۔ بدر نے کہا۔ اُسے لے جاؤ اور محفوظ کمرے میں اس کے قیام کا انتظام کرو۔ اس کے کھانے پینے اور آرام کا خیال رکھو۔ اسے لکھنے کی سہولت مہیا کی جائے لیکن اس کی نگرانی میں کوئی کوتاہی نہ ہو۔

یہ کہہ کر بدر ابوداؤد کی طرف متوجہ ہوا اور بولا۔ تمہیں بھی میں یہ ہدایت کرتا ہوں کہ یہاں سے بھاگنے کی کوشش بے سود ہو گی۔

ابوداؤد کوئی جواب دینے بغیر سپاہی کے ساتھ باہر نکل گیا۔ دروازے پر چار اور سپاہی جو نگلی تواریں لئے کھڑے تھے ان کے ساتھ ہو گئے۔

ضمیر کو ہزاروں تسلیاں دینے کے باوجود جلتی ہوئی چتا میں ربیعہ سے یہ بعید نہیں۔ ربیعہ اپنی عصمت کی حفاظت کے لئے جان پر کھیل سکتی ہے۔ اس سے یہ بعید نہیں کہ

اُس نے کسی نائٹ کو قتل کر دیا ہو۔ اُسے جرات رکھتی ہے لیکن نہیں نہیں ابو داؤدمکار ہے۔ یہ سب فریب ہے۔

منصور اٹھ کر بدر کے قریب پہنچا اور اُس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولا۔ بدر! اگر یہ بات درست ہے تو تمہیں اس بات کا اطمینان ہونا چاہئے کہ لوشہ کی کوئی دیوار راستہ نہیں روک سکتی۔

بدر بن مغیرہ نے اچانک مژکر اُس کی طرف دیکھا اور کہا۔ لوشہ میں دوڑ کیوں کی جان غرناطہ کی لاکھوں لڑکیوں سے زیادہ قیمتی نہیں۔ ان مجاہدوں نے ساری قوم کا بوجھا پنے کندھوں پر اٹھایا ہے۔ میں اپنے حصے کا بوجھ ان پر نہیں ڈالوں گا۔ یہ معاملہ فقط میری اور بیشیر کی ذات تک محدود ہے گا۔

دونوں نے بیشیر کی طرف دیکھا وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے تاثرات کا اندازہ کرنا مشکل تھا۔ اس کے چہرے پر اس طوفان کا کوئی اثر نہ تھا۔ جو اُس کے دل کی اتھاگہ برائیوں میں کروٹ لے رہا تھا۔ تھوڑی دیر وہ ایک چنان کی طرح کھڑا رہا اور پھر یہ کہنے کے بعد باہر نکل گیا کہ میں زخمیوں کو دیکھنے جا رہا ہوں۔

کچھ دیر بدر کی طرف دیکھنے کے بعد منصور نے کہا۔ اگر ابو داؤد نے آپ کو اس بات کا قائل کر دیا کہ اس کی اطلاع صحیح ہے تو میں آپ کو یہ تسلیم کرنے پر مجبور کر سکتا ہوں کہ لوشہ پر ہمارا حملہ نہایت اہم نتائج پیدا کر سکے گا۔ اس وقت بھی ہمارے سامنے یہی مسئلہ ہے کہ فرڈی نینڈ کی توجہ دو مجاہدوں پر مبدل کی جائے۔

(۳)

اگلی صحیح بدر، بیشیر، منصور اور دوسرے افسر ناشتہ کر رہے تھے کہ ایک سپاہی گھبرا یا ہوا کمرے میں داخل ہوا اور اس نے اطلاع دی کہ ابو داؤد اپنے بستر کی بجائے فرش

پر بیہوں پڑا ہے۔ یہ لوگ بھاگے ہوئے اس کے کمرے میں داخل ہوئے۔

ابوداؤد منہ کے بل فرش پر پڑا ہوا تھا۔ بشیر بن حسن نے اس کی نبض پر ہاتھ رکھنے کے بعد اسے جلدی سے پیٹھ کے بل لٹادیا۔ اور اس کی آنکھیں کھول کر دیکھتے ہوئے بولا۔ یہ مرچکا ہے۔ میرے خیال میں اُس نے زہر کھایا ہے۔

کمرے کے ایک کونے میں ایک چھوٹی سی میز پر قلم دوات اور کچھ کاغذات رکھے ہوئے تھے۔ بدربن مغیرہ نے اوپر کے چند اوراق جن پر ابو داؤد کی تحریر تھی، اٹھائے۔ سپاہیوں نے بشیر کے اشارے پر ابو داؤد کو اٹھا کر بستر میں لٹادیا۔

بشیر بن حسن نے اُس کی تلاشی لینے کے بعد اس کی جیب سے چاندی کی ایک چھوٹی سی ڈبیا برآمد کی اور اُسے کھول کر دیکھنے کے بعد کہا۔ اُس نے وہ زہر کھایا ہے جس کا تریاق آج تک معلوم نہیں ہوسکا۔

قلعے کے باقی سپاہی بھی جو ق در جو ق اس کمرے کے دروازے پر جمع ہو رہے تھے۔ بدربے بشیر اور منصور کے سواب کو کمرے سے نکلنے کا حکم دے کر دروازہ بند کرتے ہوئے کہا۔ بشیر ہم غلطی پر تھے۔ یہ اس کا خط ہے پڑھو۔

بشیر نے بظاہر بے پرواٹی کے ساتھ کاغذ کی طرف ہاتھ بڑھایا لیکن چند فقرے پڑھنے کے بعد اس کی ساری توجہ اس تحریر پر مرکوز ہو چکی تھی بدرنے کہا۔ بشیر! اونچی آواز سے پڑھو میں نے صرف چند دھریں دیکھی ہیں

بشیر نے چونکر اپنے ساتھوں کی طرف دیکھا اور باند آواز میں پڑھنا شروع کر دیا۔ بدربے نام ابو داؤد کے آخری مکتوب کا مضمون یہ تھا۔

میرا مکتوب آپ کو اس وقت ملے گا جب
میں اس دینا میں نہیں ہوں گا۔ اس ذیل موت

کے بغیر میرے لئے آپ کو یہ یقین دلانا مشکل تھا
کہ ربیعہ اور اشجلا کے متعلق میری اطاعت صحیح ہے
اور میں اس کے لئے تیار ہو کر آیا تھا۔ میری موت
کے ساتھ وہ ذلیل خواہشات اور ناپاک ارادے ختم
ہو جائیں گے جن کے باعث میں آپ کی نگاہ میں
ایک ملت فروش اور ایک غدار تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ
وہ ابو داؤد جس نے غرناطہ کی حکمرانی کا خواب دیکھا
جس نے اپنی قوم کی لاشوں پر اپنے لئے محل تعمیر
کرنے کی خواہش کی تھی آج سے چند دن پہلے مر
چکا تھا۔ وہ اسی وقت اپنا گلا گھونٹنے پر مجبور ہو گیا تھا
جب فردی نینڈ نے اس کی لڑکیوں کے لئے حرم کی
درخواست ٹھکرای دی تھی اور وہ اب داؤد جس کی لاش
آپ کے سامنے پڑی ہوئی ہے گز شتہ شب صرف
ایک باپ کی حیثیت میں آپ کے سامنے پیش ہو
اتھا۔ اس کے سامنے اپنی دو لڑکیوں کی جان
بچانے کا مسئلہ تھا۔ اس لئے میری دوسری موت
ایک باپ کی موت ہے اور مرنے سے پہلے جو کچھ
میں لکھ رہا ہوں اسراں صورت میں جب کہ مجھے
جھوٹ کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ میں سچ کہنے میں
ایک تسلیم محسوس کرتا ہوں۔

تم میرے متعلق صرف اتنا جانتے ہو کہ میں
نے تمہیں الحمرا میں بلا کر قتل کروانے کی شاشش کی
اور میں نے ابو عبد اللہ کو غداری پر آمادہ کیا لیکن
میرے جرائم اس سے کہیں زیادہ ہیں ۔ میں
تمہارے باپ کا قاتل ہوں ۔ اُسے میں نے ہی
خط لکھ کر طایی طبلہ آنے کی دعوت دی تھی ۔ پہلی بار
جب میں تمہارے مہمان کی حیثیت میں آیا تھا ۔
پہلی بار جب میں میں فڑی عینڈ کا جاسوس تھا اور
رات کے وقت تمہارے قلعے پر دشمن کا حملہ میری
ترغیب پر تھا ۔ الحمرا میں موئی کو میں نے گرفتار کروایا
تھا ۔ ابو عبد اللہ کو ملت فروشی پر میں نے آمادہ کیا تھا
غزنا طہ میں جہاد کے خلاف تبلیغ کرنے کے لئے
اندلس کے ہن مسلمان جاسوسوں کو بھیجا گیا ہے اُں
کی تربیت میں نے کی ہے ۔ تم نے مجھ سے سوال
کیا تھا کہ انجلہ اور ربیعہ کو کب سزادی جائے گی اور
میں بتا چکا ہوں کہ انہیں اگلے چاند کی چارتار نج کو
زندہ جلایا جائے گا ۔ تم اس بات پر حیران ہو گے کہ
عدالت نے انہیں اتنی مہلت کیوں دی ۔ رات کے
وقت اگر میں آ کے سامنے اس کی وجہ بیان کرتا تو
میرے متعلق آپ کے شکوہ اور زیادہ ہو جاتے

مجھے ایک ماہ کی مہلت حاصل کرنے کے لئے فرڈی
نینڈ سے یہ وعدہ کرنا پڑا کہ اگر بدر بن میرہ زندہ ہے
تو میں اس عرصہ میں کسی نہ کسی بہانے سے اُسے
آپ کے سامنے پیش کر دو گا میں نے اُس سے
مجاہدین کی صفوں میں انتشار ڈالنے کا عہد بھی کیا تھا
اس کے عوض فرڈی نینڈ نے میرے ساتھ ربیعہ
اور آنجلہ کی جان بچانے کا وعدہ کیا تھا۔

سیاست دان ابو داؤد شاید کسی حالت میں
بھی اپنے ان جرائم کا مقابل نہ کرتا لیکن آنجلہ اور
ربیعہ کے باپ کو اپنی بیٹیوں کی بھائی اسی بات
میں نظر آتی ہے کہ وہ مرنے سے پہلے اپنے
چہرے کے تمام نقاب الٹ دے۔ میرے بعد اگر
آپ کی کسی تدبیر سے ان اٹکیوں کی جان بچ جائے
تو میں ربیعہ کو تمہارے اور آنجلہ کو بشیر بن حس کے
سپرد کرتا ہوں۔ میں ایک مدت سے جانتا تھا کہ وہ
تم دونوں کو اپنے رفیق اور محافظ منتخب کر چکی ہیں
لیکن میری زندگی کے مقاصد ان کی خواہشات کے
احترام کی گنجائش نہ تھی۔ میں نے ایک باپ کی نظر
سے انہیں صرف اس وقت دیکھا جب مجھے یہ معلوم
ہوا کہ میری غیر حاضری میں لوٹھے کی عدالت انہیں

موت کی سزادے چکی ہے ۔ میں اُن کی جان
بچانے کے لئے آپ سے التجاکرنے کی ضرورت
نہیں سمجھتا۔ تم جانتے ہو کہ میرے ساتھ ربعیہ اور
اشجلا کا رشتہ صرف خون کا رشتہ تھا ارمیری موت
کے بعد یہ رشتہ ختم ہو جائے گا میں ان کا انعام نہیں
دیکھوں گا۔ چنانے سے ان کی چینیں میرے کانوں تک
نہیں پہنچ سکیں گی اگر میں زندہ رہتا تو بھی انہیں
مرے وقت اس بات کا ملال نہ ہوتا کہ وہ اپنے
باپ سے جدا ہو رہی ہیں۔ انہیں میر کی دینا کی سے
کوئی دلچسپی نہیں۔ انہیں صرف اس دنیا سے دلچسپی
ہے جس میں تم ارشیر سانس لیتے ہو انہیں میرے
ہوائی تفاسیوں سے کوئی انس نہیں۔ انہیں گوشہ کے
گورز کے محل کو ہمیشہ کے لئے خیر باد کہنے کا کوئی
افسوس نہ ہوگا۔ جلتی ہوئی چتا میں وہ صرف اس
واڑی کا تصور کریں گی جس میں انہوں نے اپنی بھنگی
ہوئی روحوں کے لئے گوشہ عافیت تلاش کیا تھا۔
وہ اُفق کی طرف دیکھ کر کہیں گی بدر اور ارشیر کہاں ہو؟
تم نے زندگی کے جس سمندر کی گہرائیوں
میں ایک دھرے کو تلاش کیا ہے میری نگاہ میں اس
کی تھے تک نہیں پہنچ سکتی۔ میں صرف یہ جانتا ہوں کہ

انہوں نے فقط تمہاری وجہ سے اس سمندر میں غوطہ لگایا ہے۔ سب اگر ان کی زندگی کے چراغ بجھنے والے ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ تم نے ان میں طوفانوں کیسا تھکھیلنے کی خواہش پیدا کی۔ وہ غیرت جس نے ربیعہ یا آنجلہ کو جان مائیکل کے قتل پر آمادہ کیا دراصل تمہاری اور بشیر کی عطا کردہ تھی۔ وہ حوصلہ جس نے ایک لڑکی کے کمزور ہاتھوں کو برپھے کا استعمال سکھا دیا تھا۔ وہ زبان جس نے عدالت میں با غیانت تقریر کی۔ تمہارے خیالات کی ترجیحی کر رہی تھی، سیمیں ربیعہ اور آنجلہ کو قید میں نہیں دیکھ سکا لیکن ایک شخص جس نے انہیں دیکھا ہے مجھے یہ بتا چکا ہے کہ انہیں اپنے کئے کا ذرا بھی ملال نہیں۔ ان کا ایمان یہ ہے کہ خدا کو اگر ان کا زندہ رکھنا مقصود ہے تو وہ چتا کی آگ کو گزار جانتے ہو کہ ان کے دلوں میں یہ ایمان کس نے پیدا کیا۔

اگر تم ان سب باتوں کی ذمہ داری اپنے سر لینے سے انکار نہیں کرتے تو میں یہ کہوں گا کہ ربیعہ اور آنجلہ کا معاملہ تمہارا اور بشیر کا معاملہ ہے اور مجھے ان کے متعلق پریشان ہونے کی ضرورت نہیں

- تم پر ان کی جان بچانے کا فرض عاد کر کے میں
اپنے فرض سے سبکدوش ہوتا ہوں - میں تمہیں یہ
نہیں بتا سَتا کہ تم کس طریقے سے ان کی جان بچا
سکتے ہو۔ یہ سوچنا تمہارا کام ہے۔

میں اپین کے مستقبل کے متعلق کچھ نہیں
کہنا چاہتا۔ وقت نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ میں نے
آج تک جو کچھ سوچا اور جو کچھ کیا وہ غلط تھا۔ میں
نے اپنے لئے پھول منتخب کئے، اور اپنی قوم کے
لئے کائنے بچائے لیکن میرے حصے کے پھول
فرڈی نینڈ کے دامن کی زینت بن گئے۔ میرے
ہاتھ اور پاؤں کا نتوں سے زخمی ہیں اور قوم کا انعام
مجھے معلوم نہیں۔ میری سیاست ختم ہو چکی ہے میں
ذلت اور نامرادی کی موت مر رہا ہوں۔ آپ میری
خودکشی کو قابل افتخار سمجھیں گے لیکن میں آج اس
حقیقت کو سمجھا ہوں کہ دنیا میں عزت کی موت
صرت ان لوگوں کے لئے ہے جو عزت کی زندگی کا
راستہ منتخب کرتے ہیں اپنی بیوی کے متعلق میں نے
کچھ نہیں کہا۔ میں اُسے قابل ذکر نہیں سمجھتا۔ اس
نے آنجلہ کو بچانے کے لئے ربیعہ کے خلاف
شہادت دی تھی۔ اگر وہ عدالت کا فیصلہ سننے کے

بعد زہرنہ کھالیتی تو میں اپنے ہاتھوں سے اس کا گلا
گھونٹ ڈالتا۔

اس خط کے اختتام کے ساتھ میں اپنی
کتاب زندگی کی آخری سطر لکھ چکا ہوں۔

ابوداؤد

”انجلا اور ربیعہ کا باپ“

آنسو اور مسکر اہمیں

(1)

غروں آفتاب سے کچھ دیر پہلے لوشہ شہر کے باہر ایک کھلے میدان میں آنجلہ اور ربیعہ کی چتا کے گرد ہزاروں کی تعداد میں مردا و عورتیں جمع ہو رہے تھے۔ وہ ایک دوسری کے قریب لکڑی کے کھمبیوں کے ساتھ بندھی ہوئی تھیں۔ چتا کے قریب را ہوں کا ایک گروہ میریم مقدس کی حمد و شنا کے گیت گارہاتھا۔ لوگ بیقراری کے ساتھ غروب آفتاب کا انتظار کر رہے تھے۔ لوشہ کا گورنر دان لوئی اور نیا بشپ بار بار افق مغرب کی طرف دیکھ رہے تھے۔ لوگوں کو یہ معلوم ہو چکا تھا کہ غروب آفتاب تک فرڈی نینڈ کے آخری حکم کا انتظار کیا جائیگا۔ اگر بادشاہ کا ایچی کوئی نیا حکم لے کرنہ آیا تو چتا کو آگ لگا دی جائے گی۔ دو سپاہی چتا کے قریب جلتی ہوئی مشعلیں لئے تیار کھڑے تھے۔

ربیعہ اور اشغال کو اپنے انجام کے متعلق کوئی شبہ نہ تھا لیکن انہیں چتا کو آگ لگانے میں گادری کی وجہ معلوم نہ تھی۔

انجلا نے کہا۔ ربیعہ! میں موت سے بہت ڈرتی تھی لیکن اب میں محسوس کر رہی ہوں کہ موت انتی بھیا نک شے نہیں لیکن یہ انتظار میرے لئے بہت صبر آزماء ہے۔ یہ لوگ کس با کا انتظار کر رہے ہیں؟

میں خود حیران ہوں۔ سورج غروب ہو رہا ہے۔ شاید۔۔۔۔۔

شاید

کچھ نہیں اتنجلا! میں سوچ رہی تھی ۔۔۔ کہ شاید قدرت لوشہ کی عدالت کا
فیصلہ رد کر چکی ہو۔ دیکھ سورج جہاں تھا وہیں کھڑا ہے۔

انجلا نے کہا۔ ربیعہ! یہ موہومِ امیدوں کا سہار لینے کا وقت نہیں۔

ربیعہ نے جواب دیا۔ میں صرف یہ کہہ رہی تھی کہ خدا انسان کر ہر فیصلہ بدلنے پر قادر ہے اور جب آگ کے شعلے میرے قریب آچکے ہوں گے اس وقت بھی میں یہی کہوں گی۔

ربیعہ! میر بھی یہی ایمان ہے لیکن اب موت کے دروازے تک صرف چند قدم باقی ہیں۔ دعا کرو کہ میرے قدم ڈمگانا جائیں۔

ربیعہ نے کہا۔ تمہارے قدم نہیں ڈمگانا میں گے۔ انجلاء! مجھے تم پر فخر ہے۔ اسلام کی ہر بیٹی تم پر فخر کرے گی۔

دعا کر ربیعہ، مجھے سہارا دو۔

ربیعہ نے آسمان کی طرف دیکھا اور کہا۔ اے جزا اور سزا کے مالک! ہمیں استقامت دے تو ہماری بے بُسی دیکھ رہا ہے۔ تو ہماری کمزوریوں سے واقف ہے لیکن دوسروں پر ہماری کمزوری اور بے بُسی ظاہرنہ ہو۔ ہماری مظلومیت فقط تیری رحمت کا دروازہ کھلتکھٹائے۔ یہ لوگ ہماری چیزیں نہ سنیں۔

ربیعہ بھی دیا کر رہی تھی کہ میدان کی طرف سے پانچ سوار نمودار ہونے اور لوگ شور مچانے لگے۔ وہ آگئے!

لوگوں نے سواروں کے گرد گھیرا ڈال لیا۔ اب چتا کی طرف کسی کی توجہ نہ تھی سوار افسطله کے پا ہیوں کا لباس پہنے ہوئے تھے۔ لوگ ان سے پوچھر رہے تھے۔ بادشاہ سامانت نے کیا حکم دیا ہے؟ آپ نے اتنی دیر کیوں لگائی۔ لوشہ کا گورنر اور بشپ ہجوم کو چیرتے ہوئے آگے بڑھے۔ گانے والے راہب بھی ادھر ادھر منتشر ہو کر سواروں کے قریب پہنچنے کی کوشش کر رہے تھے لیکن ان میں سے ایک راہب بد

ستورگا تا ہوا چتا کے قریب جا کھڑا ہوا دسرے راہبوں کی طرح اس کا سارا جسم ایک سفید قبائل میں چھپا ہوا تھا۔ اس کی آواز سن کر انجلاء اور ربیعہ اس کی طرف متوجہ ہوئیں گاتے گاتے اس نے ربیعہ اور انجلاء کے ذرا اور قریب کھلتے ہوئے اپنے سرے بھاری کپڑا کھسا دیا۔ ایک لمحہ کے لئے ربیعہ اور انجلاء کو اپنی آنکھوں پر یقین نہ آیا۔ وہ بہوت سی ہو کر اس کی آواز سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ زندگی میں پہلی بار گانے کی مشق کر رہا ہے، وہ اپنے ساتھی کے سر کے ساتھ مالنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن کوشش کے باوجود اس کی آواز کمی اور کمی بہت بلند ہو جاتی تھی۔ یہ بشیر بن حسن تھا۔

سورج کی آخری کرن کے ساتھ ربیعہ اور انجلاء اپنے مقدر کے آسمان پر امید کے دور و شن ستارے دیکھ رہی تھیں۔ دل کی دھڑکنیں ذرا کم ہوئیں تو ربیعہ نے ادھر اُدھر دیکھنے کے بعد دلبی زبان میں کہا۔ تم ہمارے لئے خود کشی نہ کرو۔ خدا کے لئے جاؤ۔

بدر نے اپنے ہونتوں پر انگلی رکھتے ہوئے اُسے خاموشی کی تلقین کی اور بشیر کا بازو پکڑ کر اپسی طرح گاتا ہوا ہجوم کی طرف چل دیا۔

ڈان لوئی نے سواروں کے گرد شور مچانے والے لوگوں کو بڑی مشکل سے خاموش کرایا اور سواروں سے مخاطب ہو کر کہا۔ تم بہت دیر سے آئے۔ ہم چتا کو آگ لگانے والے تھے۔ کای حکم لائے ہو؟

ایک سوار نے کہا۔ ہم گورنر سے بات کرنا چاہتے ہیں۔

ڈان لوئی نے بر ہم ہو کر کہا۔ میں گورنر ہوں۔

سوار نے اطمینان سے کہا۔ بادشاہ سلامت نے تمہیں معزول کر دیا ہے۔

تحمودی دیر میں کاؤنٹ اننو نیوشاہی فرمان لے کر یہاں پہنچ جائے گا۔ ہمیں اُس نے حکم دیا ہے کہ بوداؤ کی اڑکیوں کی سزا ماتوی کی جائے۔ ہم عجلت میں یہاں پہنچے ہیں۔ کاؤنٹ اننو نیو تحمودی دیر میں آجائیں گے اور آپ کو بادشاہ کا آخری حکم سادیں گے۔

ڈان لوئی سکتے کے عالم میں کھڑا تھا۔ لوگ مايوی کی حالت میں کبھی گورنر اور کبھی بشپ اور کبھی اُن سواروں کی طرف دیکھ رہے تھے۔

بالآخر بشپ نیکا، بادشاہ سلامت کا تحریری حکم ہمارے پاس وجود ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر بادشاہ سلامت نے لوشہ کی عدالت کے فیصلے میں کسی تبدیلی کی ضرورت محسوس کی تو آج کے دن غروب آفتاب سے پہلے اُن کا دوسرا تحریری حکم پہنچ جائے گا اور اگر ان کا اپنی غروب آفتاب سے پہلے نہ پہنچ تو یہ سمجھ لیا جائے گا کہ بادشاہ سلامت عدالت کے فیصلے کے ساتھ متفق ہیں۔ اب سورج غروب آفتاب ہو چکا ہے۔ بادشاہ کا اپنی ہامرے پاس ابھی تک ان کا کوئی حکم لے کر نہیں پہنچا اس لئے ڈان لوئی اگر چتا کو آگ لگانے کا حکم دے دے تو وہ اپنا فرض پورا کرے گا۔ اگر تم اپنی ہوتو بادشاہ سلامت کی تحریر پیش کرو ورنہ ہم کوئی بات سننے کے لئے تیار نہیں سوار نے جواب دیا۔ لیکن ہم اپنی کی ساتھ آئے ہیں اور یہ گورنر معزول ہو چکا ہے۔

بشپ نے کہا لیکن جب تک بادشاہ کا حکم انہیں نہیں ملتا اُن کے اختیارات میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اگر بادشاہ سلامت نے کاؤنٹ اننو نیو کو واقعی کوئی حکم دے کر بھیجا ہے اور وہ بروقت یہاں نہیں پہنچ سکا تو اس کی ذمہ داری اس پر عائد ہوگی۔ ڈان لوئی اُس کے لئے جواب دہ نہیں ہوگا۔ ڈان لوئی کو شام تک انتظار کرنے کی ہدایت

تھی اور اب شام ہو چکی ہے۔

سوار نے جواب دیا۔ ہمیں اس لئے بھیجا گیا ہے کہ ان اڑکیوں کی حفاظت کریں اور ہم اپنی جان پر کھیل کر بھی فرض پورا کریں گے،

بشبھ اور گورز پر بیشان ہو کر عوام کی طرف دیکھ رہے تھے۔ لوگ ان زردہ پوش سپاہیوں کی مداخلت پر خوش نہ تھے۔ بعض آدمیوں نے عوام کی اشتغال دلانے کی کوشش کی لیکن کوئی فرڈی نینڈ کے سپاہیوں پر ہاتھ اٹھانے کے لئے تیار نہ ہوا۔ عوام کی اکثریت کو مروعوب پا کر ڈالنے والی نے اپنے ساتھ ہم کلام ہونے والے سپاہی سے کہا۔ میں یہ نہیں جانتا کہ تم کون ہو اور تمہاری اطلاع کہاں تک صحیح ہے۔ میں تمہوڑی دیر اور انتظار کروں گا لیکن اگر تمہاری اطلاع غلط ثابت ہوتی تو تمہیں بدرتین سزا کے لئے تیار نہ رہنا چاہیے۔ کاؤنٹ اننوینیو قرطبه کا گورز ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اسے یہاں کیسے بھیجا جا رہا ہے اور میں نے وہ کون سی غلطی کی ہے جس کے باعث میں معزول کیا جا رہا ہوں۔

سوار نے جواب دیا۔ ممکن ہے کہ بادشاہ سلامت سے ابو داؤد نے آپ کی شکایت کی ہو بہر حال تمہوڑی دیر میں یہ معاملہ صاف ہوا جائے گا۔ کاؤنٹ اننوینیو آہی رہا ہو گا اتنی دیر ہم چتا کے گرد پہرا دیتے ہیں، کاؤنٹ اننوینیو نے یہ خدشہ ظاہر کیا تھا کہ لوگ اشتغال کی حالت میں قیدیوں کے ساتھ بدسلوکی نہ کریں، ڈالنے والی نے جواب دیا۔ چتا کے گرد پہرا دینے کے لئے میرے سپاہی کافی ہیں۔ سوار نے کہا۔ نہیں چتا کے گرد اتنا بڑا ہجوم دیکھ کر کاؤنٹ اننوینیو پر خفا ہو گا۔ یہ بہتر ہو گا کہ لوگوں کو ذرا دُور دور ہٹا دیا جائے، ڈالنے والی تندر مزاج آدمی تھا لیکن اپنی معزولی کی اطلاع کے بعد اس میں وہ

پہا اسا جوش خروش نام کونہ تھا، وہ اپنے دل سے بار بار یہی سوال پوچھ رہا تھا کہ اسے معزول کیوں کیا گیا ہے۔ اس سے کیا خط اسر زد ہوئی ہے اسے اپنی شاندار خدمات کا یہ صلحہ دیا جا رہا ہے۔ اس کے خیال میں ملکہ ازا بیلا کی سفارش ابو داؤد کے جادو کا تؤڑ ہو سکتی تھی۔ اور وہ اُڑ کر ملکہ کے پاس پہنچنا چاہتا تھا۔ جب سوار نیزے دکھا دکھا کر عوام کو چتا سے پرے ہٹانے لگے تو اس مزاحمت نہ کی اور گورز کے طرز عمل میں یہ تبدیلی دیکھ کر بشپ کا غصہ بھی بہت حد تک ٹھنڈا ہو چکا تھا۔ اب وہ اپنے الفاظ پر نا دم تھا۔ اور سپاہیوں کے آگے پیچھے پھر رہا تھا اور اہر ایک سے باری باری یہ کہہ رہا تھا۔ دیکھئے اگر آپ کاونٹ انٹو نیو کا تحریری حکم لے آتے تو یہ باتیں نہ ہوتیں۔ سہر حال وہ آہی رہے ہوں گے۔ آپ انہیں کتنی دور چھوڑ آئے تھے۔ کافی دیر ہو گئی اب تو چاند بھی غروب ہو رہا ہے وہ کہیں راستہ نہ بھول گئے ہوں۔

ادھر ڈالن لوئی اب خود ڈانٹ ڈپٹ کر کے لوگوں کو پیچھے ہٹا رہا تھا۔

چوتھی رات کا چاندا پنی منزل کا مختصر سافا صلحہ ختم کر رہا تھا۔ اور رفتہ رفتہ رات کی تاریکی بڑھ رہی تھی۔ بدربن مغیرہ اور بشیر بن حسن را ہبوں کے لباس میں چتا کے گرد چکر لگا رہے تھے۔ شہر کا کوتواں بھی بڑی ہوشیاری کے ساتھ چتا کے گرد چکر لگا رہا تھا۔ بدرنے بشیر سے کہا۔ تم اس کی توجہ اپنی طرف مبذول رکھو۔ یہ ہوشیار آدمی معلوم ہوتا ہے۔

بشیر نے آگے بڑھ کر کوتواں سے کہا۔ یہ کتنے افسوس کی بات ہے کہ آج تک کیساں کی کسی عدالت کے احکام کی اتنی توہین نہیں ہوئی، مشعل برداروں کو سوار چتا سے کافی دور ہٹا چکے تھے۔ اس نے کوتواں اپنے مخاطب کو اچھی طرح نہ دیکھ سکا۔ اس نے سوال کیا۔ آپ کون ہیں؟

بیشیر نے سنبھل کر جواب دیا۔ میں طایطلہ کی خانقاہ کا راہب ہوں
آپ یہاں کیسے آئے؟

میں اشبدیا یہ جا رہا تھا یہ تماشہ دیکھ کر یہاں رُک گیا۔ میں طبیب بھی ہوں۔
اشبدیا یہ کے بشپ نے مجھے علاج کے لئے بلایا ہے۔ میں آپ سے یہ پوچھنا چاہتا
ہوں کہ اگر بادشاہ نے حکم دیا تو اتنے سنگین جرم کے متعلق کیسا کی عدالت اپنا فیصلہ
واپس لے لے گی۔

کوتال نے جواب دیا۔ کیسا کو اپنا فیصلہ واپس لینے کی ضرورت نہیں۔ بادشاہ
اپنے حکم سے یہ فیصلہ منسوخ کر دے گا۔
” یہ کیسا کی تو ہیں ہو گی“
” بادشاہ کیسے مفاد کو ہم سے بہتر ہے۔ ”

(۷)

جب بیشیر بن حسن کوتال کے ساتھ باتیں کر رہا تھا۔ بدر بن مغیرہ نے عقب
سے ربیعہ کے قریب پہنچ کر اس کے ہاتھوں اور پاؤں کی رسیاں کاٹتے ہوئے
آہستہ سے کہا۔ ربیعہ! گھوڑے پر سواری کر سکو گی۔

ربیعہ نے رسیوں سے آزاد ہوتے ہی جواب دینے کی بجائے اس کی طرف
مزکر دیکھا۔

بدر نے کہا۔ ابھی نہیں ربیعہ! گھوڑی دیر اسی طرح کھڑی رہو۔

ربیعہ اسی طرح کھبے کے ساتھ لگ کر کھڑی ہو گئی۔

بدر نے پھر کہا تمہیں آج ساری رات سفر کرنا پڑے گا۔ تم گھوڑے پر سواری کر
سکو گی نا؟

ربیعہ نے دھڑکتے ہوئے دل کو قابو میں لانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

آپ کے ساتھ؟

ہاں میرے ساتھ۔

آپ کے ساتھ سفر کرتے ہوئے میں راستے کی طوالت کی شکایت نہیں کروں گی۔

انجلا بھی گھوڑے کی سواری جانتی ہے نا؟

انجلا مجھ سے بہتر سوار ہے

بہت اچھا تم تیار ہو۔

اس کے بعد بدر نے انجلاء کے قریب پہنچ کر اُس کی رسیاں کاٹ ڈالیں اور ایک سوار کے قریب پہنچ کر اُس سے کہا۔ جلدی کرو۔ مجھے اپنی کمنڈ اٹار دو۔

سوار نے زین کے ساتھ بندھی ہوئی کمنڈ اٹار دی اور لوگوں کی ساری توجہ دوسری طرف مبذول ہو گئی۔ بشیر بن حسن نے ادھر ادھر کی باتوں سے کوتوال کی توجہ ابھی تک اپنی طرف مبذول کر رکھی تھی لیکن گھوڑوں کی ٹاپ سننے کے بعد کوتوال نے کہا۔ مقدس باپ شاید وہ آرہے ہیں مجھے معاف کیجئے لیکن کمال جانے سے پہلے مجھے ضرور ملنے۔

بشیر کے جواب کا انتظار کئے بغیر کوتوال بھاگتا ہو آگے بڑھا بشپ اور گورز دوноں اب ایک سوار سے باتیں کر رہے تھے۔ گورز کہہ رہا تھا۔ مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کاؤنٹ انٹوئیو کے ساتھ کوئی فوج آرہی ہے۔

سوار نے جواب دیا۔ اُس کے ساتھ کوئی پچاس آدمی ہوں گے۔

بشپ نے کہا میں اتنے آدمی ساتھ لانے کی وجہ نہیں سمجھتا۔

بدر بن مغیرہ نے آگے بڑھ کر کہا۔ اس کی وجہ میں آپ کو سمجھاتا ہوں۔ آئیے
میرے ساتھ!

بشب نے پریشان ہو کر کہا۔ تم کون ہو؟
بدر نے کہا۔ آپ مجھے نہیں جانتے؟
بشب نے کہا تاریکی میں میں تمہیں اچھی طرح نہیں دیکھ سکتا اور تمہاری آواز
بھی میرے لئے اخوبی ہے۔

بدر نے کہا۔ مقدس بابا! پہلے میں آپ سے ایک ضروری بات کرلوں پھر
آپ کو کوئی سوال پوچھنے کی ضرورت نہیں رہے گی۔
بشب نے کہا۔ لیکن وہ کوئی بات ہے جو تم گورنڈ ان لوئی کے سامنے نہیں کرنا
چاہتے۔

بدر نے جواب دیا۔ ان سے میں بعد میں معذرت کرلوں گا۔ آپ آئیں میں
علیحدگی میں آپ سے ایک بہت ضروری بات کرنا چاہتا ہوں۔

بدر نے بشب کا بازو پکڑ لیا اور وہ تذبذب اور پریشانی کی حالت میں اس کے
ساتھ چل دیا۔ چند قدم کے فاصلے پر بشیر کھڑا بدر کو دیکھ کر وہ قریب آگیا۔ بشب
نے کہا۔ وہ لوگ آرہے ہیں جلدی کہو کیا کہنا چاہتے ہو اور میرا بازو چھپو رہو۔

بدر نے اس کا بازو اپنے ہاتھ کی آہنی گرفت میں بھینختے ہوئے کہا۔ خاموش رہو
۔ ایک لمحہ کے لئے بشب کے اوسان خطا ہو گئے۔ بدر نے بشیر سے کہا۔ اسے لے
جاو اور یہ رسی بھی لو، اسی میں سے آدمی گورنر کے لئے رکھ لینا۔ میں ابھی اسے بھی
لاتا ہوں۔

بشب نے شور مچانے کی کوشش کی لیکن بشیر کا خبرا پنی شرگ کے قریب دیکھ کر

اس کی آواز منہ سے باہر نہ نکل سکی۔ وہ اس کے آگے چل دیا۔

غموڑوں کی ٹالپوں کی آواز اب قریب آچکی تھی۔ ڈان لوئی اس طرف جانے کا ارادہ کر رہا تھا کہ بدربن مغیرہ نے آگے بڑھ کر اس کا بازو پکڑ لیا اور اس کی پسلی پر خبر کی نوک رکھتے ہوئے کہا۔ میرے ساتھ چلو۔ اگر بولنے کی کوشش کرو۔ بدربن مغیرہ نے اپنا فقرہ پورا کرنے کی بجائے خبر کو ذرا دبا دیا اور ڈان لوئی بے بس ہو کر اس کے ساتھ ساتھ چل دیا۔

سوارا ب کتوال کے سپاہیوں کو بھی چتا سے کافی دور رکھنے کی کوشش کر رہے تھے۔ وہ چتا کے گرد زیادہ تیزی کے ساتھ چکر لگا رہے تھے اور کتوال کے سپاہی بھاگتے ہوئے گھوڑوں کی زد سے بچنے کے لئے پیچھے ہٹ رہے تھے۔

بدرنے ربیعہ کو ایک طرف ہٹاتے ہوئے اس کی جگہ گورنر کو لکڑی کے کھمبے کے ساتھ جکڑ دیا۔ اتنی دیر میں بشیر بن حسن بشپ کو انجلہ کی جگہ باندھ چکا تھا۔ دوسری طرف پچاس سواروں نے ہجوم کے قریب پہنچتے ہی نعرہ بشیر بلند کیا اور ہجوم کو اپنے نیزوں کے لٹھروں سے ہانکنا شروع کیا۔ لوگ نہایت بدحواسی میں چیختے چلاتے ایک دوسرے پر گرنے لگے۔ لوٹھہ کی پولیس کے سپاہی اب چتا کا خیال چھوڑ کر ادھر ادھر بھاگنے والے لوگوں کا ساتھ دے رہے تھے۔

چتا کے گرد پہر ادینے والے سواروں میں چاراپنے گھوڑوں سے اُتر پڑے بدربن مغیرہ را ہب کا چولا اٹا کر چتا میں پھینکنے کے بعد جست لگا کر ایک گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ باقی تین گھوڑوں پر بشیر ربیعہ اور انجلہ سوار ہو گئے۔

بدرنے کہا۔ بشیر! تم ربیعہ اور انجلہ کے ساتھ وہاں پہنچ کر ہمارا انتظار کرو، ہم چھوڑی دیر میں پہنچ جائیں گے۔ جلدی کرو۔

بیشتر نے گھوڑے کی باگ موڑ لی۔ بدر نے پانچویں سوار کی طرف متوجہ ہو کر کہا
تم بھی ان کے ساتھ جاؤ۔

بیشتر اور یہ سپاہی ربیعہ اور آنجلہ کو ساتھ لے کر ایک طرف نکل گئے۔ گئے بدر
بن مغیرہ نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور آگے بڑھ کر ایک سپاہی کے ہاتھ سے جلتی
ہوئی مشعل چھین کر چتا میں پھینک دی۔ چتا میں لکڑیوں کو آگ لگانے کے لئے سوکھی
گھاس ڈالی گئی تھی۔ اُسے فوراً آگ لگ گئی۔ گورنر اور بشپ بری طرح چلا رہے تھے
لیکن اس ہنگامے میں ان کی آواز سننے والا کوئی نہ تھا۔ میدان میں ایک قیامت کا
سمان تھا۔ حملہ اور سوار فقط اپنے نیزوں کی الٹی طرف سے لوگوں کو باٹکنے کی کوشش کر
رہے تھے لیکن لوگ ایک دوسرے سے ٹکرارہے تھے۔ اور بری طرح سے زخمی ہو
رہے تھے۔ تاریکی میں لوٹھے کے باشندے یہ سمجھ رہے تھے کہ ہزاروں پیادہ اور سوا
ران پر حملہ کر چکے تھے۔ کوتاں اور اُس کے سپاہیوں کا پتہ نہ تھا۔ بعض لوگوں نے
آگ کے شعلوں کے سامنے اپنے گورنر اور بشپ کی صورتیں پہچان لیں لیکن کسی نے
ان کی مدد کے لئے پہنچنے کی ضرورت محسوس نہ کی۔

تحمودی دیر میں میدان خالی ہو گیا۔ بدر بن مغیرہ نے سواروں کو منظم کرنے کے
بعد کہا ہمارا کام ختم ہو چکا ہے لیکن واپس جانے کے لئے ہمیں تازہ دم گھوڑوں کی
ضرورت ہے اور لوٹھے میں گھوڑوں کی کمی نہیں۔ ہمیں ایک ساعت کے اندر اندر
واپس جانا ہے۔ کیا تم تیار ہو؟

گورنر کے محل کو آگ لگانے پر اکتفا کیا تھا۔

ربیعہ، آنجلہ اور خانقاہ میں باقی آدمی کی تعداد چودہ کے لگ بھگ تھی ان کی آمد
سے پہلے ہی تیار کھڑے تھے۔

کوچ کا حکم دینے سے پہلے بدر نے ابو محسن سے کہا۔ ابو محسن لوشہ میں ہمارا کام ختم ہو چکا ہے کہ تو تمہیں کامیابی ہوئی ہے یا نہیں۔ اس پر منصور بن احمد نہس پڑا اور ابو محسن نے قدرے کھسپا نہ ہو کر کہا۔ خدا کی قسم وہ بالکل گدھا ہے۔ آپ مجھے خواہ مخواہ یہاں چھوڑ گئے۔ اس نے خود مجھے بلا کر کہا کہ میں کچھ کچھ اسلام کی صداقت کا قائل ہوتا جا رہا ہوں۔

آج آپ جا رہے ہیں اس لئے مجھے کچھ اور تبلیغ کر جائیں اور ایک قائل ہوتا جا رہا ہوں۔ آج آپ جا رہے ہیں اس کا گلا تو نہیں گھونٹ ڈالا تم نے؟
اگر آپ کا حکم نہ ہوتا تو میں شاید یہ بھی کر ڈالتا۔
بدر نے کہا۔ اچھا بچلو۔

اپنے محفوظ علاقے میں داخل ہونے سے پہلے بدر نے راستے میں تین جگہ منزل کی۔ وہ رات کے وقت سفر اور دن کے وقت شہروں اربستیوں سے دور ان خانقاہ ہوں میں قیام کرتا جن پر راہبوں کے لباس میں اُس کے سپاہی چند دن پیشتر قبضہ جما چکے تھے ان خانقاہوں سے لمبیں لوشہ کی خانقاہ کے راہبوں کی طرح قید میں تھے۔ بدر بن مغیرہ جس خانقاہ میں داخل ہوتا۔ وہاں اس کے آدمی اُس کے ساتھیوں کے لئے کھانا اور گھوڑوں کے لئے چارہ تیار رکھتے۔ ہر منزل اس کے آدمیوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا۔ جب وہ فرڈی نینڈ کی مملک کی سرحد غبور کر رہا تھا تو اُس کے ساتھیوں کی تعداد ڈیڑھ سو ہو چکی تھی۔

بدر بن مغیرہ پیاری قلعے کے ایک کمرے میں بیقراری سے ٹھیل رہا تھا۔ اس کے چہرے پر مایوسی، پریشانی اور ملال کے آثار تھے۔ ربیعہ کمرے میں داخل ہوئی،

بدر کسی گہری سوچ میں تھا۔ جب تھوڑی دیر وہ اس کی طرف متوجہ ہوا تو ربیعہ نے ایک قدم آگے بڑھ کر کہا۔ آپ نے مجھے بلا یا تھا۔

بدر نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔ ہاں ربیعہ! میں نے تم سے ایک ضروری بات کہنا چاہتا تھا۔ بیٹھ جاؤ۔

اس کا لہجہ اس قدر مغموم تھا کہ ربیعہ سہم کر رہ گئی۔ وہ کرسی کے قریب پہنچی لیکن تذبذب کی حالت میں کھڑی رہی۔ بدر نے پھر کہا۔ بیٹھ جاؤ ربیعہ!

ربیعہ نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ آپ بہت پریشان ہیں کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد بدر نے جواب دیا۔ ربیعہ! میں تمہارے متعلق سوچ رہا تھا۔ نصراں یوں کے خلاف ہماری جنگ ایک فیصلہ گئی دور میں داخل ہو چکی ہے۔ میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ اب تمہارا یہاں رہنا ٹھیک نہیں۔

ربیعہ اچانک اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ وہ کچھ کہنا چاہتی تھی۔ اس کی آواز بیٹھ گئی۔ وہ سر اپا لتجابن کراس کی طرف دیکھ رہی تھی۔

بدر نے کہا۔ بیٹھ جاؤ ربیعہ! میں نے ابھیاپنی بات ختم نہیں کی۔ ربیعہ بیٹھ گئی اور بدر نے تھوڑی دیر سوچنے کے بعد کہا۔ تمہیں معلوم ہے کہ فرڈی نینڈ کے طویل محاصرہ کے باعث غرناطہ کے حالات مندوش ہو چکے ہیں۔ سیرا نوید اکے راستے رسد کا جو تھوڑا بہت سامان ہماری کوششوں سے وہاں پہنچ رہا ہے لاکھوں انسانوں کی ضرورت پوری نہیں کر ساتا۔ لوگ فاقہ کشی سے تنگ آچکے ہیں۔

اب سردیاں آنے والی ہیں موی نے میرے ساتھ یہ فیصلہ کیا تھا کہ وہ غرناطہ کی فوج کے ساتھ اگلے مہینے کی پہلی تاریخ کو حملہ کرے گا۔ اور میں نے اس دن اپنی ساری قوت کے ساتھ عقب سے حملہ کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ ہمیں اپنی فتح پر یقین تھا لیکن آ

مجھے موئی کا خط ملا ہے۔ اس نے لکھا ہے کہ ابو عبد اللہ کے وزیر نے فرڈی نینڈ کے ساتھ صلح کی بات چیت شروع کر دی ہے۔ سر کردہ اُمرا کی اکثریت صلح کے حق میں ہے اور غداروں کی کوششوں سے عوام میں بھی ایک ایسا عنصر پیدا ہو چکا ہے جو صلح کے لئے بیتاب ہے۔ چونکہ اس بات کا اندیشہ ہو گیا ہے کہ حملہ کے دن ابو عبد اللہ اور اس کے امراء کی نیت بدل نہ جائے، اس لئے موئی نے یہ حملہ ماتوقی کر دیا ہے۔ اس نے لکھا ہے کہ وہ حملہ کا کوئی اور دن متعین کر کے مجھے اطلاع دے گا۔ موئی مایوس ہونے والے انسانوں میں سے نہیں لیکن اس کا خط پڑھ کر میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ غرناطہ کے حالات بہت مخدوش ہیں، ربیعہ! تم یہ سمجھ سکتی ہو کہ اگر خدا نخواستہ غرناطہ ہمارے ہاتھ سے نکل گیا تو قسطله کا سیااب ہمارے خلاف اٹھ آئے گا۔ اس لئے میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ایسا وقت آںے سے پہلے تمہیں مرکاش بھیج دیا جائے گا۔ سلطان میرے والد کا دوست ہے۔ منصور اور بشیر کے خاندان کے بہت لوگ وہاں موجود ہیں۔ وہاں تمہیں کوئی تکلیف نہ ہوگی۔

بد راب ربیعہ کی طرف دیکھنے کی بجائے باہر کی طرف کھلانے والے در تھے کی طرف دیکھ رہا تھا۔

ربیعہ کا دل بیٹھ گیا۔ وہ چکھ دیر خاموش بیٹھی رہی۔ بالآخر اس نے بھراں ہوئی آواز میں کہا تو آپ مجھے مرکاش بھیجنے کا فیصلہ کر چکے ہیں۔

”دنہمیں تمہیں میرے متعلق غلط فہمی نہیں ہونی چاہتے۔ میں نے صرف مشورہ دیا ہے۔ اور مجھے امید ہے کہ تم میرا مشورہ قبول کر لوگی۔“

”آپ کا مشورہ؟ ربیعہ نے آبدیدہ ہو کر کہا۔ آپ یہ کیوں نہیں کہتے کہ ربیعہ! تمہارا دل کمزور ہے۔ تم ایک شاہین کی قوت پرواز کا ساتھ نہیں دے سکتی۔ اس لئے

میرا حکم ہے کہ تم یہاں سے چلی جاؤ یہاں تمہاری ضرورت نہیں۔

بدر نے کہا۔ میری دنیا میں کانٹوں کے سوا کچھ نہیں ارقدرت نے تمہیں کانٹوں پر چلنے کے لئے نہیں بنایا۔

ربیعہ نے جواب دیا۔ قدرت نے مجھے آگ کی چتا میں ڈالا تھا اور جانے کی بجائے میں نے ان کانٹوں پر چلنے کی خواہش کی تھی۔ آپ کی راہ کے کانٹے مجھے بچھولوں سے زیادہ عزیز ہیں۔ آپ کے ساتھ چلتے ہوئے میرے پاؤں نہیں ڈگنگا میں گے۔ اور آپ یہ کیوں نہیں سوچتے کہ آپ کی طرح میں بھی ایک مقصد کے لئے زندہ ہوں۔ قدرت نے میری زندگی کا راستہ اس شاہراہ سے ملا دیا ہے جس پر آپ گامزن ہیں، آپ نے وعدہ کیا تھا کہ غرناطہ کا محاصرہ اٹھ جانے کے بعد۔۔۔۔۔ لیکن۔۔۔۔۔ ربیعہ آگے کچھ نہ کہہ سکی، اس نے اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں میں پھینپھایا اور سکیاں لینے لگی۔

بدر نے متاثر ہو کر کہا۔ ربیعہ! مجھے غلط نہ سمجھو! تمہارا رائق حیات بنایا میرے لئے باعث فخر ہے۔ میرے لئے تم وہ سر بزر درخت ہو جس کی چھاؤں میں ایک تھکا ہو مسافر پنا لیتا ہے۔ اس دن جب میں نے تم سے شادی کی درخواست کی تھی۔ میں یہ سمجھتا تھا کہ غرناطہ کی نجگ سے فارغ ہو کر تمہارے ساتھ زندگی کے چند لمحات گزارنا، میرے گزشتہ تلکیوں اور صعوبتوں کے لئے بہت بڑا انعام ہوگا۔ لیکن اب میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ میرے عہرا میں ایک آندھی کے بعد دوسرا آندھی ہے۔ میں جس سمندر میں اپنی کشتی ڈال چکا ہوں اس کا ساحل روز بروز دور ہوتا جائے گا۔ مرے سامنے ایک بھنور کے بعد دوسرا بھنور ہوگا۔ ربیعہ! تمہاری بھلامی اسی میں ہے کہ تم مرا کش چلی جاؤ۔ میں ایک اہم فیصلہ کرنے سے پہلے تمہارے مستقبل کے

متعلق اطمینان چاہتا ہوں۔ ہو ستا ہے کہ میرا گھوڑا کسی دن خالی واپس آئے اور تم یہ
محسوں کرو کہ اس وادی میں تمہیں جانے والا کوئی نہیں،

ربیعہ اٹھ کھڑی ہو گئی۔ اس نے کہا۔ اگر یہ آپ کا حکم ہے تو مجھے سرتاہی کی مجال
نہیں لیکن اگر یہ آپ کا حکم نہیں تو مجھے اپنے متعلق فیصلہ کرنے کی اجازت دیجئے۔

بدر نے کہا۔ میں نے اپنی بات چیت نہیں کی۔ یہ سمجھانا چاہتا ہوں کہ اگر اہل
غناطہ نے ہتھیار ڈال دیے تو یہ وادی بھی آگ اور خون کے طوفان سے محفوظ نہیں رہ
سکے گی۔ اور ہم سب پر ایک دور ایسا بھی آستتا ہے کہ جب ہمارے سامنے عزت کی
موت کے سوا کوئی دوسرا راستہ نہ ہو۔

ربیعہ نے کہا تو کیا میں عزت کی موت آپ کے ساتھ نہیں دے سکتی۔

بدر بن منیرہ نے کہا۔ ربیعہ! تمہارے متعلق کوئی غلطی نہیں۔ میں نے تمہیں
چنانکے سامنے مسکراتے دیکھا ہے لیکن مجھے یہ حق نہیں کہ میں چند دن کی مسرت کے
لئے تمہیں اپنی زندگی کے پُر خطر راستوں پر لے جاؤں۔ میری رفاقت میں تمہارے
لئے مصائب کے سوا کچھ نہیں۔ ربیعہ! میں ہر روز موت کے دروازے پر دستک دیتا
ہوں۔ میری زندگی میں صرف آج ہے کل نہیں۔

ربیعہ نے کہا۔ بدر خدا شاہد ہے کہ میں تمہاری رفاقت میں چند لمحات کو ہزار
برس کی زندگی پر ترجیح دوں گی۔ اگر زندگی بے مقصد ہو تو اس کی طوالت سے فائدہ؟
آپ کہتے ہیں کہ آپ طوفان سے پہلے مجھے کسی ساحل پر چھوڑ آنا چاہتے ہیں۔ لیکن
اگر زندگی کا انجام موت کے سوا کچھ نہیں تو میں کنارے پر بیٹھ کر لہریں گلنے کی
بجائے بھنوں میں اُ کا ساتھ کیوں نہ دوں؟ اگر اُ کو میرا خیال ہے تو میری بات پر یقین
سیکھنے کہ میں نے آپ کو اس زمین کی بجائے، میشہ اپنے تخلیل کے آسمان پر دیکھا ہے۔

مجھے اپنی بے بے اور کمتری کا احساس ہے۔ میں آپ کو کسی گزشتہ فیصلے کی پابندی پر مجبور نہیں کروں گی۔ میں اس قابل نہیں کہ آپ کی رفیقہ حیات بن سکوں لیکن آپ مجھے اپنی رفیقہ کا ربننے کی سعادت سے محروم نہ کیجئے۔ میں میدان میں تیر اندازی تن زندگی کے جو ہر نہیں دکھا سکتی لیکن زخمیوں کی مرہم پئی کو سکتی ہوں۔ مجھے مرآکش نہ سمجھجئے۔ مجھے اپنی موت سے پہلے ہی زندگی کو خیر باد کہہ دینے پر مجبور نہ کیجئے۔

بدر بن مغیرہ کچھ دریتک ایثار ووفا کے اس پیکر کی طرف دیکھتا رہا۔ اچانک اُس کے سچھپے ہوئے ہونتوں پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی لیکن اُس نے منہ پھیر لیا اور سر جھکا کر آہستہ آہستہ کمرے میں شہلنے لگا۔ دو تین چکراتگانے کے بعد وہ ربیعہ کے قریب رکا۔ ربیعہ اس کے چہرے پر اپنی قسمت کا فیصلہ دیکھ رہی تھی۔ اس کا دل درک رہا تھا۔

بدر نے کہا۔ ربیعہ! میں تمہیں پنے فیصلے پر نظر ناہی کرنے کا موقع دینا چاہتا تھا۔ یہ میرا فرض تھا اور اس کے بعد بھی اگر تم نے مخمل کے فرش کی بجائے زندگی کی سنگاٹ خ را ہوں پرمیرے ساتھ چلنے کا فیصلہ کیا ہے تو میں تمہارا شکر گزار ہوں۔ اگر تم اس تlix حقیقت سے آنکھیں بند کرنے کے لئے تیار ہو کہ میری زندگی صرف چند برس۔ چند مہینے یا دن ہے تو میں آج ہی تمہارے ساتھ شادی کرنے کے لئے تیار ہوں۔ جواب دو ربیعہ! کیا تم اس کے لئے تیار ہو؟

ربیعہ کے چہرے پر حیا کی سرخی چھا گئی اس نے گردن جھکا لی۔ اس کی زبان گنگ تھی لیکن اس کے دل دھڑکنیں بدر بن مغیرہ کے سوال کا جواب دے رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد بدر نے کہا۔ ربیعہ! میں نے تمہارے ساتھ شادی کی درخواست کی ہے۔ جواب دو۔

ربیعہ نے گردن اٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔ الفاظ اُس کے کا پتے ہو، ہونتوں تک آکر رُک گئے۔ تشکر اور احسان مندی کے جذبات نے جھلکی ہوئی نگاہوں کا سہارا لیا۔ بدربن مغیرہ اس کی آنکھوں میں وہ آنسو دیکھ رہا تھا جن میں الفاظ کی ایک دنیا بندھی، اس نے حیرت ہو کر کہا۔ ربیعہ! اگر میں نے تمہارا دل دکھایا ہے تو میں معدرت کے لئے تیار ہوں۔ ربیعہ تم رو رہی ہو۔

ربیعہ نے جلدی سے اپنے آنسو پوچھتے ہوئے اس کی طرف دیکھا اور بلخیانہ لجھ میں کہا۔ ان آنسوؤں کے لئے میری معدرت قبول سمجھنے۔ مجھے یہ توقع نہ تھی کہ اس تمہید کے بعد ہماری گفتگو یہاں پر ختم ہوگی۔ یہ آنسو ایک بے بس عورت کا اظہار تشکر ہے۔

تو تمہیں آج میرے ساتھ شادی کرنے پر کوئی اعتراض نہیں
وہ سنجیدہ ہو کر بولی۔ آپ مذاق کر رہے ہیں۔

وہ بولا۔ میں مذاق نہیں کرتا۔ آج اگر کوئی حادثہ پیش نہ آیا تو ڈوبتے ہوئے سورج کی آخری نگاہ بدربن مغیرہ اور ربیعہ بنت ابو داؤد کوشہ اور بیوی کی حیثیت سے دیکھے گی۔

لیکن آج ہی اتنی جلدی۔

بدرنے جواب دیا۔ ہاں، اگر تمہیں اعتراض نہ ہو تو۔

ربیعہ نے بدرا کی طرف دیکھا اور کچھ کہے بغیر تیزی سے قدم اٹھاتی ہوئی باہر نکل گئی۔

(۵)

ربیعہ کے پاؤں ڈمگار ہے تھے۔ دل کی دھڑکنوں کے ساتھ اس کی رفتار کبھی

تیز اور کبھی سست ہو رہی تھی۔ وہ آنجلہ آنجلہ کہتی ہوئی اپنے کمرے میں داخل ہوئی۔ آنجلہ در پچ کے سامنے کھڑی جھاکر رہی تھی۔ اُس نے مذکر ربیعہ کی طرف دیکھا۔ ربیعہ اپنے خیال کے مطابق اس کے لئے ایک بہت بڑی خبر لے کر آئی تھی لیکن آنجلہ کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر اُسے کہا۔ آنجلہ کیا ہوا؟ تم رو رہی ہو۔

آنجلہ نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ تمہیں نہیں معلوم؟

ربیعہ انتہائی پریشانی کی حالت میں اُس کی طرف دیکھ رہی تھی۔ آنجلہ نے اپنے آنسو پوچھے کے بعد اس کی طرف دیکھا اور سوال کیا۔ ہم کب جا رہی ہیں۔ کہاں؟

ربیعہ! تمہیں مجھ سے کوئی بات چھپانے کی ضرورت نہیں۔ وہ مجھے سب کچھ بتا گئے ہیں۔

کون بشیر بن حسن۔

ہاں۔ وہ ابھی آئے تھے۔

اس نے تمہیں یہ بتایا ہوگا کہ ہم مرکش جا رہی ہیں۔

ہاں۔

لیکن ہم مرکش نہیں جائیں گی۔ آنجلہ میری بات پر یقین کرو، ہم یہیں رہیں گی۔

آنجلہ نے کہا۔ ربیعہ اب دل کو فریب دینے سے کوئی فائدہ نہیں ہمارے مقدار میں یہی کچھ تھا۔

تم نے بشیر کو کیا جواب دیا۔

میں انہیں کوئی جواب دے سکتی تھی۔ وہ آئے اور مجھ سے کہ کہہ کر چلے گئے کہ تم

ربیعہ کے ساتھ مراکش جا رہی ہو۔ وہ بہت مغموم تھے۔ میں جانتی ہوں۔ یہ ان کے دل کی آواز تھی پیشتر اس کے کہ میں ان کو کچھ کہہ سکتی وہ تیزی کے ساتھ باہر نکل گئے۔ مجھے ان سے شکایت نہیں۔ انہوں نے میرے ساتھ کوئی وعدہ نہیں کیا تھا لیکن ہارا سرحدی عقاب تو تمہیں شادی کا پیغام دے چکا تھا۔ اس نے تمہارے سامنے ان مجبوریوں کا اظہار کیا ہو گا جن کے باعث ہمیں مراکش بھیجا جا رہا ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ غناطہ کے حالات مخدوش ہیں۔

ربیعہ نے کہا۔ اگر میں نے ان کے ساتھ خواب میں باتیں نہیں کیں تو آج غراب آفتاب سے پہلے تماہری بہن ان کی رفیقتہ حیات بن چکی ہو گی۔ آنجلا! میری بات پر یقین کر تم مراکش نہیں جاؤ گی۔ یہ فیصلہ منسون خ ہو چکا ہے۔

آنجلہ بے اختیار آگے بڑھ کر ربیعہ کے ساتھ پٹ گئی اور بچکیاں لیتے ہوئے بولی۔

ربیعہ مجھے دھوکا نہ دو۔ خدا کے لئے کچھ کہو۔
میں جھوٹ نہیں کہتی آنجلا! میری بات پر یقین کرو میں تمہیں سب کچھ بتاتی ہوں۔ بیٹھ جاؤ۔

آنجلہ کرسی پر بیٹھ گئی۔ اور ربیعہ نے اُس کے قریب دوسری کرسی پر بیٹھتے ہوئے بدر کے ساتھ اپنی ملاقات کی داستان شروع کر دی۔

(۶)

قلعہ کے دوسرے سرے پر ایک وسیع کمرے میں بشیر بن حسن اور دوسرے طبیب اور جراح مریضوں کی دیکھ بھال میں مصروف تھے۔ بدر بن مغیرہ اس کمرے میں داخل ہوا۔ بشیر بن حسن زخمی کو پٹی باندھ رہا تھا۔ اپنے ایک ساتھی کا اشارہ پا کر

بیشیر نے پیچھے مرکر دیکھا اور پٹی کو آخری گردینے کے بعد اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

بدر نے کہا۔ آپ کو یہاں کتنی دیر لگے گی۔۔۔

بیشیر نے جواب دیا۔ میرا کام قریباً ختم ہو چکا ہے۔

میں تم سے ایک ضروری بات کہنا چاہتا ہوں۔

اگر آپ کو جلدی نہیں تو صرف ایک مریض دیکھنا رہ گیا ہے۔ وہ میرے سوا کسی کو اپنے قریب نہیں آنے دیتا۔

نہیں مجھے کوئی جلدی نہیں تم فارغ ہو کر سیدھے میرے کمرے میں آؤ۔

تحوڑی دیر بعد بیشیر بدر کے کمرے میں داخل ہوا اور اس نے کہا۔ آپ بہت پریشان نظر آتے ہیں۔ غرناطہ سے کوئی نئی خبر آئی ہے؟

نہیں۔ میں ربیعہ اور انجلا کے متعلق کچھ کہنا چاہتا تھا۔

انجلا سے میں نے کہہ دیا ہے۔ آپ کو اس بات کی کوئی خبر ملی ہے کہ مرکش کا جہاز کب یہاں پہنچ گا اور کس جگہ لنگر انداز ہو گا۔

ابھی تک اس کی کوئی اطلاع نہیں آئی ایک یادو دن وہ ضرور پہنچ جائیں گے۔

اور وہ غالباً المیر یا کے شمال میں اُسی مقام پر لنگر انداز ہوں گے جہاں وہ پچھلے مہینے لنگر انداز ہوئے تھے۔

تو میرے خیال میں ربیعہ اور انجلا کو بہت جلد ساحل پر پہنچ جانا چاہئے۔

”اسی مسئلہ پر میں تمہارے ساتھ گفتگو کرنا چاہتا تھا۔

”میرے خیال میں یہ فیصلہ ہو چکا ہے۔

”بدر بن مغیرہ نے تھوڑی دیر سوچنے کے بعد کہا۔ بیشیر! اس مسئلے پر ربیعہ کے ساتھ گفتگو کے بعد میں اسے مرکش بھیجنے کے متعلق اپنی رائے بدل چکا ہوں۔

بیشیر کے پڑ مردہ چہرے پر اچانک تازگی آگئی اور اس نے کہا۔ میرا خواب صحیح نکا۔

”ہاں، اور اس خواب کی آخری تبیر کا حصہ سن کر تم حیران رہ جاؤ گے۔

بیشیر نے مسکراتے ہوئے کہا۔ مجھے اس خواب کی تبیر کا آخری حصہ بھی معلوم

ہے

”اچھا بتاؤ“

”آپ ربیعہ کے ساتھ شادی کر رہے ہیں۔

”بھلا کب“

”آج“

”لیکن تمہیں یہ باتیں کیسے معلوم ہوئیں۔ تمہیں انجلانے بتایا ہو گا۔ اور وہ ربیعہ سے سن چکی ہو گی۔

نہیں بدرا! تمہارا چہرہ میرے لئے ایک کتاب ہے۔ تم ساری دنیا کے لئے ایک معما ہو میرے لئے نہیں۔ اب بتاؤ! مجھے یہ باتیں کیسے معلوم ہوئیں۔

بتاؤ!

ربیعہ سے ملاقات کے بعد آپ پریشان کی حالت میں میرے پاس آئے تو میں نے سمجھ لیا کہ آپ فیصلہ بدل چکے ہیں۔ آپ نے یہ بتا کر میرے خیال کی تائید کر دی کہ آپ کی پریشانی کا باعث غرناطہ کے متعلق کوئی نئی خبر نہیں۔ اس کے علاوہ اگر کوئی فوجی یا سیاسی پر پریشانی ہوتی تو آپ مجھے تلاش کرنے کی بجائے منصور کو بُلاتے یا مجلس شوریٰ طلب کرتے۔ اس کے بعد جب آپ نے خود ہی یہ کہہ دیا کہ ربیعہ یہاں رہے گی تو میں سمجھ گیا کہ ہمارے عقاب کو اب اپنے نشیمن میں تھا رہنا

پسند نہیں۔

لیکن تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا کہ میں آج ہی یہ شادی کر رہا ہوں۔

”آپ کے چہرے پر یہ لکھا ہوا ہے کہ آپ ایک اہم فیصلہ کر چکے ہیں اور آپ کے اہم ترین فیصلے فوراً نافذ ہوا کرتے ہیں۔
تو تمہارا مطلب ہے کہ میں جلد باز ہوں۔

نہیں میں ایک سپاہی کی اہم ترین خصوصیت کی تعریف کر رہا ہوں۔ عام پرندے جتنی دیر میں اُڑنے کا ارادہ کرتے ہیں شاہین اتنی دیر میں آسمان کی بلندیوں میں چکر لگا کرو اپس آ جاتا ہے۔ جب آپ ربیعہ کے متعلق یہ فیصلہ کر چکے ہیں کہ وہ بیباں رہے گی تو شادی کو کل پر ملتی کرنے کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔

بدرنے کہا۔ اچھا فرض کرو یہ صحیح ہے کہ میں آج ہی شادی کر رہا ہوں۔
بیشیر نے ہستے ہوئے کہا۔ مجھے فرض کرنے کی ضرورت نہیں۔ میں جانتا ہوں۔

اچھا اب میں اندرس کے ارسٹو سے پوچھتا ہوں کہ اس کا کیا ارادہ ہے؟
بیشیر نے جواب دیا۔ مجھ پر ایک لڑکی سے معدورت کرنے اور اپنا غلط فیصلہ واپس لینے کا فرض عائد ہوتا ہو ہے اور یہ فرض بہت زیادہ خوشنگوار نہیں۔ ایسے مراحل میں ارسٹو جائے۔

بدرنے سمجھیدہ ہو کر کہا۔ بیشیر! میں چاہتا ہوں کہ تمہاری شادی بھی آج ہو ہو جائے،

بیشیر نے جواب دیا۔ بدرا! تمہیں یہ کہنے کی ضرورت نہیں۔ اس سے جدائی کا تصور میرے لئے صبر آزماتا تھا۔ میں تمہارا شنگر گزار ہوں کہ تم انہیں مرکاش سمجھنے کا فیصلہ بدل چکے ہو۔ اگر وہ چلی جاتی تو میری ظاہرداری کے باوجود تم یہ محسوس کرتے

کہ تمہارا رفیق اپنے سرمایہ حیات میں سے بہت کچھ کھو چکا ہے۔ تم میرے کھو کھلے قہقہوں کے باوجود یہ محسوس کرتے کہ میں تم سے کوئی بات چھپا رہا ہوں۔

بدر نے کہا۔ بشیر! اگر مجھے معلوم ہوتا کہ انجلاء کی طرح تم بھی اُسے چاہتے ہو تو میں انہیں مرآکش بھیجنے کا مسئلہ ہی نہ چھیڑتا۔ میں نے صحیح یہ کہا تھا کہ انہیں اب مرآکش بھیج دینا بہتر ہو گا تو تمہارا چہرہ یہ بتاتا تھا کہ تم میرے فیصلے سے ذرہ بھر پر پیشان نہیں ہو۔

بیشیر نے جواب دیا۔ اُس وقت میرے سامنے اپنا مسئلہ نہ تھا۔ مجھے ان مجبوریوں کا احساس تھا جنہوں نے بذریعہ مغیرہ جیسے مجاہد کو اپنی عزیز ترین خواہشات کو خیر باد کہہ دینے پر مجبور کر دیا تھا۔ میں دیکھ رہا تھا کہ وہ مجاہد جس کی تلوار ایک قوم کو پناہ دے رہی ہے اُس اڑکی کو رخصت کر رہا ہے۔ جو اُس کی رفتیہ حیات بننے والی تھی تم میرے سامنے ایک چٹان کی طرح کھڑے تھے۔ تمہاری عظمت مجھے مرعوب کر رہی تھی۔ تم قوم کی زنجیریں کاٹنے کے لئے زندگی کے تمام ناطے توڑ رہے تھے اور تمہارا ایک رفیق یہ کیسے کہہ ستابا تھا کہ مجھے محبت کے شہری تاروں نے کسی کے دامن کے ساتھ باندھ رکھا ہے؟ مجھے ربیعہ کا بھی افسوس تھا۔ میں جانتا تھا کہ وہ مرآکش میں زندہ رہنے کی بجائے آپ کے ساتھ مرنا اپسند کرے گی۔

بدر نے کہا۔ بشیر! یہ میںی زندگی میں پہلا فیصلہ تھا جسے میں بد لئے پر مجبور ہوا ہوں۔ مجھے ربیعہ کا دل توڑنا گوارانہ تھا۔ میں نے اُسے مستقبل کے تمام خداشت سے آگاہ کر دیا ہے۔ اس نے ساحل کی بجائے میرے ساتھ چھنور منتسب کئے ہیں۔ اب یہ خدا بہتر جانتا ہے کہ یہ فیصلہ صحیح ہے یا غلط؟ اپنے متعلق میں تمہیں یا اطمینان دلانا چاہتا ہوں کہ میرے عزم میں کوئی تبدیلی نہیں آئے گی۔ دشمن کے لئے میری

تلوار کی تیزی میں کوئی فرق نہیں آئے گا مجھے ڈر تھا کہ ربیعہ کے متعلق اتنی جلدی اپنا
فیصلہ بد لئے پر تم میرا مذاق اڑاؤ گے لیکن میں تمہارا احسان مند ہوں۔ اب تم آنجلہ
کے پاس جا کر اُسے تسلی دو۔

شام کے وقت سرحدی عتنا ب کی وادی میں ایک سے لے کر دوسرے سرے
تک نقاروں کی آواں گونج رہی تھی۔ بدر نے اور ربیعہ، بشیر اور آنجلہ کی شادی ہو
چکی تھی۔

الحمد لله رب العالمين

(۱)

غرناطہ کے محاصرہ کے ساتواں مہینہ شروع ہو چکا تھا شہر کی حالت نازک ہو رہی تھی عوام بھوک سے تنگ آچکے تھے۔ غرناطہ کے اکابر الحمراء کے ایک کشادہ کمرے میں جمع تھے شیر غرناطہ موسیٰ الی غسان غصب آلو دنگا ہوں سے ابو عبد اللہ اور اس کے درباریوں کی طرف دیکھ رہا تھا۔

فرڈی نینڈ کی طرف سے صلح کا ایچی کمرے میں داخل ہوا۔ اس نے شہنشہ میں کے سامنے جھک کر سلام کی اور پھر چند قدم پیچھے ہٹ کر ادب کے ساتھ کھڑا ہو گیا۔ اس کے دائیں ہاتھ میں فرڈی نینڈ کا مراسلہ تھا۔ ابو عبد اللہ اور حاضرین دربار کو اپنی طرف متوجہ دیکھا اس نے مراسلہ کھولا اور پڑھنا شروع کر دیا:

”شہنشاہ والا بتا فرڈی نینڈ اعظم غرناطہ کے

بادشاہ ابو عبد اللہ کو ایک بار پھر یہ مشورہ دیتے ہیں کہ وہ اس بے فائدہ جنگ کو طول دے کر اپنی رعایا کی مشکلات میں اضافہ نہ کریں۔ شاہ غرناطہ کو اب تک اس بات کا یقین ہو گیا ہو گا کہ جب تک غرناطہ فتح نہیں گا قسطلہ کی فوج واپس نہیں جائے گی اس بات کا کوئی امکان نہیں کہ افریقہ کے سلطین جو خود خانہ جنگی میں بتا ہیں اہل غرناطہ کی مدد کے لئے کوئی فوج روانہ کریں گے۔ فرڈی نینڈ اعظم کو یہ یقین ہے کہ ان کی قوت اہل غرناطہ اور ان کے معاون

پیاری قبائل کی قوت مدافعت کچلنے کے لئے کافی
ہے۔ اس کے باوجود بادشاہ اور ملکہ ابو عبد اللہ اور
اس کی رعایا کی طرف صلح کا ہاتھ بڑھاتے ہیں۔
اگر ابو عبد اللہ کو اپنی رعایا کی بدحالی میں مزید اضافہ
کرنا مقصود نہیں تو یہ ضروری ہے کہ وہ فوراً ہتھیار
ڈال دے اور صلح کی شرائط طے کرنے کے لئے
بادشاہ کے دربار میں اپنا ایچی تجھے۔ شاہ فرڈی نینڈ
یہ یقین دلاتے ہیں کہ ان کا سلوک نہایت فیاضانہ
ہو گا بصورت دیگر شاہ عبد اللہ پر غرناطہ کی عبرت
ناک تباہی کی ذمہ داری عائد ہو گی۔

اہل دربار خاموشی سے ابو عبد اللہ، ابو القاسم اور موسیٰ کی طرف دیکھ رہے تھے۔
ایچی نے مراسلمہ لپیٹ کر ابو عبد اللہ کو پیش کیا۔ ابو عبد اللہ نے اپنے دامیں باسیں وزیر
اور سپہ سalar کی طرف دیکھا۔

ابو القاسم عبد المالک نے ایچی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ آپ کو تک ہمارا
جو اب مل جائے گا۔

ایچی بادشاہ کو جھک کر سلام کرنے کے بعد کمرے سے نکل گیا دروازے پر
دو پھر یہ اراس کے ساتھ ہولے اور اسے شاہی مہمان خانہ کی طرف لے گئے۔
ابو عبد اللہ مراسلمہ کھول کر ایک نظر دیکھنے کے بعد موسیٰ کی طرف متوجہ ہوا اور
غموم لجھ میں بولا۔ موسیٰ! تمہاری کیا رائے ہے۔

موسیٰ اٹھا اور ایک لمحہ کے لئے خاموشی کے ساتھ حاضرین دربار کی طرف

دیکھنے کے بعد بولا،

ہمیں یہ بتایا گیا تھا کہ فرڈینیٹڈ کا اپنی صلاح کا
پیغام لے کر آ رہا ہے لیکن مصالحت کے لئے پہلی
شرط جو آپ بھیج چکے ہیں یہ ہے کہ ہم ہتھیار ڈال
دیں میرے خیال میں ہتھیار ڈال دینے کے بعد
ہمارے لئے دوسری شرائط طے کرنے کا سوال ہی
پیدا نہیں ہو گا۔ اس مکتوب کا منہوم یہ ہے کہ ہم پہلے
فرڈی نینڈ کی طاقت کے سامنے گھٹنے نیک دیں اور
پھر اس کے رحم و کرم پر بھروسہ کریں ابو القاسم عبد
المالک نے ہمیں یہ بتایا تھا کہ فرڈی نینڈ ہمارے
سامنہ ایک باعزت سمجھوتے کے لئے تیار ہے۔ اس
لئے ہمیں کھلے میدان میں فیصلہ گن جنگ اڑنے کا
ارادہ ترک کر دینا چاہیے تھے۔ اور آج تم اس کا
نتیجہ دیکھ رہے ہو۔ سلطان معظام وزیر اعظم! اور
بزرگان قوم! میری رائے تمہیں معلوم ہے۔ تلوار
نے ہمیشہ قلم کے فیصلے کو منسون خ نہیں کیا۔ فرڈی نینڈ
کا خیال ہے کہ غرناطہ کی لاش قبر میں اُتاری جا چکی
ہے۔ اور اب اس پر صرف مٹی ڈالنے والی ہے۔
اس کا اپنی تمہارے پاس یہ پیغام لا یا ہے کہ اگر تم
لحد میں دفن ہونے کے لئے تیار ہو تو تمہارا قبرستان

تمہاری خواہش کے مطابق بنایا جائے گا۔ تم اپنا گلا
 اپنے ہاتھوں سے گھونٹنے کے لئے تیار ہو جاؤ تم
 تمہاری لاشوں کی بے حرمتی نہیں کی جائے گی
 سلطانِ معظم! اگر آپ مجھ سے فرڈی نینڈ
 کے مکتوب کا جواب پوچھتے ہیں تو اہل غرناطہ کی
 طرف سے ایک توار اس کے پاس بھیج دیجئے۔ با
 عزتِ معاهدوں کی تحریر قلم سے نہیں نوک شمشیر کا ہی
 جاتی ہے۔

موسیٰ بنیٹھ گیا۔ دربار پر تمہوری دیر کے لئے خاموشی طاری ہو رہی، ابو عبد اللہ
 نے اپنے وزیر کی طرف دیکھا اور کہا۔ ابوالقاسم! تم کچھ کہنا چاہتے ہو۔
 ابوالقاسم نے اٹھ کر جو بادیا:

سلطانِ معظم! میں موسیٰ بن الی غسان کا
 مخاطب نہیں میں ان کے جذبات کا احرام کرتا ہوں
 لیکن اگر انہیں میری نیک نیتی پر شبہ ہے تو میں اسی
 وقت مستغفی ہونے کے لئے تیار ہوں۔ میرا جرم یہ
 ہے کہ میں نے شہر سے نکل کر کھلے میدان میں فیصلہ
 گمراہی کی مخاطب کی ہے، لیکن موسیٰ بن الی
 غسان کو معلوم ہے کہ میری مخالفت بزدلی کی وجہ
 سے نہ تھی، میں نے صرف یہ رائے دی تھی کہ اگر
 جنگ کا نتیجہ ہمارے حق میں نہ نکلا تو ہمیں المناک

حوادث سے دو چار ہونا پڑے گا۔ فوج کی جو
حالت ہے وہ مجھ سے زیاد موکی کو معلوم ہے عوام کی
حلت کسی کی نگاہوں سے پوشیدہ نہیں موکی یقیناً مجھے
یہ ازام نہیں دے گا کہ اس دن الحمرا کے دروازے
پر عوام نے صلح کے حق میں جو مظاہرہ کیا تھا وہ میری
کسی سازش کا نتیجہ تھا اور اس کے بعد سلطان معظوم
کے سامنے فوج کے ہن سالاروں اور شہر کے ہن
اکابر نے کھلے میدان میں فیصلہ کن جنگ کی مخالفت
کی تھی۔ ان سب کو میں نے سکھایا تھا اور آج
فرڈی نینڈ کے اپنی کی آمد پر شہر کے جو لوگ خوشیاں
منار ہے ہیں انہیں میں نے خفیہ ہدایات دی ہیں۔
اکابر غرناطہ! اگر تم موکی کے اس فیصلہ سے
اتفاق کرتے ہو کہ ہمارے لئے آخری دم تک
اڑنے کے سوا کوئی چارہ نہیں تو میں تمہارے ساتھ
ہوں۔ دشمن کو تمہارے فیصلہ سے آگاہ کر دیا جائے
گا،

ایک سردار نے اٹھ کر کہا۔ میری رائے یہ ہے کہ ہم فیصلہ کن جنگ کے لئے
تیار ہیں لیکن اس کے ساتھ ہی اگر دشمن کے ساتھ کسی باعزت سمجھوتے کا امکان ہو
تو گفت و شنید کا دروازہ بند نہ کیا جائے۔
دوسرے سردار نے اٹھ کر کہا۔ جذبات کی رویں بہہ کر ہمیں حقائق کو نظر انداز

نہیں کرنا چاہئے۔ اہل شہر بھوکوں مر رہے ہیں۔ اگر یہ محاصرہ سر دیوں تک جاری رہا تو ہماری حالت اور بھی نازک ہو جائے گی۔ باہر سے بدر بن مغیرہ کی مٹھی بھر جماعت کے سوا ہمیں کسی اور سے مدد کی امید نہیں ہماری فوج فاقہ کشی اور جنگ کی دو ہری مصیبت سے تنگ آچکی ہے۔

ایک عالمِ دین اٹھ کر بولا۔ اگر ہم یہ فرض بھی کر لیں کہ ہم چند ماہ ارتقلاعہ بندراہ کریا گھلے میدان میں اڑا کر فرڈینینڈ کو محاصرہ اٹھانے پر مجبور کر دیں گے تو یہ کون کہہ سکتا ہے کہ یہ جنگ ختم ہو جائے گی ار فرڈینینڈ زیادہ تیاری کے ساتھ دوسرا حملہ نہیں کر گے۔ آخر ہم کب تک لڑتے رہیں گے۔ ہمیں یہ بھی نہیں بھولنا چاہئے کہ اس جنگ کی طوالت باقی اپین میں ہمارے ان بے کس بھائیوں کی مشکلات میں اضافہ کر رہی ہے جو وہاں کی عیسائی اکثریت اور عیسائی حکومت کے رحم و کرم پر ہیں۔

مویں نے اٹھ کر کہا۔ اگر آج کے دن ہم غرناطہ میں حصور ہونے کی بجائے قسطلہ کی چار دیواری کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں تو اپین میں ہمارے بھائیوں کی یہ حالت نہ ہوتی۔ ان میں پر مصائب کے پیارا اس وقت ٹوٹے ہیں جب کہ عیسائیوں کو ہماری بے حسی کی احساس ہو چکا ہے۔

ایک شخص نے اٹھ کر کہا۔ غرناطہ کے بعض علماء کا خیال ہے کہ فرڈی نینڈ کے ساتھ ہماری یہ بے نتیجہ جنگ جہاڑی میں ہماری قوم کا یک بڑھا عنصر عیسائیوں کا محاکوم ہو چکا ہے اور اس جنگ کا نتیجہ ہماری اور ہمارے بھائیوں کی مشکلات میں اضافہ کرنے کے سوا اور کچھ نہ ہو گا۔

مویں غصے سے ہونٹ کاٹتا ہوا اٹھا۔ اُس نے لرزتی ہوتی آواز میں کہا۔

ہماری جنگ ظلم و استبداد کے خلاف

انسانیت کی جنگ ہے۔ ہماری فتح انسانیت کی فتح
اور ہماری شکست انسانیت کی شکست ہوگی۔ میں
اس مجلس میں کسی ایسے احمق کو عالم کے نام سے یاد
کرنے کی اجازت نہیں دوں گا جو اسے جہاد نہیں
سمجھتا۔ اہل غرناطہ یہ کیوں نہیں سوچتے کہ ہم اس
زمین کے لئے اڑ رہے ہیں جس پر ہم کھڑے ہیں
۔ اگر ہم سے یہ چھن گئی تو ہم کہیں کے نہ رہیں گے
۔ اگر غرناطہ ہمارے ہاتھ سے چلا گیا تو انہیں میں
اسلام کا چہار غنیمہ کے لئے بھجو جائے گا۔

اس کے بعد اہل دربار نے باری باری اس بحث میں حصہ لیا۔ آدھی رات کے
وقت یہ بحث ختم ہوئی۔ موی اور اس کے چند ساتھیوں کے سواباقی سب کا فیصلہ یہ تھا
کہ فرڈی نینڈ کے جوبا میں ابو القاسم عبد الملک کو اُس کے پاس بھیجا جائے اور ابو
القاسم فرڈی نینڈ سے صلح کے لئے جو شرائط لے کر واپس آئے ان پر بحث کی جائے
۔ اگر یہ شرائط قابل قبول ہوں تو بہتر ورنہ فیصلہ کن جنگ کی تباہیز پر غور کیا جائے۔
موی کو یقین تھا کہ فرڈی نینڈ کی طرف سے صلح کی شرائط اس قدر ذلیل ہوں گی
کہ اہل غرناطہ اسے قبول نہیں کریں گے۔ اس لئے جب اس کی مرضی کے خلاف ابو
القاسم فرڈی نینڈ کے ساتھ بات چیت کرتا رہا اور اس دوران میں غرناطہ کی مساجد
میں موی کی روح پر تقریریں اہل شہر میں ایک نئی زندگی پیدا کر چکی تھیں۔ عوام کے
جو شوش و خروش کے باعث جنگ کے مخالفین کا غصر بہت حد تک دب چکا تھا۔

تین دن کی طویل ملاقاتوں کے بعد ابوالقاسم عبدالمالک فرڈی نینڈ سے صحیح جو شرائط کرنے میں کامیاب ہوا وہ یہ تھیں

۱- فریقین ستر دن تک جنگ ماتوی رکھیں گے اور اس عرصہ میں حسب ذیل شرائط پر غرناطہ کی حکومت فرڈی نینڈ کے سپرد کی جائے گی۔

۲- فریقین جنگی قیدیوں کو رہا کر دیں گے۔

۳- غرناطہ کی عیسائی حکومت مسلمانوں کی جان و مال اور روزت کی حفاظت کا ذمہ لے گی۔ مسلمانوں کی مساجد اور اوقاف اور ان کی عبادات میں عیسائی کوئی مداخلت نہیں کریں گے۔ انہیں نماز پڑھنے، روزہ رکھنے اور اذان دینے کی پوری پوری آزادی ہو گی۔ مسلمانوں کے گھروں اور ان کی مساجد میں کسی عیسائی کو داخل ہونے کی اجازت نہیں ہو گی۔ مسلمانوں کے مقدمات کا فیصلہ ان کے قانون شریعت کے مطابق ہو گا اور اس مقصد کے لئے مسلمان قاضی مقرر کئے جائیں گے کوئی عیسائی یا یہودی ایسے مقدمات کا فیصلہ کرنے کا مجاز ہو گا۔

۴- اگر مسلمان چاہیں تو انہیں افریقہ ہجرت کرنے کی اجازت ہو گی اور عیسائی حکومت انہیں اپنے جہاز مہیا کریں گی۔

۵- مسلمانوں کو ان کا دین تبدیل کرنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔ جو عیسائی مسلمان ہو گئے ہیں انہیں بھی اسلام ترک کرنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔ مسلمانوں کے گھروں پر عیسائی سپاہ متعین نہیں کی جائے گی اور نہ ہی ان پر کسی ٹیکس کا بوجھڈا لا جائے گا۔

۶- غرناطہ چھوڑنے کے بعد سلطان ابو عبد اللہ کے سپردالبشارات کی حکومت

کی جائے گی۔

۷۔ ستر روز کے اندر شہر غرناطہ، قلعہ الحمرا اور تمام سامانِ جنگ عیسائیوں کے حوالے کر دیا جائے گا۔

۸۔ عیسائیوں کی طرف فرڈی نینڈ کے علاوہ روما کا پاپے اعظم اس معاهدہ مستخط کرے گا اور اس کی تتمیل کا ذمہ دار ہو گا۔

ابوالقاسم نے عبد اللہ کے دربار میں معاهدے کی شرائط پڑھ کر نانے سے پہلے حاضرین سے یہ وعدہ لیا کہ ان شرائط کے متعلق شاہی دربار میں جو باتیں ہوں گی وہ غرناطہ کے عوام پر ظاہر میں کی جائیں گی۔

دربار میں امراء اور علماء کی اکثریت کے خیال میں فرڈی نینڈ کی پیش کش نہایت فیاضانہ تھی لیکن موئی اس معاهدے کی مخالفت میں اپنی ساری قوت بیان سے کام لے رہا تھا چار دن تک بحث ہوتی رہی۔ امراء کی اکثریت اس معاهدے کے حق میں اپنے خیالات کا اظہار کر چکی تھی۔ آج بحث کا آخری دن تھا۔

الحمراہ میں شیر غرناطہ کی آخری گرج سنائی دے رہی تھی۔ حاضرین دربار دم بخودہ کراس کی طرف دیکھ رہے تھے۔ موئی بن ابی غسان کہہ رہا تھا:

”اہل غرناطہ! میں تمہارے مر جھائے

ہوئے چہروں پر اس قوم کی تقدیر کا فیصلہ پڑھ رہا
ہوں جس نے اس ملک پر آٹھ سو سال حکومت کی
ہے۔ میں جانتا ہوں کہ میری چیخ پکار تم پر کوئی اثر
نہیں کرے گی۔ تمہاری رگوں میں وہ خون خشک ہو
چکا ہے جسے الفاظ جوش میں لا سکتے ہیں۔ لیکن یہ

جانے کے باوجود کہ میری آواز ایک بار پھر اس
ایوان کی دیواروں سے ٹکرا کر فضا میں گم ہو جائے
گی میں تم سے کچھ کہنے پر مجبور ہوں۔

الفاظ مردوں کے لئے آب حیات کا کام
نہیں دے سکتے لیکن اگر تم میں زندگی کی کوتی رنگ
باتی ہے تو میری بات غور سے سنو۔ قیامت کے دن
لھمرا کی دیواروں کے یہ بے جان پتھر اس بات کی
گواہی دیں گے کہ جب تم اپنے ہاتھوں سے اپنا گلا
گھونٹ رہے تھے۔ کسی نے تمہیں منع کیا تھا۔ جب
تم موت کی نیند سور رہے تھے کسی نے تمہیں جھنجور کر
جگایا تھا اور جب تم اپنے لئے اور اپنی قوم کے لئے
ذلت کی زندگی کا راستہ اختیار کر رہے تھے کسی ہمت
اور خدا کی رحمت سے مایوس، یہ سمجھتے ہو کہ دشمن کے
سامنے ہتھیار ڈال کر اپنی زندگی کے باقی دن آرام
سے گزار سکو گے لیکن تم یہ نہیں جانتے کہ غالباً کی
زندگی کا ہر لمحہ تمہارے لئے موت سے بدتر ہو گا۔

اگر تمہیں اس بات کی شرم نہیں کہ قیامت کے دن
تمہیں اپنے ان اسلاف کو منہ دکھانا ہے جن کی
ہڈیاں غرناطہ کی خاک میں دفن ہیں تو خدا کے لئے
یہیں سوچو کہ تمہاری آنے والی نسلیں تمہیں کیا کہیں

گی۔ تمہیں اپنے اسلاف سے وراثت میں حکومت
مال تھی اور تم اپنی آنے والی نسلوں کے لئے کیا چھوڑ
کر جا رہے ہو؟ غلامی۔ ذلت اور رسولی!

اگر تم نے ہتھیار ڈال دئے تو نہ صرف
ہماری گز شستہ چند برس کی قربانیاں رائیگاں جائیں
گی بلکہ وہ تمام خون رائیگاں جائے گا جو طارق بن
زیاد کے زمانے سے لے کر آج تک مسلمان اس
سر زمین پر باہ چکے ہیں۔ آج تمہیں قوم کے
شہیدوں کی رو جیں دیکھ رہی ہیں ان کے خون کی
تو ہیں نہ کرو۔ میرا آج بھی یہ ایمان ہے کہ ہم یہ
جنگ جیت سکتے ہیں ہم یہ کہتے ہو کہ اہل غرناطہ
بھوک اور فاقہ کشی سے تنگ آ چکے ہیں لیکن کیا
بھوک جو بزدل کو بہادر بنادیتی ہے۔ بہادروں کو
bzدل بنا چکی ہے۔ تم اگر ہمت نہ ہارو تو قوم آج
بھی اٹھنے کے لئے تیار ہے۔ ہم چالیس ہزار
مجاہدین کے ساتھ دشمن کو لو شہ کی جنگ میں شکست
دے چکے ہیں کافی ایک لاکھ سا ہی غرناطہ کی
حفاظت نہیں کر سکتے؟ اب تک ہم نے غرناطہ کی
چار دیواری کی آڑی ہے لیکن اب ہم سر پر کفن
باندھ کر میدان میں آئیں گے اگر ہم زندہ رہے تو

ہماری آزادی محفوظ رہے گی اور اگر شہید ہوئے تو
بھی ہماری عزت پر دھبہ نہیں آئے گا یہ زمین جس
کے ہر ذرے پر ہمارے اسلاف کی عزت کی
داستانیں نقش ہیں ہماری رسولی نہیں دیکھے گی یہ
اس سماں جس نے آٹھ سو برس تک ہمارے
بزرگوں کی تواریں دیکھی ہیں ہمارے پیروں میں
غاہی کی زنجیریں نہیں دیکھے گا۔ قیامت کے دن
ہمارے دامن خون شہادت سے رنگیں ہوں گے
لیکن ان پر غاہی اور ذلت کی سیاہی کے داغ نہیں
ہوں گے

ایک بار اثر سردار نے اٹھ کر کہا۔ آپ پھر اسی طرح جذبات کی رو میں بہہ
رہے ہیں۔

آپ کی شجاعت میں کلام نہیں لیکن آپ تلخ حقائق کو نظر انداز کر رہے ہیں کہ
الفاظ سے کوئی موچہر نہیں ہو ساتا۔

مویں بن ابی غسان نے گرج کر کہا۔، بیٹھ جاؤ تلخ حقائق کو نظر انداز کرنے کا
 مجرم میں نہیں تم ہو۔

لیکن اس کے بیٹھے ہی ایک عالم اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور بولا۔ مویں! خود کشی
مذہب میں جائز نہیں۔ ہم خدا کی رضا کے سامنے لا چار ہو بے بس ہیں۔ تقدیر کا لکھا
کوئی نہیں مٹا ساتا۔

مویں کا چہرہ غصے سے تتما اٹھا۔ اُس نے

کانپتی ہوتی آواز میں کہا۔ تم ذلت اور غلامی کی زندگی اور شہادت کو خود کشی سمجھتے ہو۔ یہ نئی بات نہیں۔ جب طارق نے اندرس کے ساحل پر سفینہ جلا کر اپنے ساتھیوں کو آگے بڑھنے کا حکم دیا تھا تو تمہارے جیسے دوراندیش اس وقت بھی یہ کہتے تھے کہ یہ خود کشی ہے اور تمہارا بھی خیال تھا کہ یہ اقدام خود کشی ہے۔ طارق اور ابو الحسن تو ہمارے جیسے معمولی انسان تھے لیکن میدان بدر میں بھی جب سرور کائنات ﷺ کے تین سوتیرہ سرفوش دشمن کی ایک بڑی فوج کے سامنے کھڑے تھے تو منافقین کا ایک گروہ نارہ کی تعداد سے مرعوب ہو کر یہ کہہ رہا تھا کہ اسلام کا چراغِ ابھی کفر کی آندھیوں کا سامنا کرنے کے قابل نہیں ہیں نہیں جانتا کہ تم کس خدا کی رضا کے قائل ہو صرف ایک خدا کو جانتا ہوں۔ اُسی کے حکم کا مانتا ہوں اور اسی کی رضا کے سامنے سر جھکانا جانتا ہوں۔ میرا خدا وہ ہے جس نے محمد ﷺ پر قرآن مجید نازل کیا تھا۔ میرا خدا وہ ہے جس نے نوحؑ کی کشتی کو طوفان سے بچایا تھا۔ میرا خدا وہ ہے جس نے قیصر و کسری کے تاج اٹا کر عصرا نشینان عرب کے قدموں میں ڈال دئے تھے۔ اس

خدا کے محبوب پیغمبر نے مجھے تعلیم دی ہے کہ مومن
زندہ رہے تو غازی اور مر جائے تو شہید ہوتا ہے۔
اس خدا کو مانے والے توارکی و حار پر چلتے ہیں
غاہی کی زنجیر کا بوجھنہ میں اٹھاتے اس خدا کی رضا
یہ ہے کہ ہم سر پر کفن باندھ کر میدان میں نکل آئیں
اور دنیا کی آخری حدود تک ظلم و استبداد، وحشت اور
بربریت کا تعاقب کریں،

اہل غرناطہ! میں تمہاری آنکھوں میں آنسو
دیکھ رہا ہوں لیکن غرناطہ کو تمہارے خون کی ضرورت
ہے۔ اقوام کی عزت اور آزادی کی تاریخ آنسوؤں
سے نہیں خون سے لکھی جاتی ہے۔

تم قوم کے راہنماء ہو۔ قوم نے تمہیں اپنے
مستقبل کا فیصلہ کرنے کا اختیار دیا ہے۔ اگر تم نے
غلطی کی تو تمام قوم کو اس کا خمیازہ بھگتا پڑے گا۔
قانون فطرت میں انفرادی نسلیوں کیانے چشم پوشی
کی گنجائش ہے لیکن اجتماعی غلطیاں معاف نہیں
ہوتیں۔ تم اگوکو دڑو بنا چاہتے ہو تو خدا کے لئے قوم
کو دڑو بنے کا شورہ نہ دو۔ تمہارے پاس وسائل ہیں
تم مصیبت کے وقت غرناطہ چھوڑ کر کپیں اور چلے
جاوے گے لیکن قوم کے لئے ایسے حالات پیدا نہ کرو

جن کے باعث وہ کہیں کی نہ رہے۔

موکی بیٹھ گیا۔ ایوان میں سکوت طاری تھا۔ حاضرین کچھ دیر ادھر ادھر دیکھتے رہے بالآخر ابو القاسم اٹھا اور اس نے کہا:

بزرگان قوم! غرناطہ کی قسمت کا فیصلہ اب آپ کے ہاتھ میں ہے۔ میں نے آپ کے حکم کے مطابق دشمن کے ساتھ صلح کی بات چیت کی تھی لیکن ان شرائط کو منظور کرنا یار دکرنا آپ کے اختیار میں ہے۔ اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ ان حالات میں ہم جنگ جاری رکھ سکتے ہیں تو میں آپ کے فیصلے کا یہ مقدم کروں گا لیکن اگر آپ بدلت ہو چکے ہیں تو میں یہ کہوں گا کہ ہمیں صلح کے لئے ان شرائط کو غنیمت سمجھنا چاہئے۔ اپنی انفرادی حیثیت سے میں موکی کے خیالات کی تائید کرتا ہوں لیکن ایک وزیر کی حیثیت میں میں آپ کے فیصلے کا منتظر ہوں۔

اس وقت یہاں وہ تمام سردار اور علاما جمع ہیں جو غرناطہ کی فوج اور عوام کی نمائندگی کا حق رکھتے ہیں میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ اگر آپ جنگ جاری رکھنے کا فیصلہ کریں گے تو ان حوصلہ شکن حالات کے باوجود پھر ایک بار ساری قوم اٹھ کھڑی ہو گی لیکن اگر آپ صلح کے حق میں ہیں تو فوج یا عوام سے

کوئی توقع رکھنا بے سود ہے۔ میں خدا سے دعا کرتا
ہوں کہ وہ فیصلہ کرتے وقت تمہاری راہنمائی کرے
ایک برابری سردار نے اٹھ کر کہا۔ موکی الیا غسان کو معلوم ہے کہ ہم نے انہیاں
مایوسی کے باوجود بھی جنگ میں اُس کا ساتھ دیا ہے لیکن اب حالات ایسے ہیں کہ ان
پر پردہ ڈالنا بے سود ہے جنگ جاری رکھنے کے دونتائج ہی ہو سکتے ہیں۔ مکمل فتح یا
مکمل تباہی لیکن صلح کی صورت میں ہمارے لئے مکمل تباہی سے بچنے کا راستہ کھلا
رہے گا۔

دوسرا سردار نے اٹھ کر اُس کی تائید گی۔ اس کے بعد علمائے دین نے یہے
بعد یہ گیا کہ ہنہا شروع کر دیا کہ خدا کی یہی مرضی ہم اس کے خلاف نہیں اڑ سکتے۔
غرناطہ کا ایک مفتی جو دین اسلام کے متعلق کئی کتابیں لکھ چکا تھا، اٹھا اور
اُس نے کہا۔ اس میں شک نہیں کہ نصرانی اس وقت ہمارے دشمن ہیں لیکن صلح کے
بعد ہمیں ان کے سامنے پر امن طریقوں سے اسلام کی تبلیغ کا موقع ملے گا اور نفرت
کی دیواریں جو اس وقت ہمارے درمیان حائل ہیں کو دبکو دنا بود ہو جائیں گی۔ میں
وہ ان دیکھ رہا ہوں، مسلمانوں کے دشمن اسلام کے بہترین سپاہی ہوں گے۔

قرطبه کے ایک مہاجر نے جو گزشتہ چند ماہ سے اپنی ذہانت کے باعث غرناطہ
کے جار میں کافی اثر و رسوخ حاصل کر چکا تھا اٹھ کر ان خیالات کی تائید کی۔

(۳)

اقریروں کا یہ سلسلہ دو پہر تک جاری رہا۔ غرناطہ کے امراء اور علماء صلح کے حق
میں اپنا فیصلہ دے چکے تھے۔ سب سے آخر میں ابو القاسم نے اٹھ کر ابو عبد اللہ کی
طرف دیکھا بد نصیب قوم کا آخری تاجدار سر جھکائے بیٹھا تھا۔ ابو القاسم نے کہا۔

سلطان معظم! قوم کے راہنماؤں کا فیصلہ یہی ہے کہ صلح کی یہ شرائط منظور کر لی جائیں
۔ آپ کا کیا حکم ہے۔

ابو عبد اللہ نے انتہائی بے نسبی کی حالت میں اہل دربار کی طرف دیکھا۔ مویٰ
کے سواب کے چہروں پر مایوسی میک رہی تھی۔ ابو عبد اللہ نے معموم آواز میں کہا۔
میر خیال تھا کہ قوم کے یہ راہنماؤں کی تقریر کے بعد اپنی رائے بدل ڈالیں گے
لیکن معلوم ہوتا تھا کہ بتاہی کی اس آگ کا کوئی علاج نہیں جو میں نے اپنے ہاتھوں
سے سلاگاںی تھی۔ ابو عبد اللہ کچھ اور کہنا چاہتا تھا لیکن اس کی آواز بیٹھ گئی اور اس نے
اپنے ہاتھوں میں آنسو بھرا آئے۔

ابوالقاسم نے مویٰ کی طرف دیکھا۔ اس کی ہاتھوں سے وحشت بر سر رہی تھی
۔ ابوالقاسم نے کہا۔ مویٰ کچھ اور کہنا چاہتے ہو۔

مویٰ اس کے جواب میں اٹھ کھڑا ہو گیا اور ایک ثانیہ توقف کے بعد بولا:

میں تم سے آخری بار کچھ کہنا چاہتا ہوں اس
کے بعد تم میری آواز نہیں سنو گے۔ آج سے
ہمارے راستے مختلف ہوں گے۔ میں عزت کی
موت کے لئے تمہارا ساتھ دے سکتا ہوں۔ ذلت
کی زندگی کے لئے تمہارا ساتھی نہیں بنوں گا۔ تم
سمجھتے ہو کہ فرڈی نینڈ کی صلح کی شرائط میں تمہارے
لئے امن اور دوستی کا پیغام ہے۔ تم سمجھتے ہو کہ اپنی
آزادی دشمن کے حوالے کرنے کے بعد تم چین
سے بیٹھ سکو گے لیکن اپنے آپ کو دھوکہ مت دو۔

یہ الفاظ اس کاغذ سے زیادہ بے ثبات ہیں جس پر
لکھے گئے ہیں۔ میری روح اس ذلت کے تصور
سے لرزتی ہے جو تمہیں فرڈی نینڈ کی غلامی میں
نصیب ہوگی۔ جب وہ غرناطہ پر قابض ہو گا
فیاضانہ شرائط کے الفاظ کا بغیوم یکسربدل جائے گا
تم سمجھتے ہو کہ تم فرڈی نینڈ کے پہرے میں آرام کی
نینڈ سو سکو گے۔ تم سمجھتے ہو کہ دنیا میں بے خانماں
اور ذلیل ہو جانے کے بعد تم دین اسلام کی خدمت
کر سکو گے لیکن یاد رکھ! فرڈی نینڈ کی حکومت کے
ساتھ غرناطہ میں وحشت و بربریت کا وہ رو رآنے گا
جو آج تک دنایی کی کسی قوم نے نہیں دیکھا، وہ
زبان جو خدا اور رسول کا نام لے گی نوچ ڈالی
جائے گی۔ تمہاری مساجد کی بے حرمتی کی جائے گی
تمہارے گھروں کو لوٹا جائے گا تمہاری بہوبیثیوں کو
سر بازار رسوائیا جائے گا۔ تمہیں بنوک شمشیر عیسائی
بنایا جائے گا۔ تمہارے لئے یہ کشادہ اور غالیشان
 محل نہیں تگ و تاریک قید خانے ہوں گے زمین
تمہارے آنسو دیکھے گی اور آسان تمہاری آہیں سُنے
گا۔ میں یہ نہیں دیکھوں گا میرے لئے آزادی کی
موت آسان ہے تمہارے لئے غلامی کی زندگی

مشکل ہوگی۔ میں جاتا ہوں اور اس کے بعد تم مجھے
نہیں دیکھو گے۔

موئی تیزی سے قدم اٹھاتا ہوا بہر نکل گیا۔ دارالاسود کے دروازے کے باہر
ابو عبد اللہ کی ماں اور اس کی بیوی کھڑی تھیں۔ ان کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ موئی
ایک ثانیہ کے لئے ان کی طرف دیکھ کر رکا اور پھر اسی رفتار سے آگے چل دیا۔ حمودی
دیر بعد اس کے محل کے دروازہ پر لوگوں کا ایک ہجوم کھڑا تھا۔ موئی اپنے خوبصورت
گھوڑے پر سوار ہو کر محل سے باہر نکلا۔ وہ سر پاؤں تک لو ہے میں غرق تھا۔ لوگ
اسے دیکھ کر ادھر ادھر ہٹ گئے۔ اور اس نے کسی سے بات کئے بغیر گھوڑے کو ایڑ
لگادی شہر کے دروازے سے باہر نکلنے کے بعد اس کا برق رفتار گھوڑاً گرد کے بادلوں
میں رد پوش ہو گیا۔

آج تک شیر غربناطہ کا انجام کسی کو معلوم نہیں۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ وہ
دریائے زدنیل کے کنارے فرڈی نینڈ کے پا ہیوں کے ساتھ اڑتا ہوا شہید ہو گیا اور
بعض یہ کہتے ہیں کہ فرڈی نینڈ کی فوج میں گھس کر کئی آدمیوں کو موت کے گھاث
اٹا رہے اور خود بُری طرح زخمی ہونے کے بعد اس نے دریا میں چھلانگ لگادی۔

۱۔ موئی بن ابی غسان نارتخ کی ان شخصیتوں میں سے ایک تھا جنہیں
فوق العادة سمجھ کر لوگ ان کی موت پر یقین نہیں کرتے۔ غربناطہ کے مغلوم
مسلمان ایک مدت تک یہ خیال کرتے رہے کہ وہ مرآش پہنچ کر ان کی مدد کے
لئے ایک فوج تیار کر رہا ہے لیکن اپسین کا یک عیسائی مورخ فرمے ”انزوئیو آگا
پیدا“ لکھتا ہے کہ ایک شام دریائے زدنیل کے کنارے فرڈی نینڈ کے پندرہ
نیز ہبازوں نے ایک مور شہسوار کو لکارا۔ مور شہسوار نے انہیں جواب دینے کی
بجائے ان پر حملہ کر دیا اور نیزے کے پہلے ہی وار سے فرڈی نینڈ کے ایک نائب

کو مار گرایا۔ اس کے بعد اُس نے یکے بعد دیگرے عسانی دستے کے نصف سے زیادہ سواروں کو مت کے لگھات آنار دیا۔ آخر کار وہ بُری طرح لحمائی ہوا تین اس کے باوجود بھی ہو گھننوں کے بیان ہو کر خبر سے مقابله کرنا رہا۔ جب اُس کے ہاتھ پاؤں باکل جواب دے گئے تو اُس نے دم توڑتے وقت بھی دشمن کی قید کی ذلت کو ارانہ کی اور سخت کوشش کے بعد اپنے آپ کو دریا میں ڈال دیا۔ زخموں کی شدت اور اسلحہ کے بوجھ کے باعث وہ تیر نہ سکا اور اُسے دریا کی موجودوں نے اپنی آنغوں میں لے لیا۔

عیسائی سوار اس کا گھوڑا اپکڑ کر لے گئے اور غرناطہ کے جنگی قیدیوں نے اس بات کی تصدیق کی یہ گھوڑا موتی بن الی غسان کا ہے۔

(۳)

احمراء کے راز غرناطہ کے عوام کی نظریوں سے دیر تک پوشیدہ نہ رہ سکے۔ شہر کے نوجوان جو مویٰ کو اپنا نجات دہندہ سمجھتے تھے امراء کے خلاف ہو گئے۔ فوج میں اگر چہ ایک گروہ ایسا پیدا ہو چکا تھا جو صلح کے حق میں تھا لیکن اکثریت ایسے لوگوں کی تھی جو جنگ کے بغیر اپنی شکست تسلیم کرنے کے لئے تیار نہ تھے۔

ایک صحیح جب لوگ بیدار ہوئے تو غرناطہ کی ہر مسجد کے دروازے پر اس قسم کے اشتہار چسپاں تھے کہ ابو عبد اللہ اور اس کے امراء دشمن کے ساتھ قوم کی عزت اور آزادی کا سودا کر چکے ہیں لیکن انکی صحیح صلح پسندوں اور شکست خور دہ ذہنیت کے لوگوں نے جگہ جگہ یہ اشتہار چسپاں کر دئے کہ فرڑی نینڈ کی فیاضانہ شرائط کو رد کرنا کفران نعمت ہے۔ یہ انتشار کی ابتدائی۔ چند دن میں نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ ہر گلی ہر محلے اور ہر درس گاہ میں امن پسندوں اور جنگ کے حامیوں کا تصادم ہونے لگا۔ مساجد اور درس گاہوں میں متصادم خیالات کے سلطنت کے خلاف سخت مظاہرہ کیا۔ صلح پسندوں کی ایک ٹولی نے انہیں سمجھانے کی کوشش کی لیکن عوام کے جوش و خروش

کا یہ عالم تھا کہ وہ اُن پر ٹوٹ پڑے۔ اُنہیں مار بھگانے کے بعد عوام نے شہر میں جلوس نکالا اور چند رایسے امراء اور علماء کے گروں کو آگ لگادی جس پر فرڈی نینڈ کے جاسوس ہونے کا شہبہ تھا۔ شہر میں خانہ جنگی کا خطرہ محسوس کرتے ہوئے ابو عبد اللہ نے ستر دن کی مدت ختم ہونے سے پہلے ہی شہر کو فرڈی نینڈ کے حوالے کر دینے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ ۱۲ اربجع الاول ۸۹۷ھ یعنی ۱۳۹۲ء میں غرناطہ کو شمن کے قبضہ میں دے دیا گیا۔

ابو عبد اللہ گھوڑے پر سوار ہر کر لھرا سے نکا۔ اس کے پیچھے شہر کے پچاس امراء بھی گھوڑوں پر سوار تھے شہر سے باہر فرڈی نینڈ ملک از ابیلا اران کی فوج قطاریں باندھ کر کھڑی تھیں۔ ابو عبد اللہ نصر انی با دشہ کے قریب پہنچ کر گھوڑے سے اُتر پڑا۔ ضبط کی انتہائی کوشش کے باوجود اُس کی آنکھوں سے آنسو اُبل پڑے۔ فرڈی نینڈ گھوڑی سے اُتر کر اُسے گلمے لگالیا۔

ابو عبد اللہ نے اُسے لھمراء کی کنجیاں پیش کرتے ہوئے کہا۔ خدا نے تجھے غرناطہ حکومت عطا کی ہے۔ میری دعا ہے کہ وہ تجھے رحم، عدل اور انصاف کے قابل بنائے۔

ابو عبد اللہ ملکہ از ابیلا کی طرف متوجہ ہوا۔ ملکہ لھمراء کی عظمت کے سامنے غرناطہ کے آخری تاجدار کی بے کسی دیکھ کر متاثر ہوئے بغیر نہ رہی۔ ایک لمحہ کے لئے وہ ایک عورت تھی۔ اس کا دل بھر آیا اور وہ آبدیدہ ہو کر اپنے شوہر کی طرف دیکھنے لگی۔ ملکہ کا اشارہ پا کر فرڈی نینڈ ابو عبد اللہ کو تسلی دینے کے لئے کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن ابو عبد اللہ نے کسی توقف کے بغیر گھوڑے پر سوار ہو کر اس کی باغ موڑی تھوڑی دری بعد وہ اس قافلے کے ساتھ جاملا جو اس کے مال و ممتاع کے ساتھ اندر کس کا رخ کر رہا تھا۔

اس قافلے میں اُس کی والدہ اور بیوی بھی تھیں۔

فرڈی نینڈ کی افواج فتح کے نتارے بجا تی ہولی شہر میں داخل ہوئیں، بادشاہ اور ملکہ نے اپنے اپنے مذہبی پیشوائے درخواست کی کہ وہ اپنے مقدس ہاتھوں سے الحراء کے برج پر نشان صلیب نصب کرے،

غرناطہ کے مردوں، عورتوں اور بچوں کی نگاہیں الحراء کے برج پر گی ہوئی تھیں۔ یہ شہر جس نے صدیوں تک مجاہدین اسلام کو دُور دراز کی فتوحات سے واپس مرت کے نعرے لگاتے نہ تھا اب دشمن کی فتح کے ترا نے سن رہا تھا۔ الحراء کے برج پر ابھی تک پرچم اسلام لہر ا رہا تھا۔ اہل غرناطہ اپنے مقدر کے اس ستارے کو دیکھ رہے تھے۔ جو نمیشہ کے لیئے غروب ہے والا تھا جب غرناطہ کا ہلال پرچم اُتارا جا رہا تھا اور اپس کی جگہ صلیب کا جھنڈا اپنند ہو رہا تھا۔ ایک طرف فرڈین نینڈ کی فوج کے سپاہی خوشی کے ترانے کا رہے تھے، اور دوسری طرف اہل غرناطہ کی جگر دوز چینیں سنائی دے رہی تھیں۔ ایکفار تھے قوم کی رگوں میں زندگی کا کون دوڑ رہا تھا اور ایک مفتوج قوم کی بض ڈوب رہی تھیں۔

ابو عبد اللہ نے البشارات کی ایک پیاری کی چوٹی پر پہنچ کر اپنا گھوڑا روکا۔ اس نے آخری بار غرناطہ کی طرف دیکھا اور بھوت بھوت کرو نے لگا۔

بہادر ماں نے ختارت آمیز لجھے میں کہا۔ تم جس سلطنت کی حفاظت کے لئے مردوں کی طرح اپنا خون نہ بہا سکے اب اس کی بر بادی پر عورتوں کی طرح آنسو بہانے سے کیا فائدہ؟

البشارات کے ایک مدد علاقے میں ابو عبد اللہ کی حکومت چند دن سے زیادہ نہ رہی۔ وہاں کے حیث پسند مسلمانوں کے دل میں اس کے لئے انفرت کے سوا کچھ

نہ تھا۔ ابو عبد اللہ نے عیسائی فوج کی مدد سے اُن پر حکومت کرنے کی بجائے مرکاش کی طرف ہجرت کی اور وہاں سلطان کی فوج میں ملازم ہو گیا۔

(۵)

موکی بن الی غسان کے خدشات صحیح ثابت ہوئے۔ یہ معاهدہ جسے اہل غرناطہ اپنے لئے اُمن اور فارغ البالی کا پیغام سمجھتے تھے۔ ایک دام فریب تھا اور وہ اس میں پھنس چکے تھے۔ تواریخ کی تحریر مسروخ کر چکی تھی۔ فاتح پنی خواہش کے مطابق معاهدے کی شرائط کا مفہوم بدل رہا تھا اور مفتوح کا احتجاج بے معنی تھا، فاتح قوم کے مذہبی پیشوایہ فیصلہ دے چکے تھے کہ مسلمانوں کا دین اپنیں کے اتحاد کی راہ میں رکاوٹ ہے۔ مسلمان حکومت کے وفادار نہیں بن سکتے۔ اہل غرناطہ مرکاش اور اہل اسلام کے دوسرے مسلمانوں کی مدد کا انتظار کر رہے ہیں۔ وہ جاسوس ہیں اور ان کی علیحدہ زبان، علیحدہ لباس اور علیحدہ تمدن، عیسائی حکومت کے لئے مستغل خطرہ ہے، حکومت ان کی حفاظت کا صرف اس صورت میں ذمہ لے سکتی ہے جبکہ وہ تبدیل قلب کا ثبوت دیں اور تبدیلی قلب کا ثبوت دینے کے لئے ان کے راہنماؤں کے رسمی اعلانات کافی نہیں۔ انہیں اُمن پسند شہری بننے کے لئے حکومت کا ذمہ ب اختیار کرنا پڑے گا، نہ صرف دنیا میں اُمن اور آزادی کی زندگی بسرا کرنے کے لئے بلکہ آخرت کی نجات کے لئے بھی یہ ضروری ہے کہ وہ اسلام ترک کر کے عیسائیت کے دامن میں پناہ لیں۔

مسلمانوں کے لئے ان کی مساجد کے دروازے بند ہو رہے تھے۔ انہیں نماز پڑھنے یا اذان دینے کی اجازت نہ تھی۔ سر بازار عربی زبان میں گفتگو کرنا ایک ناقابل معافی جرم تھا۔ غرناطہ کی وہ عظیم الشان درس گاہیں جنہوں نے آٹھ صدیوں

تک مغرب کے ممالک کو علم کی روشنی دی تھی اب حکماً بند کی جا رہی تھی۔ وہ کتب خانے جہاں علم کی قندیلیں روشن تھیں، آگ کے سپرد کئے جا رہے تھے۔ غرناطہ سے باہر زرخیز ارضیات اور باغات پر عیسائی قابض ہو چکے تھے۔ تجارت پیشہ مسلمان اپنی دکانوں سے محروم کئے جا رہے تھے۔ لوٹ مارا اور قتل و غارت کا طوفان شروع ہو چکا تھا۔ غرناطہ کے یہودی تاجر کافی متمول تھے لیکن وہ اپنی دولت بچانے کے لئے لوٹ مار کرنے والوں کو دولت مند مسلمانوں کے گھروں کا پتہ دے رہے تھے۔ وہ حکومت کے عمل کے پاس تجوڑی بہت تحائف لے جاتے اور لوٹ مار کے لئے ان کی توجہ مسلمانوں کے طرف مبذول کرتے۔

یہ صرف ابتدائی ہے!

ہر نئی صبح غرناطہ کے مسلمانوں کے لئے ایک نئی مصیبت کا پیغام لے کر آتی تھی اور ہر شام آفتاب کی آخری نگاہیں ان کے چہروں پر مایوسی اور بے نسبی میں ایک نیا اضافہ دیکھتی تھیں۔ اہل غرناطہ زبان حال سے یہ کہہ رہے تھے:

اب کیا ہو گا؟

اب ہم کیا کریں؟

اب ہم کیا کر سکتے ہیں؟

قوم کے ترکش کا آخری تیر

(۱)

جبل شلیل کی ایک وادی سرحدی فوج کے علاوہ تمام ان پیاڑی قبائل کے راہنمای جمع تھے جو غزنی طحہ چھن جانے کے بعد عقاب کی وادی کو اپنا آخری حصہ سمجھ چکے تھے۔ بدربد مغیرہ ایک پتھر پا کھڑا ان کے سامنے تقریر کر رہا تھا:

میرے عزیزو! اور میرے بزرگو! اور
میرے ساتھیو! دشمن ہم پر چاروں طرف سے یلغار
کر رہا ہے وہ ہمیں مغلوب کرنے کے لئے اپنی
تمام قوت بروئے کار لا چکا ہے۔ جن حالات کا ہم
سامنا کر رہے ہیں وہ تم سے پوشیدہ نہیں۔ میں ان
حالات میں تمہارے ساتھ صرف ایک وعدہ کر سکتا
ہوں اور وہ یہ ہے کہ اگر تم عزت اور آزادی کی
زندگی حاصل نہ کر سکتے تو بھی عزت کی موت کا
دروازہ تمہارے لئے بند نہیں ہوگا۔ اگر تم نے مجھے
اپناراہنمابنا�ا ہے تو تمہارے لئے میرا پیغام یہ ہے
کہ تمہارے مقدار میں آزادی کی زندگی یا عزت
موت ہے۔ غالباً کی زندگی یا ذلت کی موت نہیں
یہ قانون فطرت ہے کہ اس دنیا میں جو بیدا
ہوتا ہے وہ ایک دن ضرور مرتا ہے۔ اگر دنیا کی
زندگی کا انجام موت ہے تو اس سے کیا فرق پڑتا

ہے کہ ہم ایک بھر کے لئے زندہ رہے یا ایک صدی
تک زندہ رہے - مرنے والے کی قبر سے دنیا
صرف یہ پوچھا کرتی ہے کہ تم زندہ رہے تو کس
شان سے زندہ رہے اور تم مرے تو کس آن سے
مرے - مجھے اس بات پر ناز ہے کہ جب میں اس
سر زمین پر اپنے اسلاف کی قبریں دیکھتا ہوں تو مجھے
ندامت سے اپنا سر جھکانا نہیں پڑتا - تاریخ شاہد
ہے کہ انہوں نے کسی وقت بھی عزت کا دامن چھوڑ
کر ذل کی زندگی کا دامن نہیں پکڑا - انہوں نے
عزت کی موت کے راستے سے بھک کر ذلت کی
زندگی کے دروازے پر دستک نہیں دی اور اپنے
اسلاف کی طرح مجھے بھی یہ گوارا نہیں کہ آنے والی
نسلیں میری قبر کو حقارت کی نظر سے دیکھیں - میں
قیامت کے دن اس جماعت کے ساتھ اٹھنا چاہتا
ہوں جس نے حق اور انسانیت کے لئے اڑ کر جان
دی - مجھے ان لوگوں کے ساتھ اٹھنا پسند نہیں
جنہوں نے چند دن کی ذیلیل زندگی کی خاطر حق و
صداقت سے منہ پھیر لیا اور اپنی آنے والی نسلوں
کے لئے دائمی غلامی کی اعنت چھوڑ گئے - مومن حق
کے لئے جان دیتا ہے - حق سے منہ پھیر کر زندہ

رہنا اپنے لئے باعثِ جنگ و نار سمجھتا ہے ہم تعداد
میں بہت تجوڑی ہیں ہمارے ذرائعِ محدود اور وہ
دن یا دکرو جب کہ حق پرستوں کی ایک مٹھی بھر
جماعت نے اپنے پیٹ پر پھر باندھ کر قیصر و کسری
کی سطوت کے پرچم سرگاؤں کر دئے تھے۔ وہ دن
یاد کرو جب طارق بن زیاد نے اندلس کے ساحل پر
پہنچ کر اپنا سفینہ جلا دیا تھا۔ اور اپنے جانبازوں کو یہ
پیغام دیا تھا کہ مسلمانوں کے پاؤں آگے بڑھنے
کے لئے ہیں پیچھے ہٹنے کے لئے نہیں۔

ہماری جنگ وحشت اور بربریت کے
خلاف انسانیت کی بغاوت ہے۔ یہ اصول کی جنگ
ہے۔ اگر ہم اڑتے ہوئے ختم ہو جائیں تو بھی ہمارا
مقصد زندہ رہے گا۔ انسانیت ہر دور میں وحشت
کے خلاف آواز بلند کرتی رہے گی۔ ہر زمانے میں
حق پرستوں کا کوئی نہ کوئی گروہ اس عظیم الشان
مقصد کے لئے شمشیر بکاف رہے گا جب تک
انسانیت زندہ رہے گی یہ مقصد زندہ رہے گا۔ اور
جب تک یہ مقصد زندہ رہے گا ہم زندہ رہیں گے۔
اندلس کے سورخ انسانیت کے علم برداروں
کے نافروش نہیں کریں گے۔ وقت صفحہ ہستی سے و

تحریر نہیں مٹا سنا جو شہید انِ قوم اپنے خون سے لکھا
کرتے ہیں۔

غراطہ کے متعلق جواطات اعات آرہی ہیں وہ
بیجانہاک ہیں۔ مسلمانوں کو بنوک شمشیر اسلام
ترک کرنے پر مجبور کای جا رہا ہے۔ ظلم، ستم و حشت
اور بربیت کے ہاتھ چاروں طرف سے ان کا
تعاقبت کر رہے ہیں۔ بازاروں میں مسلمانوں کی
زندگی محفوظ نہیں اور گھروں میں ان کی بہوبیثیوں کی
عزت محفوظ نہیں۔ اب اس معاملے کے الفاظ
کے معنی بدل چکے ہیں۔ جسے اہل غراطہ اپنی عزت
اور بقا کا ضامن سمجھتے تھے۔ وہ لوگ جنہوں نے
ایک صحیح اصول کے لئے تلوار اٹھانے سے انکار کیا
تھا۔ اب دشمن کے غلط فیصلے تسلیم کرنے پر مجبور ہیں
۔ وہ لوگ جنہوں نے اپنی عزت اور آزادی کے
لنے خون بہانے سے دریغ کیا تھا اب بے بسی کے
آنسوؤں سے اپنی تاریخ کا آخری باب لکھ رہے ہیں۔
انہوں نے آزادہ کے تاج پر غایمی کی
زنجیروں کو ترجیح دی۔ انہوں نے یہ سمجھا تھا کہ وہ
غایمی کا نہایت معمولی بوجھہ اٹھا کر زندگی کے
ہزاروں انعامات حاصل کر سکیں گے لیکن اب ان پر

زندگی کی نعمتوں کے دروازے بند ہو چکے ہیں اور
 غایمی کا بوجھ آئے دن زیادہ ہوتا جا رہا ہے۔ ان کی
 ہڈیاں اس بوجھ کے نیچے پس رہی ہیں لیکن وہ
 احتجاج نہیں کر سکتے۔ ان میں سے بعض کا یہ خیال
 تھا کہ وہ عیسائی بن کر ان آلام و مصائب سے نجات
 حاصل کر لیں گے لیکن اب وہ یہ محسوس کر رہے ہیں
 کہ غلام عیسائی اور حکمران میں بہت فرق ہے
 میرے دوستو! جب تک میں زندہ ہوں اور جب
 تک آپ میرے ساتھ ہیں میں یہ وعدہ کرتا ہوں
 کہ اس وادی میں غرناطہ کی تاریخ نہیں دہراتی
 جائے گی ہم اڑیں گے۔ ہم آخری دم تک اڑیں گے
 اندلس کی خاک ہماری بے بسی کے آنسو دیکھنے کی
 بجائے ہمارے خون سے سیراب ہو گی۔

(۳)

عیسائیوں کو غرناطہ پر قابض ہوئے سات سال گزر چکے تھے۔ جنوب شرق
 میں ایک چھوٹے سے پیاری علاقے کے سواباتی اپیں پران کا تسلط تھا۔
 جب اہل غرناطہ اپنی آزادی کی جنگ اڑ رہے تھے قرطبه اشبيلیہ، طلیطلہ اور باتی
 اندلس کے مسلمان یہ سمجھتے تھے۔ کہ وہ غرناطہ کی جنگ کے باعث اپنے عیسائی
 حکمرانوں کے مظالم کا شکار ہو رہے ہیں۔ ان کا خیال تھا کہ اگر غرناطہ کے مسلمان
 ہتھیار ڈال دیں تو عیسائی ان پر ظلم نہیں کریں گے۔ اپیں میں امن اور مذہبی

رواداری کا ایک نیا دور شروع ہوگا۔ چنانچہ جب انہیں یہ خبر ملی کہ اہل غرناطہ نے ہتھیار ڈال دئے ہیں تو انہوں نے عیسائیوں کو خوش کرنے کے لیے فتح کے جشن میں حصہ لیا۔ اپنے عیسائی حاکموں کے دروازوں پر جمع ہو کر فتح کے نعرے لگائے۔ ان کے مذہبی رہنماؤں نے یہ اعلان کیا کہ غرناطہ کی فتح فقط عیسائیوں کی فتح نہیں، ہم سب کی فتح ہے۔ انہوں نے بدر اور اس کے مجاهدین کے خلاف ملک کے ساتھ غداری کا اذام لگایا جواب تک پیاروں اور جنگلوں میں آزادی کی جنگ اڑر ہے تھے

لیکن سات سال کے عرصہ میں انہیں معلوم ہو چکا تھا۔ کہ ظلم کی چکی میں غرناطہ ایک ایسا سخت پتھر تھا جو اس کے دو پاؤں کے درمیان حدفاصل کا کام دے رہا تھا اور اس پتھر کے ہٹ جانے کے بعد چکی کے دونوں پاٹ آپس میں مل چکے تھے۔ وحشت اور بربریت ہٹانے کے بعد ہر سمت سے مسلمانوں کا تعاقب کر رہا تھا۔ انہیں کوہ مسلمان جو فتح کے لیے اہل غرناطہ کا ساتھ نہ دے سکے، اب ذلت، رسولانی اور مظلومیت میں ان کے ساتھ برابر کے حصہ دار تھے۔ وحشت کے ہاتھ ہر بستی اور ہر شہر میں انسانیت کا دامن نوچ رہے تھے۔

عیسائی حکومت نے یہ اعلان کیا کہ اپسین کے مسلمانوں کے لیے اب صرف تین راستے ہیں۔ ترک اسلام، ترک وطن یا موت۔ جن لوگوں نے عیسائی مذہب قبول کیا وہ عیسائیوں کے ساتھ مساوی درجہ حاصل نہ کر سکے۔ حکمران ان کے ساتھ انفرت سے پیش آتے تھے۔ ان کی نیت پرشہبہ کیا جاتا تھا۔ ان پر یہ اذامات لگائے جاتے تھے کہ وہ در پر دہ نمازیں پڑھتے ہیں۔ گھروں میں عربی بولتے ہیں۔ پیاری باغیوں کی فتح کے لیے دعا مانگتے ہیں۔ ان اذامات میں ماخوذ ہونے والوں کو

عام طور پر دروں کی سزا دی جاتی تھی۔ وہ مسلمان جو کلمہ توحید پڑھنے پر مصروف تھے۔ بدترین سزاوں کی مستحق سمجھتے جاتے تھے۔ انہیں گرم لوہے سے داغا جات۔ انہیں پہیوں پر کھینچا جاتا اور انہیں مساجد کے دروازوں کے سامنے زندہ جلایا جاتا۔ ان حالات میں لاکھوں مسلمان مرکش کی طرف ہجرت کر چکے تھے۔ شمال کے قافلے جنوب کی بندرگاہوں کا رخ کرتے۔ جو لوگ راستے میں لوٹ مارے نجع کر ساحل تک پہنچتے انہیں مرکش پہنچ کے لیے جہازو رانوں کو بھاری اجرت ادا کرنا پڑتی۔ اگرچہ معاهد کی شرائط کی رو سے عیسائی حکومت اپین سے ہجرت کرنے والے مسلمانوں کو اپنے خرچ پر افریقہ کے ساحل تک پہنچانے کی ذمہ دار تھی۔ اور فرڈی نینڈ بذات خود یہ چاہتا تھا کہ ہجرت کرنے والوں پر سختی نہ کی جائے تاہم حکومت کے افسر معاهد نے کی باقی شرائط کی طرح اس شرط کو بھی کوئی اہمیت دینے کے لیے تیار نہ تھے۔ شمالی افریقہ کے مسلمان حکمرانوں نے اپنے تمام جہاز اپین کے پناہ گز نبیوں کو نکالنے کے لیے وقف کر دئے لیکن لاکھوں مسلمانوں کو نکالنے کے لیے ایک مدت درکار تھی۔

اہل غرب ناطہ نے عیسائی حکومت کے وحشیانہ مظالم سے تنگ آ کر بغاوت کی لیکن حکومت نے چند ہی دنوں میں ہزاروں مسلمانوں کو موت کے گھاٹ اٹا ر دیا اور بغاوت فرد کر دی۔

جنوب مشرق کے پیاروں اور جنگلوں میں ابھی تک آزادی کے پرچم لہرار ہے تھے فرڈی نینڈ نے بدر بن مغیرہ کی سرکوبی کے لیے کئی ہمیں روانہ کیں لیکن اسے ہر بارنا کامنہ دیکھنا پڑا۔ عقاب کی وادی کے مجاہدین کی تعداد آئے دن کم ہو رہی تھی۔ اس کے بہت سے ساتھی ہمت ہار کر ہجرت کر رہے تھے لیکن اس کے

عزم و استقلال میں کوئی فرق نہ آیا۔

(۳)

رات کے تیرے پھر اچانک ربیعہ گھری نیند سے بیدار ہوئی۔ اس کے کمرے میں مشعل جل رہی تھی اور بدرین مغیرہ زرہ بکتر میں باوس اس کے سرہانے کھڑا غور سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

ربیعہ نے اٹھ کر بیٹھتے ہوئے کہا۔ ”آپ کب آئے؟“

”میں ابھی آیا تھا اور ابھی جا رہا ہوں،“

ربیعہ جواب طلب نگاہوں سے اپنے شوہر کی طرف دیکھنے لگی۔ بدرین مغیرہ نے کہا

”ربیعہ! شمال کے محاذ پر خدا نے ہمیں فتح دی ہے ہم نے دشمن کو تیس میل پیچھے ہٹا دیا ہے لیکن یہاں پہنچتے ہی مجھے منصور کی اطاعت ملی ہے کہ دشمن کی ایک بہت بڑی فوج نے مغرب کی طرف سے حملہ کر دیا ہے۔ میں اب وہاں جا رہا ہوں۔ انشاء اللہ اس فتح کے بعد میں کئی راتیں آرام کی نیند سو سکوں گا۔ یوسف کیسا ہے؟“

ربیعہ نے جواب۔ ”یوسف اب ٹھیک ہے پرسوں اس کا بخوار اتر گیا تھا اگر کیسی ہے۔؟

”زبیدہ بالکل ٹھیک ہے وہ اب کہانیاں سننے کے شوق میں یوسف کے کمرے میں ہی سو جاتی ہے بشیر کہاں ہے؟“

بدرین مغیرہ نے جواب دیا۔ ”وہ زخمیوں کو یہاں لا رہا ہے۔ امید ہے کہ کل تک پہنچ جائے گا۔ اس دفعہ جنگ میں ہمارے دوسو آدمی زخمی اور پچاس مجاہد شہید ہوئے ہیں لیکن اس کے بد لے دشمن کے تین ہزار سے زیادہ سپاہی موت کے گھاث

اتارے جا چکے ہیں۔“

ربیعہ خاموشی سے اپنے شوہر کی طرف دیکھ رہی تھی۔ قلعہ سے باہر جمع ہونے والے سپاہوں کا شور سنائی دے رہا تھا۔ اچانک ساتھوا لے کمرے کا دروازہ کھلا اور ایک سات برس کا لڑکا آنکھیں ملتا ہوا نمودار ہوا اور بھاگ کر بدرین مغیرہ کے ساتھ پٹ گیا۔

بدرین مغیرہ نے اسے انداز کر گئے لگایا۔ اور اس کی پشیانی پر بوسہ دیتے ہوئے کہا۔

”یوسف بیٹا تم جاگ رہے تھے۔“

یوسف نے جواب دیا۔ ”مجھے زبیدہ نے جگایا ہے۔ آپ پھر جا رہے ہیں۔ میں آپ کے ساتھ ضرور جاؤں گا۔“

”نہیں بیٹا! تم ابھی بہت چھوٹے ہو۔“

”آپ ہمیشہ یہی کہا کرتے ہیں۔ زبیدہ سے پوچھنے میں نے آج کی گڑیا ہوا میں اچھاں کر اسے تیر کا نشانہ بنایا تھا۔ وہ کہتی تھی اب تم بڑے ہو گئے ہو۔ اب تم جہاز پر جاسکتے ہو۔“

”نہیں بیٹا! ابھی تمہارے نخے نخے ہاتھ تلوار اور نیزہ انداز کے قابل نہیں۔

تم ابھی تک ننھی سی گمان کے ساتھ کھلیتے ہو۔ جب تم بھاری مان سے تیر چلانے کے قابل ہو جاوے گے۔ میں تمہیں اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔ ابھی تمہیں اپنی ماں کے ساتھ رہنا چاہتے ہیں۔“

”لیکن ابا جان جب تک میں بڑا ہوں گا۔ یہ جنگ ختم تو نہیں ہو جائے گی۔“

”کفر اور اسلام کی جنگ کبھی ختم نہیں ہوتی بیٹا! جب تک ایک مسلمان بھی باقی

ہے یہ جنگ جاری رہے گی۔“

زبیدہ جس کی عمر کوئی چھ برس تھی دروازے کے پیچھے کھڑی ان کی باتیں سنتی رہی۔ بالآخر جھگجھتی ہوئی کمرے میں داخل ہوتی۔ بدرین مغیرہ نے یوسف کو اتار کر اسے گلے لگالیا۔

زبیدہ نے کہا۔ ”میرے ابا جان کیوں ہمیں آئے؟“

”بیٹی! وہ کام آجائیں گے۔

یوسف بدرین مغیرہ کا بیٹا تھا۔ اور زبیدہ بشیر بن حسن کی بیٹی تھی۔ ان بچوں کے ساتھ تھوڑی دیر باتیں کرنے کے بعد بدرین مغیرہ انہیں دوسرے کمرے میں چھوڑ آیا اور وہ بادل خواستہ اپنے بستر پر لیٹ گئے۔

رخصت کے وقت ربیعہ اور بدر ایک دوسرے کے ساتھ کھڑے تھے۔ مجاہد کی بیوی اپنے شوہر کو آنسوؤں اور سکیوں کے بغیر رخصت کرنے کی عادی ہو چکی تھی۔

بدر نے خدا حافظ کہا لیکن کسی نے برآمد نے کی طرف کھلانے والے دروازہ کھکھلاتے ہوئے آواز دی۔ ”ربیعہ! ربیعہ!!“

ربیعہ نے آواز پہچان کر جواب دیا۔ ”آواز بھیلا۔“

انجلا دروازہ کھول کر کمرے میں داخل ہوتی اور سہی ہوئی نگاہوں سے ان کی طرف دیکھنے لگی۔

بدر نے کہا ”انجلا بشریہاں کا پہنچ جائے گا۔ وہ زخمیوں کو یہاں لارہا ہے۔“

انجلا نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے کہا۔ ”میں نیچے سپاہیوں کا شور سن کر۔

بیدار ہوئی تھی۔ معلوم ہوتا ہے آپ پھر کہیں جا رہے ہیں۔؟“

بدرین مغیرہ نے ربیعہ کی طرف دیکھا اور خدا حافظ کہہ کرتیزی سے قدم اٹھاتا

ہوا بہر نکل گیا۔

تموڑی دیر بعد ربیعہ اور انجلہ در تپے میں کھڑی باہر جھانک رہی تھیں۔
مجاہدین کی فوج قلعے سے نکل کر جنگل میں روپوش ہو چکی تھی۔ لیکن گھوڑوں کی ٹاپ
ابھی تک سنائی دے رہی تھی۔ یہ ٹاپ آہستہ آہستہ مدھم ہوتی گئی۔ اور بالآخر فضا میں
گم ہو کر رہ گئی۔ ربیعہ اور انجلہ اب باہر جھانکنے کی بجائے ایک دوسری کی طرف دیکھ
رہی تھیں۔

ساتھ کے کمرے میں ان کے بچے یوسف اور زبیدہ بھی اپنے اپنے بستر سے
انٹھ کر در تپے کے ساتھ کھڑے تھے۔ سن شعور سے لے کر اب تک ان کے کانوں
نے جس آواز کو دل چسپی کے ساتھ سنا تھا وہ قلعے سے جانے والے اور قلعے کی طرف
آنے والے گھوڑوں کی آواز تھی۔

(۳)

قلعے کے چند کمرے زخمیوں سے بھرے ہوئے تھے۔ انجلہ اور ربیعہ جو مرہم
پڑی کام سیکھ چکی تھیں۔ طبیبوں اور جراحوں کا ہاتھ بثارہی تھیں۔ گرشنہ چند دن
انہوں نے نہایت بے آرامی کی حالت میں گزارے تھے۔ مغربی محاذ سے آئے
والے زخمیوں کی تعداد میں آئے دن اضافہ ہو رہا تھا۔ اس قلعے کے علاوہ چند میل
کے فاصلہ پر ایک اور قلعہ میں بھی زخمیوں کا علاج کا بندوبست کیا جا چکا تھا۔ اس لیے
بشير بن حسن کو دن میں ایک بار وہاں بھی جانا پڑتا تھا۔ جنگ کے متعلق آئے دن
تشویش ناک خبریں آ رہی تھیں۔ مجاہدین دشمن کوئی بار پیچھے ہٹا چکے تھے۔ لیکن
ہر شکست کے بعد دشمن تازہ سپاہ میدان میں لا رہا تھا۔ یہ سرحدی عقاب کی پہلی جنگ
تھی۔ جس میں شہیدوں کی تعداد ایک ہزار تک پہنچ چکی تھی۔

ایک دن علی الصباح مجاز جنگ سے آنے والے قاصد نے بشیر بن حسن کو یہ خوش خبری دی کہ مجاہدین (فرڈی نینڈ کی افواج کو شکست دینے کے بعد ان کا تعاقب کر رہے ہیں۔ قلعے میں فتح کا نتارہ بجا یا گیا۔ آس پاس کی بستیوں اور فوجی چوکیوں میں رہنے والے لوگوں کے کان اس نتارے کے منہوم سے آشنا تھے اور وہ اس کے جواب میں اپنی اپنی جگہ نتارے بجانے لگے۔ آن کی آن میں عقاب کی وادی کے ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک نقاوں کی گونج سنائی دینے لگی۔ ہرستی کے پچھے بوڑھوں اور عورتوں کی زبان پر اللہ اکبر کا نعرہ تھا۔ وہ لوگ جنہیں آئے دن زخمیوں اور شہیدوں کی تعداد میں اضافے کی خبریں سن کر جنگ کے نتائج کے بارے میں تشویش تھی۔ بارگاہ ایزی میں تشكیر کے آنسو پیش کر رہے تھے۔

قلعے کے اندر بعض زخمی فتح کی خبر سنتے ہی اپنے اپنے کمرے سے باہر نکل آئے۔ اور وہ زخمی جو چلنے کے قابل نہ تھے انہوں کر بیٹھنے گئے۔ مر جھائے ہوئے چہروں پر زندگی کا خون دوڑ رہا تھا۔ سہی ہوتی نگاہیں فخر اور غرور کے ساتھ آسمان کی طرف انہوں رہی تھیں۔ قلعے کے پیریدار زخمی مجاہدین سے بغل گیر ہو رہے تھے۔ ربیعہ اور انجیلا اپنے کم سن بچوں کے ساتھ بالائی منزل کی گیلری میں کھڑی مجاہدین کے پر جوش نعرے سن رہی تھی۔

قلعے کے چند کمرے زخمیوں سے بھرے ہوئے تھے۔ انجیلا اور ربیعہ جو مرہم پئی کا کام سیکھ چکی تھیں۔ طبیبوں اور جراحوں کا ہاتھ بثارہی تھیں۔ گزشتہ چند دن انہوں نے نہایت بے آرامی کی حالت میں گزارے تھے۔ مغربی محااذ سے آنے والے مجاہدین کی تعداد میں آئے دن اضافہ ہو رہا تھا۔ اس قلعے کے علاوہ ایک اور قلعہ میں بھی زخمیوں کے علاج کا بندوبست کیا جا چکا تھا۔

اس لئے بشیر بن حسن کو دن میں ایک بار وہاں بھی جانا پڑتا تھا، جنگ کے متعلق آئے دن تشویش ناک خبریں آرہی تھیں۔ مجاہدین دشمن کوئی بار پیچھے ہٹا چکے تھے۔ لیکن ہر شکست کے بعد دشمن تازہ سپاہ میدان میں لا رہا تھا۔ یہ سرحدی عقاب کی پہلی جنگ تھی۔ جس میں شہیدوں کی تعداد ایک ہزار تک پہنچ چکی تھی۔

ایک دن علی الصباح محاذ جنگ سے آنے والے قاصد نے بشیر بن حسن کو یہ خوش خبری دی کہ مجاہدین فرڈی نینڈ کی افواج کو شکست دینے کے بعد ان کا تعاقب کر رہے ہیں، قلعے میں فتح کا نقارہ بجا�ا گیا، آس پاس کی بستیوں اور فوجی چوکیوں میں رہنے والے لوگوں کے کان اس نقارے کے مغبوم سے آشنا تھے، اور وہ اس کے جواب میں اپنی، اپنی جگہ نقارے بجائے لگے۔ آن کی آن میں عقاب کی وادی کے ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک نقاووں کی گونج سنائی دینے لگی۔ ہر سبقتی کے پنج، بوڑھوں اور عورتوں کی زبان پر اللہ اکبر کا انعام تھا۔ وہ لوگ جنمہیں آئے دن زخمیوں اور شہیدوں کی تعداد میں اضافے کی خبریں سن کر جنگ کے نتائج کے بارے میں تشویش تھی۔ بارگاہ ایزدی میں تشكیر کے آنسو پیش کر رہے تھے۔

قلعے کے اندر بعض زخمی فتح کی خبر سنتے ہی اپنے، اپنے کمروں سے باہر نکل آئے تھے۔ اور زخمی جو چلنے کے قابل نہ تھے۔ مر جھائے ہوئے چہروں پر زندگی کا خون دوڑ رہا تھا۔ سہمی ہولی نیگاہیں خنر و غرور کے ساتھ آسمان کی طرف اٹھ رہی تھیں۔ قلعے کے پیربے دار زخمی مجاہدوں سے بغل گیر ہو رے تھے۔ ربیعہ اور انجیلا اپنے کم سن بچوں کے ساتھ بالائی منزل کی گیاری میں کھڑی مجاہدین کے پر جوش انعرے سن رہی تھیں۔

تموڑی دیر کے بعد آس پاس کی بستیوں کے لوگ فتح کی تفصیلات معلوم کر

نے کے لئے اس قلعے کا رخ کر رہے تھے۔ شام تک ان لوگوں کا تاتا بندھا رہا،
بستیوں کے لوگ دیر تک اپنے محبوب رہنمای کا انتظار کرتے رہے۔ لیکن جب رات
ہو گئی اور بدر بن مغیرہ کی آمد کے بازے میں کوئی اطلاع نہ ملی تو انہوں نے اپنے،
اپنے گھر کا رخ کیا۔ عشاء کی نماز کے بعد بشیر بن حسن مسجد سے نکل کر مرضیوں کے
کمرے کا رخ کر رہا تھا، کہ قلعے کے باہر چند گھوڑوں کی ٹاپ سنائی دی۔ بشیر کر کر
دروازے کے باہر دیکھنے لگا۔ پھرے دار نے دروازہ گھولा، اور چار سوار اندر داخل
ہوئے، ایک سوار اپنا گھوڑا روک کر پھر یدار سے مخاطب ہوا۔ بشیر بن حسن کہاں
ہے؟

بشیر بن حسن سوار کی آواز پہچان کر آگے بڑھا اور بولا ابو محسن میں یہاں ہوں۔
ابو محسن نے کہا۔ میں آپ کو لینے آیا ہوں۔ جلدی تیار ہو جائیں، بدر خمی ہے۔

بشیر نے گھبرا کر سوال کیا۔ بدر خمی ہے۔ کہاں ہے وہ؟
یہاں سے کوئی اٹھ کوں کے فاصلے پر وہ بے ہوش ہو گیا تھا۔ اس لئے اسے ہم
یہاں نہیں لاسکے، وہ مندی کے پل کے پاس برابر یوں کی بستی میں ہے۔

میں ابھی آتا ہوں۔ بشیر یہ کہہ کر ادویات کا تمیاں لینے کے لئے بھاگا۔ اور اب
محسن نے سپاہیوں کو جواس کے گرد جمع ہو رہے تھے، تازہ دم گھوڑوں پر زینیں ڈالنے
کے لئے کہا

(۵)

بدر بن مغیرہ بستی کے سردار کے مکان میں بستر پر پڑا تھا، اسے بستر پر لیثے،
لیثے تین بار غش آچکا تھا۔ کمرے میں منصور بن احمد کے چند آدمی اس کے بستر کے
قریب کھڑے تھے۔ ان میں سے دو وہ طبیب بھی تھے جو میدان جنگ سے اس کے

ساتھ آئے تھے۔

وہ لوگ جنہیں کمرے سے باہر روکا گیا تھارو، روکرا پنے محبوب رہنمائے لئے دعائیں مانگ رہے تھے۔

بدر بن مغیرہ کے بدن پر سات زخم تھے۔ زخمی ہونے کی حالت میں بھی اس نے کئی کوس تک بھاگتے ہوئے دشمن کا پیچھا کیا تھا، اور اس کا بہت ساخون ضائع ہو چکا تھا۔

لوگ انتہائی بے قراری سے بشیر بن حسن کا انتظار کر رہے تھے۔ بدر بن مغیرہ نے چوتھی بار ہوش میں آکر پانی مانگا۔ منصور نے اسے اپنے ہاتھ کا سہارا دے کر پانی پلایا۔ پانی کے چند گھونٹ پینے کے بعد بدر نے نجف آواز میں کہا مجھے قران سناؤ۔ ایک خوش الحان شخص نے قران کریم کی تلاوت شروع کی، مجاہد نے سرور میں آکر آنکھیں بند کر لیں۔ طبیب نے آگے بڑھ کر ب نفس پر ہاتھ رکھنے کی کوشش کی۔ لیکن بدر بن مغیرہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اب میں بے ہوش نہیں ہوں، یہ آواز مجھے جگایا کرتی ہے سایا نہیں کرتی۔

دور سے گھوڑوں کی ٹاپ سنائی دی، اور تھوڑی دیر بعد بشیر بن حسن تیزی سے قدم اٹھا تا ہوا کمرے میں داخل ہوا۔ لوگ اوہر، اوہر ہٹ گئے۔ بشیر کو دیکھ کر بدر کے مر جھائے ہوئے چہرے پر اچانک بثاشت آگئی۔ بشیر نے آگے بڑھ کر اس کی نفس پر ہاتھ رکھ دیا۔

بدر نے ایک ہلکی سی مسکراتہ کے ساتھ اپنے طبیب کا خیر مقدم کیا، اور کچھ دیر دروازے کی طرف دیکھنے کے بعد اس کی متاثشی نگائیں بشیر کے چہرے پر مرکوز ہو گیں۔

بیشیر نے اس کا مطلب سمجھتے ہوئے کہا، وہ ابو حسن کے ساتھ آ رہی ہیں۔ تجوڑی دری تک پہنچ جائیں گی۔

بدر نے آنکھیں بند کر لیں۔ بیشیر نے منصور اور دو طبیبوں کے علاوہ سب کو کمرے سے باہر چلے جانے کے لئے کہا۔ جب وہ باہر نکل گئے تو اس نے طبیبوں کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ یہ پھر بے ہوش ہو رہے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے تم نے خون بند کرنے میں تاخیر سے کام لیا۔

ایک طبیب نے جواب دیا انہوں نے زخم کھانے کے بعد بھی دشمن کا دور تک پیچھا کیا تھا

بیشیر نے اپنا تھیما کھولا، ایک شیشی نکالی اور دوا پیالی میں ڈالنے کے بعد منصور کی طرف دیکھا۔ منصور نے اپنے ہاتھوں سے بدر کے سر کو سہارا دیا بدر نے کرتے ہوئے آنکھیں کھولیں۔ بیشیر نے دوا کی پیالی اس کے منہ کو لگاتے ہوئے کہا، پی لیجیے۔

بدر نے دوائی پینے کے بعد آنکھیں بند کر لیں، منصور نے آہستہ سے اس کا سر تکیے پر رکھ دیا۔ بدر کے اشارے پر ایک طبیب نے شمعدان اٹھا کر بدر کے بستر کے قریب رکھ دیا، بیشیر نے غور سے بدر کا چہرہ دیکھنے کے بعد کہا یہ کسی زہر آ لود تھیا ر سے زخمی ہوئے ہیں۔ میں تمام زخم دیکھنا چاہتا ہوں۔

بیشیر بن حسن کے ساتھی یکے بعد دیگرے زخموں کی پیاس کھول رہے تھے، اور وہ ہر زخم پر تازہ پچا ہے رکھنے اور نئی پیاس باندھنے میں مصروف تھا۔ ابھی وہ اس کام سے فارغ نہیں ہوا تھا کہ بستی کے باہر گھوڑوں کی ٹاپ سنائی دی۔ بیشیر نے منصور کی طرف دیکھا اور کہا شاید، ابو حسن، ربیعہ اور انجلا کے ساتھ پہنچ گیا ہے، تم باہر جاؤ اور

انہیں دوسرے کمرے میں ٹھہر نے کے لئے ہو۔ میں تھوڑی دیر میں انہیں بالا لوں گا
منصور باہر نکل گیا۔

(۶)

مکان کے دوسرے کمرے میں ربیعہ اور انجلہ کھڑی تھیں۔ بستی کی عورتیں اور
اڑکیاں ان کے گرد کھڑی تھیں۔ سب کی آنکھوں میں آنسو اور لبوں پر دعا میں تھیں۔
تحوڑی دیر بعد ساتھ والے کمرے کا دروازہ کھلا، اور بشیر نے اندر جھانکتے
ہوئے ربیعہ اور انجلہ کو ہاتھ سے اشارہ کیا۔ اور وہ دوسرے کمرے کمرے میں چل گئیں۔
بشیر نے دوبارہ دروازہ بند کر دیا۔ بدربن مغیرہ کے کمرے میں اب بشیر، ربیعہ اور انجلہ
کے سوا کوئی نہ تھا۔ یہ تینوں بستر کے گرد کھڑے تھے۔

بشیر نے بدرا کی بخش پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ میں نے زخموں پر پٹی باندھنے
کے لئے انہیں خود بے ہوش کیا تھا۔ اب میں انہیں ہوش میں لانے کی دوا پلا چکا
ہوں۔ اس کا اثر ہو رہا ہے۔

ربیعہ خاموشی سے اپنے شوہر کی طرف دیکھ رہی تھی۔ وہ حس جس کا تعلق صرف
دل سے ہے۔ اسے تقدیر کے فیصلے سے آگاہ کر چکی تھی۔ امیدوں کا سہارا لینے کے
باوجود اس کا دل بیٹھا جا رہا تھا۔

بدر نے چند بار کراہنے کے بعد آنکھیں کھولیں۔ اور ربیعہ اور انجلہ کی طرف
دیکھنے کے بعد کہا۔ یوسف اور زبیدہ نہیں آئے۔

ربیعہ نے کہا میں نے انہیں اس وقت لانا مناسب نہیں سمجھا۔ خدا آپ کو سخت
دے وہ صحیح کو پہنچ جائیں گے۔

بشیر نے اپنے تھیلے سے ایک اور دوا کی شیشی نکالیا اور دوا پیالی میں ڈال دی۔

بدر نے نجیف آواز میں کہا۔ بشیر اب اس کی ضرورت نہیں۔ میری منزل آچکی ہے۔

بیشیر نے کہا آپ انشا اللہ تھیک ہو جائیں گے، لیجیے۔

میں جانتا ہوں میرا طبیب بہت ضدی ہے۔ یہ کہتے ہوئے بدر نے لیٹھے ہوئے اپنا منہ کھول دیا۔ بشیر نے اسے دو اپلانے کے بعد انجلہ کو ہاتھ سے اشارہ کیا، اور یہ دونوں دوسرے کمرے میں چلے گئے۔

ربیعہ بدر بن مغیرہ کے اشارے پر اس کے قریب بیٹھ گئی۔ بدر نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر کہا۔ ربیعہ میں نے تمہیں آگ کی چتا کے سامنے مسکراتے ہوئے دیکھا تھا۔ لیکن آج تم مغموم ہو۔ میں نے کوئی ایسی بات نہیں کی جو تمہارے شوہر کے شایان شان نہ تھی۔

میں نے پیٹھ پر کوئی زخم نہیں کھایا۔ قیامت کے دن تمہیں میرے لئے شرمسار نہیں ہونا پڑے گا۔

ربیعہ کے ہوتوں سے درد میں ڈوبی ہوئی آوازنگلی۔ میرے آقابیوں نہ کہیے، مجھے آپ پر خخر ہے۔ ان الفاظ کے ساتھ وہ آنسو جنمہیں وہ دیر سے روکنے کی کوشش کر رہی تھی، بہہ نگلے،

بدر نے کہا تمہارے مستقبل کے بارے میں میں نے چند باتیں منصور کو سمجھا دی ہیں۔ وہ تمہیں مرکش پہنچا دے گا۔ دشمن اس شکست کے بعد دیر تک آرام سے نہیں بیٹھے گا۔ وہ سر دیاں گزر جانے کے بعد شاید اپنی پوری قوت کے ساتھ حملہ کر دے۔ اس صورت میں ممکن ہے مجاہدین کو پیچھے ہٹ کر جنگ چیاول اڑنی پڑے۔ ایسی جنگ میں عورتوں اور بچوں کی حفاظت کا مسئلہ بہت نازک ہوتا ہے۔ اس لئے میں نے منصور سے کہا ہے کہ وہ تمام عورتوں اور بچوں کو مرکش پہنچا دے۔

ربیعہ نے کہا نہیں میں بھرت نہیں کروں گی۔ مجھے یقین ہے خدا آپ کو شفادے گا۔ لیکن اگر خدا کو یہ منظور نہیں، تو مجھے اس زمین کے کانٹے جن پر آپ کا خون گرا ہے، مرآش کے پھولوں سے زیادہ عزیز ہونگے۔

بدر نے کہا تھا ہوئے تھوڑی دیر کے لئے آنکھیں بند کر لیں، اور پھر ربیعہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ربیعہ میں نے ایک مقصد کے لئے اپنے ساتھیوں سے قربانی کا مطالبه کیا تھا، لیکن مجھے اس بات کا احساس ہے کہ میرے ساتھیوں کے سامنے سب سے بڑا مسئلہ میری بیوی اور میرے بیٹے کی حفاظت کرنا ہوگا۔ وہ پیاروں اور جنگلوں میں لڑنے کی بجائے میرے گھر کے دروازے کے سامنے جانیں دیں گے۔ تمہارے منع کرنے پر بھی وہ یہ ہی کریں گے۔ لیکن تمہارے متعلق وہ مضمون ہو کروہ یہک سوئی سے اس مقصد کے لئے جنگ جاری رکھیں گے۔ جس کے لئے میں نے تلوار اٹھائی تھی۔ تم اگر چاہو تو مرآش پہنچ کر بھی ان کے لئے بہت کچھ کر سکو گی۔ یہاں سے عورتوں اور بچوں کو نکالنے کے لئے بہت سے جہاز بھجوانے کی ضرورت ہے۔ اس کے علاوہ تم اہل مرآش کو مہاجر عورتوں اور بچوں کی مدد کے لئے آمادہ کر سکو گی۔ مجھے یقین ہے کہ مرآش کے امراء اور سلطانین تمہاری آواز پر لبیک کہیں گے۔ ربیعہ تم اگر ان لوگوں کی مدد کے لئے کوئی فوج نہ بھجواسکو، تو بھی تمہاری طرف سے یہ کافی ہے کہ تم میرے ان رفیقوں کے تیم بچوں اور بیواؤں کو اپنے ساتھ کسی محفوظ مقام پر لے جاؤ۔ جو گزشتہ جنگلوں میں شہید ہو چکے ہیں۔ تم ان کی پرورش کرو۔ ان تیم بچوں کو اس قابل بناؤ کہ وہ بڑے ہو کر جہاد میں حصہ لے سکیں، ممکن ہے کہ ان میں سے ہی کوئی طارق یا عبد الرحمن نکل آئے۔

ربیعہ نے کہا میں آپ کے حکم کی تعمیل کروں گی،

یہ میری خواہش ہے حکم نہیں
آپ کی خواہش پوری ہوگی
یوسف کو اس قابل بنا کر کہہ اسلاف کا نام روشن کر سکے
ربیعہ نے آبدیدہ ہو کر کہا۔ یوسف آپ کے نام کو دھبہ نہیں لگائے گا
بدر نے سوال کیا لیکن کیا؟

یوسف کو بھی چند برس آپ کے (اپنے باپ) سائے کی ضرورت ہے۔ مجھے
یقین ہے خدا اسے آپ کے سایے سے محروم نہیں کرے گا آپ زندہ رہیں گے فرم کو
آپ کی ضرورت ہے۔ ربیعہ اب بچوٹ، بچوٹ کر رہی تھی
بیشیر بن حسن اور انجلا کمرے میں داخل ہوئے، ربیعہ اپنے آنسو پوچھتی ہوتی
کھڑی ہو گئی، اور بولی مجھے معاف کیجیے۔ بدر نے ایک معموم مسکراہٹ کے ساتھ
آنکھیں بند کر لیں۔

صحیح تک بدر بن مغیرہ کو کئی بار غش آیا۔ گرد و نواح کی بستیوں کے ہزاروں لوگ
اس مکان کو گھیراڑا لے ہوئے تھے۔ پاہیوں کے قافلوں کے ساتھ یوسف اور زبیدہ
بھی پہنچ گئے۔

طلوع آفتاب سے تمہوری دیر پہلے بدر بن مغیرہ نے اپنے تیارداروں پر آخری
نگاہ ڈالنے کے بعد آنکھیں بند کر لیں، اور نحیف آواز میں کہا منصور میں اپنا ادھورا
کام تمہیں سونپتا ہوں۔ تم اس وقت تک دشمن کی ساری توجہ اپنی طرف مبذول رکھو۔
جب تک کہ باقی ملک کے مسلمان مرکاش نہیں پہنچ جاتے۔ اگر تم نے ہتھیار ڈال
دیے تو دشمن چاروں طرف سے مضمٹن ہو کر اپنی ساری قوت مسلمانوں کو تہہ تنغ کر
نے میں صرف کر دے گا۔ بیشیر مرکاش میں یہاں کے یتیم بچوں اور بیواؤں کے لئے

جائے پناہ تلاش کرنے کا کام میں تمہیں سونپا ہوں۔ تمہاری یہاں بھی ضرورت ہوگی لیکن یہ کام بہت ضروری ہے۔ ابو محسن مجھے یقین ہے کہ تمہاری رفاقت میں منصور یہ محسوس نہیں کرے گا کہ وہ اکیلا ہے۔ میرا وقت آچکا ہے۔ میری منزل مجھے دکھائی دے رہی ہے۔ اَنَّ اللَّهُ وَاَنَا عَلَيْهِ رَاجِعٌ۔

آخری چند الفاظ بار، بار دہرانے کے بعد بدر بن مغیرہ دیر تک بار، بار کلمہ شہادت پڑھتا رہا، اس کی آواز نجیف ہوتی گئی۔ یہاں تک کہ اس کے ہونٹ ہل رہے تھے۔ لیکن آواز نہ تھی۔ تیماردار یہ سمجھ رہے تھے۔ کہ وہ سورہا ہے۔ طبیبوں کا خیال تھا، کہ وہ بے ہوش ہو چکا ہے۔

بیشربن حسن نے آخری بار اس کی نبض پر ہاتھ رکھا، پھر اس کی آنکھیں کھول کر دیکھیں اور اَنَّ اللَّهُ وَاَنَا عَلَيْهِ رَاجِعٌ کہہ کر سر جھکا دیا۔

دہ ماہ بعد چند کشمیاں جن پر عورتیں اور بچے سوار تھے، اندرس کے ساحل سے مرکش کا رخ کر رہی تھیں۔ ایک کشتی میں بیشربن حسن کے ساتھ ربیعہ، انجیلا، یوسف اور زبیدہ سوار تھے۔

افق مشرق سے آفتاب نمودار ہو رہا تھا۔ یہ وہی آفتاب تھا جس نے اندرس کے ساحل پر غازیان اسلام کا پہاڑ اس芬ہ دیکھا تھا۔ یہ وہی آفتاب تھا جس نے قریباً آٹھ سو برس تک حیرت و استحباب سے اسلامیان اندرس کے عروج کی شاندار منازل دیکھی تھیں۔ یہ وہی آسمان تھا جس کے وسیع سینے پر طارق اور عبد الرحمن کے جانشینوں کی سطوت و اقبال کی داستانیں نقش تھیں۔ یہ وہی سمندر تھا جس کی لیریں مجاہدوں کے سمندروں کے لئے تازیا نے کا کام دیا کرتی تھی۔ لیکن آج یہ آسمان، یہ سمندر اور یہ سورج اس قوم کی بیٹیوں اور بچوں کی نگاہوں میں بے بسی کے آنسو دیکھ

رہے تھے۔ جس کے شہیدوں نے اپنے خون کے چھینٹوں سے انہیں کی خاک کے ذریعہ کو دل فربی اور رعنائی عطا کی تھی۔ انقلابات زمانہ کے یہ خاموش تماشائی وقت کا دامن تھام کر یہ پوچھ رہے تھے، کیا یہ وہی قوم ہے جس کا خون الحمرا کے سرخ پتھروں میں جھلکتا ہے؟

ربیعہ کشتی کے ایک کونے میں کھڑی انہیں کے ساحل کی آخری جھلک دیکھ رہی تھی۔ اس کی آنکھوں کے سامنے آنسوؤں کے پردے حائل ہو رہے تھے۔ یوسف نے آگے بڑھ کر کہا، امی: زبیدہ کہتی ہے، خالو جان ہمیں مرکاش چھوڑ کرو اپس آجائیں گے۔

ہاں بیٹا ربیعہ نے اس کی طرف دیکھے بغیر جواب دیا۔

یوسف چھوڑی دیر سوچنے کے بعد پھر بولا۔ امی جان میں بھی ان کے ساتھ واپس آجائیں گا۔

ربیعہ نے اپنے بیٹے کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ نہیں بیٹا ابھی تم بہت چھوٹے ہو۔ جب تم بڑھے ہو جاؤ گے، میں تمہیں منع نہیں کروں گی۔

امی میں بہت جلدی بڑا ہو جاؤں گا، میں جہاز ران بنوں گا۔ آپ کہتی تھیں مرکاش میں سب مسلمان ہیں۔ میں ان سب کو جہازوں پر سوار کر کے انہیں لے جاؤں گا۔ اور ہم دشمن کو اپنے ملک سے نکال دیں گے۔ امی آپ کہتی ہیں کہ جب

طارق یہاں آیا تھا تو اس کے ساتھ زیادہ مسلمان نہیں تھے، پھر بھی انہیں فتح ہوئی، جب ایک مسلمان دس کافروں سے اڑستا ہے تو غرناطہ سے ہزاروں مسلمان یہ ملک چھوڑ کر کیوں چلے گئے ہیں۔

آپ کہتی ہیں کہ قرطبه اور راشدیا یہ اور دوسرے شہروں سے بھی لاکھوں مسلمان

مراکش چلے گئے ہیں، وہ اکھٹے ہو کر اڑے کیوں نہیں۔

بیٹا طارق کے ساتھیوں کے پاس ایمان تھا، لیکن ان لوگوں کا ایمان کمزور ہے۔ وہ موت کو ایک کھیل سمجھتے تھے اور یہ موت سے ڈرتے ہیں۔ اس زمانے میں ایک ادنیٰ مسلمان بھی غداری نہیں کرتا تھا، اور اب بڑے، برے لوگ غدار ہیں۔

ربیعہ سے چند قدم دور زبیدہ آنجیلا سے کہہ رہی تھی۔ امی یوسف کہتا ہے کہ میں جہاز کا کپتان بنوں گا، اور مراکش سے ایک بہت بڑی فوج لے کر اندرس جاؤں گا۔

ہاں بیٹی یوسف درست کہتا ہے۔ تو امی جان میں بھی اس کے ساتھ جاؤں گی

تم اس کے ساتھ جا کر کیا کرو گی بیٹی؟

میں زخمیوں کی مرہم پٹی کیا کروں گی۔ امی جان میں تیر چلانا بھی سکھ لوں گی۔

اچھا بیٹی:

کشتی کے دوسرے کونے پر اسی بیڑے کا مرکاشی کپتان بشیر بن حسن سے با تین کر رہا تھا۔ بدر بن مغیرہ کی آخری فتح اور شہادت کے متعلق چند سوالات پوچھنے کے بعد کپتان نے سوال کیا۔ آپ یہ جنگ کب تک جاری رکھیں گے؟

بشار بن حسن نے جواب دیا۔ جب تک ہماری رگوں میں خون دوڑتا رہے گا۔

ہمارے دلوں میں شہادت کی تمناباتی رہے گی،

کپتان نے کہا میں آپ کے جذبات کی قدر کرتا ہوں، لیکن کیا آپ یہ نہیں سوچتے کہ آپ کی جنگ اندرس میں رہے ہے سبے مسلمانوں کی مشکلات میں اضافہ کر رہی ہیں۔

نہیں بلکہ ہم یہ سوچتے ہیں، کہ جب ہماری تلواریں نیام میں چلی جائیں گی تو ظلم کے ہاتھ ان پر زیادہ سختی سے اٹھیں گے۔
لیکن آپ کے مشتمی بھر مجہدین کی جنگ کا انجام کیا ہو گا؟
مجہدین کی جنگ کے دو ہی انجام ہو سکتے ہیں۔ فتح یا شہادت
میرے خیال میں آپ کے لئے فتح کی نسبت شہادت کے امکانات زیادہ ہیں

تو بھی ہم خسارے میں نہ رہیں گے، اندرس میں مسلمانوں کی تاریخ کا جو باب ہمارے خون سے لکھا جائے گا، وہ اس باب سے مختلف ہو گا جو اہل غربناطہ اپنی بے کسی کے آنسوؤں سے لکھا جائے گا، آنے والی نسلیں اسے پڑھ کر شرم سے اپنی گرد نیں نہیں جھکائیں گے۔ ہمارے مقدار میں ذلت و رسوائی کی زندگی نہیں ہو گی۔
کپتان نے کہا، اگر قدرت کو ہماری بہتری مقصود ہوتی تو غربناطہ میں مویٰ جیسے جلیل القدر مجہد کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑتا۔ اور اس کے بعد مجہدین کی رہی کہی جماعت بدر بن مغیرہ کی قیادت سے محروم نہ ہوتی۔

بیشیر نے بر ہم ہو کر کہا، کون کہتا ہے مویٰ اپنے مقصد میں ناکام رہا۔ اہل غربناطہ کی شکست مویٰ کی شکست نہ تھی۔

یہ ان غداروں اور ملت فروشوں کی شکست تھی۔ جنہوں نے عزت کی موت پر ذلت اور غلامی کی زندگی کو ترجیح دی۔ یہ ابو عبد اللہ کی شکست تھی۔ یہ ان امرا اور علماء کی شکست تھی، جنہوں نے اس دنیا میں چند دن زندہ رہنے کے لئے دامنی ذلت اور رسوائی قبول کر لی ہے۔ مویٰ ایک مومن تھا وہ مومن کی زندگی جیا اور مومن کی موت مرا۔ اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ قدرت کو ہماری بہتری مقصود نہیں، تو بھی آپ غلطی پر

ہیں، قدرت نے اندرس کے مسلمانوں کی ایک قلیل تعداد پر صدیوں تک انعامات کی بارش کی ہے، ہم نے دنیا کی بڑی سے بڑی طاقتیوں کو شکست دی۔ کیا یہ قدرت کا انعام نہیں؟ کہ عقاب کی وادی میں مشتمی بھر مجہدین برسوں سے وحشت اور بربریت کا سیاہ روکے ہوئے ہیں۔ کیا یہ قدرت کا انعام نہیں کہ اس نے ایک ایسی قوم کو جس کا اجتماعی اخلاق اور کردار فنا ہو چکا تھا

ایک بار پھر صراط مستقیم پر گامزن ہونے کا موقع دینے کے لئے بدر اور موئی جیسے رہنماء عطا کیے۔ قوم اگر ایسے لوگوں کے ساتھ غداری کرتی ہے، تو اس میں قدرت کا کیا تصور؟ قوم میں آج بھی وہ لوگ موجود ہیں۔ جو ہمت ہارنا اور ما یوس ہو نہیں جانتے، یہ لوگ اندرس میں قوم کا آخری سورچہ سنبھال لے ہوئے ہیں۔ یہ لوگ صرف اندرس کے مسلمانوں کو ہی نہیں بلکہ ساری دنیا کے مسلمانوں کو یہ پیغام دے رہے ہیں۔ کہ آء وکفر اور اسلام کی جنگ میں ہمارے ساتھ شامل ہو جاؤ۔ ان لوگوں کی آواز آخری دم تک مراکش، مصر، ترکستان اور دوسرے ممالک کے مسلمانوں کو جنجنحوڑتی رہے گی۔ یہ لوگ اس امید پر اڑتے رہیں گے کہ کسی دن ان کے بھائی غفلت سے بیدار ہو جائیں گے۔ کسی دن کوئی مجہد ان کی مدد کے لئے پہنچے گا، اور اگر عالم اسلام کو ہوش نہ آیا تو تب بھی اندرس میں مسلمانوں کی مکمل تباہی کی ذمہ داری ان مجہدین پر نائد نہ ہوگی۔ جو اپنے خون سے تاریخ عالم کے صفحات پر یہ لکھ جائیں گے، کہ جب ساری دنیا کے مسلمان سو رہے تھے، اندرس کے ایک گوشے میں یہ چند سرفروش حرم کی پاس بانی کر رہے تھے۔

کپتان نے تھوڑی دیر سوچنے کے بعد کہا۔ کیا میں آپ کی جماعت میں شریک

ہو سکتا ہوں؟

بیشیر بن حسن نے جواب دیا۔ آپ کو میری اجازت کی ضرورت نہیں۔ اپنے دل سے مشورہ کیجیے۔
میں اپنے دل سے مشورہ کر چکا ہوں۔

(۸)

مجاہدین اپنے نئے رہنماء مصوّر بن احمد کی قیادت میں کئی برس اڑتے رہے عقاب کی وادی مدت تک ان کے خون سے الالہ زار ہوتی رہی۔ بارہا ان کی تلواریں وحشت اور بربرت کے سیااب کے سامنے سد سکندری ثابت ہوئیں، کبھی، کبھی اس سیااب کی شدت کے سامنے انہیں پیچھے ہٹنا پڑا، اور کبھی سیااب کی لہریں عزم و ہمت کی ان چٹانوں سے ٹکرا کر پیچھے ہٹ جاتیں۔ لیکن عالم اسلام سویا رہا، مرکاش کا مسلمان اپنے ریگ زاروں میں خوش تھا۔ مصر کا مسلمان نیل کے ساحل پر سورا تھا۔ ترک قسطنطینیہ کی دیواروں کے سامنے میں اوپر ہر ہے تھے۔ عرب اپنے نخلستانوں میں مست تھے۔ اور ہندوستان کے مسلمان تاجدار اپنے عشرت کدے تعمیر کرنے میں مصروف تھے۔

یہ لوگ برسوں تک شمشیر بکاف رہے، لیکن مرکاش سے کوئی یوسف بن تاشفین، مصر سے کوئی صلاح الدین ایوبی، ترکستان سے کوئی ملک شاہ، عرب سے کوئی محمد بن قاسم، اور افغانستان سے کوئی محمود غزنوی ان کی مدد کے لئے نہ پہنچا۔ انہیں خاک شہیدوں کے خون سے سیراب ہوتی رہی۔ اور جبل الطارق کی چٹانیں جنوب اور مشرق سے آنے والے سفینوں کا انتظار کرتی رہیں، جب تک منصور اور ان کے ساتھی برس پیکار رہے۔ باقی انہیں کے مسلمانوں کے لئے بھرت کے راستے تجوڑے بہت کھلے رہے۔ مجاہدین کی تعداد رفتہ رفتہ کم ہوتی گئی۔ تاہم

انہوں نے تین نسلوں تک جنگ جاری رکھی۔ یہ جنگ اس وقت ختم ہوتی جب مجاہدوں کی رگوں سے خون کا آخرہ قطرہ بہہ چکا تھا۔ توار نے اس وقت اپنی بُنسی کا اعتراف کیا، جب اسے اٹھانے والے ہاتھ کٹ چکے تھے۔ اس کے بعد بربریت کا طوفان اپنی تازہ قوتوں اور نئے ارادوں کے ساتھ اٹھا، اندرس میں باقی مسلمانوں کے لئے آگ، خون، آنسوؤں اور آہوں کے سوا کچھ نہ تھا۔

اندرس کے مسلمانوں پر کیا گزری؟ ان میں سے کتنے لاکھ تھے، جنہیں ملک بدرا کرنے سے پہلے ان کے نابالغ بچے ان سے چھین لیے گئے، کتنے پڑا رتھے جنہیں آگ میں زندہ جلا�ا گیا، کتنے تھے جنہیں بدترین اذیتیں دے کر موت کے گھاٹ اتارا گیا۔ ان عورتوں کی تعداد کیا تھی جنہیں درے مار، مار کر ہلاک کیا گیا؟

تاریخ ہمیں ان تمام سوالات کا جواب دیتی ہے، لیکن ہمیں ان المناک و اتفاقات کی تفصیل جاننے کے لئے تاریخ کی ورق گردانی کی ضرورت نہیں۔ ہم حال کے آئینے میں ماضی کا عکس دیکھ سکتے ہیں۔ اندرس میں آٹھ سو برس کی حکومت کے بعد آج ایک مسلمان بھی دکھانی نہیں دیتا۔ قرطبه، غرناطہ اور اشبيلیہ کی مساجد آج بھی وہاں موجود ہیں۔ لیکن وہاں اذان دینے والی زبانیں ہمیشہ کے لئے خاموش ہو چکی ہیں۔

غرناطہ کے اکابر کی غلطی چند افراد تک محدود رہی۔ یہ ایک قوم کا اجتماعی گناہ ثابت ہوتی۔ اور آج الحمرا کی دیواریں زبان حال سے یہ کہہ رہی ہیں کہ قدرت کسی قوم کے اجتماعی گناہ کو معاف نہیں کرتی۔

☆ ☆ ☆ ختم شد ☆ ☆